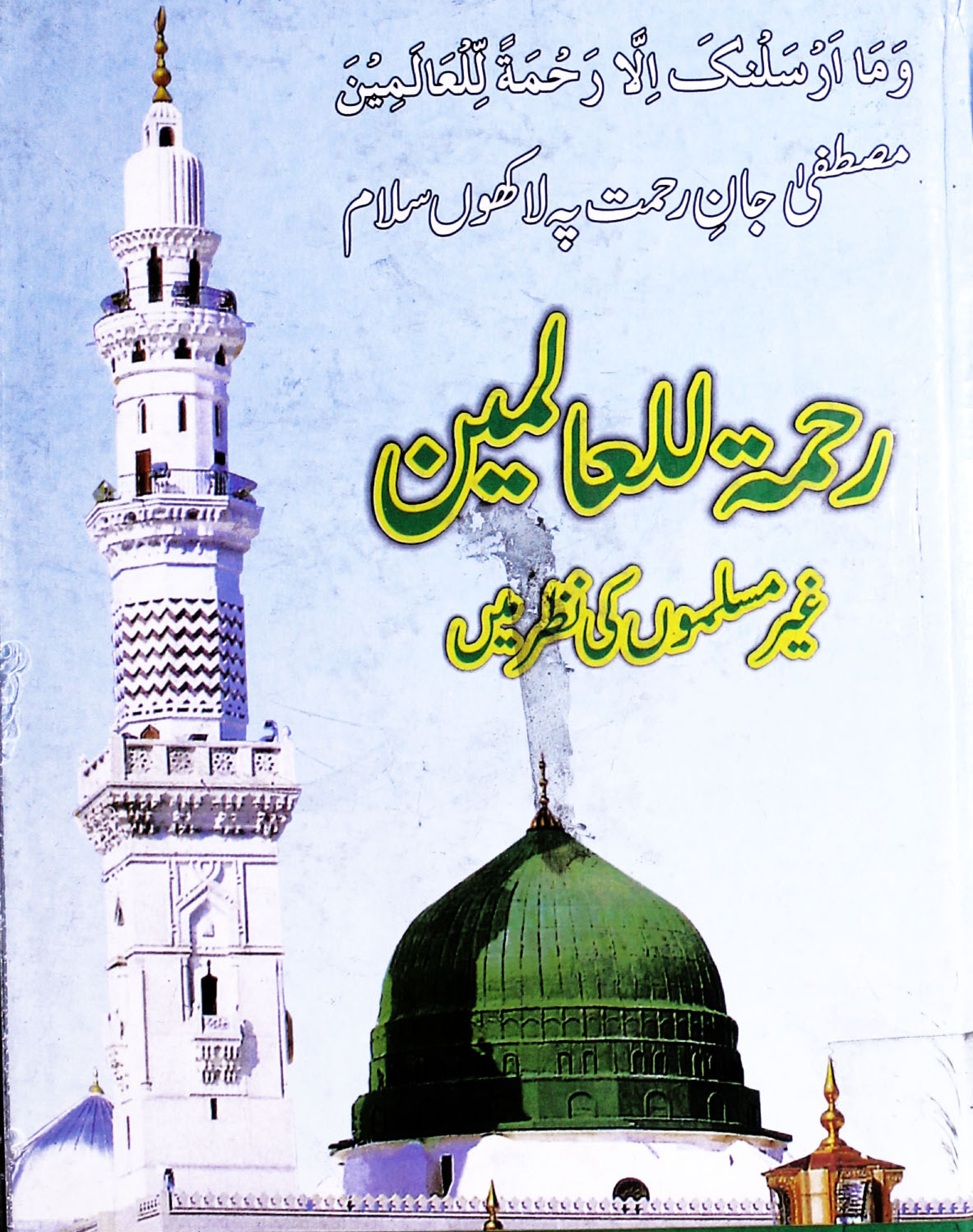


رحمۃ للعالمین

غیر مسلموں کی نظر میں

ترتیب وتالیف : حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی

پھگواڑی تحصیل کوہ مری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

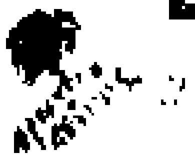
رحمۃ للعالمین

غیر مسلموں کی نظر میں

ترتیب وتالیف

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی

پھگواڑی تحصیل کوہ مری



نام کتاب	رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں
نام مصنف	حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی
مطبع	ایس ٹی پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی
اشاعت اول	2007
کتابت کمپوزنگ	عدنان حسین بھٹی
تعداد	1000
صفحات	664
قیمت	-/400 روپے

ملنے کے پتے:

i) حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی

پھگواڑی تحصیل کوہ مری

فون: 051-3276197

ii) احمد بک کارپوریشن

اقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

فون: 051-5558320

سرِنامہ

بنامِ آں خداوند

اے خالق و مالک، اے رحیم و کریم اس بندۂ حقیر کے دل میں کبھی بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ تو اسے اپنے محبوب کی ثناء خوانی کی سعادت بخشے گا کیونکہ یہ ناکارہ انسان اس قابل کہاں تھا اور اس کم علم اور ناتواں میں یہ اہلیت کہاں تھی کہ جو شان، جو فضل و کمال جو حسن و جمال جو صوری محاسن اور معنی خوبیاں تو نے اپنے حبیب مکرم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح عرفان اور پہچان نصیب فرما اور ان کو اسی طرح بیان کرنے کی توفیق بھی مرحمت فرمائے گا جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں اور مردہ روحیں زندہ ہو جائیں گی۔ ذوق و شوق کی دنیا آباد ہو جائے اے اللہ جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہاں تیرے ذکرِ پاک اور محبوب مکرم کی مبارک یاد کی قندیلیں روشن اور فروزاں ہو جائیں اور دل کے چراغ روشن اور فروزاں ہو جائیں۔

آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ و التسلیم

خاکِ طیبہ حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الھاشمی

لبیک یارسول اللہ لبیک

میں حاضر ہوں یارسول اللہ میں حاضر ہوں

اک گدائے بے نوا، شہنشاہ کونین کے حضور اخلاص وعقیدت کی نذر لیکر آیا ہے جس در رحمت سے صدا لگانے والا نہ کبھی خالی لوٹا ہے اور نہ قیامت تک کوئی خالی لوٹے گا۔

اے سلطان حسینانِ جہاں ایک مفلس اور گنہگار خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہے۔

یہ عاجز اور درماندہ انسان جو تہی دست بھی ہے اور تہی دامن بھی۔ یہ ادبی گنہگار بھی ہے۔ درِرسول تک کون سا جذبہ لے آیا۔ یہ میں نہیں جانتا اور جاننے کی ضرورت بھی نہیں اور مجھے اپنے آپ پر اختیار بھی نہیں۔

میں نے آج تک جو کچھ لکھا اس کی بھی توفیق نہ تھی۔ محبوب مکرم کی طرف سے یہ انعام ہے۔ مجھ سے جو کام مولائے کائنات نے لینا ہے وہ لے رہا ہے۔ میری گنہگاری اپنی جگہ اسکی دستگیری اور توفیق اپنی جگہ۔ مگر سوال یہ ہے کہ میرے سفرِ شوق کا حال میرے آقا کو بھی معلوم ہے۔

میں حاضر ہوں یارسول اللہ میں حاضر ہوں

میری حاضری قبول فرمایئے۔

سگِ آستانہ نبوت۔

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الهاشمی

استفادہ کتب

القرآن الحکیم	ہمہ قرآں در شانِ محمد است
رحمۃ للعالمین	علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
ضیاء النبی	حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری
انوار آفتابِ صداقت	قاضی فضل احمد نقشبندی
نقوش رسول نمبر	محمد طفیل
ہم کیوں مسلمان ہوئے	پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی فاروق
ہمیں خدا کیسے ملا	پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی فاروق
رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں	پروفیسر محمد شریف بقا
ماہنامہ حکایت لاہور	عنایت اللہ
محمد کی سرکار	سردار گوردت سنگھ دارا
محمد ہندووں کی کتب سے	ابن الاکبر الاعظمی

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ

مقدمہ

رشحات قلم۔ علامہ سید محمد اسحاق نقوی۔ ایم اے مظفر آباد آزاد کشمیر

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

و علیٰ الک و اصحابک یا حبیب اللہ

مقدمہ کتاب رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں

قرآن مجید بتا رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ قادر کا مطلب ہے قدرت تامہ کا مالک۔ وہ جو چاہے جب چاہے جیسے چاہے کر سکنے میں قادر ہے۔ اشیاء کا ظہور اسباب کے تابع ہوتا ہے اور اللہ ہی اسباب کا خالق بھی ہے۔ اور وہ بغیر اسباب کے بھی جو چاہے ظہور میں لا سکتا ہے اس لئے کہ وہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندہ سے کوئی خاص کام لینا چاہے تو اس کام کے متعلق جملہ صلاحیتیں اسے ودیعت کر دیتا ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ بچوں سے وہ کام لے لیتا ہے جو جوان انجام نہیں دے سکتے اور بوڑھوں سے بھی وہ کام لیتا ہے جو جوان انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ وہ قادر ہے۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کو موت کی آغوش میں پہنچانے کے لئے قادر مطلق نے دو نوعمر انصاری لڑکوں معاذؓ اور معوذؓ کو چن لیا جبکہ مہاجرین و انصار میں چوٹی کے پہلوان موجود تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزِ بدر جب میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دونو جانب دو نوعمر انصاری لڑکوں کو دیکھا میں نے خیال کیا کہ بجائے ان کے اگر میری دونوں جانب آزمودہ کار، بہادر اور جنگجو ہوتے تو بہت بہتر ہوتا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا۔ یَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ. چچا جان

کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔میں نے کہا بھتیجے میں اسے خوب جانتا ہوں تمہیں اس سے کیا کام ہے۔اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتا ہے۔بخدا اگر اسکو دیکھ لوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جدا نہ ہوگا کہ جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جسے مرنے کی جلدی ہے اس نے بمشکل اپنی بات پوری کی تھی۔دوسرے جوان نے بھی مجھ سے سوال کیا جو پہلے نے کیا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان کھڑا ہے اور چکر لگا رہا ہے اور یہ رجز پڑھکر انہیں جوش وخروش دلا رہا ہے۔رجز یہ شعر۔یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے میں تو جوان طاقتور اونٹ کی طرح ہوں جو اپنے عنفوانِ شباب میں ہے میری ماں نے مجھے ایسی ہی جنگوں کے لئے جنا ہے۔

میں نے ان لڑکوں سے کہا وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے ہو وہ عقابوں کی طرح جھپٹے اور حملہ آور ہو گئے اور اپنی تلواروں سے اسے شدید زخمی کر دیا اور وہ زمین پر جا گرا۔یہ کارنامہ بجلی کی سرعت سے انجام دینے کے بعد وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم نے ابوجہل کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

آپ نے دریافت فرمایا جن تلواروں سے تم نے اسے قتل کیا ہے انہیں کپڑے سے صاف تو نہیں کیا عرض کی نہیں، وہ اسی طرح خون آلود ہیں آپ نے ان تلواروں کو دیکھا ملاحظہ فرمایا وہ خون سے رنگین تھیں اور فرمایا ہاں تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔اسلام کے یہ دو شاہین صفت نوعمر مجاہد انصار کی ایک خاتون عفرا کے فرزند تھے جنہوں نے قریش کے سردار، لشکر اعداء کا سپہ سالار اللہ اور اس کے رسول کا دشمن۔نابکار امت محمدیہ کے سرکش اور سنگدل فرعون کو موت کے گھاٹ اتارا۔

محمد بن قاسم جب سندھ پر حملہ آور ہوا اسکی عمر صرف سترہ ۱۷ برس تھی اور وہ اپنے لشکر جرار کی

قیادت کر رہا تھا اس لشکر میں بھی اس سے عمر میں بڑے تھے جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔

ہمارے ہاں ۱۷ سال کی عمر کے لڑکے کو ووٹ پول کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی اس کا شناختی کارڈ بن سکتا ہے اس لئے کہ وہ بالغ نہیں ہوتا۔ لیکن محمد بن قاسم نے خداداد صلاحیت سے وہ کام سرانجام دیا جو بڑے بڑے کمانڈروں سے مشکل ہی ممکن ہوسکتا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں محیر العقول کارنامے سرانجام دینے والوں کی بے شمار مثالیں ہیں جبکہ عمر رسیدہ افراد کے لئے ایسے کام انجام دینا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے تدریجی مراحل کا ذکر اس قدر دلنشیں انداز میں بیان فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ لوگو! اگر تمہیں موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی نسبت کوئی شک وشبہ ہے تو اپنی پیدائش کی نسبت غور کرو کہ ہم نے تمہارے جداعلیٰ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا پھر تمہیں انسان کے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کی بوٹی سے۔ جو کبھی تو مکمل صورت اور کبھی نامکمل صورت میں ہوتی ہے بنایا تاکہ ہم تم پر اپنی قدرت کاملہ کو خوب واضح کریں۔ پھر جس مادۂ تولید کو ہم چاہتے ہیں رحم مادر میں ایک وقت مقررہ تک ٹھہراتے ہیں پھر تمہیں وہاں سے بچہ مولود بنا کر نکالتے ہیں پھر اسے جوان ہونے تک زندہ رکھتے ہیں اور بعض کو اس سے پہلے ہی (بچپن) میں موت دے دیتے ہیں اور بعض کو لمبی عمر دی جاتی ہے۔ جو ارذل العمر (رذیل ترین) عمر ہوتی ہے تاکہ وہ ایسے ہو جائے کہ پہلی عمر میں سب کچھ جانتے ہوئے اب اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور ہماری قدرت کی یہ کیفیت ہے کہ خشک زمین میں جب ہم مینہ برساتے ہیں تو وہ نباتات کے اگنے سے حرکت میں آتی ہے اور ابھرتی ہے اور طرح طرح کے خوشنما چیزیں اس سے اُگ پڑتی ہیں۔ (القرآن الکریم سورۃ مومنون)

انسانی زندگی کے تدریجی مراحل میں سب سے زیادہ کمزور ترین مرحلہ بڑھاپے کا ہوتا ہے۔ عمر رسیدہ شخص کی بینائی کمزور، بدن نحیف، اعضاء مضمحل، کمر خمیدہ، سماعت میں ثقل، نظام انہضام

میں عدم توازن اور یادداشت ختم ہو جاتی ہے اور وہ صاحب فراش رہتا ہے۔ اولاد اگر صالح نہ ہو تو وہ کسمپرسی کے عالم میں رہتے ہوئے یاس وقنوطیت سے داعی اجل کو لبیک کہنے کا منتظر رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ قادر ہے کہ وہ ارذل العمر بندے سے کوئی فلاحِ انسانیت کا م لینا چاہے تو اسے بڑھاپے کے عوارض سے نہ صرف محفوظ رکھتا ہے بلکہ اسے صلاحیت بھی عطا فرما دیتا ہے۔ بایں ہمہ اگر عمر رسیدہ شخصیت کوئی تخلیقی وتعمیری کام سرانجام دے لے تو یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوگا اور وہ شخص صاحب کرامت ہوگا۔

مؤلف کتاب کے بارے میں

قارئین کرام کے ہاتھوں میں فی ہذا الوقت کتاب ہے۔

''رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مؤلف و مرتب حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی ہیں جو تحصیل مری کے مشہور و معروف مقام پھگواڑی میں مین روڈ سے کچھ 1 کلومیٹر نشیب میں سکونت پذیر ہیں۔

یہ جگہ بڑی پرسکون، ٹریفک اور دیگر بے جا شور وغل سے محفوظ ہے آب و ہوا معتدل اور فضا پرسکون اور سنجیدہ ہے۔

عمر کے لحاظ سے مولانا موصوف اس وقت 100 سال کی دہائی میں ہیں اور یہ ارذل العمر ہے لیکن بعون اللہ تعالیٰ موصوف بڑھاپے کے شدید عوارض سے تاحال محفوظ ہیں۔ مولانا نے اپنی دائیں آنکھ کی بینائی کو کمزور پاتے ہوئے اس کا آپریشن کرایا تھا۔ بعض وجوہ چند روبصحت نہ ہو سکی اور اسکی بینائی بالکل منقود ہوگئی لیکن ماشاءاللہ دوسری آنکھ محفوظ ہے اور دو کا کام دے رہی ہے۔ بغیر چشمہ مولانا تحریر اور مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔ باعمل شخصیت ہیں آئینہ قرآن ماذا عزمت فتوکل علی اللہ کے مصداق جب کسی کام کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے کر

گزرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔ مولانا کی فکر بلند، جان پرسوز، عزم پختہ اور ہمت جوان ہے۔ مولانا اپنے غیر معمولی ارادوں نوشیروان بادشاہ کے اس معمر کسان باغبان کی طرح ہیں۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ نوشیروان عادل ایک روز اپنے خدام کے ساتھ سیر کو نکلا راستے میں ایک مقام پر اس نے ایک عمر رسیدہ شخص، کمر خمیدہ کسان کو پودے لگاتے ہوئے دیکھا۔ بادشاہ نے کہا'' بابا۔ تم اتنے بوڑھے، کمزور اور ناتواں شخص ہو، آرام کرو اتنی مشقت کیوں کرتے ہو، اس بابا نے جواب دیا بادشاہ سلامت ہم سے پہلے لوگوں نے درخت لگائے تھے ہم ان کا پھل کھا رہے ہیں لہذا میں درخت لگا رہا ہوں کہ میرے بعد آنے والے لوگ ان کا پھل کھائیں۔ پس مولانا اسی جذبے کے تحت مصروف عمل ہیں۔

تصنیف و تالیف کوئی آسان کام نہیں اس کے لئے وافر علم، صحت، فراغت اور قوتِ بصارت، قوتِ سماعت، قوتِ تحریر، قوتِ حافظہ اور قوتِ مطالعہ چاہیے۔

اللہ کریم قادرِ مطلق نے 100 سالہ عمر رسیدہ محترم مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی صاحب کو ان صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ مولانا نے عقائد کی درستگی، اعمال کی پختگی اور سیرت و کردار کی تعمیر کیلئے کئی کتابیں لکھی ہیں جن کی فہرست اس کتاب کے آخر پر ہے۔

سال ۲۰۰۴ء میں مولانا کی ایک کتاب '' مصباح النور فی قرۃ العیون والصدور'' زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہے۔ جو مقبول عام ہے گذشتہ سال ۲۰۰۵ء میں مولانا نے ایک کتاب شہادت و سیرت سیدنا امام حسین علیہ السلام پر لکھی جو زیر طباعت ہے۔ ان دونوں کتابوں کا مقدمہ لکھنے کیلئے مولانا موصوف نے مجھ جیسے بے بضاعت شخص کا انتخاب کیا تھا چنانچہ میں نے دونوں کتب کا مطالعہ کر کے اپنی معمولی سی دانست کے مطابق تحریر مقدمہ کا فریضہ انجام دیا تھا۔

اب اس تیسری کتاب ''رحمتہ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' کا مقدمہ تحریر کرنے کے لیے مولانا محترم نے مجھے منتخب ہی نہیں کیا بلکہ پابند کر دیا یہ مولانا کا حسن ظن ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ حالانکہ مولانا محترم کے ہونہار صاحبزادے مولانا حافظ قاری شفیق الرحمٰن ہاشمی صاحب مایہ ناز عالم دین ہیں۔ پھگواڑی جامع مسجد کے خطیب ہیں اور مدرسہ جامعہ آمنہ للبنات کے مہتمم و منتظم بھی ہیں۔

جماعت اہلسنت پاکستان کے زعماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ان کے گہرے روابط ہیں اس حوالے سے قبلہ حافظ صاحب (مولف کتاب) کے لئے اس کتاب کا مقدمہ لکھنے اور لکھوانے کے لئے جید علمائے کرام کی کوئی کمی نہیں۔ یعنی موصوف نے مجھے اس قابل سمجھکر کتاب بذریعہ رجسٹرڈ پارسل ارسال کی چنانچہ مولانا محترم کے حکم کی تعمیل میں یہ کتاب شروع سے آخر تک پڑھنی پڑی ہے۔ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں اور حضرت سعدی شیرازی کے اس شعر کے مصداق

شنیدم کہ درروز امید وبیم　　　بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

امید رکھتا ہوں کہ محشر کے میدان میں جب مولانا محترم کے دائیں ہاتھ میں یہ کتابیں ہوں گی اور ان کے بائیں ہاتھ میں میرا بازو ہوگا اور مجھے آسانیاں میسر ہوں گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر اور آپ کے اوصاف ومحاسن پر کتب مرتب کرنے والے شفاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ ور ہوں گے۔ (انشاءاللہ)

سرسید خان (مرحوم) نے ایک موقع پر کہا تھا کہ قیامت کے دن جب مجھ سے استفسار کیا جائے گا کہ تم نے کون سا اچھا عمل کیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ میں نے مولانا الطاف حسین حالی سے مسدس لکھوائی ہے معلوم ہوا اچھی تصنیف وتالیف مولف ومصنف کے لئے صدقہ جاریہ ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں معاون وراغب بھی عنداللہ ماجور ہوتا ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

مولانا محترم نے اپنی طرف سے اس کتاب کا نام "رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں" رکھا ہے اور یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ جی چاہتا ہے کہ حضور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصفِ جمیل رحمۃ للعالمین پر چند جملے حصول برکت کیلئے تحریر میں لائے جائیں۔ ترتیب تلاوت میں قرآن مجید کی پہلی سورۃ، الفاتحہ ہے۔ یہ مکی صورت ہے اور اس میں سات آیات ہیں یہ وہ سورہ مبارکہ ہے جو ہر نماز کی ہر رکعت میں (امام اور منفرد) کے لئے پڑھنی واجب ہے اس صورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اور وصف یوں بیان فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف اور تعارف یوں بیان فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین اور اس کا محبوب رحمۃ للعالمین کتنا حسین امتزاج ہے۔ سارا جہان رب کریم کی زیر تربیت اور وہی جہان نبی کریم کی زیر رحمت جس جس شے کا خدا رب اس اس شے کے لئے نبی رحمت، رب کی ربوبیت سے کوئی شے باہر نہیں، اسی طرح حضور کی رحمت سے بھی کوئی شے باہر نہیں، جہاں تک خدا کی خدائی، وہاں تک مصطفیٰ کی مصطفائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بحیثیت رحمتِ کائنات) تعارف اپنے ارشادات میں۔ اور یاد کرو کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد کا جھنڈا قیامت کے دن اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرونگا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

(مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱) انا نبی الرحمة وانا رسول رحمة۔ میں رحمت کا نبی ہوں اور میں رحمت کا رسول ہوں۔

۲) وانا اکرم الاولین و الآخرین علی اللہ و لا فخر۔ میری عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں سے زیادہ ہے۔

۳) ارسلت الی لخلق کافتہ و ختم النبیون۔ اور مجھے سب مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے آنے سے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔

۴) انما انا رحمة مهداة۔ (مشکوٰۃ شریعت) میں اللہ تعالیٰ کی وہ خاص رحمت ہوں جو اس نے مخلوق کو عطا کی ہے۔

۵) مابین السماء ولارض احد لیعلم انی رسول اللہ الاعاصی الجن والانس زمین و آسمان کی ہر چیز جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر نافرمان جن اور انسان نہیں جانتے۔ (سنن داری جلد نمبر ا آیت ۱۷)

۶) انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی۔ میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں مٹانے والا ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ (بخاری ومسلم)

۷) اور میں حاشر ہوں سب لوگ میرے قدموں پر اکٹھے کئے جائینگے اور میں عاقب اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے۔

حضرت مولانا مولف کتاب ہذا نے بڑی عرق ریزی اور جدوجہد سے اور خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے یہ کتاب تیار کی ہے۔ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست شروع میں دی گئی ہے۔ خوب صورت عنوانات باندھے ہیں اور ہر عنوان کا متعلقہ صفحہ کا اعشاریہ نمبر دیا گیا ہے۔ میثاق اول، میثاق دوم، طلوع سحر، شب دیجور بشرا بین یدی رحمتہ، طلوع آفتاب اور ظہور قدسی کے بالترتیب عنوانات کا حسین امتزاج مولانا کی رفعتِ نظر کا آئینہ دار اور رسالت مآب ﷺ سے گہری عقیدت کا مظہر ہے۔

سابقہ آسمانی کتب، صحائف اور دیگر مذہب کے پیروکاروں کی کتب میں رسالت مآب ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت کی جو بشارتیں آئی ہیں۔ مولانا محترم حوالہ جات کے تحت انہیں تحریر میں لائے ہیں۔ ''رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' اس عنوان میں مولانا نے تقریباً ۲۰۰ غیر مسلم مصنفین (ادیب اور مورخین) کا انتخاب کیا ہے اور انہوں نے پیغمبر ﷺ کے بارے میں اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ مع حوالہ جات درج کیے ہیں اسی طرح غیر مسلم مفکرین، غیر مسلم دانشوروں اور غیر متعصب عیسائیوں نے رسالت مآب ﷺ کے سیرت و کردار و اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ اور آپ کے انقلابی اقدامات کے مثبت اور دوررس نتائج سے متاثر ہو کر اپنے اپنے مافی الضمیر کا جس طرح اظہار کیا ہے، مولانا نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ مع حوالہ جات انہیں نقل کیا ہے۔

غیر مسلم شعراء نے حضور رحمۃ للعالمین کے حضور جو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ مولانا محترم نے انہیں ایک خوبصورت مالا کی صورت میں سمو دیا ہے مولانا کی حسن ترتیب قابل داد ہے۔

اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ سے متاثر ہو کر جو غیر مسلم مرد اور عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں ان میں سے ۳۰ نو مسلم مردوں اور ۳۰ نو مسلم عورتوں کی آپ بیتی اور ان کے قلبی تاثرات بڑی احتیاط سے مع حوالہ جات نقل کیے ہیں۔

یورپ پر اسلام کے اثرات اور اہل یورپ پر مسلمانوں کے اثرات کا بھی ایک باب باندھا ہے۔ مستشرقین میں سے بعض نے بغض و عناد کی بنا پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان اقدس میں بے جا تنقید کو اپنا وطیرہ بنایا اور اسی قبیل کے جن مستشرقین نے اسلام کا گہرا مطالعہ و تحقیق و جستجو کر کے اسلام کے دامن میں پناہ لی، اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کے آگے سر تسلیم خم کیے فاضل مصنف نے ان کا تعارف اور ان کے تاثرات بھی کتاب میں شامل کیے ہیں۔

فی زمانہ جہاں اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں وہاں کتابوں کی قیمتیں بھی عروج پر ہیں۔ مہنگی کتب کی خریداری ہر کسی کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی ضخیم کتب کے

مطالعہ کیلئے وقت ہے۔ مولانا محترم نے قارئین کی قوت خرید اور وقت کا احساس کرتے ہوئے بڑی بڑی کتب کا عمیق مطالعہ کر کے اختصار مگر جامعیت سے تقریباً پچاس عنوانات کے مواد لیکر ایک کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ گویا یہ پچاس کتابوں کی متبادل ایک کتاب ہے۔ اس طرح مولانا نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کامیاب و کامران تدبیر کی ہے۔

یہ کتاب اساتذہ، طلباء، ائمہ، خطباء اور محققین کے لئے انمول تحفہ ہے۔ نیز مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے خواندہ اور نیم خواندہ لوگ بھی اس کے مطالعہ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں کیونکہ فاضل مصنف نے سادہ اور عام فہم اردو میں اسے تالیف کیا ہے۔ قارئین کے لئے اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب کا دستیاب ہونا مشکل ہے۔ گھر میں بیٹھے بٹھائے اس کتاب کا مطالعہ قارئین کیلئے یقین و عمل میں پختگی کا باعث بن سکتا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ عیاں ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ اور ان کی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ اور اپنا سرخم کئے ہوئے ہیں ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت میں ہمہ تن مصروف عمل ہونا چاہیے۔ پبلک بلکہ سرکاری لائبریریوں بلکہ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

دعا ہے کہ رحمۃ للعالمین کے حضور یہ کتاب منظور ہو کر مقبول عام ہو جائے اور فاضل مصنف و مولف مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی صاحب کے لئے دوامی صدقہ جاریہ قرار پائے۔

(آمین) یارب صل وسلم دائما ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

خادم شرع مصطفوی سید محمد اسحاق نقوی ایم اے۔ بی ایڈ۔ فاضل تنظیم المدارس، فاضل اردو، فاضل صحافت، فاضل اسلامک لاء، خطیب و منتظم مرکزی جامع مسجد گوجر بانڈی، مہتمم و بانی مدرسہ سیدنا ابوتراب تعلیم القرآن (رجسٹرڈ) گوجر بانڈی، چناری، ہٹیاں بالا ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

تعارف وتبصرہ

از رشحاتِ قلم حضرت علامہ مفتی عبدالعزیز عباسی صاحب مظفر آباد (آزاد کشمیر)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلوٰة و السلام علیٰ رحمة للعالمین و علیٰ جمیع الانبیاء و المرسلین و علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین اما بعد فیقول العبد الفقیر الیٰ رحمة ربہ العزیز محمد عبدالعزیز العباسی و الهاشمی نسباً و الحنفی مذهباً و القاضی منصباً سابقاً فی دار القضاء و الافتاء مظفر آباد۔ کشمیر الحرہ

۲۸ اکتوبر ۲۰۰۶ راقم حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب گیلانی کی معیت میں مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب قریشی سے ملنے ان کے درِ دولت پھگواڑی حاضری کا موقع ملا۔ غالباً چار عشرے پرانی رفاقت تھی۔ مگر ملاقات کا یہ شرف محض پیر صاحب موصوف کے باعث ہوا۔ حضرت علامہ حافظ صاحب موصوف کی تصنیف وتالیف کا علم پہلے سے ہو چکا تھا اس لئے کہ نذرانہ کے طور پر چند کتب مطالعہ سے گذر چکی تھیں۔ موصوف کے طرز تحریر اور قوت استدلال سے بخوبی آگاہ ہو چکا تھا اور اس خاموش تبلیغ کی ضرورت کا شدت سے احساس بھی تھا اور تمنا بھی۔ دورانِ گفتگو حافظ صاحب موصوف نے ایک مسودہ عنوان ''رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' مجھے پیش کیا اور فرمایا کہ اس کو پڑھو اور اس پر نظر ثانی کرو اور اس کتاب کے متعلق اپنے تاثرات لکھو۔ یہ سن کر میری حیرت کی انتہا ہو گئی مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ موصوف مجھ سے مخاطب ہیں اس لئے کہ میں اپنی علمی کمزوری اور بے بضاعتی کو بخوبی جانتا اور سمجھتا تھا۔ جس کا شائد حضرت قبلہ حافظ صاحب کو ادراک نہ ہو۔ میں شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہا

تھا کہ معاً یہ خیال آ گیا کہ عقیدت کے اظہار کے لئے علم و دانش، فصاحت و بلاغت اور ادبیات کے علوم کے سرمائے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے اس کے لئے تو بس ایک جذبہ چاہیے۔ جو الحمدللہ علی منہ واحسانہ بعیفہ اتم موجود ہے۔ یہ تصور آتے ہی شرمندگی کافور اور ندامت مسرت میں بدل گئی اور اس عطا کو نعمت غیر مترقبہ بلکہ سعادت سمجھا اور خوشی سے پھولا نہ سمایا اور وہ مسودہ بصد اشتیاق وصول کر لیا اور دو ماہ کا وقت لیا گھر آ کر مسودہ کتاب دیکھنا شروع کیا بس دیکھتا ہی چلا گیا موضوع اور اندازِ تحریر اور قوت استدلال اتنا دلکش، دلچسپ اور دلپذیر تھا کہ دن رات پڑھنے کا نشہ ہو گیا تھا۔ نہ میں مسودہ کو چھوڑتا اور نہ مسودہ مجھے چھوڑتا اس لئے جب غیر مسلموں کے اظہار عقیدت کو حقیقت کے روپ میں دیکھتا تو رشک آتا یہی وجہ ہے کہ تین ماہ کا کام صرف ایک ماہ میں انجام پایا۔ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔ یہ قبلہ حافظ صاحب کے پرخلوص جذبے کی کرامت ہے یا پھر ان کے سینے میں محفوظ گنجینہ کا معجزہ ہے۔ تاثرات سے قبل اپنی عقیدت کا اظہار ضروری ہے جو ایک حدیث قدسی سے شروع کرتا ہوں۔۔۔۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے وجہ تخلیق کائنات اور ضرورت کا اظہار اپنے پیارے محبوب پاک نور مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ اس طرح فرمایا۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں اپنے جمال کو اجاگر کروں تا کہ پہچانا جاؤں پھر میں نے تخلیق کائنات کی تا کہ وہ مخلوق مجھے دیکھے پہنچانے اور محبت کرے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اس تخلیق سے عام معلوم نہیں ہوتی۔ خاص بھی نہیں بلکہ اخص الخاص ہے اگر محض خواص ہوتی تو ہم دیکھتے ہیں ایک اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر نبوت کے اعلیٰ منصب پر فائز حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ رب ارنی انظر الیک۔

اے بارالٰہا مجھے اپنا جلوہ دکھا میں تجھے دیکھنے کا متمنی ہوں، کی صدائیں لگاتے ہیں۔ جواب ملتا

ہے لن ترانی تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات غیر محدود ہے اور غیر محدود کا حد میں آنا ناممکن ہے اس لئے نفی میں جواب دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جدھر نگاہ اٹھاتے حتی کہ عرش عظیم پر بھی یہی لکھا دیکھتے کہ کسی کے حق کا مطالبہ نہ کرو اس میں اشارہ تھا کہ دنیا میں دیدار کا جلوہ صرف خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصا ہے جو اخص الخاص ہیں وہی کر سکتے ہیں۔ جس کے متعلق جبریل علیہ السلام کے ذریعہ پیغام بھیجا۔ **ان الحبیب یشتاق الی الحبیب** کہ حبیب (اللہ تعالیٰ) حبیب (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مشتاق ہے بار بار اپنے جلوؤں کا دیدار کرانا چاہتا ہے۔

میرے آقا ومولا نا علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد۔ **رایت ربی براس العین** ۔ میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے ایک اور ارشاد ہے۔ **من رانی فقد راہ الحق**۔ جس نے میرا دیدار کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا بعض اہل علم نے یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان خدا بنکر فرشتہ بن کر کوئی چیز بھی بنکر خواب میں آ سکتا ہے لیکن وہ لعین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں نہیں آ سکتا۔

تخلیق کائنات کے منصوبہ سے پچاس ہزار سال پہلے فرمایا **الرحمن علم القرآن** . رحمٰن نے قرآن پڑھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ پھر یہ بھی فرمادیا **قد جاء کم من اللہ نور**۔ ان جملوں میں ماضی کے صیغے استعمال فرما کر اور پیچھے لے جایا گیا جہاں حد کی حد نہیں۔

لفظ نور قرآن مجید میں تقریباً ۴۶ مرتبہ معرفہ اور نکرہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ قریب قریب دس مرتبہ اضافت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ کہیں بھی اس کا الحاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے نہیں ہوا بلکہ صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے ذات کے متعلق واضح ارشاد ہے۔ اسکی مثل کوئی نہیں اضافت بھی گوارا نہیں کیونکہ جہاں اضافت ہو وہاں مضارت ہوتی ہے مضاف

84856

اور مضاف الیہ ایک نہیں ہوتے جیسے کتاب اللہ، بیت اللہ، نور اللہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے اسمائے صفات ہیں وہ سب قدیم ہیں جن کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا مقصود ہو سکتی ہے۔ صفت ہمشیہ موصوف کی مظہر ہوتی ہے خواہ حادث ہو یا قدیم ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ابدی صفت نور سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق فرمائی یہی وجہ ہے کہ نور مضافت اس نے اپنی طرف سے فرما کر نور اللہ فرمایا اور ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کی تکمیل کرنے والا ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھی اس موقف کی تائید ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء میرے نور سے کی ہے۔ الحاصل نور اللہ تعالیٰ کی صفت اور رحمۃ للعالمین کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا اہتمام آپ کے اخلاق، اوصاف میں فرمایا اتنا کسی اور میں نہیں۔ عزت وتوقیر کا حکم فرمایا۔ بے ادبی سے منع فرمایا آپ کی زبان کو اپنی زبان آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ آپ کے کردار وعمل کو اپنا قرار دیکر فرمایا۔ وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی. آپ کے خلق کو عظیم قرار دیا جس کو رب کائنات عظیم کہے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ کا جواب تھا کہ رسول کریم روف ورحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کا اخلاق ھوالقرآن۔ قرآن مجید ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام کا جم غفیر ہے۔ آپ نے صدیق اکبر سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون اچھا لگتا ہے۔ صدیق اکبر نے جواب دیا انت فقط صرف آپ۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا صدقت آپ نے سچ کہا۔ حضرت فاروق اعظم سے یہی سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اللہ فقط۔ صرف اللہ تعالیٰ۔ آپ نے تصدیق فرمادی تو سوال ہوا کہ مصطفیٰ اور اللہ تعالیٰ دونوں کی تصدیق۔ تو رحمتہ للعالمین نے وجہ دریافت فرمائی جناب صدیق اکبر کا جواب تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا اور فاروق اعظم کا جواب تھا

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا رسول عطا فرمایا اس پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا من احبنی فقدا حب اللہ ومن احب اللہ فقداحبنی جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی گویا دونوں کی محبت ایک ہے اور دونوں کی اطاعت بھی ایک ہے۔

تمام انبیاو مرسلین علیہم السلام کے درجات وفضائل کی انتہا ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین ﷺ کے درجات وفضائل میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ یہ ہے ارشاد خداوندی کہ ہر آنے والا وقت پہلے سے درجات وفضائل میں بہتر ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اہلِ علم کی رائے ہے اور ہے بھی حقیقت کہ جس قدر کتاب اللہ (قرآن مجید) پر لکھا گیا اتنا آج تک کسی کتاب پر نہیں لکھا گیا بلکہ اب تک لکھا جا رہا ہے اور تا قیام قیامت لکھا جائیگا اور اسی طرح آج تک جس قدر رحمۃ للعالمین پر لکھا گیا۔ لکھا جا رہا ہے اور تا قیام قیامت لکھا جائیگا اتنا کسی شخصیت پر نہیں لکھا گیا۔ ہر سیرت نگار نے اپنے اپنے جوہر دکھائے اور اپنے جداگانہ طرز اپنائے مگر تکمیل کا دعویٰ کوئی نہ کر سکا۔ کرتا بھی کیسے کہ جس کی تعریف وتوصیف خود رب العالمین کرے کسی انسان کی بساط میں کہاں کہ وہ سیرت وکردار اور اوصاف کا احاطہ کر سکے۔ سیرت نگار ہو یا قلم کار نثر نگار ہو یا نظم گو غزل گو ہو یا نعت گو ہر ایک نے اپنی اپنی عقیدت کا اظہار ضرور کیا ہے۔

یہ سلسلہ رحمۃ للعالمین کی ظاہری حسین حیات سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ منبر رسول پر مداح وشاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نعت پڑھتے نظر آتے ہیں۔

واحسن منک لم ترقط عینی ‌ ‌ و اجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرءً من کل عیب ‌ ‌ کانک قد خلقت کما تشاء

یعنی آپ سے خوبصورت شخصیت میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی اور آپ سے زیادہ خوبصورت کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا آپ کی تخلیق بے عیب ہے ایسے ہے کہ آپ کی تخلیق آپ کی مرضی کے مطابق ہوئی ہے۔ نثر نویس، انشاپرداز، غزل گو، شعرا کرام اور سیرت نگار تعریف وتوصیف کے بعد زبان حال سے پکار اٹھے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حسن و جمال کے پیکر، شریعت کے بادشاہ آپ کے روئے روشن سے چاند منور ہوتا ہے۔ آپ کی مدح سرائی کا حق ادا ہونا ممکن ہی نہیں بس مختصر اور آخری بات یہ ہے کہ خدا کے بعد صرف آپ ہی ہیں۔

بظاہر تصنیف وتالیف کا مقام بلند ترین اور انتہائی نازک ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

مگر میرے قابل احترام بزرگ دوست حضرت علامہ حافظ محمد حبیب اللہ صاحب قریشی نے اس میدان کو انتہائی خوبصورتی سے اپنا دامن بچا کر سر کر لیا ہے مسودہ کتاب ''رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' اپنے موضوع پر لکھی جانے والی منفرد کتاب ہے۔ مضامین کو انتہائی خوبصورتی سے منطبق کیا گیا ہے۔ طرز تحریر دلکش اور دلنشین ہے بلکہ دلچسپ بھی ہے یہ کتاب جامع کمالات اور سیرت نگاری میں ایک گلدستہ ہے۔ جس میں قبلہ حافظ صاحب نے مختلف قسم کے رنگ خوشبو کے پھول اکٹھے کر کے گلدستہ تیار کیا ہے۔ میں اس کاوش پر حافظ صاحب

موصوف کی محنت ومحبت کوخراج تحسین پیش کرتا ہوں۔میری نظر سے کئی کتب گذری ہیں مگر جامعیت ومعنویت کے اعتبار سے یہ کتاب منفرد ہے اگر یہ کہا جائے کہ موصوف نے دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ہرآن کارے کہ ہمت بستہ گردد

اگر خارے بود گلدستہ گردد

اس گلدستہ کی فہرست پڑھکر ہی ایک تاریخ ذہن نشین ہو جاتی ہے۔پھر یہ کہ موصوف نے یہ گلدستہ پیش کر کے آنے والی نسلوں پر احسان عظیم کیا ہے اور بڑی بڑی ضخیم کتابوں سے نجات دلادی ہے اس کتاب کا ہر گھر کی زینت باعث برکت ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کی کاوش کوقبولیت کا شرف بخشے اور پڑھنے والوں کے لئے نفع بخش ثابت ہواور یہ کاوش موصوف اوران کے اہل وعیال کی نجات کاذریعہ بنائے۔آمین یارب العالمین

مرادمفتی محمد عبدالعزیز عباسی سابق رجسٹرار شریعت کورٹ مظفرآباد آزاد کشمیر ۲۸ دسمبر ۲۰۰۶ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الھاشمی دامت برکاتہم العالیہ سے مجھے شرفِ ملاقات ان کے دولت کدہ دانشکدہ بمقام حافظ آباد پھگواڑی (کوہ مری) میں نصیب ہوا۔ نورانی چہرہ، مسکراہٹ، بشاشت سے لبریز، پیکر جمال شخصیت، کریمانہ اخلاص، جذبہ مؤدت سے بھرپور مزاج، انقلابی اور فکر انگیز خیالات سے جامع و مزین، عالم باعمل ابتدائی باہمی تعارف برادر گرامی علامہ مولانا سید محمد اسحاق نقوی کے توسط سے ہوا تھا۔ بھائی صاحب سے حضرت کا قلبی لگاؤ ہے اور یہی کیفیت ادھر بھی ہے۔ صاحب تصنیف کثیرہ حضرت حافظ صاحب ایک ماہ قبل تالیف پر بھائی صاحب نے مقدمہ لکھا تھا۔ حافظ صاحب قبلہ کو یہ پسند آیا اور تازہ کتاب ''رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' پر بھی مقدمہ لکھنے کا حکم دیا جس کی تعمیل بھی ہو چکی ہے۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی ملا کہ چند الفاظ راقم الحروف بھی لکھے حضرت علامہ حافظ محمد حبیب اللہ ہاشمی نے اس خوبصورت موضوع پر نور و نکہت سے مزین جو گلدستہ سجایا ہے وہ قارئین کی نگاہوں کو سرور اور قلوب واذہان کو بقعۂ نور بنائیگا یہ دلکش ودل آویز گلدستہ تحریر کر کے جوانان ملت اور شعبہ ہائے زندگی سے منسلک جملہ خواتین وحضرات کے لئے انمول تحفہ ہے۔ رب لم یزل اس کتاب مستطاب کو قارئین میں ماقبل تصانیف کی طرح مقبول عام فرمائے اور حافظ صاحب کی حیات وصحت میں برکات نصیب فرمائے۔ آمین

بجاہ حبیبک الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

طالب دعا سید بشیر حسین نقوی لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج چناری آزاد کشمیر

تقریظ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب قریشی الہاشمی ہمارے مسلک کے مایہ ءناز علمی شخصیت ہیں۔صاحب تصنیف کثیرہ ہیں اوران کی یہ تصانیف اہل علم ودانش میں اچھی خاصی شہرت پا چکی ہیں۔زیر نظر تصنیف وتالیف ''رحمۃ اللعالمین غیر مسلموں کی نظر میں'' بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔دعا ہے کہ رب کائنات اس کتاب کو بھی اہل علم صاحبان دین متین بیش از بیش شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت حافظ صاحب کی زندگی کے ساتھ برکتیں عطا فرمائے آمین بقول حکیم۔

والفضل ماشھدت بہ الاعداء۔فضیلت تو وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے راقم کی طرف سے زیر نظر کتاب پر یہی جملہ نذر قارئین ہے۔

پروفیسر قاضی محمد ابراہیم چشتی پرنسپل ڈگری کالج چناری ضلع مظفر آباد۔آزاد کشمیر ۱۴ ستمبر ۲۰۰۶

حرفِ دعا (از مصنف)

سیرتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اتنا بلند و بالا اور اتنا بحر بیکراں ہے کہ لکھتے وقت دل کانپ اٹھتا ہے ہاتھ لرز جاتے ہیں۔ لکھے تو کیا لکھے جس ذات قدسی پر خود رب ذوالجلال اور فرشتے درود وسلام کے نغمے پیش کرتے ہوں۔ تحت الثریٰ سے عرش عظیم تک ساری کائنات توصیف و تعریف کر رہی ہو۔ اس ذات قدسی کی توصیف کے لئے ساری کائنات ارضی وسماوی، انسان ،جن اور فرشتے لکھنے بیٹھ جائیں تو اس ذات قدسی کی تعریف لکھ نہیں سکتے اور نہ بیان کر سکتے ہیں۔ اس کائنات ارضی کے حدود اربعہ میں کون سا ایسا ملک ہے جہاں مسلمان موجود نہ ہوں اور وہ حضور کی ذات گرامی پر صلوٰۃ وسلام کے نغمے پیش نہ کرتے ہوں۔ یورپ ہو یا ایشیا۔ امریکہ ہو یا افریقہ، مغرب ہو یا مشرق، جنوب ہو یا شمال ہر جگہ حضور کی تعریف ہو رہی ہے۔ تعریف کرنے والوں میں اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی، محقق بھی ہیں اور متعصب بھی، ادیب بھی ہیں اور فلسفی بھی، عربی بھی ہیں اور عجمی بھی، شمع علم کے پروانے بھی ہیں اور مے خانہ ء عرفان کے متوالے بھی سب اس ذات قدسی کی تعریف اور توصیف بیان کر رہے ہیں۔

جنہوں نے اس گلستان معنی میں گل چینی کرتے ہوئے عمریں گذار دیں انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم نے سب پھول چن لئے ہیں۔ تعریف کا حق ادا کر دیا ہے۔ سب نے بے تامل اپنی بے بسی کا اعتراف یوں کیا۔

دامانِ نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین تو از تنگی داماں گلہ دارد

یعنی نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں تیری بہار سے پھول چننے والے کو اپنے دامن کی شکایت ہے۔ اور ان کا یہ اعترافِ عجز از راہِ انکساری و تواضع نہ تھا بلکہ حقیقت کا

اظہار تھا اس میدان میں ابن جریر اور ابن کثیر جیسے محدث اور مورخ زمخشری اور ابن حیان اندلسی جیسے محقق اور نکتہ سنج رازی اور بیضاوی جیسے متکلم اور فلسفی، ابوبکر حصاص اور ابوعبداللہ قرطبی جیسے فقیہ اور مقنن اس قدسی کے جلال کے سامنے دم بخود اور سر بگریباں نظر آتے ہیں۔

غالب نے کیا خوب کہا۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بلاخوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ کوئی عظیم سے عظیم انشا پرداز اور اعلیٰ سے اعلیٰ ادیب، اونچے سے اونچا مورخ، کوئی بڑے سے بڑا سیرت نگار، آپ کے روحانی اور بشری کمالات کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکتا۔ کوئی بڑے سے بڑا خطیب، کوئی عظیم سے عظیم مقرر آپ کے منصب جلیلہ اور مقام کی رفعتوں کو نہ لکھ سکتا ہے اور نہ بیان کرسکتا ہے۔ حضور کی سیرت وکردار فی الحقیقت ایسا بحر بیکراں ہے اور آپ کی شخصیت اس قدر افضل واعلیٰ اور جامع ومکمل ہے کہ اس کے بیان کرنے کے لئے لاکھوں صفحات پر مشتمل ہزاروں کتابیں اور ان گنت دفتر ہوں پھر بھی یہ کہنا پڑے گا۔

کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس ذات قدسی کے کمالات اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا شمار کرنا مشکل ہے۔ آپ کی شان کا کیا ذکر کیا جائے، صحراؤں کے ذرے شمار کیے جاسکتے ہیں، آسمانوں کے ستاروں کا شمار کیا جا سکتا ہے، اشجار عالم کے پتوں کا شمار کیا جا سکتا ہے، دریاؤں اور سمندروں کی لہروں میں قطروں کا شمار کیا جاسکتا ہے، لیکن ہمارے آقا ومولا کی صفات اور شان کے پہلوؤں کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اگر دنیا بھر کے درخت قلم بن جائیں، سمندر اور دریا سیاہی بن جائیں، اور زمین اپنی وسعتوں سمیت اوراق بن جائیں تو بھی ہمارے نبی وآقا ومولا کی شان بیان نہیں ہوسکتی۔

آخر یہی کہنا پڑے گا۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

اس ذات قدسی پر میرے جیسا کم فہم، دماغ میں پراگندہ خیالات ہوں تو کیسے لکھ سکتا ہے۔ پھر نہ کوئی مشیر اور نہ کوئی قلمی معاون، تو پھر اتنے بلند و بالا عنوان پر نظر دوڑائی تو میں کانپ اٹھا کہ کہاں وہ عرش اعلیٰ کا مسند نشین، اور کہاں ایک عاجز بندہ بوریا نشین۔

کہاں سمندر اور قطرہ اور کہاں سورج اور ذرہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

چنانچہ رب العزت کے حضور سربسجود ہو کر دعا کی کہ الٰہی تو دانا اور بینا ہے اپنے محبوب رسول کے حضور عقیدت کے یہ چند پھول پیش کرنے کی توفیق عطا فرما، میرا دماغ اور سینہ کھول دے اسی ذات قدسی کے صدقے جن کی اک نگاہِ ناز مُردوں میں جان ڈال دیتی ہے جن کی اک نگاہِ ناز نے حضرت بلال حبشی کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا۔ جنکی ایک نگاہ ناز نے حضرت سلمان فارسی کو منااھل البیت کے خطاب سے نوازا بقول شاعر مشرق

تیری نگاہِ ناز سے دونو مراد پا گئے عقل غیاث و جستجو عشق حضور اضطراب

اسی نگاہِ ناز کے صدقے مجھے توفیق عطا فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی روشنی سے نوازا کہ دماغ روشن ہو گیا، دل و دماغ سے تمام پراگندہ خیالات چھٹ گئے۔ دماغ میں الفاظ و معانی کا ذخیرہ جمع ہوتا گیا، قلم صفحہ قرطاس پر سجدہ ریز ہو کر تشکر کے آنسو بہاتے ہوئے الفاظ کا ذخیرہ عبارت کی شکل بکھرتا گیا۔

الٰہی یہ تحریر میری نہیں ہے قلم میرا نہیں ہے تو ہی لکھوا رہا ہے یہ تیرا ہی کرم ہے میں اس قابل کہاں۔ صرف

انگلیاں میری ہیں ان میں قلم ہے تیرا ہاتھ میرا ہے پر اس پہ کرم ہے تیرا

الٰہی سخی کے دروازے سے کوئی بھی خالی نہیں جاتا۔ اس دروازے پر گدا گر بھی آتے ہیں اور تاجور بھی۔ سب اپنا اپنا حصہ لے جاتے ہیں۔ خالی جھولیوں والے جھولی بھر کر لے جاتے ہیں۔ میں بھی اس در کا گدا ہوں۔ یہ سیاہ کار تیرے دروازے پر جھولی پھیلائے آیا ہے۔ اسے مایوس نہ کرنا۔

میں بھی اس در کا گدا ہوں کہ جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
آقا میرے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میں اپنے اور اہل سنت بھائیوں کے لئے حضور پرنور شافع یوم النشور کی بارگاہِ بے کس پناہ میں شفاعت کی درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ کے مکرم و معظم رسول قیامت کے دن اپنے غلاموں کی لاج رکھنا۔ ان کی شفاعت کرنا شفاعت کا تاج آپ کے سر ہے۔ مقام محمود پر آپ فائز ہوں گے حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں کوثر کے ساقی آپ میزان اور پل صراط پر آپ کا حکم تمام میدانِ حشر میں آپ کی ہی گونج ہوگی ہمیں سہارا دینا۔

یارسول اللہ

آرزو دل میں رکھتا ہوں خدا پوری کرے
جب مروں تو زباں پہ ہو ثنائے مصطفیٰ

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی پھگواڑی مری

میثاق اول

تعارفِ ربوبیت

الست بربکم

قالو بلیٰ

میثاق اول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ. اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ. قَالُوْ بَلٰی، شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ. (الاعراف ۱۷۲)

ترجمہ: اور یاد کیجیے جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر گواہ کرتے ہوئے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا، کیوں نہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں اور یہ گواہی اس لئے ہے تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

بنو آدم سے میثاق لینے کے متعلق احادیث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ اعراف کی اس آیت کے متعلق میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر اِن کی پشت پر ہاتھ پھیرا، پھر اس پشت سے اولاد نکالی پھر فرمایا، میں نے ان کو جنت کے لئے پیدا کیا اور یہ جنت کا عمل کریں گے پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا پھر ان سے اور اولاد نکالی اور فرمایا ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا اور یہ اہل دوزخ کا عمل کریں گے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر عمل کس چیز میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پس بے شک اللہ جب کسی بندے کو جنت کیلئے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے عمل کراتا ہے حتیٰ کہ وہ شخص اہل جنت کے اعمال پر مرتا ہے۔ پھر اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور پھر جب کسی بندے کو دوزخ کیلئے پیدا کرتا ہے تو اس

سے اہل دوزخ کے عمل کراتا ہے حتیٰ کہ وہ دوزخ کے اعمال پر مرتا ہے، پھر اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کی وہ تمام روحیں سامنے آ گئیں جن کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک تھی پھر وہ سب روحیں آدم پر پیش کی گئیں حضرت آدم نے کہا کہ اے میرے رب یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد ہیں اور یہ شخص آخری امتوں میں سے ایک شخص ہے، اس کا نام داؤد ہے حضرت آدم نے کہا اے میرے رب اسکی عمر کتنی ہو گی فرمایا ساٹھ سال، حضرت آدم نے کہا اے میرے رب میری عمر میں اس کے چالیس سال زیادہ کر دو چنانچہ آپ کی عمر سے چالیس سال حضرت داؤد کو دے دیئے گئے۔ جب حضرت آدم کی عمر پوری ہوئی تو ان کے پاس ملک الموت آیا۔ حضرت آدم نے کہا میری عمر ابھی چالیس سال باقی ہیں۔ انہوں نے کہا کیا آپ نے اپنے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں عطا کئے تھے تو حضرت آدم نے انکار کر دیا تو ان کی اولاد نے انکار کر دیا اور آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔ حضرت آدم نے اجتہادی خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔

(سنن ترمذی شریف رقم الحدیث ۳۰۸۷ جامع البیان جز ۹ ص ۱۵۵ تفسیر القرآن لابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۶۱۴ تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۱۰)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان سے میثاق لیا ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی مانند نکالا اور پھر ان کی موت وحیات، ان کا رزق اور ان کے مصائب لکھ دیئے اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کیا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا

نبی کا اصلِ کائنات ہونا

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ بعض اہل اللہ نے کہا کہ جب حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد کے ذروں کو نکالا گیا تو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''بلیٰ'' کہہ کر جواب دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں سے یہ فرمایا۔ خوشی یا ناخوشی سے دونو حاضر ہو جاؤ تو دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہوئے اس وقت زمین کے جس ذرے نے جواب دیا تھا وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذرہ تھا اور سب سے پہلے زمین کا یہی حصہ بنایا گیا تھا پھر اسی کو پھیلایا گیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب آپ کی تربت (مٹی) شریف کعبہ کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدفن بھی کعبہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ روایت ہے کہ جس جگہ کی مٹی سے انسان بنایا جاتا ہے اسی جگہ اس کا مدفن ہوتا ہے۔ لیکن کہا گیا ہے کہ جب طوفان آیا تھا تو ایک جگہ کی مٹی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی۔ پھر مٹی کا وہ مبارک ذرہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبتداء تھا اس جگہ پہنچ گیا جہاں اب مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدفن ہے۔ اور اس کلام سے یہ ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق کی اصل ہیں اور تمام کائنات آپ کی تابع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ آپ کا ذرہ تمام مخلوق کی ام (اصل) ہے۔

اسی وجہ سے آپ کا لقب امی ہے۔

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۱۱ بحوالہ تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۱۳)

ارواحِ انبیاء کرام سے اپنے محبوب کا تعارف اور عہد و پیمان

ارشادِ خداوی ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَا للّٰہ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَتِہٖ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُوْمِنَنَّ بِہٖ ولتنصرنہ، قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذَالِکُمْ اِصْرِی، قَالُوْ اَقْرَرْنَا، قَالَ فَاشْھَدُوْ وَ اَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ، فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذَالِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥ (آل عمران ۸۲)

ترجمہ: اور اے رسول یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں تمکو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس چیز کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے۔ (تورات، انجیل، زبور) تو تم ان پر ضرور ایمان لانا اور ضرور باالضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا۔ پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر اس کے بعد جو اس عہد سے پھرا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

پہلا اجلاس اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت کے تعارف کے طور پر منعقد کروایا تھا۔ اس پر اللہ پر ایمان لانے اور توحید کا اقرار کرنے کو کہا گیا تھا جو تمام ارواح نے بلیٰ کہہ کر اقرار کر لیا۔ اب دوسرا اجلاس باالخصوص اپنے محبوب رسول کے لئے منعقد ہو رہا ہے۔ روزِ ازل میں اپنے ساتھ شاہانہ اور نوری کرسی پر اپنے محبوب کو بٹھا کر تمام انبیاء کرام سے تعارف کرایا جا رہا ہے۔ امیر خسرو اس کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

تمام انبیاء کرام سامنے ہیں۔ عہد لیا جا رہا ہے۔ حلف وفاداری کی تقریب ہے۔ چنانچہ سیدنا

علی المرتضی اور ابن ابی حاتم اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے یہ پختہ عہد لیا کہ اگر اسکی موجودگی میں سرورِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ خود حضور کی رسالت پر ایمان لا کر آپ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔ السید المحقق علامہ آلوسی روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومن هنا ذهب العارفون الیٰ انه صلی الله علیه و آله وسلم هو النبی المطلق والرسول الحقیقی والمشرع الاستقلالی وان سواه من الانبیاء علیهم الصلوٰة و السلام فی حکم التبعية صلی الله علیه و آله وسلم.

یعنی اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ رسول مطلق رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جملہ دیگر انبیاء حضور علیہ السلام کے تابع ہیں لہٰ شبِ معراج تمام انبیائے کرام کا بیت المقدس میں مجتمع ہو کر حضور فخرِ کائنات کی امامت میں حضور کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند مرتبت عہد کی عملی توثیق بنی تھی اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمتِ شان اور صلاحیت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہوگا۔ جب ساری مخلوق خدا خوفِ خدا سے لرزہ براندام ہوگی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء لواء الحمد ہاتھ میں لئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ اور دنیا میں بھی آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے آپ کے امتی بنکر رہیں گے اور آپ کا ہی کلمہ پڑہیں گے اور دین کا احیا کریں گے اور نصرت فرمائیں گے اس پر عملی توثیق مزید ہو جائے گی۔

امام ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا اس سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر اس کی حیات میں محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے تو وہ ضرور بالضرور ان پر ایمان لائے گا اور ضرور بالضرور ان کی نصرت کرے گا اور پھر وہ نبی اللہ کے حکم سے اپنی قوم سے عہد لیتا تھا۔

سعدی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر بعد تک جس نبی کو بھی بھیجا گیا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا اور ان کی نصرت کریگا بشرطیکہ وہ اس وقت زندہ ہو ورنہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لیتا تھا کہ اگر ان کی زندگی میں وہ مبعوث ہو جائیں تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں اور ان کی نصرت کریں۔ (تبیان القرآن ج ۲ صفحہ ۲۳۰ بحوالہ جامع البیان ص ۳۳۹/۳)

اگر یہ شبہ ہو کر اس آیت میں ان انبیا علیہم السلام سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔ جن پر کتاب نازل کی گئی ہے اور وہ تین سو تیرہ رسول ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نبیوں سے میثاق لیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن نبیوں پر کتاب نہیں نازل کی گئی وہ بھی ان نبیوں کے حکم میں ہیں جن پر کتاب نازل کی گئی ہے کیونکہ ان کو نبوت اور حکمت دی گئی۔ جن انبیاء علیہم السلام کو کتاب نہیں دی گئی ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ سابق نبی کی کتاب پر عمل کریں۔ نیز اس آیت میں کتاب اور حکمت سے مراد دین ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے۔ اور توحید، نبوت، تقدیر، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے، حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام نبی ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ البتہ شریعت ہر نبی کی الگ الگ ہے۔ (صحیح بخاری ص ۴۹۰ تبیان القرآن ص ۲۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں (شرائع) مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔ (صحیح بخاری ص ۴۹۰ تبیان القرآن ص ۲۳۰)۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک حضرت

موسیٰ اگر ہمارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸)

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں۔

بعض احادیث میں ہے کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ دونوں زندہ ہوتے ہو تو میری پیروی کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائماً قیامت تک کے لئے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ آپ جس زمانے میں بھی مبعوث ہوتے تو آپ ہی امام الانبیاء ہوتے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کی اطاعت مقدم اور واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سارے انبیاء مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے تو آپ ہی نے سب کی امامت فرمائی اور جب اللہ عزوجل میدانِ حشر میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریگا تو آپ ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے شفاعت کریں گے اور مقام محمود صرف آپ ہی کی سزاوار ہے۔ (تفسیر القرآن ۲ ص ۱۶۵)

حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء اور مرسلین آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے تمام رسولوں کی آپ قیادت کریں گے۔ تمام اولین و آخرین میں آپ ہی مکرم ہوں گے آپ ہی کوثر کے ساقی ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے آپ کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی اور دخول جنت کا افتتاح آپ سے ہوگا۔

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں عارفین نے کہا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں اور آپ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے تابع ہیں۔ (روح المعانی ۲ ص ۲۱۰)

امام مسلم فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر چھ اوصاف کی وجہ سے فضیلت دی گئی۔ (۱) مجھے جوامع الکلم دیئے گئے (۲) رعب سے میری مدد کی گئی (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا (۴) اور تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد بنا دیا گیا (۵) اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنایا گیا (۶) اور مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم ا ص ۱۹۹)

طلوعِ سحر

لاکھ ستارے اِک طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
اِک طلوعِ آفتاب دشت و جبل سحر سحر

رحمۃ للعالمین کی
سابقہ کتب تورات، انجیل، زبور و بائبل
اور ہندوؤں کی کتابوں سے
پیشن گوئیاں اور بشارات

یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراۃ والانجیل (الاعراف ۱۵۷)

پاتے ہیں اس کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔

عطا بن یسار سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما سے ہوئی میں نے کہا حضور کی جن صفات کا ذکر تورات میں آیا ہے ان سے مجھے آگاہ فرمایئے۔ آپ نے کہا بے شک تورات میں حضور کی وہی صفات بیان کی گئی ہیں جو قرآن میں بیان ہیں۔ آپ نے تورات کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی۔

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدًا و مبشرا ونذیرًا و حرزًا الامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لست بفظ ولا غلیظٍ ولا صخابٍ فی الاسواق ولا تجزی باالسَّیِّئۃِ وَ لکن تعفو تغفرو ولن یقبضہ اللہ حتی یقسم بہ الملۃ العوجاباں یقولو لا الہ الا اللہ.فیفتح بہ اعیننا عمیاد اذ اناً وضماً و قلوبھا غلفاً۔ اخرجہ البخاری۔

اے نبی ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے والا، ہر وقت ڈرانے والا، امتوں کے لئے جائے پناہ، تو میرا بندہ ہے تو میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ تو درشت خو ہے اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا، تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتا بلکہ معاف کر دیتا ہے اور بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف نہیں بلائے گا جہاں تک ایک ٹیڑھی ملت کو آپ کے ذریعے درست کر دے۔ اور وہ سب کہنے لگیں لا الہ الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے سے اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا، غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے گا۔

اسی مفہوم کی بہت سی روایات ہیں جو علامہ ابن جوزی نے اس مقام پر تحریر کی ہیں یہاں صرف ایک روایت لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

بہت سی ایسی روایات بھی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب حضور علیہ ﷺ کو پہچانتے تھے لیکن محض حسد اور عناد کی وجہ سے ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

حضرت صفیہ ؓ جن کو بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا یہ حی بن اخطب رئیس یہودی کی بیٹی تھی۔ان کے چچا کا نام ابو یاسر بن اخطب تھا۔آپ کہتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔جب بھی میں ان سے ملاقات کرتی تو مجھے سینے سے لگا لیتے جب اللہ کے رسول قبا میں تشریف لائے بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام فرمایا تو میرا والد اور میرے چچا صبح اندھیرے منہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گئے۔اور سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹے جب وہ واپس آئے تو میں نے محسوس کیا کہ وہ تھکے ہوئے ہیں افسردہ خاطر ہیں اور بڑی مشکل سے ہولے ہولے چل رہے تھے میں نے حسبِ معمول ان کو محبت بھرے کلمات سے مرحبا کہا لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ سے کہتے ہوئے سنا کہ وہی ہیں اس نے کہا بے شک خدا کی قسم۔پھر چچا نے پوچھا بتاؤ اب کیا خیال ہے تو میرے باپ نے جواب دیا۔عداوۃ واللہ مابقیت خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت کرتا رہوں گا۔ضیاء النبی (ص ۴۹۷ ج ۱) بنو قریظہ یہودی قبیلہ تھا جو یثرب میں دوسرے یہودی قبائل کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔عاصم بن عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ قبیلہ کے ایک رئیس نے مجھ سے پوچھا تمہیں معلوم ہے کے شعبہ کے دونوں بیٹے اسد اور ثعلبہ اور عبید کا بیٹا اسد کیونکر مسلمان ہوئے۔میں کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ شام سے ایک یہودی ہمارے پاس آیا اس کا نام الیبان تھا۔اور ہمارے پاس آ کر قیام پذیر ہو گیا۔بخدا ہم نے اس سے بہتر کوئی اور نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا وہ حضور علیہ ﷺ کی بعثت سے

دو سال پہلے یہاں آیا تھا۔ جب کبھی ہم قحط سالی کا شکار ہوتے تو ہم اس سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ ہمیں صدقہ دینے کے لیے کہتا پھر وہ کھلے میدان میں جا کر دعا مانگتا جب وہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے۔ تو بادل گھر کر آ جاتے ہیں۔ اور بارش برسنے لگتی ہے۔ ہمارا بارہا کا تجربہ تھا جب وہ مرنے لگا تو ہم سب اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اس نے کہا۔ اے گروہ یہود تم جانتے ہو سرزمین شام جو ہر طرح کی آسائشوں اور فراوانیوں کی سرزمین ہے۔ اسے چھوڑ کر تمہارے شہر کیوں آیا جہاں افلاس اور بھوک کے بغیر کچھ نہیں ہم نے کہا اس کی وجہ بھی تم ہی بتا سکتے ہو۔ اس نے کہا میں اپنا وطن چھوڑ کر یہاں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اب اسی حالت میں مر رہا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کی ظہور کی توقع تھی اس کے ظہور کا زمانہ بالکل قریب ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے۔ اے گروہ یہود جب وہ تشریف لائے تو اس کی پیروی اختیار کرنا اور خیال رکھنا کہ کوئی اور تم سے اس معاملہ میں بازی نہ لے جائے پھر وہ مر گیا پس جب وہ رات آئی جب بنو قریظہ کی گھڑیاں فتح ہو گئیں وہ تینوں جوان آئے وہ بالکل نوعمر تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے گروہ یہود یہ نبی وہی ہے جس کا ذکر تمہارے سامنے ابن الھیبان نے کیا تھا۔ یہودیوں نے کہا یہ وہ نہیں ہے۔ ان نوجوانوں نے کہا بخدا یہ وہی ہے اور اس میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جس کا ذکر اس نے کیا تھا وہ اترے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے اپنے بال بچے اور مال و دولت کی انہوں نے ذرہ پرواہ نہ کی جو یہودیوں کے قبضہ میں تھا۔ (ہدایۃ الجیاری لابن قیم ص ۱۸، ۱۷ الوفا ابن الجوزی ۵۵،۴۲)

ابن ابی نملہ سے منقول ہے کہ یہودی بنو قریظہ اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پڑھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی حضور کی صفات اور اسم مبارک سے آگاہ کرتے اور یہ بھی بتاتے کہ مدینہ منورہ حضور کی ہجرت گاہ ہے لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مبعوث ہوئے تو مارے حسد وعناد کے حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ مالک بن سنان کہتے ہیں کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل کے پاس آیا کہ گفتگو کروں کہ میں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے۔ اس کا نام نامی احمد ہوگا۔ پھر حرم سے نکلے گا خلیفہ بن ثعلبہ الاشہلی نے ازراہِ استہزا کہا کہ اس کا حلیہ تو بتاؤ۔ یوشع نے کہا نہ وہ پست قد ہوگا نہ طویل قامت۔ اسکی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ وہ دستار باندھے گا۔ اونٹ پر سوار ہوگا۔ اسکی تلوار اس کی گردن میں حائل ہوگی۔ یہ شہر (یثرب) اس کی ہجرت گاہ ہے۔ مالک کہتے ہیں تو میں یہ سن کر اپنی قوم کے پاس گیا مجھے یوشع کی بات سے حیرت ہو رہی تھی کہ ہم میں سے ایک آدمی بولا یہ بات صرف یوشع ہی تو نہیں کہتا بلکہ یثرب کا ہر یہودی کہتا ہے۔ مالک بن سنان کہتے ہین کہ وہاں سے میں بنو قریظہ کے پاس آیا وہاں ان کے چند آدمی جمع تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چھیڑ دیا۔ زہیر بن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ یہ ستارہ صرف اس وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کا ظہور ہو اور اب سوائے احمد کے اور کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہ شہر اسی کی ہجرت گاہ ہے۔

کتاب تورات سے بشارت

کتاب پیدائش۔ باب ۱۷ درس ۲۰ اور اسماعیل کے حق میں۔ میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا۔ اور اسے برومند کروں گا اور اسے بڑھاؤں گا۔

باب ۲۱۔ درس ۱۷ اتب خدا نے اس لڑکے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی آواز سنی خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھے کیا ہوا۔ مت ڈر اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔

کتاب استثناء باب ۱۸ درس ۱۵۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ خداوند تعالیٰ تیرے لیئے ہی بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا کہ اس کی طرف کان دھرلو۔

(۱۶) اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا (۱۷) اور میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے بتاونگا وہ سب ان سے کہے گا۔

(۱۸) اور ایسا ہوگا اور جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا۔ نہ سنے گا میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔

(۱۹) لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے۔ کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کر دیا جائیگا۔

وضاحت:۔ اس بشارت کو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کرتے ہیں اور یہود حضرت یوشع علیہ السلام پر ثبت کرتے ہیں مگر دراصل یہ پیشن گوئی خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی یقیناً اور بلا شبہ انتظار تھی۔ جیسا کہ یوحنا کی انجیل باب

اول میں درس ۱۹ سے ۲۵ تک اس طرح ہے۔(۱۹)اور یوحنا کی گواہی یہی تھی جبکہ یہود نے یروشلم سے کاہنوں اور عددیوں کو بھیجا کہ اس سے یہ پوچھ کہ تو کون ہے۔

(۲۰)اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔

(۲۱) تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے تو الیاس ہے اس نے کہ میں الیاس نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا۔ نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا تو کون ہے تا کہ ہم انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔

(۲۲) اس نے کہا میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ ہم خداوند کی راہ کو درست کریں۔

(۲۴) مگر یہ خریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے۔

(۲۵) اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا اگر نہ تو مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی ہے پس کیوں بتسمہ دیتا ہے۔

اسی انجیل درس ۲۱ میں جہاں لفظ وہ نبی لکھا ہے حاشیہ پر کتاب آتشناء درس ۱۸/۲۵ کا حوالہ دیا ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو خدا فرماتا ہے کہ تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ جس نبی کی انتظار تھی وہ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

وجہ دوم:۔ اس بشارت میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ تیری ہی مانند ایک نبی برپا کروں گا یہ ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ تو یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ دونوں نبی بنی اسرائیل سے ہیں۔ موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور کتاب تورات کی کتاب استثناء کے باب ۱۰ میں لکھا ہے کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حسب ذیل مطابقت ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ تثلیث کے قائل تھے اور موسیٰ علیہ السلام تثلیث کے قائل نہ تھے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے۔ خدا کے بیٹے تھے اور خدا بھی تھے۔ (بقول نصاریٰ)

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کے باپ عمران تھے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی نئی اور جدید شریعت نہیں ملی تھی بزعم نصاریٰ۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت جاری کرنے پر قادر تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ قدرت نہ تھی۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بحکم خدا اٹھالئے گئے اور موسیٰ علیہ السلام انتقال کر گئے۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی و نکاح کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔

(۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور پھر نکاح کریں گے اور آخر کو وصال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ میں مدفون ہوں گے۔

(۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کے راعی تھے اور بکریاں آپ نے چرائی ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخالفین کفار پر جہاد کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا نہیں کر سکے۔

پس یہ تمام مماثلتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من کل الوجوہ ثابت ہیں۔ یعنی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حلال وحرام احکامات ہیں ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذلت سے نکال کر عزت دی اور راہِ راست دکھلائی اسی طرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے لوگوں کو فارس اور روم کی قید سے نکال کر موحد بنایا۔اور مہذب وشائستہ کر دیا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ماں باپ تھے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے قبل از نبوت بکریاں چرائیں اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی تھیں۔علیٰ ہذا القیاس ہر امر میں پوری مماثلت دونوں اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی ہیں اور کسی نبی میں نہیں پائی جاتیں اس لئے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کلام پاک میں یوں فرماتا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ۔یعنی ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جو شاہد ہے تم پر اسی طرح بھیجا ہے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا تمہاری طرف اے مسلمانو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے۔ایسا ہی فرعون کی طرف بھیجا تھا۔

وجہ اول:۔اس بشارت میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی برپا کروں گا۔اور یہ ظاہر ہے بنی اسرائیل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کے بھائی حضرت اسماعیل بھی ہیں۔جن کی اولاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے برکت کا دیا جانا تورات کی کتاب پیدائش سے نقل کیا جا چکا ہے۔

وجہ دوم:۔اس بشارت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا یعنی تورات،انجیل،زبور کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اسکے روبرو کلام پڑھ کر ان کے منہ میں ڈالے گا اور وہ نبی کلام الٰہی سنکر یاد کرے گا اور لوگوں کو اپنے منہ سے پڑھ کر سنائے گا پس یہ بات اور کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔

وجہ سوم:۔اس نبی کیلئے اعزاز واکرام کی بھی تختی سے بشارت ہے کہ جو شخص اسکی بات کو نہیں

مانے گا اسے سزادوں گا اور یہ ظاہر ہے کہ سزا آخری سزا مراد نہیں کیونکہ اس میں کسی نبی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر نبی کے نافرمان کو عذاب اخروی ہوگا بلکہ اس سزا سے مراد دنیا کی سزا مراد ہے۔ کہ اس نبی کے منکر اور نافرمان کو جہاد اور قتال سے زیر کروں گا۔ اور ذلیل کروں گا۔ سو یہ بات یوشع علیہ السلام میں تھی اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ بشارت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھی جو پوری ہوئی۔

وجہ چہارم:۔ اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کہے گا۔ تو قتل کیا جائے گا اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا حادثہ یا واقعہ حضور کی ذات پاک پر نہیں ہوا۔

بلکہ روز افزوں شان وشوکت زیادہ ہوتی گئی یہ ہمارا اعتقاد نہیں بلکہ نصاریٰ کا بھی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ قتل کر دیئے گئے۔

یہ بات ان کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ نعوذ باللہ منھا۔ ہمیں یہ بشارت پورے طور پر آنحضرت ﷺ کے لیے واضح طور پر ثابت ہے۔

کتاب تورات انشاء باب ۳۳ درس ۲۔ اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور ساعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ اور اس کے اپنے ہاتھ میں ایک آتشین شریعت ان کے لیے تھی۔

وضاحت:۔ پہاڑ سینا وہ پہاڑ ہے جیسے کوہ طور کہتے ہیں۔ خدا کا آنا اس پہاڑ پر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو اس جگہ کتاب تورات نازل ہوئی اور کوہ ساعیر وہ پہاڑ ہے جہاں عیسیٰ علیہ اسلام کو انجیل عطا ہوئی اور فاران پہاڑ مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے یا کوہ حرا جہاں حضور ﷺ تنہائی میں عبادت کرتے تھے۔ اور اسی جگہ قرآن پاک کا نزول ہوا پس فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد قرآنی نزول آنحضرت ﷺ پر ہے۔

دس ہزار قدوسیوں یعنی دس ہزار صحابہ کرام ساتھ تھے۔آتشین شریعت احکام سزا سخت۔ مشرکوں۔منافقوں،رہزنوں،حرامکاروں،شراب خوروں،وغیرہم کے لیےاورتلواران کے پاس تھی۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فاران مکہ معظمہ ہیں تو اس شبہ کے ازالہ کیلئے تورات کی عبارات لکھ دی جاتی ہے۔

تورات۔کتاب پیدائش باب ۲۱ درس ۲۰،۲۱،۲۲۔خدااس لڑکے حضرت اسماعیل کے ساتھ تھا اور بڑھا اور بیابان میں رکھا گیا۔اور تیرانداز ہو گیا(۲)اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اس سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ اسلام مکہ معظمہ کے پہاڑ میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ رہتے تھے اور یہی فاران پہاڑ ہے جہاں وہ تیراندازی کرتے تھے۔وہی تیراندازی نبی ﷺ نے کی ۔

موجودہ مروّجہ انجیل سے بشارت

آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں حضور کے محامد و کمالات کا ذکر خیر ہے کہ نہیں اس وقت عیسائیوں کے پاس چار انجیلیں ہیں جن کو مستند قرار دیا گیا ہے۔ انجیل متی، انجیل لوقا، انجیل یوحنا، انجیل مرقس اور ان میں سے کوئی انجیل بھی ۷۰ عیسوی سے پہلے مدون نہیں ہوئی تھیں۔ انسائیکلوپیڈیا کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔

اس کی متعین تاریخ اور اس کے معرضِ وجود میں آنے کا صحیح مقام غیر یقینی ہے لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پہلی صدی کے آخری سالوں سے ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج سوم ص ۵۱۴ کے چند سطور بعد اسی کالم میں رقمطراز ہیں۔

ہمارے پاس کوئی یقینی علم نہیں ہے کہ یہ چار مستند انجیلیں کیسے اور کہاں معرضِ وجود میں آگئیں جن لوگوں نے انہیں مرتب کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ میں سے نہ تھے بلکہ اس وقت انہوں نے نصرانیت کو ہی قبول نہیں کی تھا۔ اور نہ ان مرتب کرنے والوں نے ان کا نام بتایا ہے۔ جن کے واسطہ سے ان تک یہ اناجیل پہنچی ہیں۔ آپ خود سوچیئے کہ ستر سال تک جو کتاب مرتب نہیں ہوئی اس طویل عرصہ کے بعد جن لوگوں نے اسے مرتب کیا انہوں نے یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ کن لوگوں سے انہیں یہ چیز ملی ہے تا کہ ان کے بارے میں جانچ پڑتال کی جا سکے تو ایسے مجموعہ پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

اس پر طرفہ یہ کہ وہ اصلی نسخہ جو سریانی زبان میں لکھے گئے تھے وہ سرے سے غائب ہیں ان کا سراغ تک نہیں ملتا۔ کہ ان تراجم کا اصل کے ساتھ موازنہ کیا جا سکے ان سریانی اناجیل کا ترجمہ بعد میں یونانی زبان میں کیا گیا لیکن ان تراجم کا بھی کوئی اصل نسخہ دستیاب نہیں اناجیل کا جو قدیم یونانی ترجمہ ملتا ہے وہ چوتھی صدی کا تحریر کردہ ہے۔

جہاں صورتِ حال یہ ہو وہاں آپ با آسانی اندازہ لگا سکیں گے کہ اناجیل کیا سے کیا بن گئی ہو

گی۔اوران میں کس طرح کے تصرفات راہ پا چکے ہوں گے اس لئے اگر انہی انجیلوں میں یہ شہادت نہ ملے تو قرآن پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ملاحظہ ہو کہ تحریف و بگاڑ کے سیلاب کے باوجود جو صدیوں موجزن رہا۔اب بھی بڑی صریح عبارتیں موجود ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی آمد کے بارے میں پیش گویاں کی گئی ہیں۔

یہاں بطور نمونہ انجیل کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا (انجیل یوحنا) باب ۱۴ آیت ۱۶۔۱۷ امددگار کے لفظ پر بائبل کے حاشیہ میں وکیل یا شفیع بھی تحریر ہے۔

(۲) لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہے۔

(۳) اسکے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ،انجیل متی باب ۳ درس ۱۱ ان میں یوحنا تسمہ دینے والا یہود کے میدان میں ظاہر ہو کر منادی کرے گا۔

(۴) اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت قریب ہے۔ باب ۴ درس ۱۲ جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا تب جلیل کو چلا گیا۔

(۱۷) اسی وقت یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا توبہ کرو کہ آسمانوں کی بادشاہت نزدیک آئی۔

(۲۳) اور یسوع تمام جلیل میں پھرتا ہوا ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کرتا رہا۔(ایضاً باب دس درس ۶)

لیکن پہلے بنی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔

(۷) اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ (ایضاً باب ۲۱ درس ۴۲)

یسوع نے انہیں کہا کہ تم نے نوشتوں میں بھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیر وں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔

(۴۳) اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اسکے میوے لائے دیدی جائیگی۔

(۴۴) جو اس پتھر گرے گا چور ہو جائیگا پر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔

(انجیل مرقس باب اول درس ۱۴)

پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی۔

(۱۵) اور کہا کہ وقت پورا ہوا خدا کی بادشاہت نزدیک آئی۔

توضیح:۔ ان تمام حوالہ جات اناجیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسمانی بادشاہت کی شہادت اور بشارت ہے کیونکہ جب ایک بادشاہ کی بادشاہت ختم ہو جاتی ہے تو دوسرے بادشاہ کی بادشاہت آتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی بادشاہت نبوت و رسالت ہے۔ جس کی منادی یوحنا پیغمبر اور مسیح علیہ السلام نے فرمائی اور یہ آسمانی بادشاہت و سلطنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھتی ہے۔ جو ان کے عہد سے شروع ہو کر خلفائے راشدین وصحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور سے حال تک خوب آسمانی احکام جاری ہیں۔ خدا کے دشمنوں کو خوب سزائیں دی گئیں ان کو غلام بنایا گیا اور ان کے مال اور اسباب کو ضبط کر لیا گیا خدائی خزانہ کو بیت المال میں جمع کیا گیا خدائی فوجیں دشمنوں کے مقابل ہوئیں پھر ان کے توبہ کرنے سے حسب قانون آسمانی معافی دیدی گئی۔

اس باب کی تیرہویں اور چودھویں آیت ملاحظہ فرمائیں۔

مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی روح دکھائیگا اس لئے وہ اپنی طرف سے نہیں کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا (کتاب مقدس مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور) م ص ۶۰

اب طالبان حق کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو جب مسلمانوں نے فلسطین وغیرہ ممالک کو فتح کیا تو اس وقت وہاں کے لوگوں کی زبان بدستور سریانی تھی۔ مسلمان علماء اہل کتاب علماء سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرتے تھے اور ان ملاقاتوں میں استفادہ کا سلسلہ ان کی مادری زبان میں ہوتا تھا اس طرح اناجیل کے بارے میں علماء اسلام نے جو بھی معلومات وہاں کے علماء اہل کتاب سے حاصل ہوئیں وہ اصل سے زیادہ قریب تھیں کیونکہ وہ انہیں سریانی سے بلا واسطہ عربی میں منتقل کرتے تھے ترجمہ در ترجمہ کے جو حجابات عیسائیوں کو در پیش آئے مسلمان علماء کو ان سے سابقہ نہیں پڑا اس لئے جب ہم سیرت ابن ہشام کا مطالعہ کرتے ہیں تو حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے یاد رہے کہ علامہ ابن ہشام نے جن کی وفات ۲۱۴ ہجری میں ہوئی محمد بن اسحاق سے جن کی وفات ۱۵۱ ہجری میں ہوئی اپنے استاد ابو محمد البکائی العامری کے واسطہ سے نقل کی ہے۔ بکائی کی وفات سال ۱۸۳ ہجری ہے۔ اس میں یوحنا کے باب ۱۵ آیت ۲۶ کا عربی متن یوں ہے۔ ۵۳م ۶۰

فلو قد جاء هذا الذى يرسله الله اليكم من عند الرب روح القدس هذا الذى من عبدالرب فرجُ فهو شهد على و انتم ايضاً لا نكم قديماً كنتم مهى فى هذا قلت لكم لكى ما لا تشتو

ترجمہ: اور جب منحمنا آئے گا جسے اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے

آئے گا اور وہ میری سچائی کا گواہ ہوگا اور تم بھی میری سچائی کے گواہ ہو گے کیونکہ تم عرصہ دراز سے میرے ساتھ ہو میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کی ہیں۔ تا کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ (ضیاء النبی اول صفحہ ۵۰۳م۶۰)

اسکے بعد لکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو بالرومیۃ ابرقلیطس یعنی محمنا۔ سریانی لفظ ہے اور اس کا معنی محمد ہے اور رومی زبان میں اس کا ترجمہ برقلیطس ہے۔ ہر قلیطس کا رومی ترجمہ اگر یہ ہو انگریزی لفظ تو پھر معاملہ صاف ہے اور اس کا معنی ہے تعریف کیا گیا تو محمد کا معنی بھی یہی ہے تعریف کیا گیا۔

انجیل کے مترجمین کو اس کا ترجمہ کرنے میں بڑی دقت پیش آئی اردو بائبل کے متن میں اس کا ترجمہ مدد گار لیا گیا ہے۔ اور حاشیہ پر وکیل یا شیفع مرقوم ہے۔ (ابن ہشام جلد اول میں ۲۵۱) ص ۲۵۱ مصر

یہ صورت حال تو اس وقت ہے جبکہ ان چار انجیلوں پر اعتماد کیا جائے لیکن صدیوں کی گمنامی کے بعد پردۂ غیبہ سے ایک انجیل ظہور میں آئی۔ جس کو انجیل برنا باس کہتے ہیں اس کے مطالعہ سے بڑے بڑے پیچیدہ عقدے حل ہو جاتے ہیں اور شکوک وشبہات کا غبار چھٹ جاتا ہے۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بیسیوں ایسے ارشادات موجود ہیں۔ جس میں نام لے کر حضور کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ اور بار بار اپنے امتیوں کو حضور کا دامنِ رحمت مضبوطی سے تھام لینے کی تائید کی گئی ہے۔

اس سے بیشتر کہ ہم وہ ایمان افروز حوالہ جات آپ کے سامنے پیش کریں پہلے برناباس اور اسکی انجیل کے بارے میں کچھ وضاحتیں ضروری ہیں تا کہ کوئی شخص بلاوجہ اور نامعقول اعتراض کر کے آپ کو پریشان نہ کردے۔

برناباس اور اسکی انجیل

برناباس قبرص کا باشندہ تھا اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا اس کا نام JOSES تھا لیکن دین عیسوی کی اشاعت اور ترقی کے لئے اس نے سردھڑ کی بازی لگادی تھی حواری اسکو برناباس کے نام سے پکارتے تھے جس کا معنی ہے واضح نصیحت کا فرزند۔ بڑا کامیاب مبلغ تھا جاذب قلب ونظر شخصیت کا مالک تھا حضرت مسیح کے ساتھ مدت العمر جو قرب اسے نصیب رہا اس نے اس کو اپنے حلقہ میں بڑا اہم مقام عطا کر دیا تھا۔

برناباس کی انجیل ۳۲۵ عیسوی تک مستند تسلیم کی جاتی تھی ایرانیس نے جب سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف مہم شروع کی تو اس نے برناباس کی انجیل سے بکثرت استدلال کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی دو صدیوں میں یہ انجیل مستند تسلیم کی جاتی تھی اور اپنے دین کے بنیادی مسائل ثابت کرنے کے لئے اس کی عبارتوں کو بطور رحجت پیش کیا جاتا تھا لیکن ۳۲۵ عیسوی میں جو کانفرنس نیقیا میں ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی انجیلیں موجود ہیں ان سب کو ضائع کر دیا جائے جس کے پاس یہ انجیل ہو اس کی گردن اڑادی جائے۔

۳۸۳ عیسوی میں پوپ نے برناباس کا نسخہ حاصل کرلیا اور اپنی پرائیوٹ لائبریری میں اسے محفوظ کرلیا۔ زینو بادشاہ کی حکمرانی کے چوتھے سال برناباس کی قبر کھودی گئی اس انجیل کا ایک نسخہ جو اس نے اپنے قلم سے لکھا تھا اس کے سینے پر پڑا ہوا ملا۔ پوپ کا ایک دوست تھا جس کا نام فرمارینو تھا اسے پوپ کی ذاتی لائبریری سے اس کا وہ نسخہ ملا۔

فرا کو اس میں بڑی دلچسپی تھی کیونکہ اس نے ایرانیس کی تحریروں کا مطالعہ کیا تھا جس نے اس میں برناباس کی انجیل کے بکثرت حوالے دیئے تھے اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ نسخہ مختلف لوگوں سے ہوتا ہوا ایمسٹرڈم کی ایک مشہور ومعروف ہستی کے ہاں پہنچا یہاں سے پرشیا کے مشیر جے۔ ایف۔ کریمر کو ملا اس سے سیبوے کے ایک علم دوست شہزادے پوکین نے ۱۷۱۳

عیسوی میں حاصل کیا ۱۷۳۸ء میں شہزادے کی پوری لائبریری کے ساتھ یہ نسخہ بھی وائنا پہنچا۔ اب بھی یہ نسخہ وہاں محفوظ رکھا ہے۔

ٹولینڈ نے اپنی تصنیف جو اس کی وفات کے بعد ۱۷۴۷ء میں شائع ہوئی کی جلد اول ص ۳۸۰ پر ذکر کیا کہ انجیل برناباس کا قلمی نسخہ اب بھی محفوظ ہے۔ اس کتاب کے باب ۱۵ میں لکھا ہے کہ ایک حکم کے ذریعے اس انجیل کو کتابوں میں شامل کیا گیا جن کو کلیسا نے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس سے پہلے ۴۶۵ء میں پوپ انومینٹ نے بھی اس قسم کا حکم جاری کیا تھا نیز ۳۸۲ میں مغربی کلیسائے متفقہ طور پر اس پر بندش عائد کی تھی۔

مسٹر اور مسز رنگ نے ۱۹۰۷ میں ایک لاطینی نسخے سے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو اب ہمارے سامنے ہے۔ اکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے اسے چھاپا اکسفورڈ سٹی پریس نے اسے شائع کیا جب اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخ بازار سے غائب کردیئے گئے۔ صرف دو نسخے باقی اور محفوظ رہے۔ ایک برٹش میوزیم میں۔ اور دوسرا واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں یہ پیش نظر ترجمہ انگریزی ترجمہ مائیکروقلم کے ذریعے پبلشر نے ایک دوست کی وساطت سے واشنگٹن کی اس کانگریس لائبریری سے حاصل کیا ہے۔ برناباس کے حالات اور اس کی انجیل کی تاریخ کو قدرشرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تا کہ قارئین کو حالات کا پوری طرح علم ہو (ضیاء النبی اول ص ۵۰۷)

برناباس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلاکم وکاست بیان کیا اسی طرح حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بشارتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار نہیں بلکہ بار بار دی تھیں۔ چنانچہ ان بے شمار بشارتوں میں سے چند پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

اس کا مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے ان کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔ انجیل برناباس کے باب ۱۷ کا ایک حوالہ سماعت فرمایئے۔

لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لئے آب وتاب سے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں ان پر روشنی ڈالے گی کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے یعنی جس ہستی کی آمد کا تم ذکر کررہے ہو میں اللہ کے اس رسول کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں ہوں اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوگی اور تشریف میرے بعد لائے گا اور وہ سچائی کے الفاظ لائے گا بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ سے اسکی کوئی چیز نہیں۔ ایضاً باب ۱۵ (۲۶)

پر جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آئے تو وہ میرے لئے گواہی دیگا۔

(۲۷) تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم میرے ساتھ ہو۔ ایضاً باب ۱۶ (۷)

لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئیگا پس اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیجودوں گا۔

(۸) اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔

(۹) عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔

(۱۰) گناہ سے اس لئے کے مجھ پر ایمان نہیں لائے۔

(۱۱) میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم برداشت نہیں کرسکو گے۔

(۱۲) لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو نیکی وہ کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی۔

(۱۳) وہ میری بزرگی کریگی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی اور تمہیں دکھائے گی۔

(۱۴) سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں اس لئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی اور تمہیں دکھائے گی۔

توضیح:۔ اس انجیل یوحنا سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے خاص طور پر حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت فرمائی ہے۔ اگرچہ بہت ہی تحریف بھی ہوئی مگر تاہم یہ عبارات انجیل یوحنا کی واضح طور پر شہادت دے رہی ہیں کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا تذکرہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فرما رہے ہیں اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دے رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قد جاء کم من اللہ نور فرمایا ہے۔ اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ابتدائی انجیل میں جو اصل انجیل تھی۔ حواریوں کی مرتبہ نہیں اس میں پورے طور پر نام مبارک اور حلیہ شریف سے آگاہی دی گئی تھی۔ مگر روز بروز کی تحریف یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس نے اپنا اثر دکھایا کہ وہ سب کچھ نکال دیا گیا تاہم جو کچھ باقی رہا وہ بھی صاف ہے۔ کیونکہ پہلے ۱۸۲۱، ۱۸۳۱، ۱۸۴۴ میں جو ترجمہ عربی اس انجیل یوحنا کا باب ۱۴، ۱۵ بمقام لندن کیا گیا تھا اس میں اس طرح لکھا تھا کہ اگر تم مجھے دوست رکھتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد رکھو اور میں باپ سے مانگتا ہوں کہ وہ تمہیں فارقلیط دیگا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اب لفظ فارقلیط کا ترجمہ جو ۱۸۵۱ میں باپستت مشن میں چھپا ہے۔ اس میں دوسری تسلی دینے والی روح لکھا ہے۔ بصیغہ مؤنث لکھا ہے۔ اور اس کے بعد جو بائبل کا ترجمہ ۱۸۹۷ میں چھپا (جو میرے پاس موجود ہے) اس میں دوسرا تسلی دینے والا لکھا ہے۔ بصیغہ مذکر۔ اسی طرح تحریفات کا بازار گرم ہے لیکن لندن میں جو عربی ترجمہ پہلے چھپا تھا اس میں لفظ فارقلیط یا فارقط صاف درج ہے۔ مثلاً

(الف) میری وصیتیں سنو

(ب) میں باپ سے مانگتا ہوں وہ تمہیں فارقلیط دے گا۔ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

(ج) فارقلیط جیسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور تم کو یاد

دلائے گا۔

(د)اوراب میں نے تم کو اسکے آنے سے پہلے خبر کردی تا کہ جب آئے تو تب تم اس پر ایمان لانا

(ہ)اس کے بعد میں تم سے کلام نہ کروں گا اس لئے کہ جہان کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اسکی کوئی چیز نہیں۔

(و)پس جبکہ وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا وہ میرے لئے گواہی دیگا۔

(ز)اس لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہیں آئے گا وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور نیکی پر اور حکم پر سزا دے گا۔ گناہ پر اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائے۔

(ح)لیکن جب وہ فارقلیط آئے گا تو تمہیں راہ حق دکھائے گا اور ہم کو آئندہ کی خبریں دے گا

(ط)وہ میری بزرگی بیان کرے گا اس لئے کہ وہ میری چیزیں پا کر تمہیں خبر کرے گا وغیرہ وغیرہ۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اہل کتاب سلف سے خلف تحریف کتب آسمانی کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسے قرآن کریم سے ثابت ہے پس سب سے پہلے جو انجیل عبرانی زبان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس میں خاص اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج تھا اور اس کا ترجمہ جب یونانی زبان میں ہوا تو پیرکلوطوس کیا جس کے معنی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور پھر یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط بنایا گیا چنانچہ ایک پادری صاحب نے لفظ فارقلیط کی تحقیق میں ایک رسالہ لکھا اور کلکتہ میں ۱۲۶۸ میں شائع کیا۔ اس میں وہ اس طرح پر لکھتے ہیں۔ یہ لفظ فارقلیط یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے۔ اگر اس کی اصل پاراکلی طوس قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں اور کہیں اصل پیرکلوطوس لئے تو ان کے معنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہیں۔ پس جس عالم اہل اسلام نے اس بشارت

سے استدلال کیا ہے۔ تو وہ اصل پیرکلوطوس سمجھا تو اسکے معنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہیں پس اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد یا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دی لیکن اصل پارہ کلی طوس ہے۔ (حوالہ کتاب عقائد اسلام مولوی عبدالحق مرحوم مفسر تفسیر حقانی دہلوی) م ص ۶۶

اس کے بعد مولانا مرحوم لکھتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اصل لفظ پیرکلوطوس ہے۔ اور یونانی میں بہت مشابہ ہے۔ اس کو پاراکلی طوس غلطی سے پڑھ لیا اور اگر یہ بھی تسلیم کیا تو پہلے ہم ان کے اکابرین کی تحریف وتبدیل ثابت کر چکے ہیں کوئی بعید نہیں کہ پیرکلوطوس کا پاراکلی طوس بنالیا اس میں کچھ زیادہ فرق نہیں اگر پاراکلی طوس کو بھی رہنے دیا جائے تب بھی ہمارا مدعا حاصل ہے کیونکہ معین اور وکیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اہل کتاب اور دیگر لوگ فارقلیط کے تشریف لانے کے منتظر تھے۔ اسی واسطے بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا میں فارقلیط نبی ہوں۔ جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ بہت سے عیسائی لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکے تابع ہو گئے جیسا کہ ولیم صاحب نے اپنی تاریخ کی کتاب کے تیسرے باب میں اس کا اور اس کے متبعین کا حال لکھا ہے اور یہ کتاب ۱۸۴۸ میں چھپی اور اب تاریخ کا مصنف بھی جو عیسائی ہے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے یہود اور نصاریٰ ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا بلاشک یہ وہی نبی ہے جس کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی کیونکہ بادشاہ نجاشی تورات وانجیل کا پوار واقف تھا اسی طرح شاہ مقوقس بادشاہِ قبط نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا علیٰ ہٰذا القیاس اور بہت سے ہدایا آپ کے حضور میں روانہ کئے اور بادشاہ

تورات انجیل کا بڑا عالم تھا۔ اسی طرح جارود دین العلا جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی طرح ہرقل شاہِ روم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا علیٰ ہذا القیاس بہت سے ذی شوکت نصاریٰ کے عالموں نے اسلام قبول کیا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کوئی شان وشوکت نہ تھی پس اندریں حالات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں تو بے شک فقط اسرائیل کے گھرانے کی نجات کے لئے بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن بعد مسیاء تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا اسی کیلئے اللہ تعالیٰ نے ساری تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور رحمت نصیب ہوگی۔ م ٦٨

آپ پریشان ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا ہے۔ رومی گورنر اور بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہتے ہیں کہ ہم روم کے شہنشاہ سے ایسا فرمان جاری کرائیں گے جس میں آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک دیا جائے گا اسکے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں تو بے شک اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد مسیا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کی تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں سے ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اسی کی رحمت نصیب ہوگی۔

آپ فرماتے ہیں مجھے تمہاری ان باتوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوا بلکہ میرا اطمینان اس کی تشریف آوری سے ہوگا جو میرے بارے میں تمام جھوٹے نظریات کو نیست ونابود کر دے گا اس کا دین پھیلے گا اور ساروں کو اپنی گرفت میں لے لیگا اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم

سے اسی طرح کا وعدہ کیا ہے۔

اسکے بعد پادری نے ایک سوال کیا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی آئیں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا یعنی آپ کے بعد اللہ کا بھیجا ہوا کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔

غیر محرف انجیل سے حضور کی بشارت

گذشتہ صفحات میں انجیل برنا باس کا ذکر مختصراً کر دیا گیا ہے اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ انجیل برنا باس اصلی اور صحیح اہل کتاب سے محفوظ ہے جس کا ذکر تذکرہ تورات و انجیل میں موجود ہے جو تاریخ بابا جلاسیوس کے حکم سے ۴۹۲ عیسوی میں جاری ہوا تھا اس میں اس انجیل کا تذکرہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے ۸۰ سال بیشتر کا زمانہ ہے۔ ایکالی و یونانی زبان سے اس کا ترجمہ عربی میں ہوا اور اب ۱۹۰۹ میں عربی سے اردو میں ترجمہ ہوا جو مولوی انشاء اللہ صاحب مطبع وطن لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوا اس کا مختصراً اقتباس پیش خدمت ہے۔

(۱) بارہویں فصل آیت (۷) پاک ہے نام قدوس کا جس نے تمام رسولوں اور نبیوں کا نور پیدا کیا صفحہ ۱۲ کے حاشیہ میں ہے (عربی) خلق اللہ کل المخلوق برحمۃ و خیرہ ذکر فی الزبور۔ اول ما خلق اللہ نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کل الانبیاء و الاولیاء نور منہ نور الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(۲) پینتیسویں فصل آیت (۸) اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی۔

(۳) چھتیسواں فصل آیت (۶) لیکن انسان بحالیکہ تحقیق تمام انبیاء اس رسول اللہ کے آ چکے ہیں جو کہ جلد تر تیرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کے راستے کو صاف کردوں ص ۵۵۔

(۴۴) اکتالیسواں فصل آیت (۱۴) بس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا سنے آسمان میں ایک تحریر دیکھی جو سورج کی طرح چمکتی تھی جسکی عبارت یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۵۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا اس میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے

پروردگار اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھکو پیدا کیا۔ صفحہ ۱۶۰

لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں۔ محمد رسول اللہ۔

تب اللہ نے جواب دیا مرحبا ہے تجھکو اے میرے بندے آدم۔

(۱۸) اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔

(۱۹) اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت سے بہت سال بعد دنیا میں آئیگا۔

(۲۰) اور دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔

(۲۱) یہ وہ شے ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کس چیز کو پیدا کروں۔

(۲۲) پس آدم نے بمنت کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں میں عطا فرما۔

(۲۴) تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اسکے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر لا الہ الا اللہ۔

(۲۶) اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت محمد رسول اللہ دیکھی۔

(۲۷) تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا۔

(۲۸) اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئیگا۔

(۵) اکتالیسواں فصل آیت (۳۰) پس جب آدم نے مڑ کر نگاہ کی تو اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی ومصیبت سے چھڑائے۔ صفحہ ۶۳، ۶۵

بیالیسویں فصل حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام (۱۵) کیونکہ میں اس کے لائق ہی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو مسیا کہتے ہیں۔

(۱۶) وہ جو میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئیگا اور وہ جلد کلامِ حق کے ساتھ آئیگا اور اسکے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ (ص ۶۶)

تینتالیسواں فصل آیت (۹) اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا فرمائی وہ رسول جس کے سبب تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔

(۱۳) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایک نبی جب آتا ہے تو وہ صرف ایک ہی قوم کے لئے اللہ کی رحمت کی نشانی لیکر آتا ہے۔

(۱۴) اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔

(۱۵) لیکن رسول اللہ جب آئیگا اللہ اس کو وہ چیز عطا کریگا کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے۔

(۱۶) پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لئے خلاص اور رحمت لائیگا جو اسکی تعلیم کو قبول کریں گے۔

(۱۷) اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئیگا اور بتوں کی عبادت کو مٹا دیگا اور شیطان ذلیل وخوار ہوگا۔ ص ۶۸

(۱۸) 55ویں فصل اس فصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مخلوق کی شفاعت کرنے کا ذکر ہے۔ بوجہ خوف طوالت ترک کر دیا گیا۔ دیکھو صفحہ ۷۷ تا ۸۵

(۱۹) بہترویں فصل آیت (۱۲) تب اس وقت کے اندر اس نے کہا اے معلم ہمارے لئے کوئی نشانی بتا تا کہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔

(۱۳) تب مسیح نے کہا بے شک وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئیگا بلکہ تمہارے اور کئی برسوں کے بعد کہ اس وقت میری انجیل باطل کر دی جائیگی اور قریب قریب تمیں مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔

(۱۴) اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا پر رحم فرمائیگا پس وہ اپنے رسول کو بھیجے گا۔ جبکہ سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہوگا اس وقت اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ پہچانے گا اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا۔

(۱۵) اور وہ بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئیگا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کردے گا۔

(۱۶) اور میں بات کو راز کی طرح کہتا ہوں کیونکہ اسکے ذریعہ سے اس کا اعلان ہوگا اور اللہ کی بڑائی بیان کی جائے گی اور میری سچائی ظاہر ہوگی۔

(۱۷) اور عنقریب ان لوگوں سے انتقام لیگا جو کہتے ہیں میں انسان سے بڑھ کر ہوں۔

(۱۸) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ چاند اس کو بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دیگا اور جب وہ بڑا ہوگا تو وہ اس چاند کو دونو ہتھیلیوں سے پکڑ لیگا۔

(۱۹) پس چاہیے کہ دنیا اس کے انکار کرنے سے ڈرے۔ الخ ص ۱۰۹، ۱۱۰

بیالیسویں فصل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ایک ایماندار عورت نے سنی عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیا کے منتظر ہیں پس جب وہ آئیگا ہمیں تعلیم دیگا۔

(۱۰) یسوع نے جواب دیا کیا تو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئیگا۔

(۱۱) اس عورت نے جواب دیا۔ ہاں اے سیّد۔

(۱۲) اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا کہ اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے۔

(۱۳) بس اب تو معلوم رکھ کہ تحقیق مسیا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ بندہ خلاصی پائیگا۔

(۱۴) اس حالت میں یہ واجب ہے کہ تو مسیا کی آمد کو جانے۔

(۱۵) عورت نے کہا کہ شائد تو ہی مسیا ہے۔ اے سید۔

(۱۶) یسوع نے جواب دیا۔ حق یہ ہے میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی طرف اخلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(۱۷) لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کیلئے آئیگا وہ مسیا کو اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے۔

(۱۸) اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائیگا اور رحمت حاصل کی جائیگی کہ جوبلی کا سال جو اس وقت ہر سو برس کے بعد آتا ہے مسیا اس کو ہر سال پر ہر ایک جگہ پر بنا دیگا۔ ص ۱۲۳

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوبلی ہر سال ہوا کرے گی ان کی پیش گوئی کیسے پوری ہو رہی ہے منکرین سوچیں۔

(۱۱) تر اسی فصل کی آیت (۲۴) اور آدھی رات کو نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب گئے۔

(۲۵) تب یسوع نے ان سے کہا پس رات مسیاء رسول اللہ کے زمانہ میں وہ سالانہ جوبلی ہو گی جو اس وقت ہر سو برس آتی ہے ۱۲۵۔

یہ دوبارہ پیش گوئی میلاد کی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی۔ جوبلی انگریزی لفظ ہے اس کا معنی ہے خوشی کا جلسہ جو بادشاہوں کے لئے سو یا پچاس سال بعد کیا جاتا تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاہ ہیں اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ ان کی جوبلی (جشن میلاد) ہر سال نہایت شان و شوکت اور اہتمام کے ساتھ ہوا کرے گا۔ اس لئے سب سے اول ایک بادشاہ سلطان مظفر الدین شاہ اربل نے بھی اس کو شروع کیا پھر اس کے بعد دیگر سلاطین نے بھی اس عمل خیر و برکت وانبساط و محبت کو شریعت کے مطابق جاری رکھا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاءاللہ

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا فاسق فاجر اور گنہگار وہ مر گیا لوگوں نے اسے ایسی جگہ پھینک دیا جہاں نجاست ڈالی جاتی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام

پر وحی آئی کہ اس شخص کو وہاں سے نکال کر غسل دو اور نماز جنازہ پڑھو اور دفن کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب کائنات سارے بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ ساری زندگی اس نے فسق و فجور میں گذاری تو اس پر اتنا فضل و کرم کیسا ارشاد ہوا۔ بجا ہے لیکن اس کا ایک معمول تھا کہ یعنی جب وہ تورات کھولتا تھا اور میرے حبیب کا نام دیکھتا تو اس کو چوم کر آنکھوں سے لگاتا اس لئے میں نے اس کو بخش دیا اور ستر حوریں اسکے نکاح میں دیدیں۔

حلیۃ الاولیاء ابونعیم جلد اول فضائل درود پاک مولانا ذکریا صاحب ص ۹۳ جلد لیس شریف حاشیہ ص ۳۵۷ بحوالہ روح البیان انوار آفتاب صداقت از صفحہ ۳۱۳)

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے کئی سو سال قبل کلیسا نے اس کتاب کو ممنوعہ لٹریچر میں شامل کردیا تھا اور اس شخص کو واجب القتل قرار دیدیا تھا جس کے پاس یہ کتاب پائی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو شہادتیں اس میں موجود ہیں کلیسا کے غیظ و غضب کا سبب تو نہ تھیں لیکن ان کے علاوہ اس میں کئی ایسی تعلیمات تھیں جو بینٹ کے پیش کردہ عیسائی مذہب کی مسخ کنی کرتی تھیں اسلئے کلیسا کو آخری اقدام کرنا پڑا اقدم قدم پر عقیدہ تثلیث کا بطلان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو زور دار دلائل سے بڑے حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے بلکہ اسکے بندے اور رسول تھے کلیسا کے نزدیک یہ باتیں ناقابل برداشت تھیں اس لئے انہوں نے اس کو اپنی مقدس کتب کی ترتیب سے خارج کردیا۔

برنا باس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلاکم و کاست بیان کیا انہیں کی روشنی میں انجیل برنا باس کے باب ۱۷ کا ایک باب سماعت فرمایئے۔

لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لئے آب و تاب

ہے۔اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کہی ہیں ان پر روشنی ڈالیگی کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔
یعنی جس ہستی کی آمد کا تم ذکر کر رہے ہو تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں ہوں جس کو تم مسیا کہتے ہو اس کی تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی اور تشریف میرے بعد لائیگا۔سچائی کے الفاظ لائیگا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔باب ۴۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں بے شک میں تو فقط بنی اسرائیل کے گھرانے کی نجات کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائیگا۔جسے اللہ تعالیٰ ساری کائنات کیلئے مبعوث فرمائے گا اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کی تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائیگی اور اسکی رحمت نصیب ہو گی۔باب ۸۲

آپ پریشان ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا اس پادری نے دوسرا سوال کیا کہ اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا اسکے بعد آپ فرماتے ہیں۔مسیحا کا نام قابل تعریف ہے اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا اللہ نے فرمایا اے محمد انتظار کرو میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ساری دنیا کو پیدا کیا اور بے شمار مخلوق کو پیدا کیا ہے جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا تیری بات سچی ہوگی آسمان وزمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہوگا آپ نے کہا محمد اس کا بابرکت نام ہے پھر تمام سامعین نے یہ سن کر یہ کہتے ہوئے فریاد کرنی شروع کی۔

اے خدا اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج یا رسول اللہ دنیا کی نجات کیلئے جلدی تشریف لائیے۔

حضرت مسیح اپنے حواری برنباس سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے (باب ۱۷) فرماتے ہیں میرے قتل کی سازش کی جائے گی چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار

کروادیگا لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا لے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس کو میرے بجائے سولی پر چڑھا دیا جائیگا فرماتے ہیں طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں تب یہ میری بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کریگا کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں وہ مجھے یہ انعام دے گا کہ لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ باب ۱۱۳

کتاب زبور شریف سے بشارت

(۱) زبور (۱۵) حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان مبارک سے اس طرح ہے۔

میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے میں ان چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بتائی ہیں بیان کرتا ہوں میری زبان پر ماہر لکھنے والے کا قلم ہے۔

(۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں پر لطف اٹھایا گیا ہے اس لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا۔

(۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے۔ حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔

(۴) اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے انتہا بلندی سے آگے بڑھ اور تیرا داہنا ہاتھ تجھکو مہیب کام سکھائیگا۔

(۵) تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔

(۶) تیرا تخت اے خدا ابدلآباد ہے تیری سلطنت کا عصا ہے۔

(۷) تیرے سارے لباس سے مرادعود اور تج کی خوشبو آتی ہے جن کے ہاتھی دانت کے دہ محلوں کے درمیان انہوں نے تجھکو خوش کیا ہے۔

(۸) بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ سونے سے آراستہ ہو کر تیرے ساتھ کھڑی ہیں۔

(۹) تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہونگے تو انہیں تمام زمین کے سردار مقرر کریگا۔

(۱۶) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤنگا۔ پس سارے لوگ تیری ستائش کریں گے۔

وضاحت

تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک ایسے نبی کی بشارت دیتے ہیں جو ان کے بعد ان صفات سے موصوف ہو کر ظاہر ہو گا پس یہود کے نزدیک تو اب تک کوئی نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان صفات سے ظاہر نہیں ہوا اور نصاریٰ کے نزدیک اس بشارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حق اور صحیح یہی ہے۔ یہ بشارت واقعی حضور علیہ السلام کے متعلق ہے کیونکہ جو اوصاف اور بشارت اس عبارت میں درج ہیں وہ سب کے سب ان میں پائے جاتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور وہ اوصاف یہ ہیں۔

(۱) اس نبی کا حسین ہونا (۲) قوی ہونا یا پہلوان ہونا (۳) افضل البشر ہونا (۴) فصیح ہونا (۵) مبارک زمانہ ہونا (۶) شمشیر بند ہونا (۷) تیر انداز ہونا (۸) خلق کا آپ کے تابع ہونا (۹) ان کے کپڑوں سے خوشبو آنا (۱۰) بادشاہوں کی بیٹیوں کا ان کے گھر میں آنا (۱۱) اسکی اولاد کا بجائے اپنے باپ کے رئیس یا حاکم ہونا (۱۲) ہر جگہ اس کی ستائش کا ذکر ہونا (۱۳) ساری پشتوں میں یعنی تمام لوگوں کو ان کا نام یاد دلانا (۱۴) ابدالآباد تک اس کا ذکر جاری رہنا اور ان کا یاد دلانا۔ ان تمام اوصاف کی تطبیق اس طرح ہے کہ یہ تمام اوصاف حضور میں پائے جاتے ہیں۔

(انوار آفتاب صداقت ص ۳۱۱)

کتاب بائبل میں حضور کی بشارت

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم. امابعد

مستقبل کے واقعات کی صحیح پیشن گوئی خدا کے کلام کی اصلیت اور خدا کی موجودگی کی سب سے بڑی شہادتوں میں سے ایک صداقت ہے۔صدیوں پہلے ایک واقعہ کی پیشن گوئی کرنا اور بعدہ اسکی صحیح تصویر دیکھنا ایسی طاقت کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ جسکی تردید ناممکن ہے۔اگرچہ کتاب مقدس بائبل پر ہر سال تغیر وتبدل کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے تاہم بائبل میں ایسے مقامات بھی پائے جاتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا انسان کو اپنی طاقت دکھانے کے لئے شہادت کا اظہار کرتا ہے۔

یسعیاہ ۴۱،۲۲ سے ۲/۶۹ آیت میں خداوند تعالیٰ خود اپنے نبی کی معرفت اپنی عظمت اور برتری کے ثبوت میں آئندہ واقعات کے متعلق پیشن گوئی بیان کرتا ہے اور غیر اقوام کے دیوتاؤں کو چیلنج کرتا ہے کہ تم اپنے تین خداؤں کے ذریعے اپنی طاقت کا اظہار کرو۔

سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے پیروکاروں کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے مستقبل کے متعلق پیشن گوئیاں کیں جس رات حضرت مسیح دنیا والوں سے جدا ہونے کو تھے آپ نے اپنے شاگردوں سے کہا اور اب میں نے یہ باتیں پوری ہونے سے پہلے ہی تمہیں بتادی ہیں تاکہ جب پوری ہوں تو تم یقین کرو چنانچہ ایک موقعہ پر آپ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے حضور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت اس طرح دی مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں لیکن ابھی تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (محمد) یعنی روح حق (سچائی کا روح آئیگا تو تمکو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اور تمہیں آئندہ کی خبر دیگا وہ میرا اجلال ظاہر کریگا)۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا مسیح کے یہ مبارک الفاظ آپ کے ٹھیک چھ سو سال بعد عالم وجود میں آئے یعنی ریگستان عرب پر پرچم محمد لہرایا گیا اور صدق وکذب میں تصادم ہوا آخر فتح نے

سچائی کے قدم چومے اور روحِ حق کی فوج نے باطل کے تمام قلعے مسمار کر دیئے ایک جگہ درج ہے یعنی جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت کے ملک اور سائے میں بیٹھے تھے ان پر روشنی چمکی (متی ۴، ۱۶ یسعیاہ ۴۲، ۷)

اسی وجہ سے آج سیرتِ پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوعِ انسان کے لئے مشعلِ راہ ہے لیکن دنیا کے علماء ہٹ دھرمی اور تعصب کی رتھ پر بھاگے جا رہے ہیں اور سیدنا مسیح کے اس ارشاد کی بے بنیاد تاویل کرتے ہیں۔ پادری صاحبان کہتے ہیں کہ روحِ حق کی (سچائی کی روح) سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ اس سے مراد وہ روح القدس ہے جو کہ سیدنا مسیح کے بعد ان کے شاگردوں پر نازل ہوا تھا۔ میں کہتا ہوں سیدنا مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں روحِ حق شناخت یہ ہے۔

روحِ حق سچائی کا روح تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔

(ب) آپ کے کہنے کے مطابق جو روح القدس مسیح کے شاگردوں پر نازل ہوا اس نے شاگردوں یا دیگر عیسائیوں کو کون سی سچائی کی راہ دکھائی۔

بلکہ اعمال ۲۱، ۱۷ تا ۲۵ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے جب روح القدس شاگردوں پر نازل ہوا تو ان سب نے جھوٹ بولنا اور فریب دینا شروع کیا جھوٹ بولنے کا دوسرا نام سچائی ہے۔

شاگردوں پر روح القدس نازل ہوا تو کچھ عرصہ بعد پولوس خود بھی بڑے فخر کے ساتھ ان میں شامل ہوا اور سب کا استاد بن گیا پولوس کے نزدیک جھوٹ بولنا ثواب عظیم ہے۔

(رومیوں ۱۳۔۵)

بلکہ پولوس خود بھی بڑے فخر کے ساتھ جھوٹ بولا کرتا تھا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو کتاب مقدس، بائبل سے دریافت کریں ایک مقام پر پولوس کہتا ہے کہ میں پیدائشی یہودی ہوں

(اعمال ۲۲، ۲۳)

دوسرے مقام پر کہتا ہے میں پیدائشی رومی (بت پرست) ہوں۔ (اعمال ۲۳، ۲۵، ۲۸)
تیسرے مقام پر پولوس کہتا ہے کہ میں پیدائشی فرانسیسی ہوں۔ (اعمال ۲۳، ۶، ۷، ۸)
ہم کس طرح تعین کریں کہ ایک آدمی تین متضاد جگہ یا مذاہب میں پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم حیران ہیں پولوس پیدائشی رومی (بت پرست) اور پیدائشی یہودی (توحید پرست) بھی ہے اور پیدائشی فرانسیسی بھی ہے۔ یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے یہ کون ہے جو اپنی پیدائش مختلف جگہوں پر بتا رہا ہے یہ عیسائیوں کا بڑا رسول۔ جس پر روح القدس نازل ہوا تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا اس لئے پولوس جھوٹ بولا کرتا تھا جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے اور جھوٹا آدمی روحِ حق ہو نہیں سکتا اور سنیئے۔ اس جھوٹ بولنے والے روحِ حق کی تعلیم۔ کیا ہی انوکھی ہے جس پر عمل کرنے سے شیطان بھی شرما جاتا ہے ہم کیوں نہ برائی کریں تا کہ بھلائی پیدا ہو (رومیوں ۲۳، ۱) یہی وہ پولوس ہے جس پر بقول ان کے روح القدس نازل ہوا تھا جو خدا تعالیٰ کی پاک شریعت کو لعنت اور شریعت پر عمل کرنے والوں کو لعنتی کہتا ہے۔ (گلسیتون ۱۱۳)

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیونکہ یہ باغی لوگ اور جھوٹے فرزند ہیں خداوند کی شریعت سے انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو کہتے ہیں کہ ہم پر سچی نبوت نہ کرو ہم سے خوشگوار باتیں کرو اور ہم سے جھوٹی نبوت کرو۔ (یسعیاہ ۳۰، ۸) ان تمام حوالوں کے ہوتے ہوئے حضرت پولوس اور اسکے ساتھی۔ روحِ حق کے زمرے میں نہیں آتے اس لئے کہ سب کے سب دغا باز اور جھوٹے اور برائی کی تعلیم دینے والے تھے جیسا کہ ہم نے کتاب مقدس سے ثابت کیا ہے لیکن اسکے برعکس روحِ حق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے غور سے ملاحظہ فرمایئے جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ روحِ حق آئیگا اور میرا جلال ظاہر کریگا۔ (بائبل۔ القرآن الحکیم)

اہل یہود کے سب سے بڑے معلم سردار کہن کیفا نے مجرم دیکر کہا یہ مشرک ہے پولوس نے اسکی تصدیق کی کہ واقعی مسیح لعنتی ہے۔ (گلسیتون۔ ۳، ۱۳)

روحِ حق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا۔

یہ دونو جھوٹے ہیں اور دروغ گو ہیں مسیح نہ لعنتی ہے نہ مشرک بلکہ وہ خدا کا رسول اور کلمتہ اللہ ہے۔ سردار کہن کیفا نے کہا مسیح مشرک ہے پولوس نے کہا مسیح لعنتی ہے۔ اور روحِ حق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پاک معصوم اور کلمتہ اللہ ہے۔

ناظرین اللہ کے لئے انصاف کریں کہ سیدنا مسیح کا جلال کس نے ظاہر کیا پولوس نے یا دوسرے نے پولوس کو روحِ حق تسلیم کرنا کلام الٰہی کا جنازہ اٹھانا ہے۔

حضرت یوحنا (یحییٰ) نے برون بار بیت عنیاہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کیلئے لائق نہیں۔ (یوحنا ۱، ۲۷) (نقوش رسول جلد نمبر ۴، ص ۲۶، ۳۱۱)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ تو جب کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں بلکہ تجھ سے لڑنا چاہیں تو ان کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں، بچوں اور چوپایوں سے اس شہر کے سب مال لوٹ کر اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی کھانا ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر ان قوموں کے شہروں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا بلکہ تو ان کو یعنی حتی اموری کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے حکم دیا ہے نیست و نابود کر دینا (استثنا ۲۰، ۱۰ تا ۱۷ بحوالہ نقوش رسول جلد نمبر ص ۴، ۳۱۱)

اور جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اسکے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا اور نبی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے، بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کی سکونت اور چوپائے اور چراگاہوں کو اور ان کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مالِ غنیمت اور سب اسیر اور سب کو اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لئے اور موسیٰ سرداروں سے جھلا کر ان سے کہنے لگا تم نے سب عورتیں جیتی بچا رکھی ہیں اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں ہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو جو کچھ مال غنیمت مردوں کے ہاتھ آیا ہے اسے چھوڑ کر لوٹ کے مال میں چھ لاکھ پچتر ہزار بکریاں تھیں اور بہتر ہزار گائے بیل اور اکسٹھ ہزار گدھے اور نقوش انسانی میں سے بتیس ہزار ایسی عورتیں جو مرد سے ناواقت تھیں اور اچھوتی تھیں۔ (گنتی ۳۱، ۷ تا ۳۵)

اب ذرا ویدوں کو بھی دیکھئے وہ اندرا جس نے ورترا کو قتل کیا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دیئے اور جو کالے داسوں (غلاموں) کی فوجوں کو قتل کرتا ہو۔ (قدیم ہندوستان کی تاریخ اور تہذیب مصنفہ آر سی دت ترجمہ اردو ص ۴۷ بحوالہ رگ وید منڈل، منتر ۴۹ رچا ۷) اور ملاحظہ ہو اور ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ قضا و قدر نے ان کو اسی واسطے پیدا کیا تھا ایضاً ص ۴۸، ۲ منتر ۲۰ رچا ۶، ۷ تخمینہ ملاحظہ ہو۔

اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و برباد کیا۔ ایضاً ص ۴۴ بحوالہ ایضاً ۴ منتر ۶، رچا ۱۰۔ (نقوش رسول نمبر ۴ ص ۳۱۲)

ہندوؤں کی کتب سے بشارت اور پیش گوئیاں

زیر نظر مضمون ہندوؤں کے مختلف ویدوں سے یہ پیش گوئیاں اور بشارت لی گئی ہیں ان بشارات کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی کتب بھی آسمانی اور الہامی تھیں لیکن قرآن پاک نے تورات، انجیل اور زبور کا تذکرہ کیا ان پر ایمان لانا ایمان کا حصہ ہے۔ مگر بہت ساری ایسی کتب جو صحف بھی ہو سکتے ہیں جن کا تذکرہ اللہ نے نہیں کیا مگر وہ الہامی ہوں بالکل ایسے ہی جیسے تھوڑے سے نبیوں کا تذکرہ کرایا اور زیادہ کا نہیں کیا جن کا تذکرہ نہیں کیا گیا اگر ان میں سے کسی کا نام سامنے آتا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ اللہ کے نبی ہوں۔

ہندو بھگت کہتے ہیں کہ ہماری ویدیں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب آدمؑ زمین پر آئے لیکن مورخین کہتے ہیں کہ ہندوؤں کی ویدیں ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے دور کی ہیں جب یہ اتنی پرانی ہوں تو ممکن ہے وہ الہامی ہوں مگر ماننے والوں نے بعد میں تحریف کر دی تو جہاں تک نبی کی بات ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ بھی قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

انما انت منذر و لکل قوم ھاد

بلاشبہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لئے ہدایت دینے والے ہو گذرے ہیں

اسی طرح کینیڈا میں کچھ باشندے ایسے ہیں جو باقاعدہ ایک پیغمبر کو مانتے ہیں۔ یہ پیغمبر اللہ کے آخری رسول سے بہت عرصہ پہلے آیا تھا۔ اس کا نام ''گلوس کاپ'' تھا۔ گلوس کاپ پر ایک کتاب بھی نازل ہوئی تھی جو ان کے پاس ابھی تک موجود ہے۔ لوگ سال میں ایک بار اس کی تلاوت کر کے اسے ختم کر دیتے ہیں ان کی جو مذہبی کتاب ہے اس میں تجارت، شادی بیاہ، مرنا جینا اور دیگر حالات پر راہنما اصول دیئے گئے ہیں ان کی عورتیں (چہرے کے سوا) پورے بدن کا پردہ کرتی ہیں۔ ان کے مرد کندھوں تک لمبے بال رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ ہر انسان کے کندھے پر دو نہ نظر آنے والی قوتیں بیٹھی ہیں جو اچھائی اور برائی کو درج کرتی ہیں

اسی طرح یہ جانور کو باقاعدہ ذبح کرتے ہیں اور اللہ کا نام لیتے ہیں ہر کام کرنے سے قبل اللہ کا نام اپنی زبان میں لیتے ہیں کسی جانور کی تصویر نہیں بناتے کہ ان کے ہاں حرام ہے اسی طرح وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ان کے ہاں موسیقی بھی منع ہے۔

صرف ڈرم جائز ہے جس کے ایک جانب چمڑہ لگا ہوتا ہے (نقارہ) یہ لوگ بڑی پرات (برتن) میں اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔ جب یہ عبادت کرتے ہیں تو صف بندی کرتے ہیں اور صف بندی میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ درمیان میں خلا نہ رہے کیونکہ خلا میں شیطان گھس جاتا ہے۔

اللہ جانتا ہے یہ تعلیمات جو اس قوم کی ہین اسلام کے مطابق ہیں پھر کہتے ہیں ہمارا پیغمبر ہمیں بتلا کر گیا ہے۔ مشرق کی جانب نظر رکھو وہاں سے ایک اور شخص آئیگا اور وہ یہی باتیں دھرائے گا۔

قارئین کرام۔ کیا مندرجہ بالا باتوں کو ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھرایا نہیں؟

الغرض ہمارے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں رسول بھیجے ہیں اور صحائف بھی اب جب ان کی کتب کی تعلیمات کو جن کے بارے میں ہمارا قرآن خاموش ہے اور اسلام کی تعلیمات سے ملتی جلتی ہیں تو ہمیں گمان غالب ہونے لگتا ہے کہ یہ کتب الہامی ہوں۔

بہر حال صورت جو بھی ہو ہم تو ان کتابوں کی تعلیمات کو انہی کے ماننے والوں پر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو تمہاری کتابیں بھی ہمارے آخری رسول کی بعثت کے تذکرہ سے بھری پڑی ہیں لہذا آؤ اور اس رسول کو مان لو۔۸۴

ہندو دھرم میں ہمارے برصغیر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کا منشور اور قدیم مذہب ہے۔ ہندوستان میں اسی دھرم کو ماننے والوں کی اکثریت دھرم کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا اولین داعی کون ہے اس کا نبی اور پیغمبر کون ہے اس کا آغاز کب سے ہوا اور اس کے ماننے والوں کو ہندو کیوں کہا جاتا ہے لیکن یہ بھی مشکوک بات ہے کہ اس کی اصل اور اساسی کتاب کون سی ہے۔ ان کتابوں کے اندر کچھ باتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر کچھ

وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ یا تو خود وحی الٰہی ہیں یا پیغمبرانہ تعلیمات سے ماخوذ ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ان کتابوں میں بہت سی واضح پیشگوئیاں ہیں اور یہ یقینی بات ہے۔ یہ پیشگوئیاں اسی نوع سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیشگوئیاں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا تعلق جس شخص سے ہوتا ہے۔ ان کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے لیکن اسکی ایسی علامتیں اور خصوصیات بیان کی جاتی ہیں اور اسکے گردو پیش کا ایسا نقشہ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ جب منظرِ عام پر آئے اس کے پہچاننے میں کوئی تردد یا شک وشبہ نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہندو کتابوں میں جو پیشن گوئیاں ہیں۔ ان میں یہ دونوں باتیں ہیں یعنی آپ کا نام بھی ذکر کیا گیا ہے اور آپ کی ایسی صفات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں جو آپ کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتیں اور اسی بنا پر یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ ان پیشگوئیوں کے مقصود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے اس مختصری توضیح کے بعد آیئے ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

ہندو دھرم کی سب سے مشہور اور اولین کتاب وید ہے۔ وید چار ہیں۔ (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھر وید۔ ان ویدوں بالخصوص رگ وید کا انداز یہ ہے کہ وہ کسی مقدس شخصیت کو منتخب کر کے اسے ایک یا چند بار مخاطب یا ذکر کرتی ہے۔ اس کے اوصاف وخوبیاں بیان کرتی ہے۔ ان چار ویدوں میں سے اتھر وید میں تفصیلی ذکر ہے۔ یہ کل چودہ منتر ہیں جو اتھر وید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ایک تا ۱۴ پر مشتمل ہیں عام منتروں میں تراشنس کی تعریف کی جائیگی ہم اس مہاجر یا بامن علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔

(۲) اس کی سواری اونٹ کی ہوگی اور اس کی بارہ بیویاں ہوں گی۔

(۳) اس کا درجہ اتنا بلند ہوگا اور اس کی سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھو سکے گی پھر اتر آئے گی۔ اس نے ''ماصح'' اشی کو سو اشرفیاں، دس ہار، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں۔

(۴) تبلیغ کر اے احمد تبلیغ کر جیسے چڑیاں پکے ہوئے پھل والے درخت پر چہچہاتی ہیں۔ زبان اور تیرے دونوں ہونٹ قینچی کے دونوں پھلوں کی طرح چلتے ہیں۔

(۵) حمد کرنے والے اپنی حمدوں کے ساتھ یا غازی اپنی نمازوں کے ساتھ طاقتور سانڈ کی طرح جنگ میں جاتے ہیں اور ان کی اولاد اپنے گھروں میں یوں مامون رہتی ہے جیسے گائے اپنے ٹھکانوں میں۔

(۶) اے احمد اس کلام حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کیونکہ یہ گاموں اور ماموں کی اساس ہے اور متقیوں تک پہنچا۔

(۷) وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے سب سے افضل انسان ہے سارے لوگوں کا دنیا اور سب قوموں میں مصروف ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین تعریف وثناء گاؤ۔

(۸) اس شہرت یافتہ شخص نے گھر کی تعمیر کے دوران حکومت یا عدالت ہاتھ لیتے ہی ہر جانب امن اور آشتی قائم کر دی اور یہ بات شوہر اپنی بیوی سے ذکر کر رہا تھا۔

یہ سب کے سب پرانے وید ہیں۔ رگ وید۔ یجروید۔ سام وید۔ یہ تین وید قدیم ترین ہیں۔ منوجی التھر وید آخری وید ہے ان کا زمانہ تالیف بقول سیامی دیانند جی ایک ارب کروڑ برس ہے لیکن عصر حاضر کے مصنفین چار ہزار سال پرانا بتاتے ہیں یہ زمانہ حضرت ابراہیم کا ہے۔

آپ نِشد: ۱۳ قدیم میں اور آج ان کی تعداد ۳۰۰ سے اوپر ہے ان میں ایک اللہ آپ نِشد بھی ہے جس کو اکبر کے زمانے کا بتایا جاتا ہے آپ نشدوں کے ویدوں پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔

راجہ رام موہن رائے کے لکچر ملاحظہ ہوں

نیز منڈک آپ نشد کھنڈا منتر ۴ تا ۶ چاند وگیہ آپ نشد - پر پھاٹک ۷ کھنڈ ۲۱ شیتھ برہن کانڈ ۱۱۰ دھیائے ۲۴ ہرتی ویاس جی نے انہیں ۱۸ جلدوں میں تقسیم کیا ہے ویدان کے مصداق ہیں ملاحظہ ہو۔ اتھر وید کانڈرے سوکت ۷ منتر ۲۴ رگ وید بھی گلیہ میں ہجرے جانے والے مردوں کا ذکر ہے ملاحظہ ہو۔ گوید منڈل ۱۰ سوکت ۳ منتر ۱۱۶ اس کے علاوہ چاندیوگیہ آپ نشد پھاٹک ۷ کھنڈ ۲۱ میں ہے اوران کا ذکر موجود ہے اس طرح پران بھی ویدوں کے ہم عصر ہیں جن پرانوں کے وید مصدق ہیں چنانچہ انہیں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بشارتیں ہیں اس لئے بعض لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں یہ نقلی ہیں اصلی غائب ہو گئے ہیں یہ عذر غلط ہے اس لئے کہ پران اہل ہنود ہیں ویدوں کے مقابلہ میں زیادہ کثیر الاستعمال ہیں تعجب ہے پران جو شروع زمانہ سے آج تک بکثرت پڑھے جاتے ہیں وہ تو گم ہو گئے مگر وید مگر جن کو بہت کم لوگ پڑھتے ہیں وہ باقی رہ گئے ہیں کہ پرونوں میں پیش گوئیاں بعد میں شامل کی گئیں اگر ایسا ہوتا تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران کسی برہمن کے گھر سے ایسا دیکھنے کو ملتا جو پیش گوئی سے خالی ہوتا۔ (۱) سام وید میں آنحضرت کا ذکر ملاحظہ ہو۔ سام وید پر پھاٹک ۳ رشی ۶ منتر ۱۸ ترجمہ احمد نے اپنے رب سے ہر حکمت شریعت کو حاصل کیا میں سورج کی طرح روشن ہوں یعنی میں رشی دتسہ کنواس بشارت کو دیکھتے وقت آفتاب رسالت کے نور سے منور ہو رہا ہوں۔ قرآن شریف اس راز کو ان الفاظ میں کھولتا ہے۔ یاایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشراً و نذیرًا و داعیا الی اللہ وسرا جامنیرا

(احزاب ۴۳، ۴۵، ۴۶)

روشنی دو طرح کی ہوتی ہے اجرام فلکی کی ایک وہ اجرام جو بذاتِ خود روشن ہیں۔ جیسے سورج

۔دوسرے وہ اجرام جو اس سے روشن ہوتی ہیں جیسے رات کے وقت چاند ستارے، سورج کی روشنی گواہی دیتے ہیں اسی لئے رشی دتسہ کا یہ کہنا کہ میں سورج کی طرح روشن ہوں دراصل سراجا منیرا کے لئے ایک گواہی ہے۔

(۲) اتھروید کی کتاب سوکت میں بشارات

اتھروید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے اس میں اگوید کی رچائیں (محامد) سام وید کے گانے اور یجراوید کی عبادت کا ذکر ہے۔اس کے علاوہ مہلک امراض سے شفا، جنگ میں فتح و نصرت کے نسخے اور بہشت ودوزخ کے تفصیلی بیانات ہیں اس لئے اس وید کو مرہم وید (علم الٰہی) کہا جاتا ہے۔جس طرح بائبل کا ماخذ الواح بابل ہیں اسی طرح ویدوں کی اندرونی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اتھروید صحیفہ ابراہیم کی بڑی حد تک نقل ہے۔رگ وید کا ۱/۵ حصہ بائبل کی طرح بائبل کے صفحات سے نقل کیا گیا ہے۔اس میں بابل اور مصر کی بادشاہوں کی جنگوں کا ذکر ہے۔تفصیل کے لئے ڈاکٹر پران ناتھ پروفیسر ہندو یونیورسٹی کا مضمون دیکھیئے جو ٹائمز آف انڈیا جولائی، اگست ۱۹۳۵ء میں چھپا ہے۔

اتھروید کے بیسویں باب کے کچھ سوکت کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں۔ان کو طویل مگیوں اور قربانیوں میں پڑھا کرتے تھے یہ ۷ اپجاری بڑے اہتمام سے پڑھا کرتے تھے اور یہ ہر سال ہوا کرتا تھا گویا کہ ایک طرح سے انہیں یاد رکھنے کیلئے ہندو قوم کو توجہ دلائی جاتی تھی۔کنتاپ کے معنی ہیں۔پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں۔یہ نام ان منتروں کا غالباً اس لئے رکھا گیا کہ ان کا راز آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔یہ راز نافِ زمین (مکہ) سے تعلق رکھتا ہے۔مکہ کی زمین کو ام القریٰ (ناف زمین) الہامی کتب میں بتایا گیا ہے۔اس لئے یہیں سب سے پہلے خدا کا گھر بنا اور نسل انسانی کو یہیں سے روحانی غذا ملنی شروع ہوئی قرآن پاک میں مکہ کے دو نام ہیں ایک بکّہ اور دوسرا مکّہ ۔بکہ کے معنی ہیں بطن (یعنی پیٹ) زیر ناف اور مکہ کے معنی ہیں

پستان۔ انسان کو اپنی ماں سے غذا دو جگہ سے ملتی ہے یعنی پیٹ (رحم مادر سے) اور چھاتیوں سے ۔ اسی طرح نسل انسانی کی ابتدائی پرورش کھنتاپ یعنی پوشیدہ گلٹیاں۔ (یعنی رحمِ مادر) یعنی بطن مکہ سے شروع ہوئی مگر جب بچہ رحم مادر سے مکمل ہو کر باہر آ گیا۔ یعنی وسیع دنیا میں قدم رکھا تو یہی گلٹیاں چھاتی میں دودھ بن گئیں۔ اسی طرح انسان کی پرورش کا سامان اب مکہ میں ماں کی چھاتیوں میں ہے۔ کنتاپ سوکتوں کو لوگ اب تک معمہ یا پہلیاں کہتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر راجہ رام پنڈت میکولر علوم فیلڈ وغیرہ نے ایسا ہی سمجھا لیکن یہ گلٹیاں اب واضح ہو چکی ہیں۔

کنتاپ سوکت کا پہلا منتر

اسم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے لوگو۔ (بشارت) احترام سے سنو۔ محمد تعریف کیا جائیگا ساٹھ ہزار نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم حفاظت میں لیتے ہیں۔

تشریح:۔ یزاشنہ یعنی لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ کورم یعنی امن پھیلانے والا آیا یا مہاجر شیٹی کسر۔ مکہ کی آبادی اس وقت ساٹھ ہزار ستر تھی جیسا کہ ابن اثیر کامل وغیرہ نے لکھا۔

واضح اسم گرامی:۔ ترجمہ اس نے ماصح رشی کو سو دینار دس تسبیحیں تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں۔ ترجمہ پنڈت کھیم کرن و پروفیسر راجہ رام

ما یعنی مہا بمعنی بہت زیادہ مح یعنی تعریف کیا گیا۔

عرونام۔ یعنی عربی گھوڑے پیشن گوئیاں بالعموم استعارات پر مشتمل ہوتی ہیں اس میں سو طلائی دینار وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے مکہ کے پرفتن دور میں مکہ سے حبش کو ہجرت کی۔

سرجہ۔ بمعنی گلدستہ تسبیح۔ سردار گوید منڈل ۱۰ سوکت ۸۴ منتر ۲ میں سرجہ بمعنی۔

سہرا۔عشرہ مبشرہ مراد ہیں۔عروہ بمعنی تیز رو یا عربی گھوڑے۔ان سے مراد اصحابِ بدر ہیں۔ جو تین سو تیرہ تھے گو کا مادہ گم یعنی جنگ کے لئے نکلنا۔اگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۴ منتر ۳ ان تشریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد کے ساتھ گائے کی طرح مقدس اور رحم کے مجسمہ ہیں اور اندر دیوتا کی طرح بارعب اور خوفناک بھی ہیں اس تضاد کی پہیلی کو قرآن شریف نے اس طرح حل فرمایا۔محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم (احزاب ۴۸، ۴۹)

مکہ کی فتح کے وقت ٹھیک دس ہزار کی تعداد قدوسی جماعت آپ کے ساتھ تھی مذکورہ بالا منتر میں حسب ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اس منتر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صفاتی نام جو ذاتی نام سے بھی کسی طور مشابہ ہے۔

(۲) آپ کو اشی یا پیغمبر بتایا گیا ہے۔

(۳) آپ کو سو خالص طلائی دینار۔یعنی سابقون الاولون صحابہ کرام کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔

(۴) عشرہ مبشرہ یعنی با اقبال جنت کے ماس گلدستہ کا عطیہ۔

(۵) عالم وزاہد و عابد جنگجو ۳۱۳ تاریخی اصحاب بدر کا ذکر۔

(۶) فتح مکہ کے دس ہزار قدوسیوں کی جماعت کا ذکر۔

دنیا کی تاریخی روشنی میں یہ ساری خوبیاں اور نشانات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح حیات میں ملتی ہیں۔اور یہ نشانیاں ٹھیک اسی ترتیب کے ساتھ ہیں جیسی کہ بعد میں تاریخی وجود میں آئیں۔دنیا کے کسی اشی یا پیغمبر کے ساتھ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کی تطبیق نہیں جا سکتی۔

جنگ احزاب کا مفصل ذکر

اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۱ منتر ۶ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اے صادقوں کے رب تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کاموں اور مستانہ ترانوں سے دشمن کی جنگ میں سرور کیا کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کردیا۔

(پرتر پتے شو) پتے بمعنی صادقوں کے رب اَمَدَن بمعنی سرور کیا یورسنٹر پاتے۔ ان بہادرانہ کارناموں سے شوماسہ یعنی مستانہ ترانوں سے وِرتر۔ یعنی دشمن کاروئے یعنی حمد کرنے والے کے لئے۔ ورشتے۔ یعنی عبادت کرنے والے کے لئے۔ اپرتی۔ یعنی بغیر مڈبھیڑ کے۔ نی ورتھیہ یعنی تو نے شکست خوردہ کردیا۔ ستیشو یعنی جنگ میں۔

تشریح۔ وید منتر میں اللہ تعالیٰ کو ست پتی یعنی صادقین کی تربیت کرنے والا بتایا گیا ہے۔ صادقین صحابہ کرام کی صفت ہے۔

وید منتر میں دوسری نشانی یہ ہے کہ سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور ترانوں سے اللہ کو راضی کرلیا۔

تیسری نشانی دس ہزار کے لشکر عظیم کو جو تین ہزار کے مقابل تھا اور ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ شکست خوردہ کردیا۔

چوتھی نشانی اسم احمد کا ذکر۔ کاروے یعنی حمد کرنے والے کے لئے یعنی احمد۔ پروفیسر گرنتھ نے اس کا ترجمہ ہجر اور پروفیسر راجہ رام نے ستوتا۔ یعنی حمد کرنے والا کیا ہے۔ یہ صفاتی نام ہیں جو اس جنگ کا ہیرو ہے۔ وہ حمد کرنے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی۔

حمد کرنے والے کی دوسری صفت لفظ پریشتے ہے۔ جس کا معنی ہے مقدس گھاس جو آتشکدہ کے کناروں پر بچھائی جاتی ہے۔ استعارۃً مقدس گھاس سے مراد عبادت گذار ہوتی ہے

دوسرے معنی اسکے روشن اور نورانی شخص کے بھی ہیں۔ یعنی احمد نہ صرف خدا کی حمد کرنے والے ہیں بلکہ عین میدان جنگ میں خدا کی عبادت کرنے والے بھی ہیں وید منتر کی پانچویں نشانی یہ ہے۔ دشمن کا بغیر مقابلہ کے فرار ہو جانا اسکی وجہ سے۔

سوکت کے منتر ۱ تا ۵ نیز ۷ اور ۸ میں بیان کی ہے ان منتروں میں خطاب ہے اندر دیوتا سے جو تند و تیز ہوا کا رفیق اور اعدو کڑک کا ہوتا ہے۔ اس جنگ میں دشمن تند ہوا اور کڑک سے ڈر کر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ وید کے اپنے الفاظ ہیں۔ تو نے اے اندر دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈھ بھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا۔ جنگ احزاب صداقت اسلام کا کھلا معجزہ ہے۔

نوٹ: یہ پیشگوئیاں اور بشارت کتاب ''محمد'' ہندوؤں کی کتب سے ماخوذ ہیں۔

سیدنا داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی بشارات

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام ایک آنے والے نبی کا مشتاقانہ ذکر اور اس کی ثناء و توقیر و توصیف فرماتے ہیں۔ (۱) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں پر لطف بٹھایا گیا ہے اسی لئے خدا نے تجھے ابد تک مبارک کیا۔

(۲) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو۔ سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ۔ تیرا داہنا ہاتھ تجھکو سب کام سکھلا دیگا۔ (زبور شریف باب ۴۵)

یہ بشارت کس قدر صاف اور حرفاً حرفاً سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق ہے حضرت داؤد کے بعد ایسا کون نبی دنیا میں آیا جو باطنی فضل و کمال کے ساتھ ظاہری حسن و جمال میں یکتائے زمانہ و یگانہ عالم ہو اور حشمت و شوکت، حکومت و سلطنت اور تیر و تلوار کا بھی مالک ہو بجز عربی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں۔ سبحان اللہ خلوص اور جوشِ محبت کے ساتھ داؤد علیہ السلام نے حضور انور کے حسن و جمال جاہ و جلال، غزوات و فتوحات اور عظمت و جلالت کو

بیان فرمایا ہے۔ جس منہ سے حضرت داؤد نے اس محبوب کی تعریف کی اس منہ کے قربان اور جس مبارک دہن ولب سے یہ مدح وثناء فرمائی اس لب ودہن کے صدقے۔

نہ من برآں گل عارضِ منزل سرایم وبس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

اے حضرت داؤد خدائے ذوالجلال ولاکرام کی طرف سے آپ پر ہزاروں صلوٰۃ وسلام۔
آپ نے ہمارے آقا ومولا مظہر حسن ازلی۔ پرتو جمال لم یزلی، نبی امی، رسول عربی صلوٰۃ اللہ وسلامہ کے حسن وجمال کی کیسی سچی تعریف فرمائی ہے۔ کہ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔

کہ حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے
وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ فخرِ انبیاء ٹھہرے

اے چاند سے زیادہ روشن چہرے والے، اے سوادِ شام سے زیادہ سیاہ بالوں اور معتبر گیسوں والے اور تاجدارِ ملکِ حسن وخوبی۔ اے شاہِ سریرِ رعنائی ومحبوبی۔

تیرا زیب شہنشاہی دراقلیم دل آرائی
بدیں خوبی وزیبائی بدیں شوخی ورعنائی

اے حسین وجمیل، اے حبیب اور محبوب، بے شک بے شک تو حسن میں بنی آدم میں کہیں زیادہ ہیں۔ بلکہ بنی آدم کو تجھ سے کچھ نسبت نہیں۔

وبشر خوانمت اے دوست نے حور ونے پری
ایں ہمہ برتر حجاب است تو چیزے دیگری

یارسول اللہ۔ آپ کے حسن وجمال کے دلداروں میں ایک ہم ہی نہیں بلکہ انبیاء واولیاء۔ شاہ وگدا بلکہ سارا عالم آپ کا شیدا ہے۔

میرا دل ہی نہیں قرباں میری جان ہی نہیں صدقے
دو عالم آپ پر۔ یا رحمۃ للعالمین صدقے

یارسول اللہ حضور کے حسن صورت اور حسنِ سیرت کے ثناء خواں صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ مخالفین اور غیر اقوام کے مورخین وارباب قلم بھی تو ہیں چنانچہ ڈاکٹر ویٹ صاحب لکھتے ہیں۔

محمد عرب کے عمدہ خاندان اور معزز قوم میں سے ہیں صورت میں شکیل اور اطوار میں رسیلے اور بے تکلف تھے۔ (ترجمہ آپالوجی گاڈفری ہینگن صفحہ ۸ دفتہ ۱۰ امطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء)۔

جان ڈیوٹ پورٹ صاحب لکھتے ہیں۔ نبی عرب آپ کی شکل شاہانہ تھی خدوخال باقاعدہ اور دل پسند تھے۔

اور مشہور مورخ ایڈورڈ گبسن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن میں شہرۂ آفاق تھے۔ (موئد الاسلام ص ۱۸)

یہ غیروں کی شہادتیں ہیں جن کی ہمیں چنداں ضرورت نہ تھی مگر یہ اس لئے پیش کی گئیں کہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے مخاطب بے شک ہمارے حضور ہی ہیں۔

آں گلِ رعنا زگیسوئے آں — مشک فشانست ہوائے جہاں
حسن براندوختہ پر پائے او — عشق غلام قدرِ زیبائے او
خلق ہمہ بلبل بستانِ او — بلکہ خدا نیز ثنا خوانِ او
شورِ ملاحت جو بعالم بکند — اشکِ نمک می بروا مروزقند
نیرِ تاباں عرب ماہِ من — مِیرِ درخشاں عجم شاہ وزمن
شیخِ تاباں عرب ماہِ من — پیر طریق من وامی لقب

(از پھلواری)

سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب سے ملنا چاہتے ہیں اور محبوب (نبی امی پیغمبر عربی) کی یوں ثناء خوانی کرتے ہیں۔

میرا محبوب نورانی گندم گوں۔ ہزاروں میں سردار ہے۔اس کا سر ہیرے جیسا چمکدار ہے اسکی زلفیں مسلسل رات کی مانند سیاہ ہیں اس کا چہرہ مانند ماہتاب ہے جوان مانند صنوبر کے ہے اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو یروشلم کی (زبور غزل الغزلات باب ۵ ادرس ۱۰ تا ۱۶)

حق کا بول بالا ہو دیکھو صاف نام نامی موجود ہے۔

اے حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کا ہر ہر لفظ جو آپ نے اپنے پیارے محبوب کی تعریف کی ہے۔ نہایت قیمتی نہایت باوقعت اور نہایت قابلِ قدر ہے اور آپ کا کمال اخلاص، پر جوش محبت، دلی ذوق وشوق اور ولولہ عشق وخرام جو اس سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، معدن حسن و جمال، مخزنِ فضل وکمال محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں غلامانِ بارگاہ احمدی و دلدارگانِ جمال محمدی کو نہایت عظمت واحترام سے دیکھتے ہیں اور وہ اس عشق خرام میں آپ کے شریک ہیں۔

محبت کا تیری بندہ پر ہر ایک کو اے صنم پایا
برابر گردنِ شاہ و گدا دونوں کو خم پایا

اے سلیمان بن داؤد۔ حضور کے محبت بھرے الفاظ نے بے چین کر ڈالا اب جبکہ نہیں رہا جاتا کیونکہ آتشِ عشق کی سوزش سے سینہ سے جو دھواں اٹھ رہا ہے۔ وہ الفاظ کی صورت میں منہ سے نکلنا چاہتا ہے حضور اب بے ادبی معاف ہو

ہزار علم و ادب داشتیم من اے خواجہ
کنوں کہ مست خرابم صدائے بے ادبی است

اس وقت اتنا ضرور عرض کروں گا جہاں آپ جیسے جلیل القدر اور دو جہاں کے تاجدار اس محبوب کے مشتاق ہیں وہاں مجھ جیسا عاجز، گنہگار، عصیاں شعار، ناکام و بدنام، ننگِ اسلام، فقیر بے نوا، عاشقِ حزیں بے دست و پا بھی ان کے کمترین حلقہ بگوشاں اور ادنیٰ ترین سگاں میں ہے۔

دروں رقے کردہ ام نام سگانت را رقم
زیرِ ترک نوشتہ ام از ہمہ نام خویش را
ہر مسرت سرِ زلف تو بہ سرم بر دگرے نہ شد
برخت کہ جز رخِ تر گہے برخِ دگر نظرے نہ شد
چوں سگم کمینہ سگانِ تو از جملہ بے قدرم وے
بدرت کہ جز درِ پاکِ تو بر دو گر گذرے نہ باشد

یا حضرت سلیمان یہ وہ پاک عشق و محبت ہے جس میں رقابت کے بجائے ہمدردی کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اگرچہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے مگر یہ فقیر بے نوا بھی بکمال ادب عرض کرتا ہے کہ حضور اقدس ہمدرد اور حضور والا کا ہم زبان ہے۔

ما بلبلیم نالم گلزار ما محمد ما نرگسیم حیراں دیدار ما محمدؐ
قمری بہ سرو ناز د بلبل بگل فریبد ما عاشقانِ بیدل دلدار ما محمدؐ
از خویشتن ندانم جز ایں قدر کہ گویم ما قطرہ ایم بحر ز خار ما محمدؐ
ما را غمِ جزائے او زِ جزا نباشد باشد چوں او زِ محشر غمخوار ما محمدؐ
اے نصر بر زبانم جز نام او نیاید ما طوطیم خوش گو گفتار ما محمدؐ

اے جذبِ الفت ہمت کر۔ اے عشق خرام قدم بڑھا۔ اور درِ پاک تک پہنچا۔ اے دردِ دل نالوں میں اثر پیدا کر۔ اور اے اثر محبوب تک رسائی و گذر پیدا کر۔ یا رسول اللہ۔ یا حبیب اللہ

سلام علیک اے نبی مکرم
مکرم تر از آدم و نسلِ آدم

جزاک الذی عم وبرّ اُوجُوداً
وارضاک عنا وصل وسلم

توئی یارسول اللہ ابرِ رحمت
کہ باشد محیط از عطائے تو یک نم

جگہ تشنگانیم از رہ رسیدہ
ترحم علینا بماء ترحم

اے صاحبِ خلقِ عظیم۔ اے رووف ورحیم۔ اپنے پیارانِ محبت کی خبر لیجئے اور دردمندان محبت کا نظر لطف وکرم سے مداوا کیجئے۔

اے حسن مطلق اے نورِ باری
دل تجھ پہ صدقے جاں تجھ پہ واری

جاں فدائے تو یارسول اللہ
دل گدائے تو یارسول اللہ

فارغ از ابتلائے کونین است
مبتلائے تو یارسول اللہ

گر بیابم بجائے سرمہ کنم
خاکِ پائے تو یارسول اللہ

کاش ہر موئے من زباں گردد
در ثنائے تو یارسول اللہ

از ہمہ خلق گشتہ بیگانہ
آشنائے تو یارسول اللہ

کسی نبی کے آنے کا انتظار تھا اور اس نبی سے مراد سوائے نبی موعود، رسول منتظر، خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون ہوسکتا ہے۔

خدا کی مخلوق منتظر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا
ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنزِ مخفی دکھائی دیتا

وہ خوش نصیب افراد جو بعثت سے پہلے توحید پرست تھے

عہد جاہلیت میں اہلِ عرب نے جس قسم کے عقائد باطلہ کو اپنا رکھا تھا اس کا سرسری جائزہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس دور میں جبکہ ہر طرف کفر و شرک اور فسق و فجور کی کالی رات چھائی ہوئی تھی بعض ایسے نفوس قدسیہ بھی تھے جو اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن اللہ کی توحید پر ان کا یقین محکم اور اسکی صفات کامل پر ان کا ایمان پختہ تھا۔ معبودانِ باطل سے وہ قطعاً بیزار تھے۔ شبِ دیجور میں آسمان پر جس طرح ستارے چمک رہے ہوتے ہیں اسی طرح ان بھیانک اندھیروں میں ان کا وجود منبعِ انوار تھا ان میں سے چند برگزیدہ ہستیوں کے عقائد اور اطوار کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

قس بن ساعدہ الایادی

ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے طویل عمر پائی ابن ابی حاتم نے اپنی تصنیف کتاب المعمرین میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ۳۸۰ سال تھی انہوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا حضور کے ارشاد سنے عہد جاہلیت میں یہ پہلے شخص تھے جو قیامت پر ایمان لائے۔ (بلوغ الادب دوم ص ۲۲۶)

علامہ ذہبی علامہ ابن حجر اور دیگر علما نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ابن سکن نے صراحت سے لکھا ہے کہ قس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل وفات پائی۔

ابن سید الناس نے اپنی تصنیف السیرۃ میں ایک واقعہ لکھا ہے جو انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ جارود بن عبداللہ جو اپنی قوم کے سردار تھے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے تورات میں حضور

کی صفت پڑھی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی ہے فانا الشہد ان لا الہ الا اللہ وانک محمد رسول اللہ پس میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ محمد رسول اللہ ہیں چنانچہ جارود بھی ایمان لایا اور اسکی قوم بھی مشرف با اسلام ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے انتہائی مسرت ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے جارود وفد عبدالقیس میں کوئی ایسا آدمی ہے جو ہمیں قس کا تعارف کرادے اور اس کے حالات سے آگاہ کرے جارود نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب اس کو جانتے ہیں اور میں تو وہ شخص ہوں جو اس کے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا وہ عرب کے ایک شریف قبیلے کا ایک شریف فرد تھا اسکی فصاحت مسلّمہ تھی اسکی عمر سات سو سال تھی اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے سمعان کی صحبت کا شرف حاصل کیا وہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے۔

لَيَبْلُغَنَّ الكتاب اَجَلَهٗ ولَيُوفَيَنَّ كلّ عامل عملهٗ. کتاب اپنی مقررہ وقت پہنچے گی اس پر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی پوری جزادی جائیگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جارود اب تم صبر کرو اس کو میں فراموش نہیں کرسکتا میں نے سوق عطاظ میں خاکستری رنگ کے اونٹ پر بیٹھے دیکھا وہ گفتگو کررہا تھا اور شائد مجھے پوری طرح محفوظ نہیں غرض اکبر نے عرض کی یارسول اللہ میں اس دن سوق عکاظ میں موجود تھا اور جو خطبہ اس روز اس نے دیا تھا وہ مجھے پوری طرح یاد ہے آپ نے وہ خطبہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا جس میں عقیدۂ توحید اور روز قیامت کے بارے میں قس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا آخر میں حضرت صدیق نے قس کے چند اشعار بھی پڑھ کر سنائے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

في الذاهبين الاولين
من القرون لنا بصائر

گذشتہ صدیوں میں جو لوگ ہم سے پہلے چلے گئے ہیں ان کے حالات میں ہمارے لئے عبرت ہے۔

لَمّا أریتَ مَوَارِ داً   للموت لیس لها مصادر

میں نے موت کے وارد کی جگہیں تو دیکھی ہیں موت سے واپسی کے راستے مجھے نظر نہیں آتے۔

ورائیت قومی نحوھا   لیس اکابر ولا صاغر

میں نے اپنی قوم کو دیکھا ہے کہ ان کے بڑے اور چھوٹے سب اس کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہیں۔

لا هر جع معاصی الیٰ   ولا من الباقین غایر

جو گذر گئے ہیں وہ واپس نہیں لوٹتے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے۔

ائیقنت الی لا محالتهً   حیث صارا القوم صائر

ان حالات کو دیکھ کر میں نے یقین کر لیا کہ جدھر پوری قوم چلی گئی ہے مجھے بھی ادھر ہی لامحالہ جانا ہے۔(بلوغ الادب جلد۲ص ۲۴۲ تا ۲۴۴)

زید بن عمر بن نفیل

اس خوش نصیب گروہ میں سے جنہوں نے گمراہی کی اندھیری رات میں بھی حق کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا ان میں زید بن عمر بن نفیل بھی ہیں۔ یہ اپنے اہل وطن کے مشرکانہ عقائد سے بچپن سے ہی متنفر تھے یہ نہ ان کی پوجا کرتے اور نہ ان کے جانوروں کی قربانیاں دیتے۔ علامہ فاکہی نے اپنی سند سے عامر بن ربیعہ سے روایت کیا عامر کہتے ہیں میری ملاقات زید بن عمر بن نفیل سے ہوئی جب وہ مکہ سے نکل کر حرا کی طرف جارہے تھے انہوں نے مجھے کہا اے عامر میں نے اپنی قوم کے باطل کے عقیدے کو ترک کر دیا ہے اور ملت ابراہیمی کا اتباع کر لیا ہے میں خدا کی عبادت کرتا ہوں جس کی حضرت اسماعیل علیہ السلام اس

کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پھر وہ حضرت عبدالمطلب کی پشت سے ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ میں اس نبی کا زمانہ نہ پاسکوں گا۔ سنو میں اس نبی پر ایمان لے آیا ہوں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہے۔ واقدی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے عامر کو کہا کہ اگر تیری عمر دراز ہو تو اس نبی کا زمانہ پائیگا تو اسکی بارگاہ اقدس میں ہمارا سلام کہنا عامر کہتے ہیں جب میں مشرف با اسلام ہوا تو میں نے اس کا سلام بارگاہِ اقدس میں پیش کیا حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اس پر رحمت بھی فرمایا میں اس کو جنت میں دیکھ رہا ہوں اس حال میں کہ وہ اپنی چادر کا پلو گھسیٹے چلے جا رہے ہیں۔ زید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف تو حاصل کیا لیکن حضور کے مبعوث ہونے سے پہلے انتقال کر گئے انہوں نے ایک بار حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے نصرانیت اور یہودیت کو سونگھا ہے لیکن میں نے ان سے وہ چیز نہیں پائی جس کی مجھے طلب تھی میں نے یہ بات ایک راہب کو بتائی کہ اس نے کہا کہ تم شائد ملت ابراہیمی کے متلاشی ہو جو تمہیں کہیں نہیں ملے گی تم اپنے شہر کو واپس چلے جاؤ وہاں اللہ تعالیٰ تیری قوم میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا جو ملت ابراہیمی کی دعوت لیکر آئیگا اور وہ ساری مخلوق سے اس کی جناب میں زیادہ معزز ہوگا ان کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں جن میں ان کا عقیدہ صاف چھلک رہا ہے۔

اَرَباوَّاحِداً اَمْ اَلفَ ربٍّ. اَدِیْنُ اِذا تقسّمتِ الامور.

جب معاملات منقسم ہیں تو کیا میں رب واحد کو اپنا رب بناؤں یا ہزار خداؤں کو اپنا رب بناؤں۔

عَزَلْتُ اللّاتَ وَ الْعُزّٰی جَمیعاً. فذالک یفعل الجلد الصبور.

میں نے لات عزیٰ اور تمام بتوں کو ترک کر دیا ہے ایک بہادر صبر کرنے والا اسی طرح کیا کرتا ہے۔

وَلٰکن اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّی. لِیَغْفِرَ ذَنْبِیَ الرب الغفور

یعنی میں اپنے رب کی عبادت کروں گا جو رحمن ہے تا کہ وہ رب جو بہت بخشنے والا ہے میرے گناہوں کو بخش دے۔

امام ابن اسحاق نے ان کے چند اور شعر بھی اپنی سیرت کی کتاب میں لکھے ہیں جو ان کے عقیدہ توحید کی روشن دلیل ہیں۔

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ. لَهُ والْاَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا.

میں نے اپنا چہرہ اس ذات کیلئے جھکا دیا ہے۔ جس کے لئے زمین نے اپنا چہرہ جھکایا ہوا ہے۔ جو بوجھل پہاڑوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔

وَاَسْلَمْتُ وَجْهِیْ لِمَنْ اَسْلَمَتْ. لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالًا

میں نے اپنا چہرہ اس ذات کے لئے جھکا دیا ہے۔ جس کے سامنے بادلوں نے سر اطاعت خم کیا ہوا ہے جو میٹھے اور صاف پانی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

اِذَا هِیَ سِیْقَتْ اِلٰی بَلْدَةٍ. اَطَاعَتْ وَصَبَّتْ عَلَیْهَا سِجَالًا

جب ان بادلوں کو کسی شہر کی طرف جانے کا حکم الٰہی ملتا ہے تو وہ اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے وہاں جاتے ہیں اور اپنے پانی کے ڈول وہاں جا کر انڈیل دیتے ہیں۔ (ضیاء النبی اول ۳۳۶)

امیہ بن صلت

اس کا نام عبداللہ بن رویعہ بن عوف الثقفی تھا بڑا قادر الکلام شاعر تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کئی اشعار کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے صحیح مسلم میں ہے کہ رشید بن سوید کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھا۔ حضور نے فرمایا کیا تجھے امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ بہت۔ فرمایا سناؤ۔ میں نے ایک شعر سنایا فرمایا اور سناؤ پھر سنایا پھر فرمایا اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے سو اشعار سنائے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ کـاد لیُسلم قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا

دوسری روایت میں ہے کہ

آمن شعرہ و کفر قلبہ اس کے شعر تو مومن ہیں لیکن اس کا دل کافر ہے۔

ابن قتیبہ طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں کہ امیہ لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی تشریف لانے والا ہے اس کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے وہ دل ہی دل میں آس لگائے بیٹھا تھا کہ اسے نبوت کے منصب پر فائز کیا جائے گا لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ مارے حسد کے جل گیا اور حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

اسعد ابوکرب الحمیری

ابوقتیبہ لکھتے ہیں کہ اسعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا حضور علیہ السلام کی بعثت سے سات سو سال پہلے اس نے یہ شعر کہے۔

شَہِدْتُ عَلیٰ احمد اَنَّہٗ رسول من اللّٰہ بارِیءِ النَّسَمِ

میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ حضرت احمد اللہ کے رسول ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ وَلَوْ لَدَّ عمری اَلیٰ عَصْرِہٖ. لَکُنت وزِیراًلہ و ابن عَمّ

اگر میری عمر ان کے زمانے تک باقی رہی تو میں ان کا وزیر بنوں گا اور ان کے چچا کے بیٹے کی طرح معاون بنوں گا۔

ورقہ بن نوفل القرشی

ورقہ بن نوفل بن اسد بن العزیٰ بن قصی کا سلسلہ نسب قصی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے چچا خویلد بن اسعد کی بیٹی تھیں ابوالحسن بقائی نے آپ کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں آپ کا صحابی ہونا ثابت کیا ہے۔ ورقہ نوفل ان سعادت مند افراد میں سے تھے جو زمانہ

جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے قریش اور دیگر بت پرست قبائل سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا آپ نے اپنی عقل سلیم سے ہی یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ عرب کے بت پرست دین ابراہیمی سے بھٹک گئے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس تلاش میں رہتے کہ انہیں وہ طریقہ معلوم ہو جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکیں اسی مقصد کے لئے انہوں نے کئی ملکوں کا سفر بھی کیا۔ متعدد اہل علم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان آسمانی صحیفوں کے امین تھے اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء پر نازل کئے تھے وہ اس تلاش وجستجو کے باعث وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آخری دین۔ دین نصرانیت ہے انہوں نے عیسائیوں کے ان اعتقاد کا اتباع نہیں کیا جنہوں نے اپنے نبی کا واضح تعلیمات سے انحراف کیا تھا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت پر ان کا پختہ عقیدہ تھا اسی اثنا میں وہ اس نبی کے بارے میں بھی تجسس کرتے رہے۔ جس کی آمد کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیا نے دی تھی۔ جب آپ کی چچازاد بہن حضرت خدیجہ نے حضور کے بارے میں بتایا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی ذات ہی وہ نبی ہے جس کا انہیں شدت سے انتظار تھا حضرت ورقہ کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی کہ ان کی زندگی میں ہی وہ نبی مکرم تشریف لے آئے انہوں نے برملا اعلان کر دیا اور انہوں نے گواہی دی کہ ان کے پاس وہ عظیم فرشتہ آیا ہے جو ان سے پہلے انبیاء کے پاس وحی لے کر آیا کرتا تھا اور گواہی دی کہ آپ پر اللہ کا کلام نازل کیا گیا ہے۔ اور گواہی دی کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔ اور اس تمنا کا اظہار کیا کہ کاش وہ اس وقت تک زندہ رہیں کہ ان کی معیت میں جہاد میں شرکت کر سکیں۔ (بلوغ الادب جلد دوم ص ۲۷۳ ضیاء النبی اول ص ۳۴۲)

ام المومنین حضرت خدیجہ حضور کو لیکر حضرت ورقہ کے پاس گئیں انہوں نے کہا کہ وہ فرشتہ ہے جو

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش میں اس وقت نوجوان ہوتا اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو یہاں سے جلاوطن کریگی۔ رسول اللہ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا کہ کوئی آدمی بھی آج تک وہ امانت لے کر نہیں آیا جو آپ لے کر آئے ہیں مگر یہ کہ اس کے ساتھ عداوت کی گئی آپ کا اگر وہ دن میں پالوں تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر قلیل مدت کے بعد ورقہ وفات پا گئے آپ کے بہت اشعار ہیں جس میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اعلان کیا اور یہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل اور میکائیل وحی الٰہی سے باخبر کرتے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

وان یَکُ حقاً یا خدیجه فاعلِی. حَدِیثکَ اِیا ھا فا حمد مرسل

اگر یہ سچ ہے اے خدیجہ تو یقین کر کہ احمد اللہ کے رسول ہیں۔

وَ جبریل یأ تیهِ میکائیل فا عْلَمی . مِنَ اللّٰهِ وَحْیٌ یسرح الصدر منزل

جبریل اور میکائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر ان کے پاس آتے ہیں اور اے خدیجہ جان لے کہ اس وحی سے سینہ منشرح ہو جاتا ہے۔

یَفُوْذبِهٖ من فازفیها بتو بَةٍ. وَیُسقیٰ بِهِ العانی القدیر المضلل

جو توبہ کر کے رجوع کرتا ہے وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے اور جو سرکشی کرتا ہے تکبر کرتا ہے وہ بدبخت ہو جاتا ہے۔ (بلوغ الادب ص ۲۷۵ دوم ضیاء النبی اول ص ۳۴۲)

خالد بن سنان بن غیث العبسی

خالد بن سنان بھی اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت پر محکم یقین رکھتے تھے اور ان کا طریقہ کار وہی تھا جو ملت حنفیہ کا تھا بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے بلوغ الادب میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔ جس میں مذکور ہے ذالک نبی اضاعہ قومہ۔ یہ نبی تھے جن کو ان کے قوم نے ان کو ضائع کر دیا ضائع کرنے کی صورت یوں بیان کی گئی ہے کہ جب ان کی

وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی قوم کو وصیت کی مجھے دفن کر دینا۔ تیسرے دن ایک ہرنی آئے گی تو مجھے قبر سے نکال لینا۔ میں نہیں بتاؤں گا کہ اس مدت میں مجھے اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے۔

آپ کے ارشاد کے مطابق تیسرے دن ہرنی آئی لیکن قوم نے انہیں قبر سے نہ نکالا اور کہا گیا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو سارے عرب کہیں گے کہ ہم نے اپنے مردے کو قبر سے نکالا ہے۔ خالد بن سنان کی ایک بیٹی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے حضور کو سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے سنا تو عرض کرنے لگی میرا باپ بھی یہ سورۃ پڑھا کرتا تھا۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خالد کا کون سا زمانہ تھا بعض انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد فترت کا شخص کہتے ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ تھا اگر دوسرا قول صحیح ہو تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والی لڑکی صلبی بیٹی نہ تھی بلکہ ان کی نسل سے کوئی خاتون تھی۔

توحید پرست بادشاہ

یمن کا بادشاہ تبع ایک دفعہ وہ مکہ معظمہ میں آیا بیت اللہ شریف پر اس نے غلاف چڑھایا۔ جب اس کا گذر مدینے پاک سے ہوا تو اس کے لشکر کے علماء نے اسے بتایا کہ یہ جگہ نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے۔ اس فضا میں اسے ایسی کشش اور روحانی جاذبیت سے خوشبو محسوس کی بادشاہ نے حضور کے نام ایک عرضداشت لکھی جس میں اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ التجا بھی کی کہ میرا ایمان قبول کیا جائے اور قیامت کے روز مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کیا جائے علامہ قرطبی اور دیگر علمائے مفسرین نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے علامہ قرطبی نے وہ خط تحریر کیا ہے جس میں اس نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ ولم اذرک فاشفع لی ولاتنسنی یوم القیامۃ فانی من امتک الاولین (ضیاء القرآن جلد ۴

ص ۴۴۳)

اگر میں اس حیاتِ مستعار میں حضور کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہوسکوں تو میری شفاعت فرمائیں اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کیجئے کیونکہ میں آپ کی امتیوں سے ہوں جو پہلے گذر چکے ہیں۔

اس کے ہمراہ علماء بھی تھے ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ اقامت کی اجازت چاہی بادشاہ نے اجازت دیدی اور آرائش وآسائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے ان کو تمام ضروریات زندگی کی پوری کیں۔ اور ان میں ایک معزز ترین عالم تھا اپنا مکتوب اس کے حوالے کیا اور اسے وصیت کی کہ اگر تجھے زیارت نصیب ہو تو میرا یہ عریضہ پیش خدمت کردیں۔ تبع کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے جب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو جس گھر کے سامنے ناقہ بیٹھی وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا دولت کدہ تھا اور یہ اس عالم کی اولاد سے تھے جن کو یہ خط سونپا گیا تھا۔ انہوں نے وہ خط حضور کی خدمت میں پیش کیا حضور نے حضرت علی کو بلا کر حکم دیا کہ خط پڑھ کر سناؤ حضرت علی نے خط پڑھ کر سنا دیا حضور نے خط سن کر فرمایا میں نے اس کا ایمان قبول کیا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔ چنانچہ اسی تبع نے جو دیندار تھا لوگوں کی نیکی کی رغبت دلاتا تھا اور سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی کئی ایسے سعادت مند نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے کفر وشرک کے تاریک دور میں توحید کی شمع کو فروزاں رکھا اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

شہنشاہِ ایران

ساسانی حکومت کا بانی اور عقیدۂ توحید

پا یک نامی ایک شخص فارس کی ریاست کا حکمران تھا اور اصطخر میں مقیم تھا اس کا کوئی لڑکا نہ تھا ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ ساسان جو اس کا چرواہا تھا اسکے سر سے آفتاب طلوع ہو رہا ہے اور اپنی روشنی سے ساری دنیا کو منور کر رہا ہے۔ دوسری رات اس نے پھر خواب دیکھا کہ پاکیزہ آگ ساسان کے گھر میں جل رہی ہے اور رفتہ رفتہ تیز ہو رہی ہے یہاں تک کہ اس کی روشنی سے سارا جہان چمک اٹھا ہے۔ ان خوابوں سے پا یک حیرت زدہ ہو گیا اور اپنے دانشور درباریوں کو طلب کر کے انہیں اپنی خوابیں سنائیں سب نے اتفاق رائے سے اسے یہ تعبیر بتائی ساسان یا اس کا بیٹا بادشاہی حاصل کریں گے یہ سننے کے بعد پا یک نے ساسان کو اپنے پاس بلایا۔ ساسان نے اس کو اپنی خاندانی عظمت کے بارے میں آگاہ کیا چنانچہ بادشاہ نے اس کو خلعت شاہی پہنائی اور اپنی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کر دی جس کے بطن سے اردشیر پیدا ہوا۔

اس سلسلے میں دلچسپ کہانی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اردوان جو ایران کی دوسو چالیس ریاستوں کا حکمران تھا اور جس کا دارالسلطنت ''رے'' تھا۔ اردشیر جب جوان ہو گیا تو وہ اردوان کے دربار کو چھوڑ کر پارس کی طرف بھاگ گیا اور اپنے ساتھ اردوان کی دانا اور خوبصورت دوشیزہ کو بھی لے گیا جو اردوان کی مشیر خاص تھی۔ لیکن اس نے اردشیر کے عشق میں مبتلا ہونے کے باعث اپنے ولی نعمت اور ایران کے حکمران اعلیٰ اردوان کو چھوڑ کر اردشیر کی صحبت میں بھاگ جانے کا فیصلہ کیا بادشاہ کو معلوم ہوا تو وہ غصہ سے بے قابو ہو کر ان بھگوڑوں کے تعاقب میں نکلا اور ایک گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس قسم کا کوئی جوڑا دیکھا ہے انہوں

نے بتایا کہ اس جوڑے کو ہوا کی تیزی کیساتھ گھوڑا دوڑاتے ہوئے دیکھا ہے اور ایک بڑا دنبہ ان کے پیچھے پیچھے دوڑتا جارہا تھا۔ دوسرے روز اردوان کا گذر ایک کاروان کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے بتایا کہ مینڈھا ایک گھڑسوار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اسکو یقین ہو گیا کہ یہ شاہی شان وشوکت کی علامت ہے۔ چنانچہ اس نے ان کی تلاش ترک کر دی۔

(ضیاء النبی اول ص ۶۱ بحوالہ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۲۹۳)

اردشیر اگرچہ اپنے باپ کی ایک ذیلی ریاست کا وارث تھا جو اردوان کے ماتحت تھی لیکن اس نے ہمت کر کے کرمان پر قبضہ کر لیا اور وہ قلعہ آج بھی اردشیر کے نام سے مشہور ہے۔

اردوان اس کی اس جسارت پر سخت برافروختہ ہوا اور فارس پر حملہ کر دیا پہلے ان کی لڑائی میں اگرچہ فریقین کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن جنگ کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ دوسرے روز اردشیر نے فتح حاصل کر لی اور پارتھیا کے شہنشاہ کو ناقابلِ تلافی نقصانات سے دوچار کر دیا آخر جنگ ہرمز میدان میں لڑی گئی۔ جو اہواز کے مشرق میں ہے اس جنگ میں پارتھیا کی فوج کو مکمل شکست ہوئی اور اردوان مارا گیا ایک روایت یہ ہے کہ اردشیر نے اردوان کو دعوت مبارزت دی جو اس نے قبول کر لی اردوان نے جب حملہ کیا تو اردشیر نے بظاہر راہِ فرار اختیار کی لیکن اچانک واپس مڑ کر ایک تیر مارا جو اردوان کے دل کو چیرتا ہوا پار نکل گیا اس طرح ۲۳۶ عیسوی میں پارتھیا کی شہنشاہیت نے دم توڑ دیا اردشیر نے ساسانی شہنشاہیت کا آغاز کیا پھر آہستہ آہستہ اس نے تمام ایران پر قبضہ کر لیا تاریخ فرشتہ لکھتا ہے ایران فتح کرنے کے بعد اس نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور سرہند کے مضافات تک بڑھتا چلا گیا راجہ جو اس علاقے کا حکمران تھا اس نے موتی جواہرات سونا اور ہاتھی بطور نذرانہ پیش کئے اور اردشیر کو واپس لوٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ (ضیاء النبی اول ص ۶۲ بحوالہ ہسٹری آف پرشیا ص ۲۹۳، ۲۹۴)

ان فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنی تخت نشینی اور تاجپوشی کا جشن منایا اس روز

اس نے اپنی رعایا کے سامنے اپنی حکومت کا منشور پیش کیا جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

ہم اس کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنی نعمتوں کے ساتھ ہمیں مخصوص فرمایا اور اپنی مہربانیوں سے اپنے گھیرے میں لے لیا اور ملکوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا بندوں کو ہماری فرمانبرداری کی طرف رہنمائی کی ہم اس کی حمد کرتے ہیں اس شخص کے حمد کی طرح جس نے اس فضل کو پہنچانا جو اس نے کیا اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس آدمی کی طرح جو ان عطیات کی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے جو اس پر کئے گئے اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا ہے۔ خبردار۔ ہم عدل قائم کرنے میں، فضل و احسان کرنے میں، شاندار کارنامے انجام دینے میں، اور مملکت کی حدود کو مستحکم بنانے میں، اور جو کچھ گذشتہ دنوں میں برباد ہو چکا ہے اس کو درست کرنے میں، اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں گے۔ اے لوگو۔ تمہارے دل مطمئن ہونے چاہییں کیونکہ میں ہر طاقتور اور کمزور پر فروتر۔ شریف سب کے درمیان عدل کروں گا اور عدل کو اپنے قابل تعریف طریقہ اپناؤں گا اور ایسا گھاٹ بناؤں گا کہ جس پر سب وارد ہوں گے تم ہماری سیرت میں ایسی چیزیں دیکھو گے جس پر تم ہماری تعریف کرو گے ہمارے افعال اور ہمارے اقوال کی تصدیق کریں گے۔ والسلام

(مروج الذہب اول ص ۲۸۵ ضیاء النبی اول ص ۶۳)

اردشیر کے اس اولین خطبہ سے اپنی رعایا کے بارے میں اس کے قابل تعریف نظریات و افکار کا پتہ چلتا ہے۔ بادشاہ نے کسی اور محفل میں حکمران کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

بادشاہ پر فرض ہے کہ اس کا عدل ہو کیونکہ عدل میں ہی ساری بھلائیاں جمع ہوتی ہیں۔ وہی ایک مضبوط قلعہ ہے جو ملک کو زوال اور ٹوٹنے سے بچاتا ہے اور ادبار و انحطاط کی پہلی نشانی یہ ہے کہ ملک سے عدل و انصاف رخصت ہو جائے (مروج الذہب اول ص ۲۸۹)

اردشیر نے تاج حکومت پہنتے ہی زرتشت کے مذہب کے رہنماؤں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کیا

اوران مذہبی راہنماؤں میں سے سات مؤبدوں کو منتخب کیا کہ جو بہت متقی تھے پھران میں سے ایک ایک رئیس موبدان چنا جسے خواب آور دوا پلا کر سات روز تک سلائے رکھا جب وہ بیدار ہوا تو اس نے ہر منتر کا مکمل دین لکھوا دیا اور جسکو بادشاہ اور رعایا نے قبول کیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اردشیر بہت زیرک، عادل اپنی رعایا کے آرام کا طلبگار تھا اس کا ایک قول ہے کہ فوج کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہوسکتی۔ پیسے کے بغیر فوج نہیں رکھی جاسکتی، زراعت کے بغیر پیسہ نہیں آتا، حکومت اور مذہب کے باہمی تعلق کے بارے میں اس کا ایک مقولہ ہے جو ایک ابدی صداقت ہے۔ اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو بایں الفاظ وصیت کی۔

اے میرے فرزند۔ دین اور ملک دونو بھائی ہیں کوئی بھی ایک دُوسرے سے مستثنٰی نہیں ہوسکتا۔ دین حکومت کی بنیاد ہے اور حکومت دین کی نگہبان ہے جس چیز کی بنیاد نہیں ہوتی وہ گر جاتی ہے اور جس چیز کا کوئی نگہبان نہیں ہوتا وہ ضائع ہوجاتی ہے۔ سریسی نے اردشیر کی اس وصیت میں ایک جملہ لکھا ہے۔ مذہب کے بغیر حکمران ایک جابر اور ظالم حکمران ہے۔

یہ تھے چند اہل حق اور توحید پرست جو حضور کی بعثت سے کئی صدیاں پہلے ہوگذرے ہیں جن کا عقیدہ توحید پر تھا۔

کاہن اور کہانت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل کہانت کا عام رواج تھا (علم الغیب پر دسترس) حضور کی تشریف آوری کے بعد یہ باتیں اور علم باطل قرار دیئے گئے ہماری کتب تاریخ اور کتب ادب میں ایسی ان گنت روایات ہیں جن پر وہ پیشگوئیاں درج ہیں جو اس دور کے کاہنوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بارے میں وقتاً فوقتاً کی ہیں ان پیشگوئیوں کے متعلق چند ایک پیش خدمت ہیں لیکن ان کے ذکر سے پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ کاہن اور کہانت کی تشریح کر دی جائے۔

(۱) کہانت کس کو کہتے ہیں۔

(۲) کاہن کون ہوتا ہے۔

(۳) اسکے علم اور فراست کی کیا حقیقت ہے۔

جزیرہ عرب میں بسنے والے قبائل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے جاہل معاشرہ میں کاہنوں کا بڑا اہم مقام حاصل تھا۔ قبائل کے سردار اور علاقوں کے حکمران اپنے پیچیدہ معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لئے ان کو اپنا حکم تسلیم کرتے تھے ان کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوتا فریقین میں سے کوئی بھی فریق فیصلہ سے سرتابی کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ علامہ محمد فرید وجدی مصری۔ جن کا شمار عصر حاضر کے اکابر علماء اور محققین میں ہوتا ہے انہوں نے دائرۃ المعارف میں لقرق العشرین میں کہانت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اس غیب کے جاننے کے لئے جنوں کی خدمات حاصل کرنے کو کہانت کہتے ہیں یہ پیشہ اہل عرب میں بہت معروف ومشہور تھا جب کسی کو پیچیدہ مسئلہ پیش آتا اور وہ اس کی تہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتا اور مستقبل کے حالات پر مطلع ہونا چاہتا تو وہ شخص کسی کاہن کے پاس جاتا اور اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کرتا۔

جزیرہ عرب کے کاہنوں میں سے کاہنوں کا ایک جن ماتحت ہوا کرتا تھا جو کاہن کے طلب کرنے پر اس کے پاس حاضر ہو جاتا اور کاہن جس معاملے کے بارے میں اس سے استفسار کرتا وہ جن اس کو اس سے آگاہ کرتا۔ (دائرہ المعارف جلد ششم ص ۳۲۵)

علامہ فرید وجدی اس کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ امر بعید از عقل نہیں کیونکہ آج کل یورپ میں فوت شدہ لوگوں کی روحوں کو حاضر کرنے کا علم اہم علوم میں شمار ہونے لگا ہے اور یورپ کے ممتاز اور محقق سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر اس کی سچائی کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ اگر مرنے والوں کی ارواح کو حاضر کیا جا سکتا ہے تو حیات کو حاضر کرنا کونسا بعید از عقل ہوگا۔

امام نووی شارح مسلم نے کاہن اور کہانت کی جو تشریح کی ہے وہ مندجہ بالا وضاحت سے بھی زیادہ بصیرت افروز ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ۔

اہل یورپ کے نزدیک کہانت کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ کہ کوئی جن کسی انسان کے ماتحت ہو اور وہ ماتحت جن آسمانی باتیں چوری چھپے سن کر اپنے دوست انسان کو ان واقعات سے آگاہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد کہانت کی یہ قسم ختم ہوگئی۔

دوسری قسم وہ جن اپنے انسانی دوست کو ان واقعات سے آگاہ کرے جو کسی ملک یا علاقہ میں ظہور پذیر ہوئے ہوں یہ امر محال نہیں۔ وہ لوگ تھوڑے سے سچ کے ساتھ کئی سو گنا جھوٹ کی ملاوٹ کر دیتے ہیں اس لئے ان کی بات سننا اور اس کو سچ ماننا ممنوع ہے۔

تیسری قسم۔ یہ وہ لوگ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص قوت ودیعت کر دی ہوتی ہے لیکن یہ لوگ بھی سچ کی قلیل مقدار کے ساتھ جھوٹ کے انبار ملا دیا کرتے ہیں ایسی ہی ایک جھلک اس قسم کو عرافہ کہا جاتا ہے۔ جو اس فن کا ماہر ہوتا ہے اسے عراف کہتے ہیں اعراف وہ شخص ہے جو اسباب اور مقدمات کی مدد سے مخفی امور پر استدلال کرتا ہے وہ ان امور کو جاننے

کادعویٰ کرتا ہے۔(شرح صحیح مسلم ص ۲۷،۲۷۱)
تاج العروس لغت کی ایک مستند کتاب القاموس کی شرح ہے اس میں کہانت کی تشریح بایں الفاظ کی گئی ہے۔توشیح (لغت کی ایک کتاب) میں ہے کہانت کا مطلب علم غیب جاننے کا دعویٰ کرنا ہے۔ابن اثیر لکھتے ہیں کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو کائنات کے بارے میں مستقبل کی خبریں دے۔اور اسرار کے جاننے کا مدعی ہو۔عرب میں متعدد کاہن تھے جیسے شق، مطیح، اور ان کے علاوہ اور کئی ان کاہنوں میں سے بعض وہ لوگ تھے جو یہ گمان کرتے تھے۔ایک جن جس کو وہ اِئی بھی کہتے تھے ان کا تابع ہوتا ہے اور اسے خبریں پہنچاتا ہے اور ان میں سے بعض وہ تھے جو یہ خیال کرتے تھے وہ امور کے مقدمات اور اسباب کے واسطہ سے جان لیتے ہیں۔ سائل کی گفتگو سائل کے افعال اور اس کے حالات سے اور حقیقتِ حال سے مطلع ہو جاتے ہیں ایسے شخص کو خاص طور پر عراف کہا جاتا تھا حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس جاتا ہے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی جس نے کاہن کی بات کو سچا جانا اسی طرح ہر دقیق علم کے جاننے والے کو بھی کاہن کہتے ہیں۔
لغت عرب کی ایک دوسری کتاب لسان العرب کے مصنف تاج العروس علامہ ابن منظور کاہن کی مندرجہ بالا تشریح لکھنے کے بعد مزید لکھتے ہیں۔
ازہری فرماتے ہیں کہ رسول کریم کی بعثت سے پہلے کہانتہ کا رواج عام تھا جب حضور کو نبی بنا کر بھیجا گیا اور شہاب ثاقب سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا اور جنوں اور شیاطین کو آسمانی باتیں چوری چھپے سننے سے روک دیا گیا تو کہانت کا علم باطل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے کاہن کیساتھ کاہن کی کذب بیانی کا نام ونشان مٹا دیا اور اس کتاب نے حق و باطل کے درمیان تفریق کر دی اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے جو علوم غیب پر جتنا چاہا مطلع فرما دیا جس کے احاطہ سے کاہن عاجز آ گئے اس لئے آج کہانتہ کا وجود ختم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں کہ اس نے ہمیں قرآن کریم کے ذریعہ سے ان جھوٹے لوگوں سے مستغنی کردیا۔ (لسان العرب)

مختلف علماء اسلام اور ائمہ لغت نے کہانت اور کاہن کے بارے میں جو فرمایا ہے اس کا مطالعہ آپ نے فرمالیا اب ہم آپ کے سامنے علامہ ابن خلدون کی رائے پیش کرتے ہیں۔ جو ان امور کے بارے میں انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق مقدمہ تاریخ میں بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے وہ بحث متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس ساری بحث کا نقل کرنا ممکن نہیں اس لئے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

فرماتے ہیں نفوس بشریہ کے تین اصناف ہیں۔

پہلی صنف ان نفوس بشریہ کی یہ ہے جو اپنی ناقص طبیعت کے باعث روحانی ادراک تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں ان کی سرمدی تگودو حاصلِ تصور اور تصدیق کے علوم ہیں جن کی ابتداء بدیہات سے ہوتی ہے ان کے متعلق علامہ مذکور لکھتے ہیں۔

انسان کے بشری اور جسمانی ادراک کی سرحد عام طور پر یہاں آکر ختم ہوجاتی ہے۔

دوسری صنف ان نفوس بشریہ کی ہے جو اپنی فکری حرکت سے عقل روحانی تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور اس ادراک کے لئے وہ بدنی آلات کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ عقل روحانی کی پہنچنے کی جو استعداد ان کو ودیعت ہوتی ہے اسی کے بل بوتے پر وہ عقل روحانی تک رسائی حاصل کرتے ہیں ان کا دائرہ ادراک اولیاء سے آگے بڑھ کر مشاہدات باطنیہ کی فضاء میں مصروف پرواز ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ان علماء کی رسائی ہوتی ہے جو زمرہ اولیا میں سے ہوتے ہیں جو علوم لدنیہ اور مصارف ربانیہ کے وارث ہوتے ہیں۔

تیسری صنف ان نفوس بشریہ کی یہ ہے جو بیک وقت اپنی بشری جسمانیت اور روحانیت کے قفس سے آزاد ہوکر رفیقِ اعلیٰ کے ملائکہ میں شامل ہوجاتے ہیں اور انہیں ملاء الاعلیٰ کے مشاہد

کا شرف ارزانی سے ہو جاتا ہے۔

یہ نفوس انبیاء کرام کے ہیں جن کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت رکھی ہے کہ وہ نزول وحی کی حالت میں تمام بشری تقاضوں سے پاک ہو کر ملاء الاعلیٰ کے فیوضات سے سرشار ہوتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں اس کل الفلاح کی وجہ سے اس رفیق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس فطرت کے باعث جس پر ان کی آفرینش کی گئی ہے۔ جس میں کسی کسب اور فنی مہارت کا دخل نہیں وہ اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۱)

یہ لکھنے کے بعد علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں یعنی کہانت میں نفس انسانی کے خواص انسانی میں سے ایک خاصہ ہے کہ نفس انسانی میں جب یہ استعداد ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کر کے مقام روحانیت کی طرف پرواز کر سکے کیونکہ ان میں یہ استعداد ناقص ہوتی ہے اس لئے کبھی وہ صحیح نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور کبھی غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔

جس نفس بشری میں جامہ بشریت کو اتار پھینکنے کی قوت اور استعداد پائی جاتی ہے۔ جس سے وہ ان علوم تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اس قوت اور استعداد کو کہانت کہتے ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۷۵)

کاہنوں میں سے عہد جاہلیت سے شق بن انماء اور سطیح بن ماذن کو بڑی شہرت نصیب ہوئی ان کی حکایات میں سے یہ حکایت بہت مشہور ہے کہ انہوں نے ربیعہ بن نظر کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا تھا کہ یمن میں حبشیوں کی حکومت ہوگی ان کے بعد قبیلہ مضر حکمران ہوگا اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے اور آپ کے غالب آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی اسی طرح کسریٰ نے موبذان کو جب اپنا خواب سنایا تو اس نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس بھیجا کہ اس خواب کی تعبیر بتائے۔ سطیح نے اسے بتایا کہ تمہاری مملکت تباہ و برباد ہو جائیگی کہ نبی آخر الزمان کے نور نبوت سے ایک عالم منور ہوگا۔ یہ سارے واقعات

ایسے ہیں جو شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۹)

جن دو واقعات کی طرف علامہ ابن خلدون نے اشارہ کیا ہے کیونکہ ان میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور بعثت کے جانفزا مژدے ہیں اس لئے ہم مستند مورخین کی تصنیفات سے ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

مشہور سیرت نگار ابن ہشام اپنی سیرت نبویہ میں تحریر فرماتے ہیں اور امام ابو قاسم سہیلی نے سیرت نبویہ کی جو شرح روض الانف کے نام سے تحریر کی ہے انہوں نے حرف بحرف ابن ہشام کی روایت کی توثیق کی ہے اور اسکی شرح میں نقل کیا ہے۔

یمن میں تبع خاندان کے بعد ربیعہ بن نصیر یمن کا فرمانروا مقرر ہوا ربیعہ نے اپنے بعد فرمانروائی میں ایک خواب دیکھا جس نے اسے خوفزدہ اور پریشان کر دیا اس نے اپنے مملکت کے کاہنوں، جادوگروں، ماہرین نجوم اور اہل قیافہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور انہیں کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے سراسیمہ اور پریشان کر دیا مجھے اس کی تعبیر بتاؤ۔ انہوں نے کہا پہلے اپنا خواب بتائیں پھر ہم اس کی تعبیر بیان کریں گے۔ ربیعہ نے کہا مجھے اس طرح سے اطمینان نہیں ہوگا۔ اس نے کہا تم یہ بھی بتاؤ کہ میں نے خواب کیا دیکھا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ اس کی تعبیر ہے انہوں نے کہا اگر تم اپنا خواب بتائے بغیر اس کی تعبیر پوچھنا چاہتے ہو تو ہم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی قدرت رکھتا ہو اس وقت جزیرۂ عرب میں دو شخصیتیں ہیں جو بن بتائے تمہارے خواب کی تعبیر بیان کر سکتی ہیں وہ شق اور سطیح ہیں۔

شق بن انمار کا ایک فرد ہے اور سطیح کا تعلق قبیلہ غسان سے ہے۔ پس اس نے ان دونوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ سطیح شق سے پہلے پہنچا۔ ربیعہ نے اسے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوفزدہ اور پریشان کر دیا اور یہ بھی بتاؤ کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ اس کی تعبیر کی ہے۔ سطیح نے کہا میں آپ کی دونوں فرمائشیں پوری کرنے کے لئے

تیار ہوں خواب کے بارے میں اس نے کہا اے بادشاہ تو نے بھڑکتے ہوئے شعلے اور انگارے دیکھے ہیں جو تاریکی میں سے نکلے اور سرزمین تہامہ میں آگرے اور وہاں پر کھوپڑی والی چیز کو ہڑپ کر گئے۔

بادشاہ نے کہا۔ سطیح تو نے بالکل صحیح خواب بیان کیا ہے۔ اب اس کی تعبیر بتاؤ۔ اس نے کہا میں حلفیہ کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں حبشہ اتریں گے اور ابین سے لے کر حبرش تک قابض ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا اے سطیح تیرے باپ کی قسم یہ امر ہمارے لئے بڑا المناک ہے یہ کب ہوگا کیا میرے دور حکومت میں یا اس کے بعد۔ سطیح نے کہا تیرے عہد کے ساٹھ یا ستر سال کے بعد ان کی حکومت ختم ہو جائے گی اس کے بعد ان کو یمن سے جلاوطن کر دیا جائے گا اس نے پوچھا کون ایسا کرے گا اس نے جواب دیا ذی یزن کی اولاد میں سے جو عدن سے خروج کریں گے اور حبشہ میں کسی فرد کو یمن میں باقی نہیں رہنے دیں گے۔ ربیعہ نے پوچھا اسے کون ختم کرے گا۔ سطیح نے جواب دیا نبی زکی یا تیہ الوحی من قبل العلیٰ ایک نبی جو پاک نہاد ہوگا جس کی خداوند کریم کی طرف سے وحی نازل ہوگی۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کس قبیلہ سے ہوگا۔ سطیح نے کہا کہ وہ غالب بن فہر بن مالک کی اولاد میں سے ہوگا۔ اور اس کی قوم کی حکومت زمانے کے آخر تک باقی رہے گی۔ بادشاہ نے پوچھا زمانے کی انتہا بھی ہے۔ سطیح نے کہا بے شک وہ دن جب اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا نیکوکار اس میں سعادت مند ہوں گے اور بدکار شقی بدبخت ہوں گے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۸ مع الروض الانف بحوالہ ضیاء النبی اول ص ۲۷۴)

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں کہ سطیح نے لمبی عمر پائی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا واقعہ اس کی زندگی میں ظہور پذیر ہوا۔

اس رات کسریٰ نوشیروان نے دیکھا کہ اس کے قصر ابیض میں زلزلہ آیا ہے اور اس کے چودہ

کنگرے گر گئے اور ایران کے آتشکدے کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں بجھی تھی جب صبح ہوئی تو کسریٰ بیدار ہوا تو اس خوفناک خواب نے اس کا صبر و سکون چھین لیا اس کے باوجود اس نے شاہی دربار لگایا اور حسب سابق اپنا تاج سجا کر جلوس کیا جب اہل دربار جمع ہو گئے تو اس نے پوچھا تم جانتے ہو کہ آج میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ ابھی اس نے خواب سنایا تھا کہ اس کے پاس خط پہنچا کہ آتشکدے کی آگ بجھ گئی۔

حالانکہ جب سے اہل ایران نے آتش پرستی شروع کی تھی اس وقت سے آج تک کبھی آگ نہ بجھی تھی اسی اثناء میں ایران کے قاضی القضاۃ نے بھی اپنا خواب سنایا کہنے لگا میں نے خواب دیکھا ہے کہ آگے آگے سرکش اونٹ ہیں اور ان کے پیچھے عربی گھوڑے ہیں جنہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور ہمارے ملک میں پھیل گئے۔ کسریٰ نے پوچھا اے موبذان ان خوابوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے حاضرین نے کہا کہ ان خوابوں کی تعبیر سطیح کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا لیکن اس وقت وہ جاں بلب ہے پھر بھی سطیح نے کہا کہ اے عبدالمسیح جب تلاوت کثرت سے ہو جائے گی اور عصاوالا ظاہر ہوگا اور سماوا کی وادی بہنے لگی گی اور ساوہ کا بحیرہ خشک ہو جائے گا فارس کی آگ بجھ جائے گی شام سطیح کا نہیں ہوگا اور محل کے کنگرے گرنے سے بھی آگاہ کیا جب اس نے سنا کہ ہمارے خاندان کے چودہ بادشاہ اور ہوں گے تو اس کا خوف دور ہو گیا اور کہنے لگا اس کے لئے مدت درکار ہوگی حکومت طویل عرصہ تک رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بھی عجیب انداز ہوتے ہیں ان چودہ میں سے دس کی حکومتیں چار سال کے اندر ختم ہو گئیں اور باقی چار کا عہد حکومت حضرت عثمان کے عہد خلافت تک رہا کیونکہ آخری بادشاہ یزدجر آپ کے زمانہ میں مقتول ہوا اور تین ہزار ایک سو چونسٹھ سال حکومت کرنے کے بعد ایرانیوں کی

حکومت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ علامہ ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سطیح مکہ مکرمہ میں آیا اور قریش نے بطور امتحان اس سے مختلف سوال کیے اس نے انہیں صحیح جواب دیئے انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ آخر زمانہ میں کیا ہوگا تو اس نے کہا کہ۔

اللہ تعالیٰ نے جو مجھے الہام کیا ہے وہ مجھ سے لے لو اے گروہ عرب تم اب پیرانہ سالی میں ہو تمہارے پاس علم ہے نہ سمجھ۔ تمہاری اولادوں میں ارباب عقل وفہم پیدا ہوں گے جو طرح طرح کے علوم حاصل کریں گے بتوں کو توڑ دیں گے۔ عجمیوں کو قتل کر دیں گے اس نے مزید کہا کہ ابد تک رہنے والے کی قسم اس شہر سے ایک ہدایت یافتہ نبی ظاہر ہوگا جو لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرے گا۔ یغوث وغیرہ بتوں کا انکار کرے گا اور ان کی عبادت سے انکار کرے گا اور اس رب کی عبادت کرے گا۔ جو ایک ہے اس کے بعد اس نے کچھ اور بھی باتیں کیں۔ (سیرۃ النبویہ ابن کثیر اول ۲۱۹، ۲۲۱)

شبِ دیجور

اندھیری رات

وان کانو من قبل لفی ضَللٍ مبین

(آل عمران ۱۶۴)

اس سے پیشتر کہ اپنے رب کریم کی توفیق سے اس آفتاب عالمتاب کی تابانیوں کا ذکر کروں جس نے بلندیوں اور پستیوں کو بقعہ نور بنا دیا جس کی روشن کرنوں سے زمین کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس شب تاریک سے روشناس کراؤں جس میں کوئی فرد کوئی قبیلہ اور کوئی قوم بھٹک ہی نہیں رہی تھی بلکہ سارا عالم انسانیت اس کی شدید گرفت میں تھا اور آخری سسکیاں لے رہا تھا اور انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں تھا جسے فساد و آندھیوں نے تباہ و برباد نہ کر دیا ہو کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی گمراہی کے حالات بیان کرنے ممکن نہیں البتہ مختلف براعظموں میں پھیلی ہوئی گمراہی کے حالات بیان کرنے کی ایک جھلک دکھائی ہے تاکہ آپ ماہِ چہاردہم کے فیوض و برکات کا صحیح اندازہ لگا سکیں جس نے اس بدمست اور مدہوش مخلوق کو اپنی خوبیوں اور کمالات سے بے خبر اور بے بصر انسان کو بہرہ ور کیا تبھی آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ انسان کن پستیوں میں گر چکا تھا اس رحیم و کریم شان والے نے اس کو کہاں سے اٹھایا اور کن بلندیوں تک پہنچایا۔

وہ نفوس قدسیہ جو اپنے خالق و مالک کی وحدانیت کے پرچم لہرانے کے لئے اور چار دانگ عالم میں اس کی توحید کا ڈنکا بجانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اور انہی کو خدا کی الوہیت میں شریک ٹھہرایا گیا تو لوگ توحید کا سبق سیکھتے تو کس سے۔ اپنے پروردگار کے عقیدہ کا چراغ روشن کرتے تو کیونکر۔ چھٹی صدی عیسوی ایک ایسا دور تھا جب کائنات ارضی کے گوشہ گوشہ میں شرک اور بت پرستی کی بیماری ایک وبا کی صورت اختیار کر چکی تھی اور جب اللہ تعالیٰ کا رشتہ ہی اپنے رب سے ٹوٹ چکا تھا تو ان کی اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں جو تباہ کن اثرات رونما ہو چکے تھے ان کا تصور کر کے ہی سعید روحوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ساری انسانیت کے ہادی و رہبر قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کے نیّرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے حضرت آدم کی اولاد جس کو خلافت ارضی کی خلعت پہنائی گئی

تھی اور سر پر اشرف المخلوقات کا تاج پہنایا گیا تھا۔ جس کے علم کے بیکران کے سامنے نوری ملائکہ کو اعترافِ عجز کرنا پڑا تھا اور انہیں اس پیکر خاکی کے سامنے سجدۂ تعظیم بجالانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس آدم کی اولاد صرف خدا فراموش ہی نہیں بلکہ خود فراموش بن چکی تھی انہیں قطعاً یاد نہ رہا کہ وہ خلاقِ جہاں کی شانِ تخلیق کا شاہکار ہیں وہ چشم کائنات کی پتلی ہیں۔ مہر و ماہ، بحر و بر، فضائیں اور خلائیں، ان کے زیر نگین ہیں ہر چیز ان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ان کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کریں۔ عشق و محبت سے سرشار ہو کر اس کی بارگاہِ عظمت و کمال میں بے خودی سے اپنا سر جھکا دیں۔ ان کی زبان پر ہی نہیں بلکہ ان کا دل بھی سبحان ربی الاعلیٰ کے روح پرور کلمات سے اپنی بندگی، بے چارگی، بے کسی اور بے بسی کا اظہار کریں اس کی بجائے انہوں نے بتوں کو اپنا خدا اپنا معبود اور اپنا حاجت روا بنا لیا تھا۔ وہ بے جان پتھروں کے سامنے سجدہ ریز تھے کبھی درختوں کے ارد گرد طواف کناں ہوتے اور کبھی مہر و ماہ کی تابندگیوں کے لئے سراپا عقیدت بن جاتے الغرض انسان کی عزت کو اور اس کی خلعت کو تار تار کر دیا تھا اور اپنی بے نظیر اور بے مثال ظاہری اور باطنی خوبیوں کا جنازہ نکال دیا تھا۔ جو ان کے پیدا کرنے والے نے بڑی فیاضی سے انہیں مرحمت فرمائی تھیں اگر کسی ہستی کی طرف انہوں نے آنکھیں بند کر دی تھیں اور منہ پھیر لیا تھا تو وہ ان کا رحیم و کریم پروردگار تھا جس نے ان کو ان گنت احسانات و کرامات سے نوازا تھا۔

ان حالات میں قرآن کریم نے وان کانو من قبل لفی ضلٰلٍ مبین کے جامع الفاظ سے بیان فرمایا ہے یعنی اس نبی کریم کی آمد سے پہلے وہ سب کھلی گمراہی میں تھے۔

یہ دستور چلا آیا ہے کہ رات کے بعد سورج طلوع ہوتا ہے جو تمام جہان کو روشن کرتا ہے۔

اب سورج طلوع ہونے والا ہے۔

بُشراً بَینَ یَدیُ رَحُمَته .(اعراف ۵۷)

جس طرح شبِ تاریک کی ظلمت پر عالمِ افروز کی آمد کا مژدہ اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے اسی طرح طغیاں وعصیاں کی دریائے الٰہی کے جوش میں آنے اور کسی ایسے نفس قدسی کے دنیا میں جلوہ گر ہونے کی بشارت دیتی ہے۔ جو ایک اشارہ چشم ابرو سے عظیم الشان سلطنتوں کے تخت الٹ دیتا ہے جس کی زبانِ حقیقت ترجمان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ۔ کفر وطاغوت کی رگِ گردن کے لئے تیر ونشتر کا حکم رکھتا ہے۔ اور جو چشم زدن میں کارگاہِ حیات کا نقشہ بدل دیتا ہے۔ ہادیانِ منزل ومعرفت کی بعثت کا سلسلہ ابتدائے آفرینش کے ساتھ جاری ہوا تھا۔ خاکدانِ گیتی کا ہر گوشہ اور ہر چپہ ان نفوس قدسیہ کی نور کے ہدایت سے مستفیض ہوا آں تا کہ ۵۷۱ میں جب ابنائے آدم تذلل وتسفل کی انتہائی گہرائیوں میں گر چکے تھے جب خدا کے بندوں کی گردنیں اصنام واوثان کے سامنے سجدہ ریز تھیں جب حریت نفس اور آزادئ ضمیر کا خاتمہ ہو چکا تھا جب خدا کے بندے فسق وفجور میں مبتلا ہو کر خدا کے احکام سے غافل ہو چکے تھے جب انسانیت کبریٰ پر بہمیت ونفسانیت پوری طور پر غالب آچکی تھی اور جب اس خطہ پر جہالت وضلالت کی تاریکی پورے طور پر مسلط ہو چکی تھی۔ دنیا کا وہ سب سے بڑا ہادی اور خدا کا وہ برگزیدہ انسان مبعوث ہوا جس کی جبین تابناک سے نورِ حقیقت کی شعائیں نکل رہی تھیں جس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر قیصر وکسریٰ کے تخت لرز گئے جس کے فیضان نے ظلمت آباد ارضی کو بقعہ نور بنا دیا جس کے سرِ منزل شہود پر قدم رکھتے ہی استبداد واستعمار کی زنجیریں کٹ گئیں تمیز رنگ ونسل مٹ گئی انسانیت کا کھویا ہوا وقار قائم ہوا مخلوق خداوندی کی خداوندی کا خاتمہ ہو گیا جس نے چار سو گیتی میں یہ اعلان کر دیا کہ شاہی وخسروی وجہ امتیاز وافتخار نہیں بلکہ خدا کے نزدیک اسی کا رتبہ بلند ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑا ہو۔ عام اس سے کہ وہ افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا کا حبشی ہو یا یورپ کے کسی برفانی خطہ کا سفید فام انسان ہو یہود اسے دیکھ

کر بے اختیار پکار اٹھے کہ ابراہیم و موسیٰ کی دعائیں ممثل ہو کر اس کی شکل میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔

نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ کی بشارت مجسم ہو کر سالکانِ سالک شرک و ضلالت کی سر منزل سعادت و ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے جلوہ گر ہو گئی اہل دنیا جو صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر پریشان ہو رہے تھے اس کی طرف دوڑے بندوں کو عہد یاد آیا جو انہوں نے معبودِ حقیقی سے باندھا تھا اور دنیا کے در و بام اس نور ممثل کی روشنی میں جگمگا اٹھے۔

آج کا دن اسی فضل مجسم کے دنیا میں آنے کا دن ہے۔ جس کی شان رحمۃ للعالمین نے سیاہ و سفید کو اپنی آغوش میں پناہ دی جس کی رأفت و عطوفت کا ابر گوہر تمام دنیا پر برسا اور جنکے نور ہدایت سے ہر چھوٹا اور بڑا رہتی دنیا تک فیضیاب ہوتا رہے گا۔

الذی ردت الیہ شمس وانشق القمر
کان امیاً وعندہ ام الکتاب
والذی فی کفہ الکفار لما اصبرو
کلم الحصبا قالوا انھا شئی عجاب

طلوعِ آفتاب

ظہورِ قدسی

چرخِ کہن نے چمنستان عالم میں ہزاروں پھول کھلتے دیکھے ہزاروں کلیوں کو مسکراتے دیکھا کبھی خزاں کے تند و تیز جھونکوں تر و تازہ اشجار کو جڑ سے اجڑتے دیکھا کبھی موسم بہار کی آمد آمد کے ڈنکے بجتے سنے کبھی بادِ صرصر کی صدائیں گونجتیں تو کبھی بادِ نسیم کی سحر کاریاں دیکھیں جب کبھی تاریکی نے آنکھیں دکھائیں تو اک نور چمکا اور ان تاریکیوں کو روپوش ہونے پر مجبور کر دیا جب کبھی کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں فضائے عالم پر مسلط ہوئیں تو کوئی رسول مینارہِ نور بن کر آیا۔ حسب ضرورت قوم و ملت کی رہنمائی کی، کوئی صاحب خلق عظیم اور معلم اخلاق بن کر آیا اور کوئی رعب و ہیبت حق سے متصف ہو کر جلوہ افروز ہوا کوئی میدانِ شجاعت میں سر بلند تو کوئی صبر و توکل کا درس دینے والا آیا۔ کوئی تختِ شاہی پر تاج وقار سجائے نظر آیا تو کوئی زہد و قناعت کے فرش پر جلوہ گر دیکھا گیا۔ کسی کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا تو کسی کی خوش کلامی اور فصاحت و بلاغت کے خطبے پڑھے گئے مگر چرخِ کہن کی آنکھیں مضطرب، شمس و قمر، رات اور دن، گردش میں مصروف، کسی اور ہی نبی باکمال کی منتظر تھیں جس میں یہ تمام خصوصیات بدرجہ اتم و اکمل وعلیٰ موجود ہوں اور کوئی ایسی صفت باقی نہ رہے جو سابقہ انبیاء و مرسلین میں اس سے پیشتر پائی جاتی وہ جب یہ گردش کرتے کرتے تھکنے ہی والے تھے کہ ان کی مراد بر آنے کا وقت آ گیا۔

ازل کے روز جس کی دھوم تھی وہ آج کی شب تھی
جو قسمت کے لئے مقسوم تھی وہ آج کی شب تھی

ادھر سطح فلک پر نیلگوں چادر جس میں ہزاروں روشن ستارے ٹانکے گئے تھے ان آبدار موتیوں کی جھالر اور شامیانہ آسمان میں بڑی دلکش معلوم ہو رہی ہے۔ ادھر فرشِ زمین پر چاند کی روشنی

اور چاندنی بڑی صفائی سے بچھائی گئی ہے اور دریاؤں کی روانی نسیم صبح مست سہانی کچھ عجیب سماں پیدا کر رہی ہے اچانک غلغلہ بلند ہوا ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا۔ لوگو۔ صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا دیکھو وہ آج طلوع ہونے والا ہے۔ وادی مکہ کے سناٹے میں یہ آواز گونجی سب حیران یہ ماجرا کیا ہے کس کا اشارہ تھا کون آ رہا ہے۔ سونے والو جاگو، اٹھو آنے والا آ رہا ہے، رحمت کی برکھا آ گئی، نور کے بادل چھا گئے دور دور تک نور کی بارش ہو رہی ہے۔ چاندنی چٹک رہی ہے۔ حد نظر تک نور کی چادر تنی ہے۔ عجب سماں ہے، عجب منظر ہے، ایسا منظر تو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جدھر دیکھو نور ہی نور ہے جدھر دیکھو بہار ہی بہار ہے۔ مسرتیں پھوٹ رہی ہیں رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں ذرے ذرے پر مستی چھائی ہوئی ہے ہاں یہ اجلا اجلا آسماں یہ مہکی مہکی فضائیں جھوم جھوم کر حسن بہاراں کے گیت گا رہی ہیں۔

ادھر سطح فلک پر چاند ستارے رقص کرتے تھے
ادھر روئے زمین پر نقش بنتے تھے سنورتے تھے
سمندر موتیوں کو دامنوں میں بھر کے بیٹھے تھے
جبل لعل و جواہر کو مہیا کر کے بیٹھے تھے
زمرد وادیوں میں سبزہ بن کر ہر طرف بکھرا
ہوئی بارانِ رحمت ہر شجر کا رنگ رخ نکھرا
ہوائیں پے بہ پے ایک سرمدی پیغام لاتی تھیں
کوئی مژدہ تھا جو ہر گوش وگل میں کہہ سناتی تھیں

نسیمِ بہار چلی، شاخ شاخ سے گلے ملی گل فرط محبت اور مسرت پھولے نہ سمائے اور کلیوں کی چٹک سے الصلوٰۃ والسلام کی آواز آئی۔ فاختہ صدائے کوکو چھوڑ کر منتظر تھا۔ بلبل ناشاد کے دن پھرے اور پھر آسمان اور اس میں بسنے والے، زمین اور اس میں بسنے والے آسمان کے چاند

ستارے چمنستان ارضی کے سب نظارے رسول اللہ کے استقبالی پروگرام کے تحت بن سنور گئے تو

بجائی بڑھ کے اسرافیل نے پر کیف شہنائی
ہوئی فوجِ ملائک جمع زیرِ چرخ مینائی
ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارہ خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

سردارِ ملائکہ سدرہ سے چلے، قدسیوں نے مبارکباد دی روح الامین نے بامِ کعبہ پر ایک علم نصب کیا حورانِ بہشت نے حضرت آمنہ کو اپنی آغوش میں لے لیا ایک جام سرد و شیریں پینے کو دیا حوران بہشت نے بصد آداب یوں عرض کی۔

اظهر یا سید المرسلین۔ اے انبیاء کے سردار تشریف لائیے
اظهر یا رحمة للعالمين۔ اے عالمین کے لئے رحمت جلوہ فرمایئے
اظهر یا خاتم النبیین۔ اے انبیا کے ختم فرمانے والے بے نقاب ہو جایئے
اظهر یا رسول رب العالمین۔ اے رسول رب العالمین تشریف لایئے

فظهر رسول الله بدر المنير

بصد ہزاروں عز و شان ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی کو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ جبل و اشجار نے کھڑے ہو کر تعظیم دی۔ محرابِ کعبہ نے سر جھکا کر تسلیم کی۔ حطیم نے بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ ابرِ رحمت نے سایہ کیا ندیاں شوق دیدار میں درود پڑھنے اتریں۔ مچھلیوں نے سورہ نور ورد زباں کی وحوش وطیور نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ ملائکہ نے اہل زمیں کو مبارکباد دی گھر گھر شادی کی دھوم ہر طرف مبارکبادی کی دھوم در و دیوار سے صلوٰۃ والسلام کی صدائیں بلند ہوئیں۔

مبارکباد دیتی ہے زمیں بھی آسمانوں کو
فرشتے لے اڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
رسول اللہ کی جب شان کے جلوے نظر آئے
مبارکباد دینے کو فرشتے بھی اتر آئے

اے مدینے کے تاجدار سلام
اے غمگساروں کے غمخوار سلام
تری اک اک ادا پہ اے پیارے
سرور دین و دنیا سلام
رب سلّم کے کہنے والے
جان کے ساتھ ہوں سلام
میری بگڑی بنانے والے
بھیج اے پروردگار سلام
اس جواب سلام کے صدقے
تا قیامت ہوں بے شمار سلام
عرض کرتا ہے یہ حسن تیرا
تجھ پہ خلد کی بے بہار سلام

طارق سلطان پوری ولادت کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

آسمان دنیٰ فتدلیٰ کا چاند
رشکِ خورشید فرخ فاوجی کا چاند
روز و شب سعد پر نور اسریٰ کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

آفتاب آمنہ کا حلیمہ کا چاند
آسماں جاہِ معمار کعبہ کا چاند
خادمِ کعبہ سردار مکہ کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ولادتِ باسعادت

وقتِ ولادت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبداللہ کے مکان میں رونق افروز تھیں حمل کا اظہار کسی پر نہ ہوا۔ غیر تو غیر خود حضرت آمنہ خاتون کو بھی محسوس نہ ہوا آپ نے بشارت جلیلہ سے جانا کہ میں حاملہ ہوں اس طرح ان کے رب نے حیا والے رسول کی والدہ ماجدہ کی پردۂ رحمت سے پردہ پوشی فرمائی۔

آپ وقت ولادت بالکل تنہا تھیں گھر میں کوئی نہ تھا آپ کی خواہش تھی اس وقت عبد مناف کی بیٹیاں ہوتیں تو اچھا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد کے لئے اہل جنت سے حورانِ بہشت کو بھیجا۔ (علامہ ابن جوزی بیان میلاد النبی) کہ اس رب کریم نے اپنے محبوب کی والدہ ماجدہ کو کسی عورت کے سامنے بھی بے ستر نہ ہونے دیا۔

حضور ناف بریدہ، ختنہ شدہ طاہر و مطہر پیدا ہوئے اس لئے کہ حیا والے رسول کو کوئی بے ستر نہ دیکھ لے۔

بعد ولادت ایک فرشتہ آیا اور آبِ رحمت ساتھ لایا پھر تین بار غسل دیا اور پارہ حریر سے ایک مہر بشکل بیضہ کے اور چمک میں مانند زہرہ کے تھی نکال کر دونو شانوں کے درمیان ثبت کی (دلائل النبوہ ابونعیم)

اگر دایہ غسل دیتی تو حضور کا بے ستر ہونا یقینی تھا اس لئے فرشتے نے غسل دیا۔

حضور پر نور کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں جب حضور پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا حضور سجدے میں ہیں پھر ایک سفید ابر آیا اس نے آکر حضور کو ڈھانپ لیا جب پردہ ہٹا تو میں نے دیکھا کہ حضور روئی کے ایک سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں ہیں سب پر حضور نے قبضہ کرلیا دوسری روایت میں یوں ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ولادت کے وقت جو کلمہ زبان سے نکلتا تھا یہ تھا اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً سبحان اللہ بکرۃً واصیلا۔ وقت ولادت آپ نے خدا کو سجدہ کیا اور انگشت مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ. بعض روایت میں آیا ہے۔ رب ھب لی امتی

(قسطلانی ابونعیم بحوالہ نقوش رسول جلد ۳ ص ۵۳۲)

ولادت شریف کے بعد

آپ کی تشریف آوری سے برسوں کی ہتھکڑیاں کٹ گئیں صدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ گھٹی گھٹی فضائیں بدل گئیں، مندی مندی آنکھیں روشن ہو گئیں، بجھی بجھی طبیعتیں سنبھل گئیں رندھی رندھی آوازیں کھٹکھٹانے لگیں۔ ڈوبتے ہوئے ابھرنے لگے۔ سہمے ہوئے چہکنے لگے، روتے ہوئے ہنسنے لگے، صدیوں سے پسے ہوئے سرفراز ہونے لگے، خون کے پیاسے محبت کرنے لگے، ہارنے والے جیتنے لگے، بکھرے ہوئے خیال یکجا ہونے لگے، منتشر قوتیں سمٹ گئیں۔ ضعیف و ناتواں ایک قوت بن کر ابھرنے لگے اور دنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان احسن تقویم میں بنایا گیا۔ اشرف المخلوقات کے منصبِ عالی پر فائز کر کے خلافت الٰہیہ سے سرفراز فرمایا گیا۔ زندگی نے ایسا سنگھار کیا کہ سب جھانکنے لگے سب تکنے لگے سب بلائیں لینے لگے سب آرزوئیں کرنے لگے سب تمنائیں کرنے لگے وہ کیا آئے کائنات کا ذرہ ذرہ دلکش و دلربا نظر آنے لگا۔ آج ایسا حسین انقلاب آیا کہ دنیا میں اس سے پہلے کبھی بہار نہ آئی تھی۔ دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی ایسا حسین حسن تو کبھی نہ دیکھا تھا آپ کی آمد کے صدقے سارا جہاں معطر ہو گیا۔ بھینی بھینی خوشبوئیں دل لبھانے لگیں دل کی مرجھائی کلیاں کھل اٹھیں۔ آرزوؤں کے آنگن میں سویرا ہوا۔ عربی، عجمی، رومی، شامی، عراقی، سب ایک ہی لڑی میں پروئے گئے۔ بکھرے دانوں کو یکجا کر کے ایک پیاری مالا (ملت واحدہ) بنا دی۔ ظہور حضور

سے کائنات کی حالت یکسر بدل گئی۔ محکوم حاکم بن گئے۔ گداگر شاہ بن گئے۔ فقیر سلطان بن گئے، راہزن رہبر بن گئے، ذرے آفتاب و ماہتاب بن گئے، قطرے گوہر نایاب بن گئے، ادنیٰ اعلیٰ بن گئے، مردے زندگی پا گئے، الغرض آپ کے ظہور پُرنور پر سب کے بخت جاگ اٹھے۔

وہ آئے روشنی بن کر شبستانِ محبت میں
اندھیرا ہی اندھیرا تھا اجالا ہی اجالا ہے

خوش قسمت دایہ

قریش کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچے کو کسی بدوی خاندان میں ایام رضاعت گزارنے بھیج دیا کرتے تھے ان کے خیال میں جو بچے اس طرح پرورش پاتے ہیں وہ جوان ہو کر شجاعت اور بہادری میں یکتا ہوتے ہیں۔ عربی زبان اور عربی لہجہ، فصاحت و بلاغت میں ماہر ہوتے ہیں۔ یہ رسم قریش میں ایسی جاری اور رائج ہوئی کہ اب ہر سال موسم ربیع میں طائف کی دایہ عورتیں خود آتیں اور شیر خوار بچوں کو ساتھ لے جا کر پرورش کرتیں چنانچہ اس سال بھی قبیلہ بنی سعد سے دس عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ طائف سے چلا حلیمہ سعدیہ بھی اپنی لاغر اونٹنی پر خالقِ کائنات کے سہارے قافلے کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ بادِ خزاں کے تیز جھونکے درختوں کی پتی پتی کو مرجھا کر گزر رہے تھے مگر حلیمہ کی خوش آئند زندگی اور شاندار مستقبل پر اثر انداز ہونا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ مایوس چلی جا رہی تھی مگر قسمت نازاں تھی کہ حلیمہ اس گوہر بے بہا کو حاصل کرنے جا رہی تھیں جو آگے جانے والوں کو نہیں مل سکتا وادی مکہ میں قافلہ اترا۔ دایہ عورتیں اپنے نونہالوں کو شوہروں کی آغوش میں دیکر زرداروں کی جھولیوں کی طرف لپکیں اور

امیروں کے بچوں کو حاصل کر لیا مگر حلیمہ شہنشاہ حقیقی کے دربار میں حاضر ہوئی اور سنگِ اسود کو بوسہ دیکر عرض کی اے خالق و مالک سب اپنی آرزوؤں اور امیدوں کو لے کر امیروں اور دولتمندوں کے درباروں میں گئیں اور اپنی آرزوں کے پھل حاصل کر کے لوٹیں اور میں تیرے حضور حاضر ہوں یں اپنی خواہش کو تیرے پاس لائی ہوں تو دانائے غیوب ہے۔ رحیم و کریم ہے تو اپنی رحمت سے میرے دامن کو بھر دے۔

ادھر عرض کی اور اُدھر قبول ہوئی حضرت عبدالمطلب آتے ہیں اور حلیمہ سے فرماتے ہیں اے حلیمہ تیرا گوہر مقصود میرے پاس ہے۔ حضرت حلیمہ خوشی سے پھولی نہ سمائی جب دولت کدہ آمنہ پر پہنچی حضرت آمنہ نے اس درِ یتیم کو جس کے حضور قبولیت خود مرادیں مانگنے آتے حلیمہ کی آغوش میں دے دیا۔ حلیمہ نے رخِ انور سے چلمن ہٹائی تو سرکار نے چشم حق کھولیں ایک نور آسمان کی طرف بلند ہوتا نظر آیا حلیمہ کی نظر جب اس منبع نور پر پڑتی ہے۔ ساری کلفتیں راحت میں بدل جاتی ہیں۔

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حلیمہ اپنی متاعِ جاں نوا پر جان نچھاور کرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ نصیب جاگ اٹھتا ہے قسمت رقص کرتی ہے۔ خشک چھاتیاں دودھ کی نہریں بن کر نکلتی ہیں آپ پہلے سیدھی چھاتی سے دودھ پلاتی ہیں سرکار شرف قبولیت سے نوازتے ہیں جب بائیں چھاتی منہ میں دیتی ہیں تو سرکار بنظر انصاف منہ پھیر لیتے ہیں جب کئی بار ایسے ہوا تو حلیمہ حیران اور پریشان ہو گئیں کہ سب بچے دونوں چھاتیوں سے دودھ پیتے ہیں اور یہ دوسری چھاتی سے منہ کیوں نہیں لگاتے غیب سے آواز آتی ہے اے حلیمہ پریشان نہ ہو ہمارے محبوب منصف مزاج ہیں داہنا اپنے لئے پسند فرمایا اور بایاں تمہارے لڑکے کیلئے چھوڑ دیا۔

بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

یہ مبارک قافلہ پڑاؤ سے چلا۔ جدھر سے گذرتا سنگ و شجر سلام علیک کہتے جو بکریوں کا گلہ ادھر سے گذرتا حضور کو سلام کرتا اور سجدہ کرتا یہاں تک کہ قافلہ منزل مقصود کو پہنچا رات کا وقت تھا۔ حلیمہ نے چاہا چراغ روشن کریں مگر گھر میں اس وقت تیل نہ تھا دائی حلیمہ خود تو اندھیرے کی عادی تھیں فکر حضور کی تھی خیال گذرا کہ کہیں تاریکی میں ڈر نہ جائیں حلیمہ نے بستر لگایا اور حضور کو لیکر لیٹ گئیں جیسے ہی چہرہ سے کپڑا ہٹایا سارا گھر نور سے معمور ہو گیا۔ پھر تو حلیمہ کو اپنے گھر چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی جب آفتابِ آسمانی اپنا منہ چھپاتا ماہِ مدینہ اپنے نور سے سارے گھر کو منور کر دیتا۔ ایک ہمسائے نے دریافت کیا کہ اے حلیمہ تیرے گھر رات بھر آگ جلتی ہے یا چراغ جب بھی میری آنکھ کھلتی ہے تو تیرے گھر کو روشن پاتی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ تو نے آگ اور چراغ میں ایسی روشنی دیکھی ہے جیسے میرے گھر میں ہوتی ہے خدا کی قسم یہ پیاری روشنی آمنہ کے لعل کے چاند سے چہرے کی ہے۔ جس سے میرا گھر ہر وقت روشن رہتا ہے جب صبح ہوئی تو حلیمہ اور ان کے بچے حضور کے جاگنے کے منتظر رہتے حضور کبھی نہ سوتے صرف آنکھ سوتی تھی واللہ حضور اگر سو جاتے تو کائنات عالم سو جاتی پھر کبھی اسکی صبح نہ ہوتی حلیمہ کی عادت تھی کہ حضور جب تک جاگ نہ جاتے اور اپنی مسکراہٹ سے اجازت نہ دیتے تو وہ کسی قسم کے کام کو ہاتھ نہ لگاتیں کبھی دیر تک حضور آرام فرماتے تو حلیمہ جگانے کی کوشش نہ کرتیں خود جاگ جانے کی منتظر رہتیں اور جب ان چشمان حق کی کیفیت اور دلنواز مسکراہٹوں سے محظوظ ہونا چاہتیں تو انہیں لوریاں دیکر جگاتیں۔ لوری کبھی

عربی میں ہوتی تھی ہم بچپن میں اس کو پڑھا کرتے تھے اب اردو میں ہوگئی ہے۔
عربی کی لوری یہ تھی

نقم قم یا حبیبی کم تنامی
طالب المولیٰ لاینام
نقم قم یا حبیبی کم تنام

اب اردو کی لوری یہ ہے۔

میرے لاڈلے دلربا جاگو جاگو — محمد رسول خدا جاگو جاگو
ذرا آنکھ کھولو تو لے لوں بلائیں — کروں جاں تم پر فدا جاگو جاگو
سنا میں نے مرغِ سحر کی آذاں سے — نکلتا ہے صلی علیٰ جاگو جاگو
بکھیرے ہیں سبزے نے شبنم کے موتی — ہے اٹھکیلیاں جاگو جاگو
کیا کرتے ہو خواب میں کس سے باتیں — مخاطب ہے کبریا جاگو جاگو
نکل آیا ہے شوقِ زیارت سے سورج — ہوئی صبح اے مصطفیٰ جاگو جاگو
پیو دودھ دایہ کی گودی میں بیٹھو — اٹھو میرے مشکل کشا جاگو جاگو
ہٹا ہے جو روئے روشن سے پردہ — چمکتا ہے نورِ خدا جاگو جاگو

رحمۃ للعالمین آئے

خلیق آئے کریم آئے رؤف آئے رحیم آئے
کہا قرآن نے جس کو صاحب خُلق عظیم آئے
مبارک ہو زمانے کو ختم المرسلین آئے
سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمین آئے

(جگن ناتھ آزاد)

رحمۃ للعالمین کیا آئے دنیا میں بہار آئی۔ دماغوں میں بہار آئی، روحوں میں بہار آئی، علم وحکمت میں بہار آئی، تہذیب وتمدن میں بہار آئی، عقل وخرد میں بہار آئی، غنچوں میں، کلیوں اور پھولوں میں بہار آئی، فضاؤں میں، خلاؤں میں، ہواؤں میں بہار آئی۔ بیابانوں، ریگستانوں اور پہاڑوں میں بہار آئی، دریاؤں میں، صحراؤں میں، مرغزاروں اور آبشاروں میں بہار آئی، گلستانوں میں بہار آئی، زمینوں میں آسمانوں میں بہار آئی، سورج اور چاند ستاروں میں بہار آئی، مچلتی بہاروں میں، رنگین موسموں میں بہار آئی، حسین وجمیل وادیوں میں بہار آئی، لہلہاتے کھیتوں گنگناتی ندیوں میں بہار آئی یہ مٹکتے ہوئے رقصاں پرندوں، یہ سرسبز وشاداب پہاڑوں میں بہار آئی، لالہ وگل کی رنگینیوں میں بہار آئی، کوہسار اور مرغزار کی شادابیوں میں بہار آئی، نجوم وکہکشاں کی تابناکیوں میں بہار آئی، مہر درخشاں وماہتاب تاباں میں بہار آئی، بلکہ یوں کہیئے کہ

بہار اندر بہار آئی

کیونکہ حضور کے دامنِ رحمت سے کوئی خالی نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور کی رحمت کا محتاج ہے اور یہ سب رحمۃ للعالمین کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

دیگر انبیائے کرام تشریف لائے قوم نافرمان ہوئی تو انہوں نے بد دعا کی نوح علیہ السلام نے بد دعا کی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اے اللہ ان کافروں میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑ۔ اگر ان میں ایک بھی باقی رہ گیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی نافرمان فاجر اور فاسق پیدا ہوگی۔ پوری قوم سوائے چند افرادِ مومنین کے سب غرق ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بد دعا کی اے اللہ ان لوگوں کو ان کے مال ومتاع کو مٹا دے ان کے دل سخت کر دے تاکہ یہ ایمان نہ لا سکیں اور دردناک عذاب کا مزہ چکھیں۔

لیکن رحمۃ للعالمین کو طائف کے بازاروں میں ستایا گیا اوباش لڑکوں سے پتھر برسا کر پنڈلیاں

مبارک زخمی کردی گئیں۔لیکن زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے

اللھم اھد قومی انھم لا یعلمون.

دعا مانگی ایسی قوم کو چشمِ بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نورِ ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو
بے چارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
الٰہی فضل کر کوہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمیوں پر

(حفیظ جالندھری)

لیکن احد کے دن جب کافروں کی یلغار نے آپ کے سر مبارک پر پتھر برسائے صحابہ کرام نے آپ کو حصار میں لے رکھا تھا پھر بھی ایک پتھر آپ کے سر مبارک پر لگا سر پھٹ گیا لہو جاری ہو گیا اور آپ کے خود کی کڑیاں اندر دھنس گئیں دانت مبارک شہید ہو گیا آپ نے ایک صحابی حضرت سعد بن وقاص سے فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ کڑیاں کھولدو۔ حضرت سعد نے دانتوں سے پکڑ کر کڑیاں کھینچ لیں لیکن ساتھ ہی اپنے دانت بھی قربان کر دیئے۔ان حالات میں حضور نے نہایت حسرت سے فرمایا بھلا وہ قوم کب فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کرے۔اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی فوراً جبریل تشریف لائے ارشاد خداوندی ہے۔ فرمایا! خبردار میں نے اپنی ساری خدائی تیرے حوالے کی اور تجھے پورا اختیار بھی دیا لیکن بددعا کا اختیار نہیں دیا۔صبر کرو جس طرح پہلے پیغمبروں نے صبر کیا۔ میں نے تیری امت کو قیامت تک باقی رکھنا ہے ان سے کام لینا ہے تیری امت نے تیرا مشن پورا کرنا ہے اگر بددعا کرو گے تو سب دنیا ہلاک ہو جائے گی۔ پھر میرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے

گا اس وقت جو لوگ اسلام نہیں لائے بعد میں ان کی اولادیں اسلام لائیں گی اور قیامت تک ان کے نام سورج کی طرح چمکتے رہیں گے۔ یہ ہیں رحمۃ للعالمین کی چند جھلکیاں۔

کفار مکہ بیت اللہ شریف کی دیواروں اور غلاف پکڑ کر اپنے رب کو چیلنج کرتے ہیں۔

ترجمہ: اگر یہ نبی تیری طرف سے سچا بھیجا گیا ہے تو پھر برسا پتھر آسمان سے یا لے آ عذاب۔

ہم پر لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب پھر بھی نازل نہ فرمایا۔ اس لئے کہ اے محبوب آپ ان میں چل پھر رہے ہیں۔ میں آپ کی موجودگی میں ان لوگوں کو عذاب نہیں دوں گا۔ یہی نہیں بلکہ قیامت کے دن حکم ہوگا کہ ابلیس کو پابجولاں حاضر کرو۔ چنانچہ ابلیس لعین کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا حاضر کیا جائیگا تخت ربوبیت سے دائیں طرف مقام محمود پر حضور بھی تشریف فرما ہوں گے۔ ارشاد ہوگا۔ ابلیس بتا میں تجھے کیا عذاب دوں۔ ابلیس کہے گا اے رب ذوالجلال تجھے اختیار ہے لیکن اس وقت تو مجھے عذاب نہیں دے سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ تیرا حکم ہے۔ جہاں میرا محبوب ہوگا وہاں عذاب نہیں ہوگا۔ تیرا محبوب رحمۃ للعالمین یہاں موجود ہے اس کی موجودگی میں تو مجھے عذاب نہیں دے سکتا۔ ابلیس لعین بھی رحمۃ للعالمین کی پناہ میں آتا ہے اور وہ بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت سے باہر نہیں ہے وہ بھی شامل ہے آگے اللہ بے نیاز ہے

و بفصل اللہ ما یشاء اب ہم آپ کو کتاب رحمۃ للعالمین سے ایک ورق پیش کرتے ہیں۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

اس آیت مبارکہ میں العالمین کا لفظ آیا ہے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر آٹھ دفعہ یہ لفظ آیا ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ذکر للعالمین قرآن پاک ہے۔ مبارک للعالمین بیت المقدس و مسجد حرام ایات للعالمین کشتی نوح، اصحاب نوح، حضرت مریم و حضرت ابن مریم ان سب کو العالمین کہا گیا ہے۔ اور لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہی ہے۔ حضور کے سوا کسی دوسرے کے لئے نہیں ہوا ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ان

رحمتی وسعت کل شیء (اعراف)

میری رحمت ہر شے سے زیادہ وسیع ہے پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کون کون سے عالم آتے ہیں۔ عالم واحد، عالمین تثنیہ، عالمین جمع دو سے اوپر۔ جیسا کہ عالم علوی عالم سفلی، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت، عالم وجد، عالم جذب، عالم شباب، عالم پیری، عالم عبادات، اس عالم میں انسان، جن، فرشتے سب آتے ہیں۔

عالم حیوانات، ایک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک یہ سب عالم حیوانات میں شمار ہوتے ہیں۔

عالم نباتات، چھوٹی بوٹی اور جڑ سے لیکر بڑے بڑے درخت یہ سب عالم بناتات میں شمار ہوتے ہیں۔

عالم جمادات، اس عالم میں چھوٹی کنکری سے لے کر بڑے بڑے پہاڑ یہ سب عالم جمادات میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم ناسوت، اس عالم میں ہر انسان حیوان چلنے پھرنے والا عالم ناسوت میں شمار ہوتا ہے۔

عالم ملکوت۔ یہ فرشتوں کا عالم ہے۔

عالم جبروت۔ یہ عالم ان فرشتوں کا ہے جن کی ڈیوٹی آسمان سے زمین تک رہتی ہے۔

عالم لاہوت۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خاص فرشتے اللہ کے حضور ہر وقت حاضر رہتے ہیں اور جنہوں نے عرش عظیم بھی اٹھا رکھا ہے۔

گویا یہ جتنے بھی عالم درج بالا شمار کیے گئے ہیں ان سب کے حضور رحمۃ للعالمین ہیں بلکہ مجسمہ رحمت ہیں جن عالمین کے حضور رحمت ہیں ان عالمین کے لئے رسول بھی ہیں۔

حضور رحمۃ للعالمین اہل عالم بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ فلاح، خیر وصلاح، عروج و ارتقاء صفا و بہا کیلئے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزشِ طبع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔ جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو جس نے دل کو پاک روح کو روشن، دماغ کو درست اور طبع کو ہموار بنایا ہو جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔

جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج وراحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفانِ ربانی کی سیر کرائی ہو۔

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوبانی، بھیڑیوں کی گلہ بانی، رہزنوں کو جہانبانی، غلاموں کو سلطانی اور شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔

جس نے خشک میدان میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں، قوم کا دردمند ہو جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

وہ غیرب کا محسن، مسکین کا ساتھی، شاہوں کا تاج، آقاؤں کا آقا، غلاموں کا محسن، یتیموں کا سہارا، بے آسروں کا آسرا، بے خانماؤں کا ماویٰ، دردمندوں کی دوا، چارہ گروں کا دردمند، مساوات کا حامی، اخوت کا بانی، محبت کا جوہری، اخلاص کا مشتری، صدق کا منبع، صبر کا معدن،

خاکساری کا نمونہ، رحمت ربانی کا پتلا، اولین انسان، آخرین رسول اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور اور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا اور ادعونی استجب لکم قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لئے رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں عداس نینوائی، بلال حبشی، سلمان فارسی، حبیب رومی، ضماد ازدی، طفیل دوسی، ذوالکلاع حمیری، عدی طائی، اثامہ نجدی، ابوسفیان اموی، ابوذر غفاری، ابوعامر اشعری، کرز فہری، ابو حارث مصطلقی، سراقہ مدلجی پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟

اس کے دربار میں عبداللہ بن سلام بھی موجود ہیں۔ نسب عالی سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے قومی وجاحت پر نظر کرو تو یہود ان بنو قریظہ و بنو قینقاع و بنو نضیر و فدک کا بچہ بچہ انہیں خیرنا خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے۔ فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو۔ کہ ربیون اور احبار سیدنا وابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں یہی بزگوار اور دربار محمدی کے صف نعال میں جا گریں ہے اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے۔ تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے۔ بیٹھ گئے۔

اسی دربار میں سلمان فارسی بھی موجود ہے فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا جو زرتشی مذہب کو چھوڑ کر عیسائی بنا پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا اب تو دل و جان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا فرش

بنا چکا ہے۔ اگر کوئی شخص ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں۔ سلمان بن اسلام بن اسلام اسی طرح ستر بار کہتے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید حاضر ہے بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اسکی ازدیاد غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے لیکن رحمت عالم کی انکساری نے اس دل کو بھی فتح کر لیا ہے۔ وہ خود ہی کھچا کھچا چلا آتا ہے اور لات وعزی کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اس مجلس میں ذوالبجادین بھی موجود ہے جو گھر بار اور اہل وعیال کو چھوڑ کر آیا ہے کمبل کا تہ بند کمبل کا کرتہ جس پر ببول کے کانٹوں کی بخیہ گری کر رکھی ہے۔ زیبِ تن ہے۔ فرطِ شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ شاہِ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔ رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے رسوم کی زنجیروں اور اندھی تقلید کی بیڑیوں اور آبائی مراسم کی ہتھکڑیوں سے انسان کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ نے حضور کے ان کارناموں کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔ بوجھ اتار دیئے اور زنجیر وطوق کو ان سے اتار کر دور پھینک دیا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے رہزنوں کو چوبانی اور بادشاہوں کو اخوانی سکھائی اور غلاموں کو سلطانی دی۔

ہاں وہ رحمۃ للعالمین ہے جس نے شمالی عرب کو روما کی غلامی سے اور جنوبی عرب کو ایران کی غلامی سے آزاد کیا جس نے طائف الملوکی کا خاتمہ کیا جس نے قتل وغارت گری کا قتل و غارت کر دیا جس نے خون انسانی کی قدر و قیمت کو سارے جہان کی قیمتی اشیاء سے بڑھ کر قیمتی بتایا جس نے ایران کو فواحش سے اور روما کو حیوانی تعیش سے نجات دی جس نے تمام دنیا کی طرف امن کا ہاتھ پھیلایا۔ جس نے ایوان صلح کو مرتفع کیا جس نے حتیٰ تضع العرب اوزارھا

کے لئے جملہ مساعی کو ختم کر دیا۔

رحمۃ للعالمین ایسا خطاب ہے جو صرف اسی نسبت اور تعلق کا مظہر ہے جو ممدوح الوصف مخلوقات کے ساتھ ہے۔

رحمت کے معنی پیار، ترس، ہمدردی، غمگساری، محبت اور غم خواری ان الفاظ کے معنی لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں۔

میرا یہ مضمون طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے لہذا اس دلچسپ و دلربا مضمون کو ہم اس جگہ ختم کرتے ہیں اور قارئین سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین کا لفظ کسی غیر کا تجویز کردہ نام نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے یہ ماں باپ کا رکھا ہوا نام نہیں اور نہ ہی کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ ہے اور نہ ہی کسی فدائی کا جوش محبت کا نتیجہ ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکشاف حق تعالٰی نے فرمایا ہے یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے اور اس گنجینہ کا نشان خود ہادی مطلق نے دیا ہے یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی پر ایک مخلوق کے کان تک پہنچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک نوید ہے۔ جو عالم عالمیان کو شیفتہ واحسانات الہیہ بتاتی ہے۔

(رحمۃ للعالمین جلد دوم وسوم کے مختلف صفحات سے ماخوذ)۔

جنگ عظیم اول از ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ اس چار سالہ جنگ میں دشمنوں کی تعداد اور نقصانات کا اندازہ لگائیے اور تجزیہ کیجئے۔ ان جنگوں میں مالی اور انسانی جانوں کا ضیاع کروڑوں اربوں روپیہ ہے۔ اسی طرح جنگ عظیم دوم از ۱۹۳۹ تا ۱۹۴۵ میں اعداد و شمار کے مطابق ساڑھے انیس کروڑ خرچ ہوتے رہے۔ سالانہ نہیں ماہانہ نہیں، ہفتہ وار بھی نہیں، روزانہ خرچ ہوتے رہے۔ کیا یہ ساری محارب حکومتوں کا مجموعی خرچ ہے۔ نہیں۔ اتحادیوں کا ہے۔ نہیں بلکہ صرف برطانیہ کا، آپ نے غور فرمایا۔ ہر روز ساڑھے انیس کروڑ یہ جنگ عظیم میں خرچ کرتا رہا اس سے اندازہ کیجئے کہ موجودہ دور میں جنگی اخراجات کیا ہوتے ہوں گے۔ جنگوں میں روپیہ کی کتنی سخت ضرورت

ہوا کرتی ہے۔ رحمۃ للعالمین کے دور حیات میں جتنی جنگیں ہوئیں سب مدافعانہ تھیں نہ کہ جارحیت پر مبنی۔ دشمنان اسلام، اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اسلام بربریت کا مذہب ہے۔

ان کے مقابلے میں رحمۃ للعالمین کی ۱۰ سالہ زندگی پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ اس ۱۰ سالہ زندگی میں اوسطاً جتنی جنگیں ہوئیں ان کا تجزیہ کیجئے اور شان رحمت کا ایک پہلو ملاحظہ فرمائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے میں ۱۰ سالہ قیام کے دوران جتنی جنگیں ہوئیں ان کی تعداد اوسطاً ۸۲ ہے تو حیرت ناک نتائج سامنے آتے ہیں یہ خیال رہے کہ جو اسلامی دستے بغیر جنگ کے دوسرے مقصد کے لئے بھیجے گئے تھے انہیں بھی جنگوں میں شامل کیا گیا ہے۔ فتح مکہ جیسی اہم جنگ اختتام کو پہنچی، یہاں جیسی رحم دلی، فراخ حوصلگی، عام معافی، رواداری اور سیر چشمی کا مظاہرہ فرمایا گیا اس پر ہزاروں امن، صلح، آشتی اور خوش اخلاقی کی مثالیں قربان کی جاسکتی ہیں دراصل خلق عظیم کا یہ وہ اسوۂ حسنہ تھا جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی اس کا اگر کوئی پرتو نظر آتا ہے تو صرف مسلمان سلاطین کی فتوحات میں ہے جیسے سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو فتح کرتے وقت مثالیں قائم کیں دشمنان اسلام کہتے چلے آئے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اور ان کو اعتماد ہے اپنے زبردست پروپیگنڈا کا اور تحریری قوت پر اسی لئے کتنے ہی مسلمان نوجوان ہیں جو ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے پروپیگنڈے کو سچ مان لیتے ہیں۔

اتمام صحت کے لئے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان لڑائیوں میں مقتولین اور قیدیوں کی تعداد غیر معمولی طور پر کم نظر آتی ہے اگر جبر وتشدد کے لئے لڑائیاں ہوتیں تو قیدی اور مقتول اس سے بھی زیادہ ہوتے۔

ان تمام غزوات میں مخالفین کے کل قیدی ۶۵۹۴ اور کل مقتول ۶۳۴۸۔ ان قیدیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی شرط کے (غزوۂ حنین کے بعد) آزاد فرما دیا تھا صرف ایک شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا باقی ۲۱۵ قیدیوں کے متعلق بات رہ جاتی ہے۔ ان میں سے ستر قیدی غزوۂ بدر کے تھے جن کو فدیہ ادا کرنے کے بعد آزاد کر دیا گیا۔ اب بچے ۴۵ قیدی تو پھر یہی بات ہے کہ جس رحمۃ للعالمین نے ایک غزوہ حنین کے چھ ہزار سے زائد قیدیوں کو آن واحد میں آزادی بخش دی تھی ان ذات قدسی نے اس تھوڑے سے افراد کو بھی اپنی رحمت اور شفقت سے محروم نہ رکھا ہوگا۔

ان اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی دوسری مذہبی و سیاسی لڑائیوں کے قیدیوں اور مقتولوں کی تعداد دیکھی جائے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مسلمانوں نے صرف مدافعت کے لئے مجبور ہو کر تلوار ہاتھ میں لی جبکہ جان پورٹ کی رپورٹ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ کے قریب عیسائی مذہب کے بھینٹ چڑھائے گئے اس مختصر تشریح سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام پھیلنے کا سبب اس کی صداقت اور حقانیت تھی یا تلوار کا زور۔ سوچئے؟

آیئے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس کا تجزیہ کریں یہ اعداد و شمار ان لوگوں کے ہیں جو مذہب کے قائل ہی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گذشتہ دونو جنگوں میں باہم جنگ کر کے انسانی خون بہاتے رہے پہلی جنگ عظیم کی مقتولین کی تعداد و شمار کے مطابق ملاحظہ فرمائیں۔

جنگ عظیم اول چار سال جاری رہی

اخبار ہمدم کے مطابق ۱۷ اپریل 1919 نے جنگ عظیم میں از ۱۴ تا ۱۸ کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل شائع کی ہے۔

روس	۱۷ لاکھ
جرمنی	۱۶ لاکھ
فرانس	۱۳ لاکھ ستر ہزار
اٹلی	۴ لاکھ ساٹھ ہزار
آسٹریلیا	۸ لاکھ
برطانیہ	۷ لاکھ ۶ ہزار
ٹرکی	۲ لاکھ پچاس ہزار
بیلجیم	۱ لاکھ
بلغاریہ	۱ لاکھ
رومانیہ	۱ لاکھ
سرویامالٹی	۱ لاکھ
امریکہ	پچاس ہزار

میزان ۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار ان میں زخمیوں کی تعداد شامل نہیں۔ (نقوش رسول نمبر ج ۴ ص ۳۱۳)

(رحمۃ للعالمین ج دوم ص ۲۶۸)

دوسری جنگ عظیم کے مقتولین کے اعداد و شمار بھی ملاحظہ فرمائیں۔

روس	۲ کروڑ دس لاکھ
جرمنی	ساٹھ لاکھ سے سوا کروڑ
پولینڈ	۹ لاکھ
چین	۳۰ لاکھ

جاپان	۱۲۷لاکھ سے ۵۰لاکھ تک
آسٹریلیا	۷لاکھ
رومانیہ	۷لاکھ
فن لینڈ	الاکھ تراسی ہزار ایک سو چھیاسی
چیکوسلواکیہ	۶۰ ہزار
سلاویکیہ	۳لاکھ پچاس ہزار
امریکہ	۱۰لاکھ پچھتر ہزار
برٹش ایمپائر	۱۴لاکھ تیس ہزار
فرانس	۱۰لاکھ
اٹلی	۱۰لاکھ
یوگوسلاویہ	۲لاکھ پچاسی ہزار
ہنگری	۶لاکھ
پولینڈ	۲لاکھ پچھتر ہزار
بیلجیم	ساٹھ ہزار
فلپائن	تیس ہزار

ان مقتولین میں زخمی وقیدی نہیں کل تعداد چار کروڑ بنتی ہے ان اعداد وشمار کے بعد بھی جنگ جاری تھی۔ (کوثر ۹ ستمبر ۱۹۴۵)

میزان ۵۵۶۴۶۰۰۰/ پانچ کروڑ چھپن لاکھ چھیاسی ہزار

(بحوالہ نقوش رسول نمبر ج ۴ ص ۳۱۳)

اسلامی آداب جنگ

فاتحین افواج جب کسی ملک پر قبضہ کر لیتی ہے تو مفتوح علاقہ یا فوج پر بربریت اور وحشت کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے املاک تباہ کر دی جاتی ہیں۔ جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو بلاامتیاز تہ تیغ کر دیا جاتا ہے۔ عورتوں کو اٹھا کر لے جانا ان کے لئے معمولی بات ہے ملک کو آگ لگا دی جاتی ہے لیکن اسلامی افواج جس ملک پر قبضہ کرتی ہے تو اس کا طریقہ کچھ اور ہوتا ہے جس کو مندرجہ ذیل بیان کیا جاتا ہے۔

۱) اللہ کا نام لیکر اللہ ہی کی راہ میں اللہ کے نافرمانوں سے جہاد کرو

۲) بدعہدی اور خیانت مت کرو

۳) لاشوں کو مثلہ نہ بناؤ

۴) کھجور یا کوئی پھلدار درخت نہ کاٹو

۵) عمارت کو نہ گراؤ

عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مریضوں اور غیر محارب آدمیوں کو نہ چھیڑا جائے۔

فتح مکہ کا اعلان

۱۔ حرم میں خونریزی نہ ہو۔

۲۔ صرف اس کا مقابلہ کیا جائے جو سامنے آ کر مقابلہ کرے

۳۔ جو شخص کعبہ میں داخل ہو جائے۔ اسے پناہ

۴۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو۔ اسے پناہ

۵۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے۔ اسے پناہ

۶۔ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے

۷۔ جو ہتھیار پھینک دے اسے بھی پناہ

۸۔ زخمی اور اسیر قتل نہ کیے جائیں

یہ ہیں مختصر نمونے ان قوانین کے جن کا ہر مجاہد کو ہر زمانے میں جہاد کے موقعہ پر پیش نظر ضروری ہیں بین الاقوامی اور عالمگیر جنگوں میں جتنا بھی ان باتوں کا خیال اور لحاظ رکھا گیا ہے۔ وہ سب جانتے ہیں۔

دونو کا فرق

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی جہاد تو انسانیت کے لئے رحمت ہے اور بربریت و درندگی ان کی جنگوں میں جو اسلامی جہاد کو بربریت کا نام دیتے ہیں۔

لیکن کیا اب پاکستان بننے کے بعد اور آزادی کی نعمت حاصل ہونے کے بعد بھی اس غلط فہمی اور فریب جنگ میں مبتلا رہنا چاہیے۔

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کر گسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم آزادی

دشمن اور مخالف کی گواہی

الفضل ما شہدت بہ الاعداء، بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔

ابوسفیان جو ابتدا سے آخر تک حضور کا شدید مخالف تھا اور یہ مخالفت میں پیش پیش تھا لیکن حضور کی صداقت کا اسے بھی یقین کرنا پڑا۔

ہرقل شاہ روم عیسائی مذہب تھا اس کے پاس حضور کا نامہ مبارک پہنچا تو بادشاہ نے اہل دربار سے کہا کہ کوئی عرب علاقے کا آدمی مل جائے تو اسے حاضر کرو چنانچہ ابوسفیان تجارتی قافلے کے ہمراہ موجود تھے انہیں دربار میں لایا گیا تو قیصر روم سوال کرتا ہے۔

قیصر　محمد کا خاندان کیسا ہے؟

جواب　شریف اور عظیم۔

قیصر　محمد سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان　نہیں۔

قیصر　نبی ہونے کے دعویٰ سے پیشتر کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا کبھی جھوٹ بولنے کی تہمت دی گئی؟

ابوسفیان　نہیں۔

قیصر　محمد کے ماننے والے غریب لوگ ہیں یا سردار اور قوی؟

ابوسفیان　مسکین اور فقیر لوگ۔

قیصر　ان لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان　دن بدن بڑھ رہی ہے۔

قیصر　کوئی شخص اسکے دین سے بیزار ہو کر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان　نہیں۔

قیصر　کیا یہ شخص کبھی عہد و پیمان بھی توڑتا ہے؟

ابوسفیان　نہیں۔

قیصر　کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی اور جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان　لڑائی ہوئی ہے کبھی وہ غالب رہا اور کبھی ہم۔

قیصر　اس کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان　ایک خدا کی عبادت کرو بت پرستی چھوڑ دو سچائی اور صلہ رحمی اختیار کرو۔ ہرقل نے کہا نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن

یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ وہ شام اور بیت المقدس کا ضرور مالک ہو جائے گا۔ کاش میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا اور ان کے نعلین کے تسمے کھولتا۔ لیکن سلطنت آڑے آ رہی ہے۔ ابو سفیان یہ سن کر حیرت میں آ گیا لیکن اسلام لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

عبداللہ بن ابو امیہ حضور کا پھوپھی زاد بھائی تھا حضور کا سخت مخالف تھا اس نے کہا۔ اے محمد ہم نے تمہارے لئے بہت شرائط رکھیں تم نے ایک بھی نہیں مانی۔ عبداللہ بن ابو امیہ کا مکالمہ قرآن حکیم نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔ وَقَالُوْ لَنْ نُّؤمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا. اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ (عربی پوری لکھنی ھے) وہ بولے کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو۔ یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو جائے۔ پھر آپ اس کے اندر بہتی نہریں رواں کر دو۔ یا آپ ہم پر آسمان گرا دو۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑے یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو سامنے لے آؤ۔ یا آپ کے لئے کوئی سونے کا گھر یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ ہم پھر بھی آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جسے ہم پڑھیں۔

ناظرین دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے لیکن چند سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے پیشتر ہی عبداللہ بجذبہ توفیق ربانی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدہ اسلام ہو جانا حضور کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کے چڑھ جانے، نوشتہ لانے، فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کو دیکھنے کے بعد بھی عبداللہ ایمان لانے پر تیار نہیں تھا۔ (رحمۃ للعالمین اول ص ۷۵) (قصص القرآن جلد ۴ ص ۲۶)

رحمۃ للعالمین کی رحمت وشفقت

اور پیکرِ خلقِ عظیم کا روشن پہلو

اگر پیکر خلق عظیم دیکھنا ہو فتح مکہ پر نظر ڈالیں جب حضور نے جباران قریش اور دشمنان اسلام کو دیکھا جو سامنے تھے نظریں نیچے تھیں سر ندامت سے جھکے ہوئے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں پیش پیش تھے۔ وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے گالیوں کی بوچھاڑ کیا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جن کی تیغ سنان نے پیکر قدسی کیساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے، جو وعظ کے وقت آپ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیتے تھے وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو تپتی ریت پر لٹا کر سینوں پر آتشیں مہریں لگاتے تھے، وہ بھی تھے جو معجزہ شق القمر دیکھ کر اور جو بے شمار معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تھے۔ رحمۃ للعالمین نے ان کی طرف دیکھا جن کی نظریں جھکی ہوئی تھیں ندامت سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ان سے پیغمبرانہ جلال سے پوچھا تمہیں کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں یہ لوگ اگرچہ شقی تھے بد بخت اور ظالم تھے لیکن مزاج شناس تھے، بے ساختہ جواب دیا، آپ ہمارے برادر زادہ ہیں آپ سے صرف بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اذھبو انتم الطلقا۔ جاؤ تم سب آزاد ہو بعد میں ان میں سے اکثر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ یہ تھی ایک جھلک رحمۃ للعالمین کی رحمت اور شفقت کی۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

رحمۃ للعالمین

۳۴۳ تا ۳۵۴

خصائل وشمائل کی نظر میں

پیکرِ جمال

واحسن منک لم ترقط عینی
و اجمل منک لم تلدا لنساء
خلقت مبرأ من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

یاصاحب الجمال ویا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

و مبری ء من کل غیر حیفة
و فساد مرفعته معفل
و اذا نظرت الی السرة وجهه
برقت کبرق العارض الفضل

(ابوکبیر ہذلی)

ترجمہ:۔

یعنی وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے پاک ہیں ان کے درخشاں چہرے پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔ اور میں نے جب ان کے روئے تاباں پر نظر ڈالی تو اس کی شان درخشندگی ایسی تھی جیسے کسی بکہ ابر میں بجلی کوندرہی ہے۔ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں عظیم کارنامے دینے والی ہستیاں (انبیائے کرام) ہمیشہ غیر معمولی شخصیتوں کے درجے میں آراستہ ہوتی رہیں اصلاح کا کام، تحریکوں کی رہنمائی، تہذیبوں کی تعمیر کرنے والے کی اصل قوت ان کی شخصیت ہی ہوتی ہے۔ جو خاص طرح کے افکار و نظریات سے بنتی ہیں سیرت پاک کے مطالعہ کی ایک غایت یہ بھی ہے کہ محسن انسانیت کی شخصیت کو سمجھا جائے۔

کسی بھی شخصیت کو سمجھنے میں اس کی وجاہت بڑی مدد دیتی ہے۔ آدمی کا سراپا، اس کے بدن کی ساخت، ان کے اعضاء کا تناسب خاص، اس کی ذہنی، اخلاقی اور جذباتی مرتبے کا آئینہ دار ہوتا ہے خصوصاً چہرہ ایک ایسا قرطاس ہوتا ہے جس پر انسانی کردار اور کارناموں کی ساری داستان سمجھی جاتی ہے اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہی ہم کسی کے مقام اور شخصیت کا تصور کر سکتے ہیں۔

ہم بعد کے لوگوں کی یہ کوتاہی قسمت ہے کہ دنیا میں سب سے بڑے انسان کا روئے زیبا ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اور نہ ہم عالم واقعہ میں مرکزی آنکھوں سے زیارت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں ہم حضور کے حسن و جمال کی جو کچھ بھی جھلک پا سکتے ہیں وہ حضور کے پیغام اور کارنامے کے آئینہ میں پا سکتے ہیں۔

حضور کی کوئی حقیقی شبیہہ یا تصویر موجود نہیں ہے خود بھی حضور نے امت کو اس سے باز رکھا کیونکہ تصویر کا فتنہ شرک ہے۔ حضور کی اگر کوئی تصویر یا شبیہہ ہوتی تو نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا اور کیا کیا کرامات اور اعجاز منسوب ہو جاتے۔

اور اس کے اعزاز کے لئے کیسی کیسی رسمیں اور تقریبیں نمودار ہو چکی ہوتیں بلکہ بعید نہ تھا کہ اس کی پرستش ہونے لگتی۔ یورپ میں حضور کی فرضی تصاویر بنائی جاتی ہیں لیکن کون سا آرٹسٹ ایسا ہے جو حضور کے عالم خیال اور کردار کامل اور جامع رکھتا ہو۔ اور پھر اس تصویر کو لکیروں اور رنگوں میں پوری طرح جلوہ گر کر سکے۔ فرضی تصویریں جو بھی بنتی ہیں وہ اس مخصوص پیکر کی نہیں ہوتیں جس کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا بلکہ کسی موہوم وجود کا خاکہ گھڑ کر اس

کو حضور کا نام دے دیا گیا معاملہ دیانت کے تابع بھی نہیں ہے، نہ رہتا ہے بلکہ دانستہ یہ تصویریں پیش کی جاتی ہیں جس سے ایک کمزور ناقص شخصیت کا تصور پیدا ہو۔ ان تصاویر کے لئے رنگ اپنی متعصبانہ تصانیف اور تذکروں سے لیا جاتا ہے جو عناد اور کج فہمی جو حقیقت ناشناسی کی مظہر ہیں۔ انبیاء اور صلحا کی فرضی تصاویر بنانے والوں کے کردار اور ان پردوں کے پیچھے بالکل ہی گم ہو کر نہ رہ جائیں۔

لیکن حضور کے صحابیوں نے کم سے کم پردۂ الفاظ میں حضور کی شبیہہ کو مرتب کر دیا ہے اور اسے محفوظ کر کے اصحاب روایت نے ہم تک پہنچایا ہے۔ یہاں ہم اس لفظی شبیہہ کو پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضور کے کردار کا مطالعہ کرنے سے پہلے ایک عظیم انسان کی ایک جھلک دیکھ لیں گویا یہ ایک نوع کی ملاقات ہے۔

ایک تعارف

حضور کے چہرۂ اقدس، قد و قامت، خد و خال، چال ڈھال اور وجاہت کا جو عکس صدیوں کے پردوں سے چھن کر ہم تک پہنچا ہے بہر حال وہ ایک ایسے انسان کا تصور لاتا ہے جو ذہانت، شجاعت، صبر و استقامت، راستی اور دیانتداری، اعلیٰ ظرفی و سخاوت، فرض شناسی، وقار و انکسار اور فصاحت و بلاغت جیسے اوصاف حمیدہ کا جامع تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ حضور کے جسمانی نقشے میں روحِ نبوت کا پرتو دیکھا جا سکتا ہے اور آپ کی وجاہت خود مقدس مرتبہ کی ایک دلیل تھی۔

اس موقعہ پر آپ کا ایک ارشاد یاد آیا۔ فرمایا۔ ان تقوی اللہ تبیض الوجوہ۔ خدا کا تقویٰ ہی چہروں کو روشن کرتا ہے۔

نبوت تو ایمان و تقویٰ کی معراج ہے۔ نبی کا چہرہ تو نور افشاں ہونا چاہیے۔ یہ ہے اس آفتاب رسالت کی ایک جھلک۔

وجاہت: میں نے جوں ہی حضور کو دیکھا تو فوراً سمجھ گیا کہ یہ چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا نہیں

ہوسکتا۔ عبداللہ بن سلام ۔ یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے جن کا نام حصین تھا سرور عالم کے مدینہ آنے پر یہ دیکھنے کو گئے دیکھتے ہی ان کو جو تاثر ہوا بعد میں انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ ایمان لائے اور عبداللہ ہی نام تجویز ہوا۔ (سیرۃ المصطفیٰ مولانا ادریس کاندھلوی ۳۴۹)

میں اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر حاضر ہوا تو لوگوں نے دکھایا کہ یہ ہیں رسول خدا۔ دیکھتے ہی میں نے کہا یہ اللہ کے نبی ہیں۔

مطمئن رہو میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا وہ کسی طرح تمہارے ساتھ بد معاملگی کرنے والا نہیں ہوسکتا اگر ایسا آدمی اونٹ کی رقم ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کردوں گی۔ (ایک معزز خاتون)

ہم نے ایسا خوبرو شخص نہیں دیکھا ہم نے اس کے منہ سے روشنی نکلتی دیکھی ہے۔ حضور سے زیادہ خوبرو کسی کو نہیں دیکھا ایسا لگتا تھا گویا آفتاب چمک رہا ہے۔ (ابو ہریرہ)

اگر تم حضور کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سورج طلوع ہوگیا ہے۔ (ربیع بنت معوذ)

دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا۔ (حضرت علیؓ)

میں ایک رات چاندنی رات میں حضور کو دیکھ رہا تھا آپ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کو بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حضور اکرم چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ (حضرت جابر بن سمرہ)

خوشی میں حضور کا چہرہ ایسا چمکتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپ کی خوشی کو پہچان لیتے تھے۔ (کعب بن مالک)

چہرہ	چہرے پر چاند کی سی چمک تھی	(ہند بن ہالہ)
چہرہ	بدر کی طرح گولائی لئے ہوئے تھا	(براء بن عازب)
چہرہ	بالکل گول نہیں تھا بلکہ گولائی لئے ہوئے تھا	(حضرت علیؓ)

پیشانی　پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک اور گنجان، دونو جدا جدا دونو کے درمیان میں ایک رگ کا ابھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا۔　(ہند بن ہالہ)

پیشانی　مسرت پیشانی سے ٹپکتی تھی اور چھلکتی تھی　(عب بن مالک)

رنگت　نہ چونے کی طرح سفیدی، نہ سانولہ پن، گندم گوں جس میں سفیدی غالب تھی　(حضرت انس)

رنگت　سفید سرخی مائل　(حضرت علی)

رنگت　سفید مگر ملائمت دار　(ابوالطفیل)

رنگت　گویا چاندی سے بدن ڈھلا ہوا تھا ابو ہریرہ

آنکھیں　آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز　(حضرت علیؓ)

پتلیاں سیاہ　نظریں نیچی، گوشہ چشم سے دیکھنے کا حیادارانہ انداز (ہند بن ہالہ)

سفید حصے میں سرخ ڈورے، آنکھوں کا خانہ لمبا قدرتی سرگیں　(جابر بن سمرہ)

ناک مبارک　بلندی مائل، اس پر نورانی چمک جس کی وجہ سے ابتدائی نظریں معلوم ہوتی　(ہند بن ہالہ)

رخسار مبارک　ہموار اور ہلکے، نیچے سے ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا (ہند بن ہالہ)

دہن مبارک　فراخ بہ اعتدال فراخ (جابر بن سمرہ)

دندان مبارک　باریک آبدار، سامنے کے دانتوں میں خوشنما ریخیں، تعلیم فرماتے تو دانتوں سے چمک نکلتی تھی　(ابن عباس)

ریش مبارک　بھرپور اور گنجان بال　(ہند بن ہالہ)

گردن مبارک　پتلی لمبی جیسی مورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو گردن کی رنگت چاندی جیسی اجلی اور خوشنما　(ہند بن ہالہ)

سر مبارک بڑا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ (ہند بن ہالہ)

بال مبارک قدرے خمدار

بال مبارک نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے اور نہ زیادہ پیچدار (حضرت قتادہ)

بال مبارک ہلکے خم لئے ہوئے۔ (حضرت انس)

بال مبارک گنجان کبھی کبھی کانوں کی لوتک لمبے کبھی شانوں تک اور درمیان سے نکلی ہوئی مانگ (ہند بن ہالہ)

بدن پر زیادہ بال نہ تھے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر، کندھوں، بازروں اور سینہ کے بالائی حصہ پر تھوڑے سے بال تھے (ہند بن ہالہ)

قد مبارک مجموعی قد، بدن گٹھا ہوا اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور بدن موٹا نہیں تھا (ہند بن ہالہ)

قد مبارک نہ زیادہ لمبا تھا نہ پست۔ درمیانہ (حضرت انس)

قامت مائل بہ درازی مجمع میں ہوں تو دوسروں سے قد نکلتا ہوا

قامت پیٹ باہر کو نکلتا ہوا نہ تھا دینوی نعمتوں سے بہرہ ور اور بہرا اندوز ہونے والوں سے (ام معبد)

حضور کا جسم باوجود فقر فاقہ زیادہ تر تازہ ہوتا تھا (المواہب اول ص ۲۱۰)

میں نے رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی بہادر اور زور آور نہیں دیکھا (ابن عمر)

کندھے اور سینہ سینہ چوڑا، سینہ اور پیٹ ہموار (ہند بن ہالہ)

مونڈھوں کا درمیانی حصہ مونڈھوں کا درمیانی حصہ عام پیمانے سے زیادہ کندھوں کا درمیانی حصہ پر گوشت (حضرت علیؓ)

بازو اور ہاتھ کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ، انگلیاں موزوں حد تک دراز، ریشم کا

دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں جسے میں نے چھوا نہ ہو اور وہ حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گداز ہو۔ (حضرت انس)

قدم مبارک پنڈلیاں پُر گوشت تھیں۔ ہلکی ہلکی سی ہنسلیاں اور پاؤں پر گوشت، تلوے قدرے گہرے، قدم چکنے کہ پانی نہ ٹھہرے، ایڑیوں پر گوشت کم تھا (ہند بن ہالہ)

ایک جامع لفظی تصویر

یوں تو حضور کے متعدد رفقاء نے حضور کی شخصیت کے مرقع لفظوں میں پیش کئے ہیں۔ لیکن ام معبد نے جو تصویر مرتب کی ہے اس کا جواب نہیں۔ وادیٔ ہجرت کا سفر طے کرتے ہوئے مسافر حق جب اپنی منزل اول غار ثور سے چلے تو پہلے ہی روز قوم خزاعہ کی اس نیک نہاد بڑھیا کا خیمہ پڑا، حضور اور آپ کے ہمراہی پیاسے تھے، فیضان خاص تھا کہ مریل سی بھوکی بکری نے اس لمحہ وافر مقدار میں دودھ دیا حضور نے پیا ہمراہی نے بھی اور کچھ بچ گیا۔ امِ معبد کے شوہر نے گھر آ کر دودھ دیکھا تو حیرت سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا، ام معبد نے سارا حال بیان کیا۔ ایک پنجابی شاعر نے اس کا نقشہ یوں بیان کیا۔

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالی زلفاں والا
تھوڑی دیر اس گھروچ بیٹھا تے کر گیا نور اجالا

وہ پوچھنے لگا کہ اچھا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔ یہ وہی تو نہیں جس کی تمنا ہے اس پر ام معبد نے حسین ترین الفاظ میں تصویر کھینچی۔ ام معبد کا نہ تعارف تھا اور نہ تعصب، بلکہ جو کچھ دیکھا من و عن کہہ دیا۔ اصل عربی میں دیکھنے کی چیز ہے۔ (ملاحظہ ہو زاد المعاد جلد ا ص ۳۰۷)

اس کا جو ترجمہ مولف رحمۃ للعالمین نے کیا ہے اسی کو ہم یہاں لکھ رہے ہیں۔

پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن

مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی بیشی اور الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی طرح لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد، کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہ آئے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ نظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے ارد گرد پیش رہتے ہیں جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو (رحمۃ للعالمین اول ص ۳۰۷)

لباس: آدمی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے اس کی وضع قطع قصر و طول، رنگت، معیار صفائی اور ایسے ہی مختلف پہلو بتا دیتے ہیں کہ کس لباس میں ملبوس شخصیت کس ذہن و کردار سے آراستہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کے بارے میں حضور کے رفقاء سے جو معلومات ملی ہیں وہ بڑی حد تک حضور کے ذوق کو نمایاں کرتی ہیں حضور نے لباس کے معاملہ میں دراصل اس آیت کی عملی شرح فرمائی ہے۔ یَا بَنِی آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشاً وَّ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذَالِکَ خَیْر. (اعراف ۲۶)

اے اولاد آدم ہم نے تمہارے ستر ڈھانپنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور لباسِ تقویٰ بہترین لباس ہے۔

دوسرا پہلو لباس کا۔ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُم بأ سَکُم.

تمہیں گرمی سے بچانے اور جنگ میں محفوظ رکھنے کے لئے قمیصیں اور زرہیں فراہم کیں۔ النحل کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ سو حضور کا لباس ساتر تھا۔ زینت بخش تھا اور بایں ہمہ لباس تقویٰ تھا۔ اس میں ضرورت کا لحاظ بھی تھا۔ وہ چند کپڑے اخلاقی اصولوں کی پابندی کے مظہر بھی تھے اور ذوق سلیم کے ترجمان بھی۔ حضور کو کبر و ریا سے بعد تھا اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہنا نا

پسند تھا۔ فرمایا۔ انما انا عبد لبس کما لبس العبد۔ میں تو اس خدا کا بندہ ہوں اور بندوں کی طرح لباس پسند کرتا ہوں۔

ریشم:۔ دیباج اور حریر کو مردوں کے لئے آپ نے حرام قرار دیا۔ ایک بار تحفہ میں آئی ہوئی ریشمی قبا پہنی اور پھر فوراً اضطراب کے ساتھ اتار پھینکی۔ (مشکوٰۃ شریف)

تہ بند:۔ قمیض اور عمامہ کی لمبائی چونکہ علامت کبر تھی اور یہ طریق لباس متکبرین میں رائج تھا اس لئے اس سے نفرت تھی۔ دوسری قوموں خصوصاً مذہبی طبقوں کے مخصوص فیشنوں کی تقلید اور نقالی کو بھی حضور نے ممنوع ٹھہرایا تاکہ امت میں اپنی خودی اور عزت نفس برقرار رہے۔ بغیر فیشن اور لباس کی تقلید نظریات و کردار کی تقلید پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکے چنانچہ حضور نے اسلامی تمدن کے تحت فیشن، آداب و ثقافت کا ایک نیا ذوق پیدا کر دیا۔ لباس میں موسمی تحفظ، ستر، سادگی، نظامت و نفاست اور وقار کا حضور کو خاص لحاظ تھا اگر ہم حضور کے لباس کو وقت کے تمدنی دور، عرب کی موسمی اور جغرافیائی اور تمدنی ضروریات و مروجات کے نقشے میں رکھ کر دیکھیں تو وہ بڑے معیاری اور ذوق کا آئینہ دار ہے۔ آیئے حضور کے لباس پر ایک نظر ڈالیں۔

کرتہ:۔ قمیض بہت پسند تھی۔ کرتے کی آستینیں نہ زیادہ تنگ رکھتے اور نہ زیادہ کھلی درمیانی ساخت پسند تھی۔ آستین کلائی اور ہاتھ کے جوڑ تک پہنچتی۔ سفر خصوصاً جہاد کے لئے جو کرتہ پہنتے اس کے دامن اور استین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیض کا گریبان سینہ پر ہوتا جسے کبھی کبھار موسمی تقاضے سے کھلا ہی رکھتے اور اسی حالت میں نماز پڑھتے کرتہ پہنتے ہوئے سیدھا ہاتھ ڈالتے پھر الٹا۔ رفیقوں کو اسی طرح تعلیم دیتے داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ کا استعمال کرتے۔ حضور کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔

عمر بھر تہ بند (لنگی) استعمال فرماتے جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک

ٹخنوں سے ذرا اونچا سامنے کا حصہ قدرے زیادہ جھکا رہتا۔

پاجامہ:۔ سراویل میں دیکھا تو پسند کیا آپ کے صحابی پہنتے تھے ایک دفعہ حضور نے خود خرید فرمایا اور وہ آپ کے ترکہ میں موجود تھا۔

عمامہ:۔ سر پر عمامہ باندھنا پسند تھا نہ بہت ہی بھاری ہوتا نہ چھوٹا ایک روایت کے مطابق ۷ گز لمبائی ہوتی تھی عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے جو پیچھے کی جانب دونو شانوں کے درمیان اڑس لیتے تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لئے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے اسی طرح موسمی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل ٹھوڑی کے نیچے سے لیکر گردن کے گرد لپیٹ بھی لیتے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) پٹی کی طرح سے سر پر باندھ لیتے۔ ہر بنائے نظامت عمامہ کو تیل کی چکنائی سے بچانے کے لئے ایک خاص کپڑا بالوں پر استعمال کرتے کہ جیسا کہ آج کل بھی بعض لوگ ٹوپیوں کے اندر کاغذ یا سولینڈ کا ٹکڑا رکھ لیتے ہیں۔ یہ دھجی چکنی تو ہو جاتی مگر نظامت کا حال یہ تھا (روایت میں تحریر ہے) اسے کبھی میلا یا گندہ نہیں دیکھا گیا۔ سفید کے علاوہ زرد (غالباً مٹیالا) خاکستری مائل رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے اور فتح مکہ کے موقعہ پر سیاہ بھی استعمال فرمایا ہے۔ عمامہ کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی اور اسے پسند فرمایا نیز روایات کے بموجب عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا یہ استعمال گویا اسلامی نظامت کا خصوصی محرر تھا اور اسے آپ نے مشرکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

عمامہ کے علاوہ کبھی خالی ٹوپی بھی اوڑھتے۔ گھر میں اوڑھنے کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی ہوتی نکلتے تو اٹھتی ہوئی باڑ دار ٹوپی استعمال فرماتے۔ سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی ہے۔ اوڑھنے کی چادر چار گز لمبی آدھا گز چوڑی ہوتی تھی کبھی لپیٹ لیتے بعض موقعہ پر اسے تہہ کر کے تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز ملاقاتیوں کی تواضع کے لئے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے۔

کبھی ایک پلو سیدھے بغل سے نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے۔ یمن کی چادر جسے جبرہ کہا جاتا تھا بہت پسند تھی اس میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی ہیں ایک دفعہ حضور کے لئے سیاہ چادر غالباً (بالوں کی بنوائی گئی تھی) اسے اوڑھا تو پسینے کی وجہ سے بو دینے لگی چنانچہ نظافت کی وجہ سے پھر اسے نہیں اوڑھا۔

نیا کپڑا خدا کی حمد و شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے فاضل جوڑے بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے ان کی مرمت کرتے عموماً گھر میں احتیاطاً دیکھ لیتے کہ مجمع میں بیٹھنے کی وجہ سے وہ مجالس اور نمازوں میں میلے کچیلے لوگ بھی آتے تھے اور صفائی کا تمام معیار بھی آپ نے ہی مسلسل تربیت کر کر کے برسوں میں بلند کیا کوئی جوں وغیرہ نہ آ گھسی ہو۔ جہاں ایک طرف فقر و فاقہ کی وہ شان تھی وہاں دوسری طرف آپ کو رہبانیت کا سدباب بھی کرنا تھا اور اس اصول کا مظاہرہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمت (رزق) کا اس کے بندے سے عیاں ہو۔ سو حضور نے کبھی کبھار اچھا لباس بھی زیبِ تن فرمایا آپ کا مسلک اعتدال تھا اور انتہاپسندی سے امت کو بچانا مقصود تھا چنانچہ تنگ آستین کا رومی جبہ بھی پہنا (بخاری اور مسلم)

سرخ دھاری دار اچھا جوڑا بھی زیبِ تن فرمایا۔ طیلسانی قسم کسروانی جبہ بھی کبھی پہنا جن کے گریبان کیساتھ ریشمی گوٹ لگی ہوئی تھی ایک بار ۲۷ اونٹنیوں کے بدلے میں ایک قیمتی جوڑا خرید فرمایا اور پہنا اور اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی یہ تفسیر تھی اس قول قرآنی کی کہ پوچھو کہ کون ہے اللہ کی عطا کردہ زینت کو حرام کرنے والا۔ بس یہ ہے معمول عام سادگی کا۔

کپڑوں کے لئے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا۔ فرمایا۔ کہ حق تو یہ ہے کہ تمہارے لئے مسجدوں میں جانیکا بہترین لباس سفید ہے۔ فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو۔ سفید ہی کپڑوں سے اپنے مردوں کو کفن دو۔ کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں۔ (ترمذی ابو

داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ)

سفید رنگ کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا لیکن بالعموم اس شکل میں کہ ہلکی سبز دھاریاں ہوں اسی طرح خالص سرخ رنگ بہت ہی ناپسند تھا۔ لباس کے علاوہ بھی اس کے استعمال کو یعنی بعض صورتوں میں ممنوع فرمایا۔ لیکن ہلکے سرخ رنگ کی دھاریوں والے کپڑے آپ نے پہنے۔ ہلکا زرد رنگ، مٹیالا رنگ بھی لباس میں دیکھا گیا۔

نعلین مبارک:۔ حضور کا جوتا مبارک مروجہ عربی تمدن کے مطابق چپلی یا کھڑاوں کی سی شکل کا تھا جس کے دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا۔ دوسرا چھنگلیا اور اس کی ساتھ والی انگلی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے جیسے کہ معمولی ذوق کے لوگوں کے جوتوں پر ہوتے ہیں۔ یہ ایک بالشت دو انگل لمبا تھا۔ تلوے کے پاس سے سات انگل جوڑا اور دو تسموں کے درمیان نیچے پر سے دو انگل کا فاصلہ تھا کبھی کھڑے ہو کر پہنتے اور کبھی بیٹھ کر بھی۔ پہنتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں ڈالتے پھر بایاں پاؤں۔ اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالتے پھر دایاں پاؤں۔ جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے ہیں۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی۔ شاہ نجاشی نے سیاہ رنگ کے سادہ موزے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ انہیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا اسی طرح وحیہ کلبی نے بھی موزے تحفہ میں پیش کئے تھے آپ نے ان کو پھٹنے تک استعمال فرمایا۔

انگوٹھی:۔ چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا اور کبھی حبشی پتھر کا۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا پتر یا پالش چڑھا ہوا تھا دوسری طرف یہ واضح رہے کہ انگوٹھی اور زیور سے آپ نے کراہت فرمائی ہے انگوٹھی عموماً داہنے ہاتھ میں پہنی کبھی کبھار بائیں میں بھی۔ درمیانی اور شہادت کی انگلی میں نہ پہنتے۔ چھنگلیا

میں پہننا پسند تھا۔ نگینہ اوپر کی طرف رکھنے کے بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ترتیب وار نیچے سے اوپر کو تین سطروں میں کندہ تھے اس سے حضور خطوط پر مہر لگاتے تھے محققین کی یہ رائے قرین صحت ہے کہ انگوٹھی مہر کی ضرورت سے بنوائی تھی اور سیاسی منصب کی وجہ سے بھی اس کا استعمال ضروری تھا۔

وضع قطع اور آرائش

حضور اپنے بال بہت سلیقہ سے رکھتے ان میں کثرت سے تیل کا استعمال فرماتے کنگھا کرتے مانگ نکالتے۔ لبوں کے زائد بال تراشتے اور اس کا ضروری اہتمام کرتے ڈاڑھی کو بھی طول و عرض میں قینچی سے ہموار کرتے اس معاملہ میں رفقا کو بھی تربیت دیتے مثلاً ایک صحابی کو پراگندہ مُو دیکھا تو گرفت فرمائی، ایک صحابی کی داڑھی کے زائد بال نفیس تراشے، فرمایا جو شخص سر یا داڑھی کے بال رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اسے سلیقے اور شائستگی سے رکھے مثلاً ابوقتادہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اَکْرِمْهَا'' ان کو سنبھال کر رکھو۔

یہ تاکیدیں حضور نے اس لئے فرمائی ہیں کہ بسا اوقات مذہبی لوگ صفائی اور شائستگی کے تقاضوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رنگ تصوف جب بڑھتا ہے اور رہبانیت ابھرتی ہے تو غلیظ رہنا علو مرتبت کی دلیل بن جاتا ہے اس خطرے کا سدباب فرمایا۔

سفر و حضر میں سات چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتیں اور بستر کے قریب

(۱) تیل کی شیشی (۲) کنگھا ہاتھی دانت کا (۳) قینچی (۴) مسواک (۵) آئینہ (۶) سرمہ دانی (۷) لکڑی کی ایک پتلی کپی

رفتار

حضور کی چال، عظمت، وقار، شرافت اور احساس ذمہ داری کی ترجمان تھی چلتے تو مضبوطی سے قدم رکھتے، بدن سمٹا ہوا رہتا، دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتے، قوت سے آگے کو قدم بڑھاتے۔ ہند بن ہالہ کے الفاظ میں گویا زمین آپ کی رفتار کے ساتھ ساتھ لپٹی جا رہی ہے۔ رفتار تیز ہوتی قدم کھلے رکھتے۔ آپ معمولی رفتار سے چلتے مگر بقول ابو ہریرہ ہم بمشکل ساتھ دے پاتے حضور کی رفتار یہ پیغام دیتی جاتی تھی کہ زمین میں گھمنڈ کی چال نہ ہو۔

سید الانبیاء کا شاہانہ تخت اور دربار

منبر کی جگہ تخت بچھایا گیا۔ وہی منبر ہے وہی مسجد ہے وہی جھونپڑے ہیں وہی چمڑے کا گدا ہے۔ نہ حاجب ہے نہ دربان۔ امیر بھی آتے ہیں غریب بھی آتے ہیں دونو کے ساتھ ایک جیسا معاملہ ہے۔ عجب دربار ہے۔

سلاطین کی نظر میں

شاہی دربار تھا۔ فوج بھی تھی، علم بھی تھا، پولیس تھی، جلاد تھے، محتسب تھے، گورنر تھے، کلکٹر بھی تھے، منصب بھی تھے، جج بھی تھے، ضبط تھا، قانون تھا۔

علماء کی نظر میں

مدرسہ تھا، درس تھا، وعظ تھا، افتا تھا، قضا تھا، تصنیف تھی، تالیف تھی، محراب تھا اور منبر تھا۔

صوفیاء کی نظر میں

خانقاہ تھی، دعا تھی، جھاڑ تھی، پھونک تھی، ورد تھا، وظیفہ تھا، ذکر تھا، شغل تھا، گریہ تھا، بکا تھی، وجد تھا، حال تھا، کشف تھا، کرامت تھی، فقر تھا، فاقہ تھا، زہد تھا، قناعت تھی، کنکریاں دی جاتی

تھیں کہ کھارے کنوئیں کا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا جاتا تھا جس کو جو کہہ دیا پورا ہو جاتا تھا۔

مگر سچ یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھا اس لئے کہ وہ سب کے لئے آیا تھا آئندہ جس کسی کو چلنا تھا جہاں کہیں چلنا تھا جس زمانہ میں چلنا تھا اسی روشنی میں چلنا تھا۔

یہ تو عرب کے لئے ہوا۔ عرب ہی کے اندر دیکھو کہ عرب کے باہر کام شروع ہو جاتا ہے اس دس سال کے عرصہ میں مشرق کی جانب سے بڑی قوت پرشین ایمپائر اور مغرب سے سب سے بڑی طاقت رومن ایمپائر کیساتھ اطراف و جوانب کے سلاطین کو بھی چونکا دیا جاتا ہے کہ وقت سے پہلے جاگ جاؤ۔ جو جاگا اس نے پایا۔ جو سویا اس نے کھویا۔ کسریٰ نے خط پھاڑا اس کا ملک پھاڑ دیا گیا۔ قیصر بھی پھاڑ دیتا اس کا بھی یہی حشر ہوتا لیکن اس نے عقلمندی سے کام لیا اور معاملہ التوا میں ڈال دیا اس لئے وہ بچ گیا۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

رحمۃ للعالمین

کے حضور

ہندو شعرا کا نذرانہ عقیدت

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

(اقبال)

نعت گوئی خالقِ کائنات کی سنت ہے۔اس صنف سخن میں جذبات واحساسات کے دھارے عقیدت ومحبت کے جلو میں باعث تخلیق ارض وسما فخر کون ومکان رحمۃ للعالمین کو موضوع ٹھہراتے ہیں۔نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اپنے لئے لفظ نعت استعمال کیا لفظ نعت قرآن پاک میں کہیں نہیں ملتا تاہم سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اپنے لئے لفظ نعت استعمال کیا۔ اس مفہوم کیلئے ایک لفظ مدح بھی رائج ہے مگر نعت ختم المرتبت کے ساتھ خاص ہو گیا۔

عربی میں خلفائے راشدین اور متعدد دوسرے صحابہ کی نعتیں ملتی ہیں یہ روایت عربی سے فارسی میں اور فارسی سے اردو میں منتقل ہوئی اور شاعری کی عمر چار سو سال سے زیادہ نہیں مگر نعت رسول مقبول کا ایک نا قابل یقین ذخیرہ موجود ہے اس ذخیرے میں غیر مسلم شاعروں کی نعت کا جو قابل ذکر سرمایہ اردو کے دامن میں سمٹا ہوا ہے اتنا کسی اور زبان میں نہیں ہے۔نعتیں عقیدت اور تفکر دونوں سطحوں پر متاثر کن حیثیت کی حامل ہیں۔

منشی شنکر لال ساقی (۱۸۲۰ تا ۱۸۹۰) سے لے کر دور حاضر تک۔ہندو، سکھ، عیسائی شاعروں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اردو شعر کہے جو ایک نادر حقیقت اور تعجب انگیز واقعہ ہے۔

ابن جون تخلص بدایونی (۱۸۷۹ تا ۱۹۵۰) پہلے غیر مسلم شاعر ہیں جن کا مجموعہ کلام گلدستہ نعت کے نام سے ۱۹۳۹ میں بدایون سے شائع ہوا ابن جون مسیحی شاعر تھے تاہم غیر مسلموں کے نعتیہ ادب میں غالب حصہ ہندو شاعروں کا ہے۔کالی گپتا رضا نے اپنے نعتیہ مجموعے کا نام ''اجالے'' رکھا جو بمبئی میں ۱۹۷۵ میں چھپا علاوہ ازیں دلورام کوثری۔''گلبن نعت کوثری''۔ مہاراجہ کرشن پرشاد۔ بالم کرشن ملیانی کا آہنگ حجاز، آرزو سہارن پوری کا ''ظہور قدسی''۔ ادیب لکھنوی کا نذرانہ عقیدت ''چرن سرن ناز'' مانگ پوری کا ''رہبر اعظم''۔نذیر قیصر کا

مجموعہ اور جگن ناتھ کا اردو نعتیہ مجموعہ فرانسیسی زبان میں چھپ چکا ہے۔ گو جگن ناتھ آزاد نے یہ نعتیہ مجموعہ خود مرتب نہیں کیا بلکہ نامور اسلامی ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانسیسی ترجمے اور اشاعت کا کام کیا رسائل میں غیر مسلموں کی نعتوں اور تذکروں پر مشتمل متعدد خاص اشاعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جبکہ مختلف مصنفین نے غیر مسلموں کی نعتوں کو جمع کر کے شاعروں کے احوال اور آثار بھی یک جا کئے ہیں اس حوالے سے ماہنامہ کیلاش ہوشیار پور نعت نمبر اگست ۱۹۴۰ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے مدیر ایم پی جوالیا اور ادارہ تحریر میں ساحر ہوشیار پوری اور امر چند قیس کے نام شامل ہیں۔ اس نمبر میں زیادہ نعتیں غیر مسلم شاعروں کی ہیں۔

بہت سے تجزیئے اس حوالے سے کئے گئے کہ غیر مسلم شعراء نعت کیوں لکھتے ہیں اور کیوں لکھ رہے ہیں۔ متعدد محرکات پر گفتگو ہوئی مگر ایک بات طے ہے کہ یہ توفیق الٰہی ہے اور حضور کا اپنا معجزہ ہے اور اللہ کا بھی وعدہ ہے۔ ورفعنالک ذکرک۔ تیرا نام بلند ہوتا رہے گا اور یہ بھی اسی کا ارشاد ہے۔ وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ گذرے ہوئے دور سے آنے والا دور آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

اس کے علاوہ ایک بات اہم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفاقیت کے حامل پیغمبر اور رحمۃ للعالمین ہیں جذبات کی حدت کے بغیر نعت لکھی کہاں جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ اس صورت حال کو واضح کر دیگا۔ کہ امر قیس جالندھری نے ایک اخبار سیاست کو اپنی ایک نعت بھیجی جو اس کے صفحہ اول پر چھاپ دی گئی۔ قیس ہندوؤں کی ایک فرم میں ملازم تھے لہذا انہیں نعت لکھنے کی پاداش میں ملازمت سے برخواست کر دیا گیا۔

''سیاست'' کے ذمہ داران نے قیس کو ملازمت کی پیش کش کی تو انہوں نے انکار کر دیا اور ملازمت ٹھکرا دی۔ اور کہا کیا اب میں نعت بیچونگا۔ میں اپنے جذبات کی قیمت وصول نہیں کروں گا۔

واضح رہے کہ آگے جن غیر مسلم شعراء کا کلام شائع کیا جا رہا ہے ان میں سے چند ایک بعد میں مسلمان ہو گئے تھے تاہم انہوں نے نعتیں غیر مسلم حیثیت سے لکھیں۔

آیئے اب الف بائی ترتیب کے ساتھ غیر مسلم شاعروں کی نعتوں میں سے ایک ایک یا دو دو شعر ملاحظہ کریں۔ الف بائی ترتیب شاعر کے تخلص کے حساب سے مرتب کی گئی ہے کہ شاعروں کا حال پیدائش یا وفات دونو میں سے دستیاب ایک فراہم کر دی جائے دونو دستیاب نہ ہونے کی صورت میں زمانہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سلسلے میں کوئی سہو ہو جائے تو پیشگی معذرت مگر خط کے ذریعے غلطی کی نشاندہی ضروری ہے آیئے کلام ملاحظہ فرمائیں۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی

از افکار گوہر بار مہاراجہ سرکشن پرشاد۔ شاؔد سابق

موار للہام ریاست حیدر آباد دکن

پرتو ذاتِ احد جلوۂ سر عجمی — اوکشِ مہرِ حقیقت توجہ عالی نسبی

چہ کنم وصفِ تو اے ہاشمی و مطلبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

از وجودِ نوشدہ جادۂ احرام الحرام — چشمہائے تو نمود اثر لا دنعم

از خرام تو بود رونقِ گلزار ارم — منِ بیدل بجمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال الست بدیں بوالعجبی

درد عشق تو بدل باد سرا اے دلبر بادسودائے ازاں زلفِ معنبر درسر
یادِ تصویرِ تو در دیدہ مرا شام وسحر چشم رحمت بکشا سوئے من اندازِ نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

گرچہ گو بند براقت رسرِ خاک گذشت کس نداند مگر از دانش و ادراک گرفت
در چہ چشم زدن سرِ لولاک گذشت شب معراج عروج تو از افلاک گذشت
بمقام تو رسیدی نہ تو رسیدی ہیچ نبی

جلوۂ حق چوں شدی اے شہ والا درجات گشت پیوستہ لبیک آئینہ ذات وصفات
جز ابر زخ کبریٰ سکون وحرکات ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

ساقی کوثر و تسنیم عطا کن یک جام تما بمانم زمئے عشق تو سرمست مدام
حسرتِ لذتِ آزاد شود نیک انجام نخلِ بستانِ مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ آفاق بہ شیریں رطبی

کیمیا ہست حیاتِ تو بنی آدم را زندگی ہست ثباتِ تو بنی آدم را
حق کجا داد صفاتِ تو بنی آدم را نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ علی نسبی

شدنہ اوصافِ تو تحریر ازیں اُو خجلم بے گل مدح تو چوں غنچہ فسردہ است الم
اللہ اللہ کجائی و کجا آب و گلم نسبتے خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بی ادبی

چشمِ بد دور زِ رویت خدہ عالم پرنور
ہست مشتاق جمالِ تو چہ انساں و چہ حور

بر فلک عیسیٰ و موسیٰ بے تمنا سرِ طور
ذات پاکِ تو دریں ملک عرب گرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی

یا نبی مونسِ جان و دل عشاق توئی
خاک راہ تو شوم ہست تمنائے دلی

شاؔد ہر وقت کند ذکر تو چوں قدسی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پیئے درماں طلبی

اتنا کرم ہو آنکھ میں آ جائے روشنی
کہنا صبا یہ جا کے پیغمبر کے سامنے
سر پر جو ہوان کا دست شفاعت اشیم کے
جس دم کھڑا ہو دارو محشر کے سامنے

(ڈاکٹر بدھ سنگھ اشیم)

مدت سے یہ دل رہتا ہے شیدائے مدینہ
کب مجھ کو خدا دیکھیئے دکھلائے مدینہ
اے بادِ صبا چشم کرم کچھ تو ہو ادھر بھی
رہبرِ خدا ہو گلِ رعنائے مدینہ

(بابو طوطا رام اختر رشیدی)

قربان تصور کے ہوتی ہے شب و روز
آنکھوں میں میری صورت زیبائے محمد
کیونکر نہ جہاں میں میرا رتبہ ہو عالی
میں اختر ناچیز ہوں شیدائے محمد

(منشی شواری لال اختر امرتسری)

از خاک عزب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحب الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں تیرے مدح سرا
راہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں

(سیتہ پال اختر رضوانی)

مشکل میں ہے، ہے تو یار رسول مدنی
دکھ درد میں غم خوار رسولِ مدنی
روزِ محشر میں ہنگامۂ شفاعت سب کا
حامی و مددگار رسولِ مدنی

(کنور پرشاد اختر)

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو ملایا اور صحرا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(ہری چند اختر)

رہ رہ کر لگا لوں نہ اسے آنکھوں سے میں کیوں
مل جائے اگر خاک پر انوار مدینہ
حاصل ہوئی کونین کی دولت اے اختر
حاصل ہوا جس شخص کو دیدارِ مدینہ

(پنڈت کندن سنگھ اختر)

کیا بگاڑے کا میرا زمانہ کملی والے کی مجھ پر نظر ہے
نعت لکھنی ہے سرکار کی اب نچھندر بے ہنر ہے

(پروفیسر کمندر کور)

اے پیکرِ خلوص کے حق آخر میں سلام
اے پانے والے ختم رسل کا خدا سے نام
لطف و کرم کی اک نظر اس بے ادب پہ بھی
یہ بھی تیرے در کا ہے ادنیٰ سا اک غلام

(نور سراج نرائن شبا ادب ستیاپوری)

تیرے سر آنکھوں پہ قرباں رسول عربی
جان و دل دونو ہیں قربان رسول عربی
نام ادیب اور بس اتنا ہے تعارف میرا
اک ادنیٰ سا ثناء خواں رسول عربی

(گرمدن لال ادیب لکھنوی)

خجل ہوں میں گناہوں سے کرم ہو شافع محشر
جسے بھی ہو بقا حاصل ہے تو آستاں تیرا
تیرا مسکن اگر ہو اشک ہو بیت المقدس میں
جلا سکتی نہیں خرمن کبھی برقِ تپاں تیرا

(رزیف سنگھ اشک جالندھری)

خدا نے تم کو وہ بخشا ہے اے خیر الوریٰ پایا
رسولوں میں کسی نے مرتبہ ایسا نہیں پایا
شبِ معراج حق سے لامکاں میں جب ہوئی باتیں
خدا جانے خدا نے کیا دیا بندہ نے کیا پایا

(منشی پربھولال گوڑا بمبئی)

نگہبان رہا تو میرا آج تک تیری ذات اقدس کو میرا اسلام
میری دین و دنیا کا والی تو ہی ہے تو ہے آقا میرا میں تیرا غلام

(حکیم ترلوک ساتھ اعظم جلال آبادی)

مرہونِ لطف تو مسلماں ہی نہیں
محنت کش کرم ہے خدائی جناب کی
اکمل کہیں مقام ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہیں رسالت مآب کی

(رام پرتاب اکمل جالندھری)

فرشتوں سے کہیں بڑھکر ہے رتبہ ذات انسان کا
جو کردارِ محمد دیکھ لو تم کو یقین آئے
رسول پاک نے شرطِ سجود امن میں رکھی
کہ نخوت سر سے رخصت جو سجدے میں جبیں
زمانہ زیر شہنشاہ محمد
ہے ارض و سما بارگاہِ محمد
مجازات عالم میں امید رکھو
حقیقت نما ہے نگاہِ محمد

(پنڈت رگوناتھ مہائے ۱۹۱۴ء)

پہلے مکے میں رہوں پھر مدینے کو جاؤں
کعبے کو دیکھ کر کعبے کا کعبہ دیکھوں
مجھ کو بھی اپنی غلامی کا شرف دو آقا
خاک ساروں میں میرا نام بھی لکھا دیکھوں

(ڈاکٹر انجنا سدھیرا) زندہ ہیں

جس نے بھی دل سے کی مدحت رسول کی
کہو کہ اس کے دل میں ہے محبت رسول کی
دنیا سے مٹ سکے گی نہ گاندھی یہ حشر تک
زندہ رہے گی عظمت و عزت رسول کی

(اندر جیت گاندھی)

بارِ عصیاں رہے اگر لاکھ میری گردن پر
میں ہوں مداح پیغمبر مجھے پرواہ کیا ہے
مدح کچھ اس کی لکھوں میری یہ طاقت ہے کہاں
میں ہوں ناچیز بشر میرا مرتبہ کیا ہے

(بوٹا رام انند بیسویں صدی)

کھینچ کھینچ کے آرہا ہے زمانہ تیرے حضور
دیکھو تو کس بلا کی بام و در کی ہے
اے روحِ شوق دید کا عالم نہ پوچھیئے
بس ان کو دیکھتے رہیں سودا یہ سر میں ہے

(راجیش کمار اوج)

آج ہے آتش مبارک یوم میلا د نبی
آج پھر سے قلب میں تازہ کریں یادِ نبی
سارے عالم سے مٹا کر جہل کی ظلمت کو وہ
روزِ روشن میں بدل ڈالا اندھیری رات کو

(دیوی دیال آتش بہاول پوری)

آپ کی الفت سند جنت کی ہے
پر سند شاہِ مدینہ چاہیے
آتشِ دوزخ سے آتش کو بچا
زندگی سکھ سے گزرنا چاہیے

(ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش)

بدل جائے نظامِ بزمِ گیتی آن واحد میں
کوئی ضد پر آ جائے دیوانہ محمد کا
بس اے آرزو کیا شرح تفسیر نبوت ہو
محمد سے محمد تک ہے افسانہ محمد کا

(مادھورام آرزو بسانپوری)

خلیق آئے کریم آئے رؤف آئے رحیم آئے
کہا قرآن نے جسکو صاحبِ خلق عظیم آئے
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آئے
سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمین آئے

(جگن ناتھ آزار)

سہارا بے کسوں کا، بے نواؤں کی نوا ہے وہ
پناہ بے پناہاں دردمندوں کی دوا ہے وہ
شہنشاہِ امم ہے تاجدار انبیا ہے وہ
محمد مصطفیٰ سے مجھ کو بھی دل سے عقیدت ہے

(رادھا کرشن آزاد)

زیب کونین بہار چمن مطلبی
نہ ہوا نہ ہوگا کوئی تم سا نبی
شافع روزِ جزا سرور عالی نسبی
دل و جاں بار فدایت چہ عجیب خوش لقبی

(پنڈت امرناتھ دہلوی)

مدح حسن مصطفیٰ ہے اک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں جاں پہنچا نہیں
کیا خطا ایسی ہوئی آنند جو محروم ہے
اب تک ان کے گوش تک شور و فغاں پہنچا نہیں

(پنڈت جگن ناتھ پرشاد آنند)

رہا کرتا ہے اس میں جلوۂ یکتا محمد کا
میرا دل ہے ازل سے آئینہ ساز محمد کا
اگر تجھ کو محبت ہے جو تیرا عشق صادق ہے
تو آنکھیں بند کرکے دیکھ لے نقشہ محمد کا

(لال کرشن درس گرگ۔ باغ)

یہ علم، یہ حکمت، یہ فراست یہ سخاوت
شہرہ ہے جہاں میں شہ امی لقبی کا
جس نے ہمیں توحید کے اسرار بتائے
اے بحرؔ میں قائل نہ ہوں کیوں ایسے نبی کا

(دیا شنکر بحر لوجی ۱۹۱۱)

تیرا حسن سیرت جو تحریر کر دے
کہاں سے وہ لاؤں قلم یا محمد
تیرے در پر آپ آ گئے برقؔ تواب
تیرے در پر نکلے گا دم یا محمد

(بھگوان داس برق)

جو محبوب خدا ٹھہرے جو ختم الانبیا ٹھہرے
وہ میرے پیشوا ٹھہرے وہ میرے انبیا ٹھہرے
مجھے اے برقؔ کیا غم ہے بھلا روز قیامت کا
شفاعت کے لئے میرے حامی میرے خیرالوریٰ ٹھہرے

(گنج بہاری لال برق)

واہ کیا آن ہے۔ کیا شان رسول عربی
تم پہ سو جی سے ہوں قربان رسول عربی
یہی بسملؔ کی تمنا ہے مدینے میں جا کر
آپ کے در کا بنوں دربان رسول عربی

(لکھ دیو پرشاد بسمل الہ آباد)

وہ کلام حق ہے جو نکلے لبِ اعجاز سے
ہے وہی منشا خدا کا جو منشائے رسول
پا نہیں سکتے کبھی معراج ہستی کو بسنت
دشمنانِ اہل ایماں اور عدائے رسول

(بسنت لال بسنت گڑھ مہاراجوی)

عالم پر منکشف ہوئے اسرارِ معرفت
جنبش میں جب آئے لب اظہار مصطفیٰ
مظلوم دے مراد کی امید آخری
دربارِ مصطفیٰ ہے دربارِ مصطفیٰ

(خزاں چند نسیم حیرتی ۱۹۸۴)

سوئے ارض محبوب جاؤں گا یارو
میں تقدیر اپنی بناؤں گا یارو
کوئی مجھ کو روکے میری جان لے لے
میں جاؤں گا میں جاؤں گا میں جاؤں گا یارو

(رانا بھگوان داس بھگوان ۱۹۴۴)

تجھ سا دنیا میں نہ میں نے کوئی یکتا دیکھا
ایسا اللہ کے بندوں میں نہ بندہ دیکھا

(سوکن سرن بھوکن)

نبی ہیں ارتقاء کے نور رہم دم
نبی ہیں کبریا کے نور رہم دم
نبی پیغام بر ہے بس احد کا
دل بے تاب میں ہے اس کا صدقہ

(رانا نندے تاب علی پوری)

اے کہ تیری ذات ہے پیدا نشان زندگی
اے کہ تیری زندگی سرِّ نہانِ زندگی
اے کہ تجھ پہ آشکارا راز ہائے کائنات
تیری ہستی ابتداء و انتہائے کائنات

(کرپال سنگھ بیدار ۱۹۷۷)

ہوں بہت ہی بے کس پکاروں کس کو اب تیرے سوا
کون سنتا ہے جہاں میں اب غریبوں کی صدا
کس سے جا کر یہ کرے بیدلؔ تیرا شکوہ گلہ
تیری خاک پا ہوں مالک بخش دے میری خطا

(منوہر لال آسوجہ بیول سردوی)

مجھ کو دیدار محمد کا جو حاصل ہوتا
پھر جہاں میں نہ کوئی میرے مقابل ہوتا
سامنے حق کے قیامت میں نہ عزت ہوتی
بیرؔ اگر امت احمد میں نہ داخل ہوتا

(پنڈت مہابیر۔ بیرؔ)

جب سے پابند حکم نبی ہو گئے
ہم تو کچھ بھی نہ تھے آدمی ہو گئے
ذرہ خاک پائے نبی بن کے ہم
اس جہاں کے لئے روشنی ہو گئے

(شیو برن لال ورما)

کیا ٹوٹے ہوئے دل کی صدا لے جاؤں
کیا درد کی تصویر بنا لے جاؤں
دربار محمد میں ہے بے کس کی طلب
ہمیں سوچتا ہوں نذر میں کیا لے جاؤں

(رمیش چند بے کس)

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہِ حق میں اپنا رہنما مانیں تجھے
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانیں تجھے
حق کی ہے بے کل صدا شمس الضحیٰ مانیں تجھے

(موج گوپی لال امرتسری)

کر آغاز سخن حمد خدا سے
پھر اس کے بعد نعتِ مصطفیٰ سے
الٰہی تیرے بندے جتنے بھی ہیں خاص
جناب ان کی رکھتا ہوں میں بھی اخلاص

(مستی فرائن)

جس دم دبایا مجھ کو گناہوں کے بار نے
میں شافعِ محشر کو لگا پھر پکارنے
حضرت نے آ کر مجھ کو سبکدوش کر دیا
رحمت بڑی کی شافع روزِ شمار نے
دیکھا ہٹا کے جب محمد کا حسن و نور
محبوب اپنا کر لیا پروردگار نے

(چوہدری دلورام۔کوثری تخلص حصار)

دنیا کو آ کے تو نے پرنور کر دیا
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا
پیغامِ حق سنا کے مسرور کر دیا
وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا
اک بار تو دیارِ یثرب کو دیکھ لیتا
پابندیء جہاں نے مجبور کر دیا
سندر سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تمہاری
جس نے گداگروں کو مخمور کر دیا

(شہام سندر۔سندر ایڈیٹر پارس لاہور)

روشن دلم ز جلوۂ روئے محمد است
جانم فدائے تو نامِ نکوئے محمد است
یاد خدا است ہمدم روحِ لطیف من
دل در خیال مدحت خوئے محمد است
دین بوئے خشک کہ مشک حسن یافت در جہان
بے شبہ از عطیہ موئے محمد است
در دیر ہم قبول تو اں شد نماز من
گر روئے دل ز صدق بسوئے محمد است
ساقی اگر جامہء ہند است بر تنم
مگر خاکم مگر ز یثرب و کوئے محمد است

(از شنکر لال ساقی)

پہلا نام خدائے دا دو جا نام رسول
پڑھ لے کلمہ نانکا تا ہوویں مقبول
ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھول

(گرونانک صاحب)

مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا
کہوں اور کیا ماجرا یا محمد
نہ کھولوں کا برقِ تجلی سے آنکھیں
تصور ہے تیرا سراپا یا محمد
خدا تیرا عاشق تو عاشق خدا کا
میں تم دونو پر ہوں فدا یا محمد
خدا کی خدائی میں تجھ سا نہیں
تو یکتا ہے بعد از خدا یا محمد
نہیں بادشاہوں کی کچھ مجھ کو پرواہ
تیرے در کا ہوں میں گدا یا محمد
نہ رندوں سے محبت نہ زاہد سے الفت
میرا حال کیا یہ ہوا یا محمد
تیرا کوثری رہتا ہے ہندوں میں
اب اس کو اپنے پاس بلا یا محمد

(دلو رام،کوثری)

خدا کا نور ہے نور پیغمبر
خدا کی شان ہے شان محمد
کچھ عشق میں نہیں شرطِ مسلمان
ہے ہندو کوثری بھی طلبگار محمد

(دلو رام کوثری)

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں میں لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے
پر کالکا پرشاد سے پوچھے تو کیا لے گا
تو میں نعلین محمد کو آنکھوں میں لگا دے

(کالکا پرشاد)

اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں
دل میں رہے سحر کی محبت رسول کی

(سندر سنگھ بیدی)

اے محمد تو نے ذلت سے بچایا ہمیں
پریم اور پریت کا راستہ دکھایا ہمیں
اے محمد تیرا نام رہے دنیا میں بلند
چاند سورج کی طرح چمکے زمانے میں سوچند

(ہندی شاعر شری می بوادتی)

الفاظ بے شمار محدود نہیں
رحمت کی شام وہ مسرور نہیں
معلوم ہے تجھ کو محمد کا قیام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

(فراق گورکھ پوری)

تیرے آستانے پہ جان دونگا
نہ جاؤں نہ جاؤں نہ جاؤں گا خالی
نہ مایوس ہوتا ہے یہ کہتا ہے بھگوان
کہ جودِ محمد ہے سب سے نرالی

(بھگوان داس بھگوان)

توئی جانِ دو عالم نور یزداں یارسول اللہ
توئی سرِّ وجود امکاں یارسول اللہ
جمیل عالم امکاں جمالِ حضرت یزداں
توئی حسنِ دو عالم جان جاناں یارسول اللہ
توئی رہبر توئی مرشد توئی سرور توئی آقا
توئی سلطانِ دو عالم شاہِ شاہاں یارسول اللہ
توئی خاتم، توئی سید، توئی سرور توئی آقا
توئی سلطان عالم شاہ شاہاں یارسول اللہ
امام عاشقاں، سجدہ گاہِ قدسیاں باشی
توئی شانِ وجود رب سبحاں یارسول اللہ
ترا دیدم ترا دیدم، جمالِ کبریا دیدم
عیاں شد حق زعکس روئے تاباں یارسول اللہ
توئی مطلوب بھگواں اے حبیب رب سبحانی
نگاہِ لطف بہر حال غریباں یارسول اللہ

(رانا بھگوان داس بھگوان)

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کرلیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ
خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہوتا تمہارا یا رسول اللہ
خدا حافظ خدا ناصر سہی لیکن یہ محشر ہے
یہاں تو آپ ہی دیں گے سہارا یا رسول اللہ
خدا کا نام لے لیکر جو بن آیا وہ لکھ لایا
بھلا کب نعت لکھنے کا ہے یارا یا رسول اللہ

(چاند بہاری لال ماتھر جے پوری)

خصوصی شاعر کا نذرانہ عقیدت

تو محبوب جانی و جان جہانی
فدائے تو صد عمر و صد زندگانی

بہ نورِ ہدایت چراغِ زمینی
برفعت خزوں تر ز ہفت آسمانی

علیہ صلوٰتی و علیہ سلامی
امین زمینی، امان زمانی

تو سلطان جودی و شان وجودی
بنور جبیں رہبر کامرانی

چوں شوق تو دیدم فراموش کردم
جمال مو ابلغ کماغِ اغانی

تو ساقی حقی و جان جہاں را
رفیق تو باشد شراب حقانی

امانِ دیاری، شریعت دِناری
طریقت تو داری حقیقت نو دانی

شریعت چہ گوید حقیقت چہ جوید
مکان المباری مباد المعانی

ز سیر سلوک و جبریل امانند
کہ با تو نیارد کسے ہم عنانی

جمیلی کریمی، جزیلی کفیلی
تیرا قاسمی بندۂ جاودانی

بہ پایاں چوں اسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ ما را
حسابِ من زچشمِ او نہاں گیر

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مسلم مصنفین اور مورخین

کی نظر میں

کون آیا۔

جب حسنِ ازل پردۂ امکاں میں آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان میں آیا
حرمت سے ملائک نے اسے سجدہ کیا ہے
جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا
گل ہے وہی سنبل ہے وہی، نرگس حیراں
اپنے ہی تماشہ کو گلسان نظر آیا
قانون وہی، ساز وہی طبلہ وہی ہے
ہر تار میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا
اول وہی، آخر وہی، ظاہر وہی، باطن وہی
مذکور یہی آیت قرآن میں آیا

(سردار گوردت)

رحمت دو عالم اور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات بے شمار کمالات، ستودہ صفات کا مجموعہ ہے خدائے لم یزل نے انہیں تمام انسانیت کا نجات دہندہ اور محسنِ اعظم بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے ان کی رحمت آفاقی ہے۔ ایسی بے مثال کامل اور رفیع انسان ہستی کی عظمت کے ثناء خوان اور خوشہ چین نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ حقیقت پرست غیر مسلم بھی انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

میں اپنی اس کتاب میں مغربی اہل دانش کے وہ تاثرات پیش کئے ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاذب اور ہمہ گیر شخصیت اور ان کے پیغام کی اہمیت اور افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا ہے وہ کون سا صحیح الفطرت اور حقیقت شناس انسان ہے جس نے کائنات کی اس دلنواز اور کامل شخصیت کے حضور سر نیاز خم نہ کیا ہو۔

آیئے ہم آپ کو ان سلیم الفطرت انسانوں کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ڈی رائٹ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات اور قوم کے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے رحمت تھے تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس احسن طریقے سے سرانجام دیا ہو۔ (اسلامک ایویو اینڈ مسلم انڈیا فروری ۱۹۲۰)

میجر آرتھر گلن لیونارڈ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت عالی مرتبت انسان تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مفکر اور معمار تھے انہوں نے اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ صرف اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں تھی بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو بھی تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کی۔

ڈاکٹر جی ایل

آپ کی (یعنی رسول کریم کی) خوش اخلاقی، فیاضی اور رحم دلی محدود نہ تھی۔

مسٹر ایڈورڈ موگٹے

آپ نے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو محسن اول قرار دیتا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی

اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم المرتبت مصلح تھے۔ جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی آپ کے لئے یہ فخر کیا کم ہے کہ آپ امت کو نورِ حق کی طرف لے گئے اور اسے اس قابل بنا دیا کہ وہ امن وسلامتی کی دلدادہ ہو جائے ادھر تقویٰ کی زندگی کو ترجیح دینے لگے۔ آپ نے انسانی خونریزی سے منع کیا اس کے لئے حقیقی وتمدن کی راہیں کھول دیں اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پا سکتا ہے جس کے پاس کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً انعام واکرام اور احترام کا مستحق ہے۔

(حمایت اسلام لاہور ۱۹۳۵)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انتہائی متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحبِ بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے آپ مدت العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲)

یہ کتاب (قرآن عالم انسانی کیلئے ایک بہترین رہبر ہے اس میں تہذیب ہے شائستگی ہے، تمدن ہے، معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے اگر یہ کتاب دنیا کے

سامنے نہ ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ ہر طرف آتش فساد کے شرارے بلند تھے خونخواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا اس کتاب نے تمام گمراہیوں کا خاتمہ کردیا۔ (دی لائف آف پریلسین)

عظیم الشان مصلح

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے اتحاد امم کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے وحشی انسانوں کو نور حق کی جانب ہدایت کی اور ان کو ایک اتحادی و صلح پسندی اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنے والا بنادیا اور ان کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دیئے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اتنا بڑا کام ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔ (روسی فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی)

ایس مارگوس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جانوروں پر بھی ظلم وستم توڑنے کو بہت برا بھلا کہا ہے۔

کرنل سائکس

کوئی شخص آپ کے خلوص، نیت، سادگی اور رحم وکرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر۔ ای۔ فریمن

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے پکے سچے راست باز ریفارمر تھے۔ (معجزاتِ اسلام ص ٦٧)

مسٹر سا مستشرق

قرونِ وسطیٰ میں جبکہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہنر اور ہدایت کے چھلکتے ہوئے نوری دریا بہا دیئے اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کی توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہو سکے۔ (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ)

ڈاکٹر اینڈ برمنگھم

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہونِ منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادگی، بے لوث، ایفائے عہد، اصحاب و پیروں کی غیر معمولی حمایت توکل بر خدا اور ذاتی جرأت واستقلال سے وابستہ ہے نبی کا کام اتنا آسان نہیں ہوتا اچھے اور دور رس طریقوں کا دفع کرنا آسان ہے۔ لیکن ان پر عمل کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ ایک عظیم الشان کام اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے شروع کرے جبکہ لوگ اس کی زندگی کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کام شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے اس امر کی رہنمائی کی وہ انسان کی زندگی میں زیادہ اہم ہے۔ یعنی بندے اور خدا کے تعلقات۔

ڈاکٹر لین پول

اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے تو کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی نہیں۔

(ہسٹری آف دی مورش ایمپائر یورپ)

مسز اینی بسنٹ

مسز اینی بسنٹ نے اپنے لیکچر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہوا ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہو جس کی ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے اور جس نے ان کی مہذب ترین اور متقی بنایا ہو۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲)

پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے اور تاریخ روزگار شاہد ہے وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر تھے جہل مرکب میں مبتلا تھے۔ حضور کی زندگی سادگی، شجاعت اور شرافت کی تصویر تھی۔ (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

جو شخص عرب کے اس عظیم پیغمبر کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کر کے ان کی تعلیمات اور طرز حیات سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ خدا کے بڑے بڑے رسولوں میں سے اس طاقتور نبی کے لئے احترام کا جذبہ نہ رکھے۔

میں بذاتِ خود جب ان کے حالات کا مطالعہ کرتی ہوں تو میں عرب کے اس طاقتور معلم کے بارے میں احترام اور تعریف کا نیا احساس اور نیا انداز پاتی ہوں۔ (حضرت محمد کی زندگی اور تعلیمات ص ۴ مدارس ۱۹۳۲) ہادیٔ اعظم اور محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ ملک عرب میں پیدا ہوئے تھے مگر ان کا تعلق تمام دنیا کے انسانوں سے ہے۔ اینی بے سینٹ نے نبی کریم کی پاکیزہ زندگی ایک نمایاں ترین پہلو اور ان کے فریضۂ رسالت ان کے ایک اہم گوشے کی طرف کرتے ہوئے بجا طور پر انہیں طاقتور معلم کہا ہے۔ (حوالہ مذکور)

سر ولیم میور

اہل تصنیف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کے چال چلن کی عصمت اور ان کے

اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں۔ (لائف آف محمد)

ایس۔ ایچ لیڈر

جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقتِ قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی عورتوں کو محض ان کی حالت پر رحم کرنے کے لئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا۔

(مدینہ جولائی ۱۹۳۲)

میجر آرتھر گلس مورنڈ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شبہ اپنے عصر میں ارواحِ طیبہ میں سے تھے وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے بھی صادق سے صادق اور مخلص پیغمبر آئے سب سے ممتاز رتبہ کے مالک تھے۔ (استقلال دیوبند ۱۹۳۲)

ڈاکٹر بدھو ویر سنگھ دہلوی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی ہستی تھی اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک پیغمبر تھے دوسرے لوگوں کے لئے بھی محمد صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل بڑھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی۔

(رسالہ مولوی دہلوی ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

بابو جگل کشور کھنہ (بی۔اے۔ایل ایل بی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائف اور آپ کی تعلیم کی بنیادی چیزوں کو دیکھ کر آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا پر بہت کچھ احسانات کئے ہیں اور دنیا نے بہت کچھ آپ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ صرف ملک عرب پر ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات نہیں بلکہ آپ کا فیض تعلیم وہدایت دنیا کے ہر

گوشے میں پہنچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز آپ نے بلند کی اور غلاموں کے بارے میں ایسے احکامات جاری کئے کہ ان کے حقوق بھائیوں کے برابر کردیئے۔
آپ نے عورتوں کا درجہ بلند کیا سود کو قطعاً حرام کر کے سرمایہ داری کی جڑ پر کلہاڑا مارا کہ بعد یہ درخت اچھی طرح سے پھل پھول نہ سکا سودخوری ہمیشہ کے لئے دنیا کے لئے لعنت رہی ہے مساوات کی طرف ایسا عملی قدم اٹھایا کہ اس سے قبل دنیا اس سے بالکل ناآشنا اور ناواقف تھی۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پرزور طریقہ سے توہمات کے لئے جہاد کیا اور نہ صرف اپنے پیروں کے اندر سے اس کی بیخ کنی کی اور بنیاد اکھاڑ کر پھینک دی بلکہ دنیا کو ایک ایسی روشنی دکھائی کہ توہمات کے بھیانک چہرے اور اس کی ہیئت کے خدوخال سب کو نظر آ گئے۔ حوالہ مذکور

بی ایس۔ اندھاوا ہوشیار پوری

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی، شفقت اور مروت علی المخلوقات کی داد دوں جنہوں نے خود ظلم وستم کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھائے مگر ستانے والے اور دکھ دینے والوں کو اف تک نہ کہا بلکہ ان کے حق میں دعائیں دیں۔ طاقت اور اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیا گیا۔ بانیان مذاہب میں سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر اور کوشش کی گئی کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو ان سے نفرت دلائی جائے اس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیء اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر الزامات کی بوچھاڑ کر دی اور اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی جرأت وہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ (حوالہ مذکور)

کملا دیوی۔ بی اے۔ بمبئی

اے عرب کے مہا پرش آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی۔ اور ایشور کی بھگتی کا دہیان پیدا ہوا۔ بے شک آپ نے دھرم ہوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل، کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے اور آتما کے سدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا اور اس کے حقوق مقرر کئے آپ نے اس دکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا اور امیر و غریب سب کو ایک سبھا میں جمع کیا۔

(الامان دہلی ۱۰ جون ۱۹۳۲)

مہا سندر من موہن

اے عرب کے مہا پرش (عظیم انسان) آپ مہا پر سندر من موہن (بے انتہا خوبصورت) اور میرے دل کے محبوب ہیں۔ جن کی سکشا (ہدایت) سے مورتی پوجا (بت پرستی) مٹ گئی اور ایشور بھگتی (خدا پرستی) کا دھیان پیدا ہوا یہ آپ کی کرپا (مہربانی) تھی کہ عرب دیش کے ظالم اور ڈاکو اعلیٰ درجہ کے مہنت اور سادھو (عابد اور زاہد) بن گئے اب مہا سنور رشی (بہت ہی خوبصورت نبی) میں اس لئے آپ کے نام کی مالا جپتی ہوں کہ آپ نے مٹی ہوئی عورت کو بچا لیا اور اس کے حقوق تسلیم کئے۔ بولو شری محمد کی جے (شری متی کملا دیوی بمبئی)

سوشیلا بھائی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ ایسے کام کئے ہیں جن کی بدولت کمزوروں اور بے کسوں کو ابھرنے کا موقعہ مل گیا۔ ایک فرقہ جس کی حالت قابل رحم تھی وہ عورتوں کا تھا۔ وہ عورتوں کی حالت غلاموں سے بھی گئی گزری ہوئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ مردان غریب عورتوں کو انسان ہی نہیں سمجھتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا ان کی روح کو تسکین دے

لوگوں کو بتایا کہ مرد عورت انسانی جنس کے دو برابر حصے ہیں مرد عورت کی اور عورت مرد کی زینت ہے۔ (حوالہ مذکور)

گاندھی جی

جب کہ مغرب قہر جہالت میں ڈوبا ہوا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (حوالہ مذکور)

وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی پیشوا تھے بلکہ ان کی تعلیمات کو سب سے بہترین سمجھتا ہوں کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ (رسالہ الایمان پٹی۔ ضلع لاہور ۱۹۳۲)

موتی لال ماتھر۔ ایم اے

پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقیدے کی بنیادیں ہل گئیں۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۰)

سوامی لکشمن رائے

مفسر رازِ حیات سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے صفحات زندگی اس قدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے وہ کون سی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کے لئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں۔ وہ کون سے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم دل اور ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے۔ وہ کون سے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے سچے ہادی پر روا نہیں رکھے۔ مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کی زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دعا ہی نکلی غیر مسلم مصنفوں کا برا ہو جنہوں نے قسم کھا لی

ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے۔ اور آنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھ کر ہر موقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں اور ان کے گستاخ اور کج فہم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شانِ استغنا سے، دولت، عزت اور شہرت اور حسن کے طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ عرب کے سربرآوردہ بزرگوں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کے لئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جن کی ہر کرن کفر سوز تھی۔ ایک دوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے دکھلائے اور ان کو اختیار دیدیا گیا تھا کہ ان میں سے اپنی مرضی جو راستہ چاہیں۔ اختیار کریں ایک طرف ریگستانِ عرب کی حسین سی حسین عورتیں، دولت کے انبار، عزت و شہرت کی دستار، قدموں میں نثار کرنے کو تیار تھیں اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اٹھا رہا تھا۔

قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں آوزرے کسے جاتے تھے۔ نجاستیں پھینکی جاتی تھیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ تاریخ عالم اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اسکے اوراق کو تزکیہ نفس کے ایسے فقید المثال مظاہر کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا اس حق کے پیغمبر کو جسکا مدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا۔ دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی شہرت کی طلسمی طاقت اس کے دل کو فریب نہ دے سکی۔ جس نے اپنی دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا اس نے بلا تامل فیصلہ کن لہجہ میں کہہ دیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو میری گود میں لا کر ڈال دیں تو میں تبلیغ حق سے باز نہیں آؤ گا (سوائی لکشمن رائے روزی ضلع حصار۔ منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۲۳ بحوالہ زمیندار لاہور)

سوامی دیانند

جس وقت بھارت دیش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی اس وقت عرب کے

ریگستانوں میں ایک نہاں پُرش، ایک عجیب وغریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا۔(مہرشی سوامی دیانند اوران کا نام مصنفہ لالہ لجپت رائے)

دشوانرائن

دولت وعزت، جاہ وحشمت کی خواہش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی بنیاد نہیں ڈالی۔شاہی ان کے نزدیک ایک حقیر و ذلیل شے تھی۔تخت شاہی کو آپ ٹھکراتے تھے دینوی وجاہت کے بھوکے نہ تھے۔ان کی زندگی کا مقصد موت اور حیات اہم رازوں کا پرچار تھا۔(مدینہ جولائی ۱۹۳۲)

مہاشے منوہر سہائے

آپ کو دولت جمع کرنے یا امیر ورئیس بننے کی خواہش نہیں تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو شاہِ عرب ہونے کے باوجود آپ کے پاس مال وزر نہ تھا جائیداد تھی نہ ذاتی ریاست بلکہ اس وقت بھی آپ معمولی حیثیت رکھتے تھے۔یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دینوی خواہشات کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ بھی نہیں کیا بلکہ جو کچھ بھی کیا خلوص کیساتھ کیا(حوالہ مذکور)

سوامی برج نرائن سنیاسی

پیغمبر اسلام نے ہر ایک جنگ میں جارحانہ نہیں بلکہ ہر ایک موقعہ پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر مجبور کیا گیا۔(حوالہ مذکور)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیءاسلام نے دشمنوں کی زبان سے اوران کے ہاتھوں سے ظلم برداشت کئے جن پر کمزور سے کمزور آدمی بھی بگڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔مگر بانیءاسلام نے استعداد مقابلہ اور طاقت کے

باوجود کبھی جواب میں زبان ہلانا یا ہاتھ اٹھانا بھی پسند نہیں کیا مگر آپ کے دشمنوں کی زیادتی حد سے گذرتی جا رہی تھی اور اندیشہ تھا کہ ظالم ان کے مددگاروں کی جماعت کو کچل ڈالیں گے آخر رحم مجسم نبی نے جس کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا اس امر پر مجبور ہو گیا کہ تلوار کے ذریعے اپنے لوگوں کی حفاظت کریں اور یہ آخری فیصلہ تھا جس کے سوا اپنے گروہ کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ہر چند کہ بانیء اسلام کی ذات والا صفات سراپا رحم و شفقت تھی۔ اگر بانیء اسلام کے بس میں ہوتا سرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرپاتا غرضیکہ جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری حالت میں ہوئیں۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سرداری لال

زمانہء جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہی ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پا کر جوان ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا۔ پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی وہ کبھی کسی قتل و غارت میں شامل نہیں ہوا۔ کسی کو برا نہیں کہا۔ کسی کی دل آزاری نہیں کی اس نے کبھی قمار بازی میں حصہ نہیں لیا اور لوگ جن گناہوں میں مبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اس نے اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ مذکور)

حکم چند کمار

عالم شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز گھر سے غیر حاضر رہ کر تزکیہء نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہؓ کے سوا جتنی عورتیں آپ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں ان حالات میں ذرا غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے وہ شادیاں نکاح کی خاطر نہ تھیں بلکہ کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھیں۔ (حوالہ مذکور)

لالہ چپت رائے

میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں۔

(رسالہ مولوی دہلی رمضان ۱۳۵۲)

سوامی بھوامی دیال سنیاسی

جس وقت تمام ملک عرب میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی تھی اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تنہا ذات تھی جس نے بے مثال ہمت و جرأت کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور ہر طرح کی برائیوں اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے آگے سر جھکانے کی دعوت دی۔(

رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور ۱۹۳۵)

مسٹر بی ایس کشالیہ (بی اے۔ڈی ای لندن ڈپٹی انسپکٹر مدارس گورگ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت ازواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے لیکن یہ محض غلط ہے بے شک آپ نے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانے کے برے رواج کو مٹانے کے لئے اور ہر طبقہ کی عورتوں کو نکاح میں لا کر ان کا سہارا بن جانے کے لئے اور لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے وہ بھی بیوہ، باکرہ، غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور آپ کے نمونہ کی پیروی کریں آپ نے نفسانی خواہشات کے لئے نکاح نہیں کئے۔آپ کے نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔(حوالہ مذکور)

بابو مکٹ دھاری پرشاد (بی اے ایل ایل بی وکیل) گیا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی تعلیمات کی طرح حضرت محمد صاحب کے اخلاق بھی بہت بلند تھے۔(حوالہ مذکور)

راجہ رادھا پرشاد سہنا (بی اے ایل ایل بی آف تیلوتھ اسٹیٹ)

آپ کا (رسول کریم کا) ہر قول وفعل، استقامت اور راستی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاق کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت بہاری لال شاستری۔ اجھیائی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنم عرب کے مکہ نگر اس سے ہوا جب وہ دیش گھور اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے قریشی، یہودی، عیسائی، سب ہی جہالت اور اوہام پرستی کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک کے نہ کسی دھرم کا کھنڈن کیا اور نہ کسی پیشوا کو برا بھلا کہا بلکہ تمام پیغمبروں کی عزت کرتے ہوئے ہر ایک مذہب کی تائید کی مگر اس وقت کے لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر مذہب کے روپ کو جو بگاڑ دیا تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ دھرم کا ٹھیک ٹھیک روپ دکھایا اور سمجھایا۔ ایشور وشواس، آپس میں پریم، سب کے ساتھ بھلائی آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا پاکھنڈ دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی لڑاکو عرب قوموں کو ایک مسلک کر کے ان میں ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوش اور برائیوں کے بھنڈار عرب لوگوں نے ملک میں ایسی زبردست حکومت قائم کی جن کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں میں جم گیا۔ سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں کی حکومت کابل، مصر، افریقہ اور سندھ تک قائم ہوگئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا انہیں فخر حاصل ہے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت عرب وعراق اور اس کے آس پاس کی قوموں کو دھارمک سماجک راج نیستر ک اور آرتھرک سب طرح فائدہ پہنچا اور وہ دنیا میں

مشہور ہو گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر بے غرض ہو کر اپنے ملک اور قوم کی یہاں تک سیوا کری کہ اپنی اولاد تک کو قربان کر دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نیا دین نہیں بنایا بلکہ سب امتوں سے یہی کہا کہ ملک میں ایک ہی سناتن ہے وہی اسلام ہے۔ یہ شروع میں تھا اس کا روپ بدلا کرتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاتی والوں کو اپنا سندیش سنانا شروع کیا تو لوگ دشمن ہو گئے جوں جوں قریش ستاتے گئے حضرت کا جوش کام کے لئے دونا ہوتا گیا لوگ ان کی جان کے گاہک بن گئے۔ تب سب کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔

مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دشمن کے اگیا نتا داتیا رچار کو معاف کر دیا۔ آپ بچوں سے پیار، غریبوں کی مدد، دین دکھیوں کی سیوا سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے تھے۔ دوسرے مذہبوں کا بڑا آدر کرتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنوں کا ورتن کیا جائے تو کئی سال تک رشی اخبار کے کالم بھرے جا سکتے ہیں۔

ان میں وہ گن سب سے عیاں ہے۔ ایشور وشواش اور سنگھٹن کی شکتی آپ کے جیون پر کچھ اعتراض نہیں جو متعصب یورپین پادریوں کی ایجاد ہیں ان کے خیال کو بغیر سمجھے بندوں نے بھی اپنا لیا۔ ہماری رائے میں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہبی جنگ کو اخلاق اور ایشور وشواش سے فتح کیا اور سوشل ریفارمہ پولیٹکل کام تلوار سے کیا۔

جب لوگوں کے سماجک سدھار کے لئے سختی اگر کی گئی تو کبھی بھی بری نہیں ہو سکتی۔ ایسی سختی ملک کے ہر ڈکیٹر نے کی ہے۔ جو لوگ مسلمان بادشاہوں کے ان ظلم و ستم کے حوالوں کو پیش کیا کرتے ہیں۔ جو انہوں نے غیر مذاہب والوں پر کئے اور ان کے لئے آئینہ میں حضرت ابدلیش کی تصویر کو دیکھا کرتے ہیں ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے یہ کام تو پولیٹکل ہے۔ آج کل بھی مذہب کے نام پر ہر حکومت اپنا الوسیدھا کرتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے کاموں کیلئے خود ذمہ دار ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی شادیاں کیں مگر یہ سب پولیٹکل ضرورت سے اسی طرح کیا گیا جس طرح شری کرشن بھگوان کو ہندوستان کی حالت ٹھیک کرنے کے لئے پورا کرنے پڑے ان شادیوں کو نفس کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ ان دیویوں کی بھلائی ان کے سرداروں کو رشتہ دار بنا کر اپنے مشن میں سیا یک بنانا وغیرہ مقصد تھا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا آپ کو ایک مہا پرش دیش بھگت سناد کا بھکاری پایا یہ پنڈت جی کے طویل مضمون کے جستہ جستہ فقرات ہیں۔ (اخبار رشی بخور یکم جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا یہ اخبار زیر ایڈیٹری لالہ جگناتھ شرن بی اے ایل ایل بی شائع ہوا ہے)۔

نرسمہا راؤ

دنیا کے کل پیغمبروں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مشن میں لاجواب کامیابی ہوئی جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ہوئی اور یہ پیغمبر خدا کے اخلاق کا مظہر و اوصاف حمیدہ کا نمونہ تھا۔

ہنر ہائس مہاراجہ نرسنگھ گڈھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سراپا عمل اور ایثار کا مرقع تھی حضرت نے زمانہ جاہلیت میں دنیا کی اصلاح فرمائی اور اسے اپنی انتھک کوششوں سے جگمگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔ (رسالہ الایمان پٹی جون ۱۹۳۶ء)

لالہ برج موہن سروپ پھینا گر۔ فیروز آبادی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کے ساتھ ہی عمل سے مالا مال ہے۔ انہوں نے فرض شناسی اور خدمت انسانی کی زندہ مثال پیش کی انہوں نے ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بت پرستی، توہم پرستی کو مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا۔ (پیشوا دہلی ربیع الاول ۱۳۵۶)

ڈاکٹر امبالال (ایل۔ایم۔ایس)

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دان تھے اعلیٰ درجہ کے سیناپتی تھے آپ زبردست جج تھے اوران کا جیون سادہ تھا۔(حوالہ مذکور)

رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ وصدور یہ سماج اجمیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت خدا تعالیٰ ایک ہے کی آواز بلند کی تو اس وقت ہندوستان، ایران، عرب وعجم میں بت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مادہ ہی مادہ ہے۔مگر خدائے تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ ثابت کردو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے اور وہ واحد ہے۔(حوالہ مذکور)

ماسٹر شبو چرن داس (پریذیڈنٹ دہلی پرنسپل ٹیچر ایسوسی ایشن)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا۔(حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جے کارام برہما

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق عالیہ کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ ان اصولوں پر عمل بھی فرمایا ان کی زندگی ایثار وقربانی کی زندگی تھی۔(حوالہ مذکور)

پنڈت ہردے پرشاد

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون تھے تو میں اس کے جواب میں برملا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ اور پیغمبر، توحید کے علمبردار، حقانیت کے طرفدار، سچائی کے دلدادہ اور ایشور کے پرستار تھے آپ کی اصلاح قابل داد تھی اور تا قیامت رہے گی۔انشاءاللہ (حوالہ مذکور)

شبام سندر (ایڈیٹر رسالہ پیمانہ۔ لاہور)

پیغمبر اسلام کی اولوالعزمی اور قومی ایثار کے لئے میرے دل میں بہت پریم ہے۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت دھرم دیو شاستری

اس میں شک نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے بھلے کیلئے جیئے۔ (حوالہ مذکور)

مہاتما نرائن سوامی (پردھان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی)

گیتا میں جیسا کہا گیا ہے جب خرابیاں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتی ہیں تو ان کو دور کرنے کے لئے سدھارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے اسی اصول کے تحت حضرت محمد ﷺ کا جنم عرب میں ہوا۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سدا سکھ لال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر سکنائے عرب کو مرید کرتے۔ (حوالہ مذکور)

شردھے پرکاش دیو جی پرچارک براہمہ دھرم

ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کے لئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد صاحب)

ٹی ایل وسوانی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ترحم وعنایت واچھائی سے پر ہے۔

پروفیسر ایشوری پرشاد

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن و امان کے خواہاں تھے وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے کہ خدا کی عبادت کرو اور نیک کام کرو۔ (تاریخ ہند)

بھگت راؤ ایڈووکیٹ کوہ مری

سری رام چندر جی مہاراج بھگوان سری کرشن مہاراج، گورو نانک جی، حضرت موسیٰ و عیسیٰ یہ سب روحانی بادشاہ تھے اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی پیشوا جس کا مقدس نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جس کے معنی ہیں مہا کئے گئے ہیں جس کے پوتر لائف کے متعلق بہت کچھ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک ریفارمر نے دنیا میں آ کر بہت کچھ کیا مگر حضرت محمد ﷺ نے دنیا پر اسقدر احسان کئے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ (غازیاں ہندص ۱۲۷)

پنڈت سیتا دھاری

پیشوائے دین اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی دنیا کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور آنحضرت کی زندگی ہر حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ اور سمجھنے والا دل اور دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو۔ (معجزات اسلام ص ۷۴)

لالہ رام لال ورما (ایڈیٹر اخبار تیج۔ دھلی)

جمہوریت و اخوت و مساوات یہ عطیات ہیں جو حضرت محمد ﷺ نے بنی نوع انسان کو عطا کئے۔

ہندو فاضل جیلونکر (وکیل اکوٹہ سابق سیکرٹری ہندو مہا سبھا)

موصوف نے موضع بلڈانہ علاقہ ہرار میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

پیغمبر اسلام کی بعثت ایک ایسے عالمتاب کا ظہور تھا جس کی ضوفگن شعاؤں نے ضلالت کی ظلمت چشم زدن میں منور کر دیا۔ رسول عربی نے سب سے پہلے وحدانیت کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی۔ (اخبار رہبر دکن حیدر آباد ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء)

لالہ رام چند (بی اے ایل ایل بی پریذیڈنٹ لوک سبھا لاہور)

وحدانیت اور مساوات یہ دونوں بے بہا اصول دنیا کو بانیء اسلام نے دیئے محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں جب تک وحدانیت اور مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول بنا کر دستاب نہیں ہوتے۔اس وقت تک فیض رسانی کا سہرا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوگا۔(معجزات اسلام ص ٦٧)

لیو کمبا ڈمانٹ (بدھ لیڈر)

میں حضرت پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔اور کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پڑھے وہ آپ کے شاندار کارناموں پر جوشِ تحسین کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی از حد مصروف زندگی تھی اور تحسین کارناموں سے لبریز تھی۔(پیشوا دھلی۔ربیع الاول ۱۳۵٦ھ)

مسٹر این۔اے نگا یا تھن (آف برہما)

ہندوں اور بدھوں کی کتابوں کے مطابق جب کبھی دنیا کو ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے ایک معلم جلیل مبعوث ہوتا ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی معلم جلیل تھے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حمدیت کی تخلیق نہیں فرمائی بلکہ امن اور سچائی کے اصولوں کا اعلان فرمایا۔(حوالہ مذکور)

پیشوائے اعظم (بدھو لیڈر رما نگ تو نگ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھی۔لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں ہم بدھ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔(معجزات اسلام ص ٢٦)

ماسٹر تاراسنگھ (پریذیڈنٹ سکھ لیگ)

جب کوئی مجھ سے کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا تو مجھے اس شخص کی کج فہمی سے ہنسی آتی ہے۔ (اخبار الامان دہلی ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار جوند سنگھ

دنیا میں آنحضرت ﷺ رسول عربی پاکیزہ زندگی کی بے نظیر و بے مثال ہے۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار رام سنگھ امرتسری

محمد ﷺ نے دنیا میں آکر بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ریفارمر اور اپنے وقت کے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ آپ نے عرب سے بت پرستی اور وہم پرستی کو دور کیا اور بھی بہت سے کام آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ آپ نے عرب سے انسانیت سوز رسم غلامی کو مٹایا۔ اسلام کے پیروؤں کو تعلیم دی۔ غلاموں کو آزاد کرنا بڑا ثواب ہے۔ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کی وجہ سے امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے دنیا کو آپ ہی نے جمہوریت سے آشنا کیا اور وطن کے متعلق فرمایا کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ وطن والوں سے محبت کرنا ایمان ہے۔ اور اہل وطن سے غداری یا نفرت یا ترک تعلق کرنا ناجائز ہے اس تعلیم کا آپ نے یہودیوں اور کافروں سے معاہدات کر کے اور ان سے محبت و ہمدردی کا سلوک کر کے مسلمانوں کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ (مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

سردار کرشن سنگھ

حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد صفحہ ارضی پر ایک جدید تہذیب و ترقی کا ظہور ہوا۔ زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دن پہلے بالکل وحشی تھے اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو ہی نہیں سکی تھی۔ یہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے۔ اور آپس میں کشت وخون

کے سوا ان کا اور کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اسقدر تنگ خیالی کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کیساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی۔ جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پڑپوتے لیتے تھے۔

ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد ﷺ کو خداوند کریم کی طرف سے خدا کی مدد وحمایت حاصل تھی کہ باوجود ان کے غیر تعلیم یافتہ ہونے کے اس سوسائٹی میں نشو ونما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھا دی جس سے ہم جان لینے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ضرور بندگانِ خدا کی ہدایت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ حضرت محمد کی شخصیت عظیم شخصیت تھی چنانچہ ہمارے آقا گورونانک صاحب جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے بعد ان کی تعریف میں دوہا لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا

ڈ ٹھا نو ر محمد ی ڈ ٹھا نبی ر سو ل
نانک قدرت دیکھ کے خودی گئی سب بھول

(غازیان ہند ص ۱۱۷)

مسٹر وائل (مصنف ہسٹری آف دی اسلامک سیپل)

رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ایسے مذہب کے شیرازے میں منسلک کر دیا ہے کہ جس میں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی اور مکمل شریعت سے بہرہ انداز کیا اور اس قانون کا عامل بنا دیا جو ہر زمانہ میں یکساں منفعت کے ساتھ نافذ اور رائج ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مارس

کوئی چند عیسائیانِ روم کو ضلالت و غوایت کی خندق جس میں وہ گرے پڑے ہوئے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ڈاکٹر لیبان

مذہب اسلام کے اعتقاد کا اثر آج بھی ویسا ہی پرزور ہے جیسے پہلے تھا۔ (تمدن عرب)

ٹائیگر نے ہمیں ایک لمبی چوڑی فہرست ان اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور معقولوں کے رائج ہے اور بلا خوشامد کہا جا سکتا ہے کہ ان معقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے بچانے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ تمدن عرب

تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں۔ جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگریز ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایزف ٹیلر

افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا اثر پڑا وہاں سے زنا، قمار بازی اور دختر کشی اور عہد شکنی، قتل و غارت گری، توہم پرستی، شراب نوشی، وغیرہ وغیرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ مگر اسی ملک کے دوسرے حصے پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان رذائل مذکورہ بالا میں اور راسخ کر دیا۔ (سٹیٹ جیمس گزٹ لندن ۱۸۸۷ء)

مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلز (مورخ انگلستان)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل عربوں کا ذہن و دماغ مٹی ہو رہا تھا وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے۔ مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی ان کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے انہیں وہ ولولہ پیدا کیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک

دمک پیدا ہوگئی کہ یونانیوں کے بہترین دور کے لگ بھگ پہنچ گئی۔ یعنی انہوں نے ایک نئے زاوئے اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے ان ذخیرہ کو باقاعدہ نشوونما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا ان عربوں نے بھی انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سرنو زندہ کیا موجودہ دنیا کو علم واقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ عربوں کے ذریعے ملی ہیں جو تاریخ کے تمام لٹریچر اور ٹھوس فلسفے کی جڑ بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔

اس میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ ان کے علاوہ کوفہ، بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان یونیورسٹیوں نے چار دانگ عالم میں اجالا کر دیا اسلامی فلسفہ کا رنگ وروغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعہ سے پیرس اور اکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اور ان پر رنگ چڑھا بارھویں صدی عیسوی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا مگر اس زمانہ میں ایک عرب ماہر ریاضیات محمد امین موسیٰ نے صفر ایجاد کیا اس نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا اور مفرد کی قیمت کا تعین ان کی حیثیت کے مطابق کیا۔ الجبرا انہیں کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔ ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فن ادویہ میں وہ یونانیوں سے بھی بہت بڑھ گئے تھے انہوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے ان کے علاج بہت سے ایسے تھے جن پر آج تک عمل درآمد ہے۔ ان کے جراح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے اور دنیا میں مشکل جو جراحی عمل ہوتے ہیں ان میں ان کا اپریشن بھی شامل ہے۔

اسی طرح کیمیا میں انہوں نے نہایت عمدہ ابتدا کی ان میں بہت سے نئے اوزار اور ہر قسم کے دھات سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں بھی کوئی ان سے آگے نہ بڑھ سکا وہ رنگ

آمیزی کے گروں سے بھی واقف تھے اور کاغذ کی صنعت بھی انہی کی مرہون منت ہے۔ (الامان دہلی ۱۹۳۵ء) بحوالہ سٹار آف انڈیا

مسٹر ہولڈرسن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھیلا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پاک پر مبنی ہے وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔ (پیشوا دہلی ربیع الاول ۱۳۵۶)

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اس گمراہی و ضلالت کی خندق سے جس میں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بغیر اس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ اعلائے کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے اس آواز نے دنیا میں پیدا کیا اور ایسے علمی پیرائے میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا جیسی انسانیت اور مروت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی اور قوم میں پائی جاتی ہے۔ (تذکرۃ المسیح)

ڈاکٹر کلارک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی یہ خوبی ملی ہے کہ اس میں وہ تمام ایسی باتیں موجود ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں۔ (میزان التحقیق ص ۲۳)

انسائیکلوپیڈیا

مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف، نہایت کامل اور نہایت درجہ مؤثر ہے اس سے ہماری مراد اس کی اخلاقی نصیحتیں ہیں۔ (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

بولف

اسلام کی تعلیمات کی برتری، فضیلت، منزلت اظہر من الشمس ہے محمد کا اسلام کامل مذہب ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے۔ قوانین و آئین، احسانمندی کی رو سے دنیا پر واجب تھا کہ دنیا پر آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کرے۔ (جوا کیم بولف از معجزات اسلام ص ۴۷)

لالہ شیام ناتھ ایم اے۔ دہلوی

بلاشبہ اسلام نے جہاں بے شمار اصلاحات اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شفقت کا اظہار کیا وہاں انسداد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل تعریف ہیں دنیا میں سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز ہے تو یہی غلامی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج کا جنم لیا تھا کئی ہزار ہا برس گذر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی عالم پر اس کا وجود نظر آ رہا ہے۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین شروع کر دی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی غلام ایک ارذل ترین مخلوق سمجھی جاتی تھی۔ عزت اور سلوک تو ایک طرف کسی آسائش و آرام کے بھی مستحق نہ تھے سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جوں جوں مسلمانوں کے اقتدار اور دائرہ بڑھتا گیا غلاموں کی حالت بھی سنورتی گئی۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱)

لالہ شنکر داس گیانی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول لائکپور

آپ کی تعلیم میں ہمیں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اگر آپ کچھ نہ کرتے صرف خدا پرستی اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تب بھی بہت کچھ تھا اتنے پر بھی دنیا ان کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی

مگراب جبکہ آپ کی تعلیمات میں توحید، تقویٰ، نیکی، پارسائی، محبت، رواداری اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں ایسی حالت میں ان کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے۔ (حوالہ مذکور)

لالہ دیش بندھو ایڈیٹر اخبار تیج دہلی

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی بقاء و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے اس غلط اور شر انگیز کے حامیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھدیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لی ہیں اسلام میں تلوار کی جگہ ہے جو کسی مذہب میں نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک صداقت اور سچائی کے لئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و راستی کی جگہ تلوار سے کہیں بالاتر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے۔

ڈاکٹر وکٹر عمانویل ڈبوس

اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عرب نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بھی بڑی بڑی سلطنتیں فتح کر لیں۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا عربوں نے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہنچایا اس قرآن کی مدد سے شامی اقوام میں صرف عرب ہی شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے جہاں اہل فینیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے تھے ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ان عربوں نے یونان کی عقل و آرائش کو زندہ کیا اور مشرق و مغرب کو فلسفہ، طب اور علم ہیئت کی بھی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔ (پیشوا دہلی جنوری ۱۹۳۲ء)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن نے اول جزیرہ نمائے عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کی ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کیا اس کے بعد اس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی حیثیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کیلئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔

قرآن پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید عملی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے۔ جس نے ازمنہ وسطی کے بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔

تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید میں کئی صدیاں پیشتر یورپ کے علماء، فلسفہ، ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کے لاطینی ترجمہ کے ذریعہ انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں کتابتاً ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق وشوق عربوں اور ان کے دوستوں نے پیدا کیا تھا۔

یہ ضرر تسلیم کرنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات، قدرت علم اور عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے جیسا کہیں نہیں۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف وتوصیف کا مستحق ہے۔

قرآن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ یہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ (دیباچہ قرآن)

جان ڈیون پورٹ

قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی و دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے اور ہر امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادت سے لے کر جسمانی صحت، جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق افراد، خلائق جرائم، دینی و دنیوی، سزا اور جزاء وغیرہ تک کے احکام قران میں موجود ہیں۔ اس

میں اصول بھی ہیں۔ جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی اور اسی سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روز مرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ قرآن ایک بے نظیر قانونِ ہدایت ہے۔ اسکی تعلیمات فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ) منجملہ اور بہت سی باتوں کے اور خوبیوں کے حق پر قرآن فخر کرسکتا ہے۔

وہ نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا ارشاد کرتے ہوئے ہمیشہ نظر رکھتا ہے۔ کہ وہ خدا سے خواہشات رزیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مذہب اور ناشائستہ الفاظ اور احکامات اور بیانات سے منزہ ہے جو بد قسمتی سے یہودیوں کے صحائفِ میں عام ہیں۔ قرآن تمام قابل انکار عیوب سے بالکل مبرا ہے اس پر خفیف سی خفیف حرف گیری نہیں ہوسکتی اسکو شروع سے لے کر آخر تک پڑھتے جاؤ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرہ بھی چھینب کے آثار نہیں پائے جائینگے حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو چکی تھی ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھائی تھیں ہر سمت بے چینی بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابلِ پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا ان حالات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۵۷۱ میں پیدا ہوئے انہوں نے قرآن کی اشاعت کی اور یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کے لئے سب کچھ موجود ہے۔ اس کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کے لئے ہدایت کی ہے تو دوسری طرف دینوی ترقی بیش بہا اصلاحات تعلیم کئے ہیں۔ (ای گریٹ ٹیچر)

جون یون پورٹ برطانیہ کا ایک مؤرخ اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے۔

کہ دنیا کی تاریخ کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے مخالفین کو سر عام قتل کر دیا گیا ہے اور یہ

شرف مسلمانوں کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے کہ اس قدر خون ریزی نہیں کی جس طرح موسیٰ نے بت پرستی کی بیخ کنی کے لئے کی تھی۔

ممتاز مورخ ایڈورڈ گبن کہتا ہے۔

قدرت کے قانون میں ہر شخص کو اسلحہ کے ذریعہ اپنی ذات وملکیت کا حق رکھتا ہے دشمنوں کا دفاع کرسکتا ہے یا ان سے زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اور اپنے انتقام ومعاوضہ کو ایک مناسب حد تک وسیع کرسکتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہم وطنوں کی ناانصافی نے اس وقت محروم اور جلاوطن کیا جبکہ وہ خیر اندیش مذہب اور صلح آمیز رسالت پر عامل تھے انہوں نے دشمنوں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کیا اور ان کی سچائی اور دیانتداری سے اسلام کو ایک عالمگیر مذہب بنادیا اسلام ایک نظریہ ہے اور میں نے اس کے مطالعہ سے ہمیشہ فلاح کا راستہ پایا ہے۔

ممتاز مصنف بورتھا سمتھ فرانس کے مشہور دانشوروں اور محقق حضرات کی صف میں شامل ہیں لکھتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ قرآن ایک دائمی معجزہ ہے اور میں حقیقتاً اس معجزہ کو غیر فانی معجزہ سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے دعوے کو جھٹلانے کے لئے میرے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ دنیا میں کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ نہ آئندہ ہوگی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی سچائی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

جرمن کے مشہور مورخ گوئٹے لکھتے ہیں

اس کتاب کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور رومتہ الکبریٰ کی وسیع سلطنت فتح کی اور جس قدر زمانہ سلطنت روما کو اپنے فتوحات میں حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا ان کا دسواں حصہ بھی ان کو نہ ملا۔ مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد ہی ایسی تعلیم ہے کہ جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلوص کی مضبوط شہادت یہ دی ہے کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے والے سب سے پہلے افراد ان کے قریب دوست اور ان کے گھر والے تھے۔ یہ سب ان کی پرائیوٹ زندگی سے بخوبی آگاہ تھے۔ (حضرت محمد اور قرآن سے معذرت کے ساتھ ص ۱۷ لندن ۱۸۶۹ء)

بنی نوع انسان کے عظیم ترین اور سب سے بڑے حقیقی غم خوار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات پر نکتہ چینی کرنے والے مستشرقین کے ایک لایعنی اعتراض کو رد کرتے ہوئے جان ڈیون پورٹ نے رسالت محمدی کی صداقت و عظمت کے ایک اہم پہلو کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ ڈیون پورٹ نے بجا کہا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو سب سے پہلے جو سعید روحیں ان پر ایمان لائیں وہ ان کے اہل خانہ اور قریبی احباب و تعلق دار تھے۔ تاریخ اسلام اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ رسول مقبول کی زندگی سراپا خیر و برکت، صدق و صفا، دیانت و غمگساری و سنجیدگی و متانت کی واضح ترین دلیل تھی۔ اعلان نبوت سے پیشتر بھی اہل مکہ نے ان کے پاکیزہ اوصاف دیکھ کر انہیں امین و صادق کا خطاب دیا تھا جب آنحضرت نے حضرت خدیجہ سے شادی کو تو اس وقت ان کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی ام المومنین حضرت خدیجہ نے آپ کی شرافت، دیانت، پاکیزہ سیرت اور عمدہ خصائل کو جان کر ان سے شادی کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ آپ نے پہلے نزول وحی کا واقعہ انہیں سنایا تو اس نیک دل خاتون نے بلا تامل ان کی نبوت کی صداقت کو تسلیم کر لیا اور وہ ایمان لے آئیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کوئی انسان اپنی رفیقہ حیات سے اپنے کردار کی حقیقت کو نہیں چھپا سکتا کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے حضرت خدیجہ آپ کے اخلاق کے تمام پہلوؤں سے باخبر تھیں۔ انہوں نے کبھی پس و پیش اور شک و شبہ کے بغیر ایمان لا کر نبوت محمدی کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچایا

انہیں یہ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ پہلی خاتون تھیں جو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔(نبی اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۵۳)

جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے

قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے آخرش ایک آمیز تحیر ڈال دیتی ہے اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی۔
(رسالہ مولوی دہلی رمضان ۱۳۵۲)

ڈاکٹر لڈولف کرہیل

قرآن میں عقائد واخلاق اوران کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔

ڈاکٹر ہٹلر

اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اس کو سیکھے جو حکم دیتا ہے اس پر عمل کرے۔استقامت،عزت نفس نہایت لازمی ہیں اس کی خصوصیات شائستگی تمدن کی بڑی بنیاد ہیں۔(ادب العرب)

موسیو سیدیو

وہ آداب واصول جو فلسفہ اور حکمت پر قائم ہیں۔جس کی بنیاد عدل وانصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور اسلام کی تعلیم دیتے ہیں۔ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو وہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ دکھاتا ہے۔گمراہی سے بچاتا ہے اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمال سے بدل دیتا ہے۔(ادب العرب)

برٹش انسائیکلوپیڈیا

قرآن کے احکام مطابق عقل وحکمت واقع ہوئے ہیں اگر انسان اسے چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

سر ولیم میور

ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر محرف اور صحیح الفاظ میں (لائف آف محمد) ہے تو ضرور ماننا پڑیگا کہ قرآن جیسا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے۔ وہی کا وہی ہے اس میں تورات، انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی (دیباچہ قرآن انگریز ینڈر) کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اس کی عبارت مدت مدید تک خالص رہی ہو۔ (لائف آف محمد)

مسٹر سٹین لی لین پول

قرآن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے تمام گمراہوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گذر چکی تھیں قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی علوم حقائق سکھائے ظالموں کو رحمدل اور وحشیوں کو پرہیز گار بنایا اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتا اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے۔ (گائی ڈنسن آف ہولی قرآن)

مسٹر طامس کارلائل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے یہ کتاب ایسے وقت دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔

انسانیت، شرافت، تہذیب وتمدن کا نام مٹ چکا تھا ہر طرف بے چینی اور بدامنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن وسکون اور محبت کے جذبات پیدا کیے بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور ظلم وستم کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو عادل اور رحمدل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ (دی پاپولر ریجن آف دی ورلڈ)

پروفیسر ہربرٹ وائل

قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا پڑا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا۔ جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا راج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی۔ جو سیدھے راستے پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنایا جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی بھی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لیجئے جو شرفِ انسانیت ہیں مثلاً راست بازی، پرہیزگاری، رحم وکرم، عفت وعصمت تو قرآن میں یہ سب باتیں موجود ہیں اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی پر ہے۔ مثلاً محبت وشفقت، عزم واستقلال، جرأت وشجاعت، تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہرکیف وہ حیرت انگیز قرآنی ہدایت ہے۔ (لیکچر ان اسلام)

ڈاکٹر فرک۔مورخ جرمنی

قرآن کی عبارت کیسی فصیح اور بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح ایسی نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے۔

ڈاکٹر موریس فرانیس

یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔اس کے نغمے انسانی خیر و صلاح کے متعلق فلسفہء یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔قرآن علماء کیلئے علمی کتاب،شائقین علم لغت کے لئے ذخیرۂ لغات،شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ ہے۔اور شرائع وقوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ان کو یہ کتاب ہوتے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔اور یہ بات واقعی ہے اور اس کی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔اس کے عجائبات روز بروز نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔(لدیارول)

ٹسر ایسٹ لندن

قرآن ایک محیر العقول معجز نما صحیفہ ہے۔(اپریل ۱۹۲۲)

ایک مسیحی نامہ نگار

مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیاوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔(معجزات اسلام صفحہ ۲۵ بحوالہ مصری اخبار وطن)

ڈاکٹر سمویل جانسن

قرآن کے مطالب اتنے ہمہ گیر اور ہر زمانے کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صداقتیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں ریگستانوں اور شہر اور سلطنتوں میں گھومتا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔ (پنز بچنگ آف اسلام)

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ

انگیریز مورخ پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اسلام کے اپنی تعلیمات کے اثر قوت کی بنا پر پھیلنے کے متعلق لکھتا ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ اسلام نے اپنے سیاسی زوال اور انحطاط کے زمانے میں بعض نہایت شاندار روحانی فتوحات حاصل کی ہیں۔ مثلاً اسلام کی تاریخ میں دو موقعے ایسے آئے جبکہ وحشی کفار نے مسلمانوں کو سختی کیساتھ پامال کیا سلجوقی ترکوں نے گیارہویں صدی میں اور تاتاریوں نے تیرھویں صدی میں مگر ان دو قوموں پر فاتحین نے اسی قوم کا مذہب اختیار کیا جس کو انہوں نے مغلوب کیا تھا مسلمان مبلغین نے اپنا مذہب وسطی افریقہ، چین اور الجزائر ہند چینی میں پھیلایا ہے۔ حالانکہ ان کو وہاں کسی دینوی حکومت کی حمایت نہ تھی۔

ڈاکٹر گارڈ فری ہنگن

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا غمخوار ہے۔ (میزان التحقیق ص ۱۲)

ڈاکٹر لیبان

قرآن کی فصاحت و بلاغت نئے نئے مسلمان پیدا کر لیتی تھی۔ (تمدن عرب)

پروفیسر ایڈورمونٹے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید کو ایسی پاکیزگی اور نفاست اور جلال و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ (باطل شکن ص ۴۱)

پروفیسر ڈیپوزٹ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ جو قرون دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآنی حقیقتیں ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجویکہ اُمّی تھے لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت، دیانت اور شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادات کا قابل اذہان فرمان ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جو دنیا کے ۱/۶ حصہ میں معتبر اور مسلّم سمجھی جاتی ہے اور اس کی انشا و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے۔ قرآن ایک معجز نما کتاب ہے۔ (بحوالہ لائف آف محمد الکس موازن حصہ اول)

ڈاکٹر جے۔ جی پول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گذشتہ سالوں میں ہی میں نے غور سے اس کا مطالعہ کیا تو اس کی بلاغت الفاظ کی شان و شوکت اور روانی سے حیران رہ گیا۔ (حوالہ مذکور ص ۲۵)

قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انشا کی خوبیوں نے اس کو اب تک

بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے اس کے احکام اس قدر مطابق عقل و حکمت ہیں اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے کفیل ہو سکتے ہیں۔

(پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

یہودی فاضل ڈاکٹر ہارورز

قرآن ایک فصیح و بلیغ عجیب و غریب کتاب ہے جو سر چشمہ علوم اخلاق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدھی سادی زندگی اور حسن سلوک نے اشاعت اسلام میں بڑا کام کیا ہے۔ (تقریریں ص ۲۷)

رام دیو ایم اے پرنسپل گورکل کانگڑی

قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق قائم کیے۔ (پرکاش فروری ۱۹۲۷)

پروفیسر دو یجاداس

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیغام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلے میں ہم شکل کوئی بیان پیش نہیں کر سکتیں۔ (معجزات اسلام ص ۱۰)

گاندھی جی

مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں۔ (معجزات اسلامی بحوالہ ینگ انڈیا)

پھونیدر ناتھ باسو

حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اس (قرآن) نے دنیا کے ہر گوشے میں پھیلا دی ہیں۔ (باطل شکن ص ۲۶)

لالہ لجپت رائے

میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں۔

(رسالہ مولوی دہلی رمضان ۱۳۵۲)

رابندر ناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جبکہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کرلے گا اور وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائیگا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر وینو گوپال راؤ نائڈو۔ ایل ایم ایس

قرآن کے الہامی کتاب ہونے میں کوئی کلام نہیں اسی زبان سے دنیا کے بہترین لٹریچر ہیں ایک زبردست کلام کا نکلنا ہی اس کی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔

(رسالہ الایمان دہلی ۱۹۳۶)

پنڈت بشا نتارام پروفیسر اندرا کالج بمبئی

اسکی (قرآن) تعلیمات نہایت آسان، عام فہم اور انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ ایک ہٹ دھرم بھی اس کی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے سٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو۔ (محمد صاحب جیون پتر)

پنڈت چموپتی ایم اے پروفیسر گوروک کانگڑی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں حضرت کی پاک اولو العزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے حضرت کی کتاب شعلہ بیانیوں ان کے زندہ پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۰)

بدھ عالم چینی لیڈر مسٹر فن چن

پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیا، انسانیت کے سامنے پیش کی وہ روحانی اور مادی ہر اقسام کی ریاضتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی دونوں کے درمیان بہترین توازن قائم کرنے والی ہے۔ (رسالہ پیشوا دہلی ربیع الاول ۱۳۵۶)

گرونانک صاحب

بت ان پوجاون منجم جب دن کا ہے جینو دھود ھوتا ک چڑھاون سورج نہ ہوئے کل پرآن کتب قرآن پوتھی پنڈت دے پرآن۔ یعنی پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی چھوت چھات بے کار ہے، جینواشنان، ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئے گا اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتھی پران کچھ نہیں۔ (معجزات اسلام بحوالہ گرنتھ صاحب) اپنی کتاب ایمان دی سچی کتاب قرآن یعنی ایمان کی کتاب قرآن ہے۔ (جنم ساکھی بھائی بالا) تورات انجیل زبور سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے تھے صرف قرآن دے تھے سیپارے کیں۔ نس وچہ نصیحتاں سن سن کریقین، یعنی قرآن پاک کے تیس پارے ہیں جن میں نصیحتیں ہیں۔ ان پر یقین کر (جنم ساکھی کلاں نوشتہ گرونانک صاحب)

تیسری کنڈاں بھالیاں تیرے سودھے بھید، توراتہ انجیل زبور تیرے پڑھے سن وید
رہبان قرآن کتھرے کل جگ وچہ پروان معلب ودھانا پایا ہندو مسلمان

ناتھ سے گرتو مینوں روزہ تے نماز

عملاں باجھوں مومنو دوزخ ولی نماز

یعنی ہندو مسلمان سب نے تورات انجیل زبور وید سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد ہاتھ نہ آیا البتہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا ہے۔ نماز روزہ عمل کئے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔ (معجزات اسلام ص ا مکے دی ساکھی)

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے ایڈیٹر جام شیر

جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلی اشاعت ہوئی وہ ملک ساری دنیا سے خراب حالت میں تھا اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف کی روشنی پھیل گئی۔

پادری دال میس ڈیڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ (باطل شکن ص ۲۶)

ریوانیڈ آر میکیو ویل کنگ

دنیائے اسلام میں اگر کوئی شے ہے اور اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ (باطل شکن ص ۲۷)

ریوانیڈ سوتھ اسمتھ

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قائم کرنے کا موقعہ ملا۔ وطنیت، اصلاح، اعمال، مذہب، تاریخی دنیا میں اس قسم کی دوسری کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ (محمد اور محمدن ازم)

آر باسورتھ سمتھ (ایم اے)

ان کے مشن (نبوت و رسالت) کو سب سے پہلے قبول کرنے والے وہ لوگ تھے جو انہیں

اچھی طرح جانتے تھے مثلاً ان کی اہلیہ، ان کا غلام، ان کا چچازار بھائی اور ان کا پرانا دوست ابو بکر جس کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے وہ واحد انسان تھا جس نے کبھی پیٹھ نہیں موڑی تھی اور نہ ہی وہ کبھی پریشان ہوا تھا۔ عام پیغمبروں کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسمت معمولی نہیں تھی کیونکہ اپنوں میں انہیں عزت واحترام کی دولت نصیب ہوئی مگر ان کی عظمت کے ناآشنا لوگ ہی ان کا احترام نہ کر سکے۔ (محمد اور محمڈن ازم ص ۸۷، ۸۸ لندن ۱۹۷۶)

یہ کہنا کہ عرب کو انقلاب کی ضرورت تھی بالفاظ دیگر یہ کہنا ہے کہ نئے پیغمبر کے ظہور کا وقت آ گیا تھا اگر ایسا ہی تھا تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نئے پیغمبر کیوں نہ قرار دیئے جائیں اس موضوع پر بہت زیادہ جدید ترین لکھنے والے سپر نگر نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے چند سال قبل ایک پیغمبر کے ظہور کی توقع اور پیشن گوئی کی گئی تھی۔ (محمد اور محمدن ازم ص ۸۷، ۸۸ لندن ۱۸۷۶ء)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلط کاموں کو نہ روکتے اور ان کا استیصال نہ کرتے تو عرب اور اس کے قرب وجوار کے ملکوں میں انسانی قربانیوں، چھوٹی بچیوں کے قتل، خونی جھگڑوں اور عورتوں کے ساتھ غیر محدود شادیوں غلاموں کے ساتھ نہ ختم ہونے والے ظلم وستم، شراب نوشی اور جوابازی کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہتا۔ (محمد اور محمدن ازم ص ۱۲۴ لندن ۱۸۷۶ء)

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است (اقبال)

باسورسمتھ نے نبی اکرم کے اوصاف حمیدہ اور ذات برگزیدہ کے ایک ایسے اہم پہلو کی طرف ہماری توجہ دلائی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت کم لوگوں نے غور کیا ہوگا۔ ایک غیر مسلم سکالر نے کتنے پتے کی بات کی ہے۔ اسے بجا طور پر اس حقیقت پر تعجب ہے کہ ہادی اعظم کے خارجی

حالات تو بدلتے رہے مگر ان کی شخصیت اٹل، مستحکم اور غیر تغیر پذیر رہی عام انسان حالات کی تبدیلی کے مطابق بدلتے رہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دیتے ہیں۔ عظیم انسان خصوصاً خدا کے برگزیدہ پیغمبر اور رسول غلط حالات کے مطابق تبدیل نہیں ہوتے بلکہ وہ زمانے کو اپنے عظیم مقاصد کے مطابق سازگار بنا کر دم لیتے ہیں۔ جیسا کہ مفکر اسلام نے اشارہ کیا ہے۔

مرد خوددارے کہ باشد پختہ کار
با مزاج خود بسازد روزگار
گر نسازد با مزاج او جہاں
می شود جنگ آزما بہ آسماں
بر کند بنیاد موجودات را
می وہد ترکیب نو ذرات را
گردش ایام را برہم زند
چرخِ نیلی فام را برہم زند
می کند از قوت خود آشکار
روزگارِ نو کہ باشد سازگار

پختہ کار اور خوددار انسان زمانے کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھال لیا کرتا ہے۔ زمانے کے حالات اس کی کفیت کے مطابق سازگار نہ ہوں تو وہ ان ناسازگار حالات سے جنگ کرتا ہے۔

قرآن تمام انسانوں کے لیے خدا کا بھیجا ہو پیغام ہے اور رحمتہ للعالمین رسول کریم اس کے حامل ہیں۔

نبی کریم اور محسنِ انسانیت کو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی

اے نبی تو کہہ دے کہ بے شک میں تماری مثل ہوں اور بشر ہوں اور میری طرف وحی آتی ہے

ایک طرف وہ عالم بشریت سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسری طرف وہ رسالت ونبوت کے مقام رفیع کے حامل تھے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ وہ انسان کامل اور بندہ خاص تھے۔ عام انسان ان کے خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔ علامہ اقبال نے تمام انسانوں اور حضور کے درمیان فرق کی طرف بڑا لطیف اشارہ کرتے ہوئے درست کیا۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
عبدہٗ از فہم تو بالاتر است
زانکہ او ہم آدم وہم جوہر است
عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر
کس سرِ عبدہٗ آگاہ نیست
اور عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست

نبی اکرم کے سامنے تو کائنات ناصیہ فرسا ہے مگر انہوں نے اپنے آپ کو خود خدا کا بندہ فرمایا ہے۔ خدا کا یہ بندہ خاص میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ حضور انسان بھی ہیں اور جوہر بھی عام بندے اور خدا کے بندے میں کافی فرق ہے۔ ہادیٔ اعظم اور انسان کامل نے خود اپنی عبدیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا ما عبدنا حق عبادتک تاہم انہوں نے اپنے مقام عبدیت اور فریضۂ رسالت سے تجاوز نہیں کیا تھا اسی حقیقت کو باسورتھ سمتھ نے خاص مشن کہا ہے۔

یورپ اور قیصر سے طاقت ور

مذہب اور حکومت کے رہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک وجود میں جمع تھیں۔ آپ پوپ تھے مگر پوپ کی ظاہر داری سے

پاک۔ آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ و حشم سے بے نیاز۔ اگر دنیا میں کسی شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے باقاعدہ فوج کے بغیر محل شاہی کے بغیر اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن وانتظام قائم کر رکھا تو وہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ کو اس ساز وسامان کے بغیر ہی سب کی طاقتیں حاصل تھیں۔

(مشہور عیسائی مورخ ایورنڈ باسورتھ سمتھ)

ریوانیڈ جارج

حضرت اسماعیل کی نسل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے آپ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے اس قوم کی بزرگی ہے جس میں حضرت محمد ہوں گے۔ حضرت اسحاق کی نسل سے یسوع مسیح پیدا ہوں گے۔ (پیشوا دہلی ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

جانِ دو عالم، رحمت دو عالم، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب العالمین نے وہ رفعت، عظمت اور بلندی عطا فرمائی ہے کہ ہر پستی سے پستی میں بھی ان کی بلندیء شان کا مشاہدہ چشم بینا سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ ظلمت کی گہرائیوں میں بھی آپ کی نورانی اور منور کرنیں اپنی ضیا پاشیوں کے حسن بکھیرتے نظر آتی ہیں۔ آپ کی شانِ رفیع کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ خود خالق ارض وسما آپ کی مدح سرائی کر رہا ہے۔ غیر مسلموں میں جس طرح متعصبین اور حاسدین کو باطنوں کا ایک جم غفیر ہے۔ وہاں ایک شعبہ ایسا بھی ہے جو مخالفت کے باوجود عظمت مصطفیٰ کو پیش کیا ہے اور حقیقت کا معترف نہ ہونے کے باوجود عظمت کا قائل ہے۔ جنہوں نے انکار کے باوجود عظمت مصطفیٰ کو پیش کیا ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارے آقا علیہ السلام کی عظمت کا کھلے بندوں، اعتراف کیا ہے اس سے پہلے ہم نے غیر مسلموں کے خیالات اور نظریات پیش کئے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہوں۔

صدر شعبہء فلسفہ مہارانی آرٹس کالج میسور اپنی کتاب ''محمد پیغمبر اسلام'' کے پہلے باب میں

لکھتے ہیں تمام فرزندان عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے ایک عظیم مفکر ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ دشوار گذار صحرا اور تپتی ہوئی ریت میں آپ سے پہلے اور بعد میں پیدا ہونے والے تمام شعرا اور بادشاہوں میں آپ ہی سب سے زیادہ عظیم ہیں محمد کی شخصیت کی مکمل صداقت بیان کرنا انتہائی مشکل ہے صرف ایک جھلک بیان کرسکتا ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — پیغمبر۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سپاہی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — جنرل۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تاجر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — بادشاہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مبلغ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — فلسفی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کے محافظ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — سیاست دان۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے نجات دہندہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مصلح۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصف

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — یتیموں کے سربراہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی پیشوا

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — مزدور۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شوہر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — باپ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیموں کے والی

اندرا کالج بمبئی کے سابقہ پروفیسر تشنارام۔ محمد کا جیون پوتر ہے۔ میں رقمطراز ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا سارا حصہ مشاہیر کی سوانح حیات پڑھنے میں صرف کیا ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ ایک عظیم انسان ہیں جن کے مقابلے کا انسان روئے زمین پر نظر نہیں آتا۔

پنڈت ہردے پرشاد

رسالہ پیشوا میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون تھے تو اس کے جواب میں، میں برملا کہوں گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم انسان ہیں جن کے مقابلے کا انسان دنیا میں نظر نہیں آتا اور آپ زمانہ کے بڑے

بزرگ اور پیغمبر تھے۔توحید کے علمبردار اور حقانیت کے طرفدار، سچائی کے دلدادہ اور ایثور کے پرستار تھے۔آپ کی اصلاح قابل داد تھی اور تا قیامت رہے گی۔

چوہدری چھوٹو رام

آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلم وانکسار، شرافت ونجابت اور لطف ومروت کے پیکر تھے۔ آپ صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ انسانیت کے جلیل القدر قائد تھے آپ صرف جلیل القدر پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ انسانیت کے جلیل القدر قائد اور عظیم الشان حکمران بھی تھے۔آپ کے اخلاق میں رحمت کی ایک ایسی جاذبیت تھی جو کہ آپ کے تمام اعمال حیات پر حاوی تھی۔آپ نہایت سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔جس وقت تمام عرب آپ کے قدموں میں تھا اس وقت بھی آپ کی زندگی کے معمولات میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا تھا۔

ڈاکٹر شام لال کپور

اپنے مضمون میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی وہ بڑی شخصیت ہیں جن پر دنیا کی طاقت، رعب اور شجاعت جس قدر فخر کرے کم ہے۔وہ ایسے انسان تھے جن کو استقلال کا پتلا کہا جائے تو مناسب ہوگا۔

لالہ برج موہن سروپ

اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کیساتھ ہی عمل سے مالا مال ہیں انہوں نے فرض شناسی اور خدمت انسانی کی زندہ مثال پیش کی انہوں نے ۲۳ سال

کے عرصہ میں بت پرستی اور توہم پرستی کو مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا۔(سوامی لکشمن رائے)

غیر مسلم محققین کی بے انصافی کا نوحہ کرتے ہوئے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار یوں کرتے ہیں حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاریخ عالم کے صفحات زندگی کو اس قدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے وہ کون سی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کے لئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں وہ کون سے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے وہ کون سے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے ہادی پر روا نہیں رکھے۔ مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کی فیض ترجمانی سے بجائے بددعا کے دعا ہی نکلی غیر مسلم مصنفین کا برا ہو جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ قلم کو ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ وہ خدا کے برگزیدہ نبی تھے وہ انہیں انسانوں کی فلاح و بہبود میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس لئے وہ اس فریضہ خداوندی کی ادائیگی میں دل و جان سے کرتے تھے ان کے خلوص، محبت، بے پایاں شفقت، غم گساری، انسان دوستی، اعلیٰ اخلاق اور بے شمار صفات سے بے شمار انسان متاثر ہوتے تھے اور ہوتے رہیں گے۔ ان کے بدترین دشمنوں اور مخالفین نے بھی ان کے اعلیٰ درجہ سے متاثر ہو کر انہیں اس وقت الامین اور الصادق القابات دیئے تھے۔ جب انہوں نے اپنی نبوت اور رسالت کا بھی اعلان نہیں کیا تھا اس سے زیادہ صداقت و دیانت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اپنے تو درکنار اغیار بھی ان کی عظمتِ کردار کے گن گا رہے ہیں اور انہیں خراج عقیدت پیش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

ایک اور مغربی دانشور چارلس آف وانس یوں اعتراف حقیقت کرتا ہے۔

مسلمانوں میں یہ بات تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ حقیقی رنگ زندگی اور عام مسلمانوں کے تجربات میں یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں جو کہ ان کے آسمان کو روحانی شان و شوکت سے معمور کرتے ہیں۔اسم محمد کامیابی کی فال،خوشی کا اظہار،امید کا مضبوط سہارا اور دائمی تعریف وتوصیف کا حقدار ہے۔جس پر ہمیشہ سلامتی کی دعا بھیجنے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا تذکرہ شاعروں،نثر نگاروں،ادیبوں،مورخوں اور فلسفیوں کا اعلیٰ موضوع ہوتا ہے۔(نقوش رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۴۷ تا ۷۷۹ تک)

جارج برناڈ شا

جارج برناڈ شا ایک مقام پر اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

میں نے ہمیشہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب کو احترام کی نظر سے دیکھا ہے اس کے اندر حیرت انگیز زندگی ہے یہی صرف ایک مذہب ہے جس میں میرے نزدیک بدلتے ہوئے حالات اور زندگی کو اپنے اندر سمجھنے کی ضرورت ہے۔پھر ہر زمانہ کے لئے پیغام عمل رکھتا ہے دنیا میں اگر کوئی مذہب باقی رہے گا تو صرف اسلام ہے میرا خیال ہے آئندہ دنیا میں مذہب اسلام ہوگا۔(نوائے وقت ۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء)

برطانوی مفکر اور مورخ برناڈ شا کہتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر آج دنیا کی قیادت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے کسی آدمی کے ہاتھ میں دیدی جائے تو وہ دنیا کو درپیش تمام مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور اسے امن و سلامتی اور سعادت کا گہوارہ بنادے۔

برناڈ شاہ ایک اور مقام پر لکھتا ہے میں کسی ایسے دین یا اجتماعی نظام کو نہیں جانتا۔جو اس قسم کے عمدہ قوانین اور تعلیمات پر مشتمل ہو جن پر اسلام مشتمل ہے۔

یہی مستشرق اسلام کے روشن مستقبل کے بارے میں پیشگوئی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

برطانیہ اور یورپ تباہی کے جس گڑھے کی طرف جا رہے ہیں اگر اس سے بچنے کے لئے کسی دین کی پیروی کی ضرورت محسوس کریں تو اس غرض کے لئے ان کے سامنے صرف دین اسلام ہوگا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ سو سال میں برطانیہ اور یورپ اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے ان لوگوں کی آراء بیان کی ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اسلام کے خلاف فرضی داستانیں وہ بچپن سے سنتے آرہے ہیں لیکن جب انہوں نے اسلام کو آبائے کلیسا کی نظروں سے نہیں بلکہ اپنی آزاد نظروں سے دیکھا تو انہوں نے محسوس کیا کہ اسلام کے متعلق جو تصور بچپن سے ان کے ذہنوں میں راسخ تھی وہ غلط تھی انہوں نے اسلام پیغمبر اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا اور اپنے آباؤ اجداد کی روایات سے بغاوت کرتے ہوئے دین اسلام کی خوبیوں کو اعلانیہ اپنی تحریروں میں بیان کیا اور ان لوگوں کی بدنیتی اور علمی خیانت کا پردہ چاک کیا جو صدیوں سے اسلام کے رخ زیبا پر شکوک وشبہات کا غبار ڈالنے میں مصروف تھے۔ ان کے اس جرأت کے ردعمل کے طور پر ان کو مستشرقین اور آبائے کنیسا کی طرف سے شدید ردعمل کا سامنے کرنا پڑا لیکن انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مستشرقین کے رویے میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے اس میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کا دخل نہ ہونے کے برابر ہے ان لوگوں نے مستشرقین کی اسلام دشمن تحریروں کے اندر سے اسلام کی اصلیت کو تلاش کرنے کی خود کوشش کی اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب ہوئے اور اسلام کا حسن اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ ان کے سامنے جلوہ گر ہو گیا۔

اگر علم اور ہدایت ایک ہی چیز کے دو نام ہوتے تو یقیناً یہ جان لینے کے بعد کہ اسلام ایک عظیم انقلابی دین ہے یہ لوگ کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ اسلام میں شامل ہو جاتے لیکن

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جن لوگوں نے اسلام دشمن ماحول میں پرورش پائی ان کا حلقہ اسلام میں شامل ہوئے بغیر اسلام کی عظمت کا اعتراف کرنا کوئی معمولی بات نہیں یہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے جس نے کبھی ان تاتاریوں کی تلواروں کو حفاظتِ حرم میں مامور کر دیا تھا جنہوں نے ممالک اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی اسی ذات نے مستشرقین کے ایک طبقے کے قلموں سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعریف کرائی ہے۔

یہ سب کچھ اسلام کی تعلیمات کی قوت اور کشش کی وجہ سے ہوا اگر امت مسلمہ نے مستشرقین اور دیگر اہل مغرب کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے اپنا دینی اور ملی فریضہ کما حقہ ادا کیا ہوتا تو آج یورپ اور امریکہ کی فضائیں کلمہ توحید کی صداؤں سے گونج رہی ہوتیں۔

نپولین مونا پارٹ

نپولین مونا پارٹ لکھتا ہے وہ دن دور نہیں جب میں تمام ممالک کے تعلیم یافتہ اور دانشمند لوگوں کو متحد کر کے ایک عالمگیر حکومت قائم کروں گا جو قرآنی اصولوں پر مبنی ہوگی۔ قرآن کے اصول سچے ہیں اور انہیں پر کاربند رہ کر سچی خوشی حاصل کر سکتا ہے۔ نپولین کے مشہور مصری حریف لارڈ ڈبسن نے ایک خط میں لکھا تھا کہ یہ تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ نپولین مصر میں دین محمدی کا غازی بن گیا ہے اور اس کے اسلام قبول کرنے کی جڑیں ہندوستان تک پہنچ چکی ہیں۔

گورونانک صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو دنیا کو صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔ انسان کو دائمی پریشانی اس لئے ہو رہی ہے کہ اس نے رسول اور اس کا احترام چھوڑ دیا ہے۔ گورونانک صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں (ہندی زبان کا ترجمہ) یہ پوجا پاٹ کام نہیں آسکتی چھوت چھات بے کار ہے۔ جینو انسان تھے پرناک لگانا کچھ کام نہیں آئیگا اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتھی پران کچھ نہیں۔

مہاتما گاندھی جی

مہاتما گاندھی جی کیا لکھتے ہیں۔

اسلام ایک سچا مذہب ہے جس میں صرف مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی نصیحت ہے۔ اس کا عقیدہ توحید، اخوت کی تعلیم، مساوات کا درس اور انسانیت کی تبلیغ سے بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ (ماہنامہ دین و دنیا دہلی۔ مارچ ۱۹۵۳)

پنڈت جواہر لال نہرو

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عوام ایسی زبردست طاقت اور ایسی عجیب وغریب زندگی کے مالک تھے کہ بڑے بڑے حکمرانوں کی افواج بھی مقابلہ کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ مسلمان اپنے دورِ اقبال میں ہر طرح سے دنیا کے اقوام پر بالا دستی رکھتے تھے جب یہ مسلمان بادو باراں کی طرح گھر آتے تو بڑے بڑے شہنشاہ اوران کے سورماؤں کے پتے پانی پانی ہو جاتے۔

ڈاکٹر گستاولی

فرانس، پیرس کا ایک عظیم مفکر، محقق، حضور کے متعلق لکھتا ہے۔

جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالتے ہیں اور کامیابیوں کو ابھار کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشاعتِ مذہب میں تلوار سے متعلق کام نہیں لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح قوم کو اپنے مذہب کی پاسداری میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوام عیسوی کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حاکموں نے طاقت کے زور پر عوام کو اطاعت کرنے پر مجبو کیا جب مسلمانوں نے کسی جگہ فاتح کی حیثیت سے قدم بڑھایا تو لوگوں کے عزت نفس کا خیال کیا مسلمانوں کے اخلاق اوران کی منصف مزاجی کو پا کر اسلام قبول کر لیا اور میں نے اسلام کو سچا مذہب پایا اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنے حسن اخلاق اور تدبر کی

وجہ سے پھیلا ہے بے شک یہ عالمگیر مذہب ہے جس میں ادنیٰ سی خامی بھی نہیں پائی جاتی۔

پادری کینتھ کارڈنل

امریکہ کے نامور پادری نے اپنے لیکچر میں کہا کہ اسلام کی جن تعلیمات نے عہد وسطیٰ میں مسلمانوں کو ترقی کا پیشرو بنا دیا تھا وہی تعلیم تمام دنیا کے اہل کے مسائل سے طے کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر مغربی اقوام حقیقی معنوں میں انسان کو اس کے موجودہ اندیشوں، باہمی بداعتمادیوں اور ہلاکت وخطرات سے نجات دلانے کے خواہشمند ہیں تو انہیں آج کی دنیا میں اسلام کے اصول کی اہمیت کو تسلیم کر کے دنیا کے الجھے ہوئے سوالات کو اسلام ہی کی تعلیمات کی روشنی میں عمل کرنا چاہیے۔ اسلام کے ان احسانات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے جو اس مذہب نے پوری دنیا کے لئے کئے ہیں۔

مسٹر میجر ارتھ مکن مورینڈ

یورپ کے معروف محقق میجر ارتھ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا وہ لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اپنے زمانہ میں ارواحِ طیبہ میں تھے وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اس وقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے وہ سب سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔ مذہب کو الگ رکھ کر دیکھا جائے تو اسلام کی سچائی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ وہ اخوت، مساوات، انصاف اور حاکم و محکوم غرضیکہ تمام مسائل کا حال پیش کرتا ہے۔

امریکہ کے مشہور مترجم مسٹر جارج سیل لکھتا ہے

کہ قرآن جیسی کتاب انسان نہیں لکھ سکتا یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند ہے۔ یعنی عیسیٰ کو اللہ نے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تھا مگر مسلمانوں کے لئے

آخری پیغمبر کو جو معجزہ قرآن کی صورت میں دیا ہے وہ ان سب معجزوں سے بڑھ کر ہے وہ معجزہ ختم ہو چکا ہے جبکہ قرآن کا معجزہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور سورج کی طرح چمکتا دمکتا رہے گا۔

ہسٹری آف اسلامک پیپل کے مصنف مسٹر وائل لکھتے ہیں

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے مذہب کے شیرازہ میں منسلک کر دیا ہے جس میں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی اور مکمل شریعت سے بہرہ ور کیا اس قانون کا عامل بنایا جو ہر زمانہ میں یکساں انصاف کے ساتھ نافذ اور رائج ہو سکتا ہے۔

لندن کا مشہور مورخ ڈاکٹر گبن لکھتا ہے

قرآن کی نصیحت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک سب نے مان لی ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانون کا اساس ہے اور صرف اصول مذہب کے لئے نہیں بلکہ احکام شریعت اور تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے ہے۔ قرآن عالمی دستور بھی ہے۔ جس کا نوع انسانی کی تربیت سے گہرا تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ یہ شریعت اسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے سارے جہان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ (سلطنت روما کا انحطاط اور زوال جلد ۵ باب ۵۰)

گارڈ آف دی ہولی قرآن کے مصنف مسٹر اپسین پی لین پول جو برطانیہ بلکہ یورپ کا مانا ہوا محقق ہے وہ لکھتا ہے۔

کہ قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جبکہ ہر طرف جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکالا جا چکا تھا۔ بت پرستی کا ہر طرف دور دورہ تھا قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹا دیا۔ ان کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں

گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اصولِ مذہب اور علوم حقائق سکھائے۔ ظالم کو رحمدل وحشیوں کو پرہیزگار بنا دیا اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے تمام باشندے برائے نام انسان رہ جاتے۔ (نوائے وقت ۱۴ اپریل ۲۰۰۶ء)

آرتھراین ولد سٹن (سی۔آئی۔ای)

پیغمبر عرب کے حکم پر ہزاروں انسان تسلیم واطاعت کے لئے اپنے گھٹنے جھکاتے ہیں۔

ان کی یاد بے شمار لاکھوں عقیدت مندوں کے دلوں میں ابھی تک زندہ ہے۔

(حضرت محمد کیساتھ نصف ساعتیں ص ۲۸)

اکثر مستشرقین نے آرتھر ولد سٹن کی طرح ہادی انس و جاں اور رحمۃ للعالمین کو پیغمبر عرب لکھا ہے۔ ان کی یہ غلط فہمی یا تو جہالت کا نتیجہ ہے یا یہ کہ ان کے مذہبی تعصب کی عکاسی کرتی ہے۔ اگر ان کے خیال میں محض جغرافیائی تعلق کو ظاہر کرنا مقصود ہے تو یہ تشبیہ بھی چنداں معقول دکھائی نہیں دیتی اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر نبی اور ہادی کا تعلق کسی نہ کسی جگہ ضرور رہا ہے۔ اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے خطے میں پیدا ہوئے مگر وہ عربوں کے لئے ہی نہیں پیغمبر نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین کی نسبت سے وہ تمام جہانوں کیلئے رحمۃ بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔ اس لئے ان کی نبوت عالمگیر اور ابد شناس بن گئی سورج اگرچہ روزانہ ایک خاص مقام مشرق سے طلوع ہوتا ہے لیکن وہ وہاں ٹھہرا نہیں رہتا بلکہ حرکت مسلسل کے ذریعہ انہی کرنوں سے ساری دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔

اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عرب کے خاص مقام سے ان کے ظہور نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ مگر عرب تک محدود نہیں آفتاب رسالت کی نورانی کرنوں نے عرب کے علاوہ باقی علاقوں کے رہنے والوں کی ذہنی اور روحانی تاریکیوں کو دور کر دیا تھا۔ آج ان کے نام لیوا عرب کے علاوہ دنیا کے مختلف علاقوں میں بس رہے ہیں وہ حقیقی معنوں میں تاجدار عرب وعجم

کی نورانی کرنیں ہیں انہیں محض عربوں کا پیغمبر قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

آرتھر گلمین

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ ستائش کے قابل ہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقعہ پر انہوں نے اپنے مخالفوں کی سابقہ بدسلوکی اور قدرتی طور پر اس سے پیدا ہونے والی انتقام خیز ناراضگی چھوڑ کر اپنی فوج کو ہر قسم کا خون بہانے سے روکا اور ہر طرح سے عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کی مہربانی کا شکر ادا کیا۔ اس موقعہ پر صرف چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا جنہوں نے کسی موقعہ پر وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تھا ان چار افراد کی موت دوسرے فاتحین کے افعال کے مقابلے میں انتہائی انسانیت آمیز دکھائی دیتی ہے مثال کے طور پر اس کا صلیبی جنگوں میں لڑنے والے ان عیسائیوں کے ظلم سے مقابلہ کریں جنہوں نے ۱۰۹۹ میں یروشلم کے فتح کرنے کے بعد ستر ہزار مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کی نیند میں سلا دیا تھا مزید برآں اس کا مقابلہ اس انگریز فوج سے بھی کریں جس نے صلیب (عیسائیت) کی حمایت میں گولا کوسٹ کی جنگ میں ۱۸۷۴ء ایک افریقی دارالحکومت کو نذر آتش کر دیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح دراصل مذہبی تھی نہ کہ سیاسی۔ انہیں ذاتی عقیدت کی ہر علامت کو مسترد کرتے ہوئے تمام شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب اہل قریش کے مغرور سرداروں کو ان کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ سوال کیا کہ تم مجھ سے کس سلوک کی امید رکھتے ہو ان قریشی سرداروں نے جواب دیا کہ اے فیاض اور رحم دل بھائی ہم آپ سے نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاتثریب علیکم الیوم. اذھبو انتم الطلقا۔ آج تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (عرب مسلمان ص ۱۸۴، ۱۸۵ لندن ۱۸۸۷ء)

اگنز گولڈزیہر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہبی کارنامے اور کامرانی کے کسی حصے کو انوکھا کہا جا سکتا ہے۔تو وہ ان کی نبوت کا وہ حصہ ہے جس نے عرب کی سابقہ حالت کو یکسر بدل دیا تھا۔انہوں نے بت پرست عربوں کی سوسائٹی اور پرستش کی تمام وحشیانہ نفرتوں، ان کی قبائلی زندگی اور ان کے تصور کا خاتمہ کر دیا تھا علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی اطوار کی مخالفت اس وحشت و بربریت کا خاتمہ اور قلع قمع کر دیا تھا جسے قرآن جاہلیہ (جہالت) کہتا ہے۔(اسلامی الٰہیات اور قانون کا تعارف ترجمہ از اینڈرس اور اوتھ ص ۱۳ امریکہ)

رسول کریم کی تشریف آوری سے پہلے عام عربوں خصوصاً مکہ، طائف اور مدینہ کے عربوں کی اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، مذہبی اور سیاسی حالات کسی طرح بھی پرامن اور خوشگوار نہیں تھی۔مورخین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ہادیء برحق کی بعثت سے پہلے عرب شراب نوشی، قماربازی، زناکاری، سودخوری، نسلی تفاخر، قبائلی جنگوں، بت پرستی، توہم پرستی، دخترکشی، لوٹ مار، قتل وغارت اور کسی مرکزی حکومت کے فقدان کا شکار تھے۔عورتوں کو سوسائٹی میں کوئی مقام نہ تھا۔ہادیء اعظم نے اپنے پیغام توحید ورسالت کے ذریعے انہیں برائیوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔اقبال نے رسالت محمدی کے اس انقلابِ عظیم کے چند پہلوؤں کو اپنے تابدار اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید — از رسالت درتنِ ما جاں دمید
حرف بےصوت اندریں عالم بدیم — از رسالت مصرعِ موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوین ما — از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صد ہزار ما یک است — جزو ما از جزو ما لا ینفک است

خدا تعالیٰ نے ہمارا جسم پیدا کیا اور نبوت کے ذریعے ہمارے جسم میں روح پھونکی ہم دنیا میں بے آواز تھے لیکن رسالت محمدی کی بدولت ہم موزوں مصرع بن گئے نبوت محمدی کی وجہ سے دنیا میں ہماری ہستی ہمارا دین اور ہمارا آئین ہیں۔

ایڈورڈ گبن

پیغمبر عرب کی ذہانت وخطانت ان کی قوم کے اطوار اور ان کے مذہب کی سپرٹ مشرقی سلطنت رومی سلطنت کے زوال کے اسباب تھے۔ ہماری نگاہیں بڑی تجسس کے ساتھ سب سے زیادہ یادگار کے قابل اب انقلاب پر لگی ہوئی ہیں جس نے دنیا کی قوموں پر نیا اور دائمی طرح کا اثر ڈالا ہے۔ (رومی سلطنت کا زوال ص ۶۴۹ لندن ۱۹۶۹)

ملت اسلامیہ جو اسے آفاقی، ہمہ گیر اور انسانیت ساز دین محمدی کی پیروکار ہے۔ وہ بھی عالمگیر صداقت وہدایت کی ضامن بن جاتی ہے۔ علامہ اقبال رسالت کی اس آفاقی اہمیت کو اپنے وجد آور قالب میں ڈھالتے ہیں۔

نقش تو بر صفحۂ ہستی کشید　　　امتے گیتی کشائے آفرید

امتے از ما سوا بیگانہ ء　　　برچراغِ مصطفیٰ پروانہ ء

آنحضرت کی رسالت نے دنیا میں نئے واقعات پیدا کیے ہیں اور وہ دنیا کو مسخر کرنے والی امت معرض وجود میں آئی یہ امت خدا کے علاوہ کسی اور اسے آشنا نہیں اور وہ چراغِ محمدی پر پروانہ وار گرتی ہے۔

ایڈورڈ گبن نے تعلیمات اسلامیہ کے رکن اول یعنی توحید کے بارے میں بجا کہا ہے کہ کئی صدیاں بیت جانے کے بعد بھی مسلمانوں میں توحید خالص کا جذبہ واعتقاد موجود ہے اور انہوں نے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی طرح خدا کو خارجی پیکروں میں نہیں ڈھالا۔ علامہ اقبال نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

می تراشد فکرِ ما ہر دم خداوند دگر　　دست از یک تا افتاد در بند دگر

ملت ما را اساس دیگر است　　ایں اساس اندرِ دل ما مضمر است

حاضریم و دل بہ غائب بستہ ایم　　پس ز بند ایں آں وارستہ ایم

ہمارا ذہن نیا خدا تراشتا ہے اس لئے وہ ایک بند سے نکل کر دوسرے بند میں جا گرتا ہے۔ یہ خاصیت اس ذہن کی ہے جو توحید کے مسلک پر گامزن نہیں رہتا اس کے برعکس وہ مسلمانوں کے تصور خدا اور توحیدی اعتقاد کی وضاحت کر جاتے ہیں۔ (رومی سلطنت کا زوال ص ۶۹۱ لندن)

ایڈورڈ گبن صاحب اپنی کتاب تاریخ روم میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن میں شہرہ آفاق تھے۔ یہ نعمت صرف نبی کو ہی معلوم ہوتی ہے جن کو اللہ کی طرف سے عنائت ہوتی ہے جب آپ کوئی بات فرمائیں آپ کسی خاص آدمی یا گروہ کو متوجہ کر لیا کرتے تھے۔ لوگ آنحضرت کو شاہانہ شکل نورانی آنکھیں خوشنما تبسم بکھری داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبے کی تصویر کھینچے اور ایسے حرکات وسکنات جو زبان کا کام دیں دیکھ دیکھ کر تعریف کیا کرتے تھے۔

جب یورپی عیسائی مورخ آنحضرت کے حسن و جمال کے متعلق اتنا کچھ لکھیں کسی مسلمان شاعر کی زبان سے یہ شعر نکل جانا زمین وآسمان کے قلابے ملانا نہیں ہے۔

تو بدیں جمال وخوبی سرِ طور گر خرامی
ارنی بگوید آں کس بگفت لن ترانی

ایس ڈی گوئیٹسن

سرورِ انبیاء اور سردار رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دور نبوت طرح طرح کی مشکلات و مصائب سے بھرا ہوا تھا جب انہوں نے پیغام حق سنانا شروع کیا تو مکہ کے رہنے والے کفار اور مشرکین نے انہیں ہدف تنقید وتنقیص بنانے کا آغاز کیا انہوں نے آنحضرت اور ان کے

ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا مکہ کے لوگوں نے جب ان کے پیغام کی طرف چنداں توجہ نہ کی تو انہوں نے طائف کی بستی کی جانب اپنی تبلیغ کا رخ کرنا چاہا لیکن وہاں بھی انہیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ شہر مکہ کے کفار نے آنحضرت کو اپنے بتوں اپنے آباؤ اجداد اور اپنے طریق زندگی کی مخالفت روکنے کے لئے ترغیب و تحریص بھی دی مگر وہ اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے رسول کریم نے شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف اپنے یار غار ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ خدا کے حکم سے سفر شروع کیا ہجرت کا یہ واقع تاریخ اسلام میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال لکھتے ہیں۔

ہجرت آئین جہات مسلم است　　ایں زا سباب ثبات مسلم است

خدا نے ان کی آفاقی نبوت ورسالت کا اعلان اس آیت مبارکہ میں کیا ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (۷۔۱۵۸) ہم نے تمہیں تمام انسانیت کے لئے بھیجا ہے اس لحاظ سے ہادی ءاعظم اور محسن انسانیت کی بنوت کا فیض تمام انسانوں کے لئے جاری وساری رہے گا۔ ان کی امت بھی عالمگیریت کی شان کی حامل بن گئی ہے۔ اس لئے یہ رنگ نسل، زمان، قبائل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر بن گئی ہے۔ بقول اقبال

نے افغانیم و نے ترک وتاریم

چمن زادیم واز یک شاخساریم

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است

کہ ما پروردہ یک نو بہا ایم

ہم نہ افغان ہیں نہ ترک نہ تاری ہم ایک چمن میں پیدا ہوئے ہیں اور ایک ہی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم پر رنگ و بو کی تمیز حرام ہے کیونکہ ہم ایک ہی نو بہار کے پروردہ ہیں۔

(اسلامی تاریخ اور اسلامی اداروں کا مطالعہ ص ۳۴ ہند)

ای۔ایچ پامسر

مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو اللہ کا رسول خیال کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرا کوئی نظریہ تضاد کا حامل ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی خطبات کا اسلوب بیان نہ صرف تمام مسلمانوں بلکہ بہت سے غیر مسلموں کے لئے بھی ان کی پیغمبرانہ ذہانت وفطانت کا واضح ترین اور ممکن ثبوت ہے۔

(قرآن دیباچہ لندن ص ۹، ۱۹۲۸)

دوسری جگہ لکھتے ہیں مجھے اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو اللہ کا رسول خیال کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرا اور کوئی نظریہ تضاد کا حامل ہوگا۔ آفاقی مذہب کے دعویدار ہونے کی حیثیت سے موجودہ دور میں اسلام کے پیروکاروں کی تعداد کئی کروڑ ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس مذہب کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصی طور پر مذہبی تو نہیں تھے تاہم وہ اپنے ماننے والوں کے اندر کامل انداز میں مذہبی جوش وخروش ابھارنے کی صلاحیت رکھتے تھے کیا ایسا بیان تضاد کا آئینہ دار نہیں ہوگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائی خطبات کے اسلوب بیان نہ صرف تمام مسلمانوں بلکہ بہت سے غیر مسلموں کے لئے بھی ان کی پیغمبرانہ ذہانت وفطانت کا واضح ترین اور ممکن ثبوت ہے۔

(قرآن دیباچہ ص ۹ لندن ۱۹۲۸)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سابقہ انبیا کرام کی نبوت ایک خاص قوم کیلئے ہوتی تھی۔ لیکن محسن انسانیت کی نبوت تمام اقوام کے لیے ہے دوسرا نقطہ یہ ہے کہ آنحضرت کی نبوت سے قبل انسان نے زمان ومکان کی طنابیں کھینچ کر مختلف قوموں کو ایک عالم گیر برادری بنا دیا ہے اس لیے نبوت ورسالت جو بھی آفاقی بنانے کی ضرورت تھی جسے نبوت محمدی نے آ کر پورا کر دیا دور جدید میں مختلف قومیں اکھٹی تو ہوگئی ہیں مگر وہ صحیح انسانی وحدت سے خالی ہیں اسلام اس

وفاقی وحدت کا علمبردار ہے۔ علامہ اقبال پوری بین الاقوامی لیگ آف نیشنز کو ذہن میں رکھ کر اسکا اسلام سے مقابلہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے ایسی وحدت آدم

تفریق مسلسل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

مدینہ میں آ کر محمد ﷺ ایک ریاست کے سربراہ بن گئے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے اس آخری دور میں مذہب کے ساتھ ساتھ ریاست بھی وجود میں آ گئی تھی اس طرح وہ بیک وقت پیغمبر بھی تھے اور حکمران بھی اس لحاظ سے اسلام کو کلیسا (چرچ) اور اسٹیٹ میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نوزائیدہ مملکت چپقلش کے باجود پروان چڑھی تھی اس نئے مذہب اور خدا کے لیے جنگ کرنا ایک فریضہ بن گیا تھا۔ (اسلام عقیدہ اور اعمال ص ۱۳ الندن ۱۹۷۱)

اس بات کو فراموش نہیں ہونا چاہیے حضرت محمد ﷺ ایک مبلغ تھے مدینہ میں اسلام نے ایک ریاست کی شکل اختیار کر لی جب کوئی ریاست اور مملکت وجود میں آئی ہے تو اس کے ساتھ سیاست بھی چلی آئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں خدا اور اسکے رسول کے الفاظ بکثرت استعمال ہونے لگے اور اس طرح ریاست کے حکمران کی حیثیت سے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت کے مترادف بن گئی اس ریاست کی حفاظت لازمی ہونی چاہیے خواہ اس کے لیے طاقت ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے (اسلام عقیدہ اور اعمال ص ۱۳ الندن ۱۹۰۱)

جب ہادی اعظم نے مکہ میں خدا کی وحدت اور اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو یہ اعلان تمام باطل نظام ہائے حیات کے لیے زبردست عالمگیر چیلنج تھا یہ صرف مروجہ وعقائد، معاشرت، تہذیب، معیشت، اخلاقیات کی نفی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ یہ باطل نظام سیاست کے لیے بھی پیغام موت تھا اگر یہ محض اخلاقیات کا ہی ضابطہ ہوتا تو عرب خصوصاً مکہ کے ارباب سیاست اور ارباب اقتدار اس کی بیخ کنی کے فوراً مخالفت پر اتر

آتے وہ بخوبی جان گئے تھے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خدائے واحد کے سوا کسی بھی باطل نظریے کو قبول نہیں کریگا جب کوئی انسان خدائے واحد کو اپنا معبود اور آقا تسلیم کرتا ہے تو وہ اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ حاکمیت صرف خدا کے لیے ہے جب خدا کو حاکم مان لیا جائے تو پھر کسی انسان کی سیادت اور اطاعت کو کیونکر قبول کیا جاسکتا ہے۔علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں نوحہ روح ابوجہل اور حرم کعبہ میں ابوجہل کی زبان سے اس پیغام محمدی کے مختلف پہلو بیان کیے ہیں ابوجہل واویلا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

سینہ ما از محمد داغ داغ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ از دم او کعبہ را گل شد چراغ

گر نہ گرو حق ز تیغ ما بلند ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جنگ باشد قوم را ما ارجمند

جنگ کا مقصد اگر غیر اللہ ہو تو وہ شر بن جاتی ہے اگر یہ خدا کے لیے ہو تو وہ خیر ہو جاتی ہے اگر ہماری تلوار سے حق کا بول بالا نہ ہو تو ایسی جنگ قوم کے لیے سودمند نہیں ہوتی۔

اے۔ایس ٹرٹن (ایم اے ڈی لٹ)

مدینہ میں آکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ریاست کے سربراہ بن گئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس آخری دور میں مذہب کے ساتھ ساتھ مسلم ریاست بھی وجود میں آگئی اس طرح وہ بیک وقت پیغمبر بھی تھے اور حکمران بھی۔

اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مبلغ تھے مدینہ میں اسلام نے ایک ریاست کی شکل اختیار کی جب کوئی ریاست یا مملکت معرضِ وجود میں آتی ہے تو اس کے ساتھ سیاست بھی چلی آتی ہے۔اس کے نتیجے میں خدا اور اس کے رسول کے الفاظ بکثرت استعمال ہونے لگے۔اس طرح ریاست کے حکمران کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت کے مترادف بن گئی۔اس ریاست کی حفاظت لازمی ہونی چاہیے خواہ اس کیلئے طاقت ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے۔

(اسلام عقیدہ اور اعمال ص ۱۳ الندن ۱۸۵۱)

این این ای برے

وسطی افریقہ کا رہنے والا برہنہ وحشی حج کی سادہ چادر اور قمیض پہنے ہوتا ہے۔ ہندوستانی شہزادہ بھی اپنی ریشمی کپڑوں کو چھوڑ کر وہی سادہ لباس زیب تن کرتا ہے اس طرح وہ دونو خدا کی نظر میں برابرا ہو جاتے ہیں۔ مکہ میں وہ خالصتاً محمدی اخوت کے مطابق ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں وہ تبادلہ خیالات کرتے ہیں اور ان واقعات کو زیر بحث لاتے ہیں جو ان کے دور تک پھیلے ہوئے ملکوں میں رونما ہوتے ہیں جب وہ حج کے بعد آخر کار اپنے اصلی ملک کو لوٹتے ہیں تو ان کے رشتہ دار اور احباب ان کو گھیر لیتے ہیں تاکہ وہ حاجیوں سے ان کے تجربات و واردات کی کہانیاں سن سکیں خیالات کی ان تنظیم اشاعت کے مقابلے میں یورپی پریس کا بہت زیادہ منظم پروپیگنڈا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ (بدلتا ہوا رنگ زار ص ۱۶ الندن ۱۹۱۶)

اے سی بوکٹ

زوال پذیر بازنطینی سلطنت کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق وسطیٰ کے طول و عرض میں اپنے پیروکاروں میں زیادہ وسیع، زیادہ صاف، تازہ تر اور زیادہ قوی سیاسی اور سماجی نصب العین راسخ کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انہوں نے معجزات دکھانے کے تمام دعویٰ کو رد کر دیا تھا انہیں شان وشوکت سے نفرت تھی اگرچہ وہ تارک الدنیا نہیں تھے تاہم انہوں نے اپنے اصول کے مطابق بدرجہ اولیٰ زندگی بسر کی تھی ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا برتاؤ بھی سادہ ہوتا تھا اس بارے میں ہمیں شک کرنے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی وہ اپنے ہاتھوں سے بڑے معمولی کام کیا کرتے تھے۔

سرورِ کائنات فخر موجودات نے خدائی پیغام اور اپنے بے مثال کردار کی بدولت جو معاشرہ

تشکیل دیا تھا وہ مساوات، حریت، فکر وعمل اور باہمی اخوت کے زریں اصولوں کا عکاس تھا

اے سی بوکٹ نے آنخضرت کی عظمت کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ انہوں نے کفار کا یہ مطالبہ رد کر دیا تھا کہ وہ معجزات دکھائیں تا کہ وہ انہیں دیکھ کر ایمان لائیں۔

محسن انسانیت کی عظمت ورفعت کا اندازہ لگایئے کہ آپ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے سربراہ بن چکے ہیں اور زندگی کی ساری سہولتیں ہونے کے باوجود انہوں نے سادہ زندگی بسر کی ان کی یہ سادگی کسی غربت اور افلاس کا نتیجہ نہ تھی بلکہ یہ ان کا اختیاری فعل تھا تا کہ ان کے غریب امتی بھی اس شیوۂ زندگی کی تقلید کر سکیں امیر مسلمانوں کے لئے بھی اس کی پیروی لازمی ہے کیونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر سربراہ ہونے کے باوجود سادہ طریق حیات اپنایا تھا۔ مسلمان عوام اور خواص کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ وہ عیش کے بجائے سادگی اختیار کریں۔

فقر کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ غربت افلاس کا دوسرا نام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ غریب کا فقر انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اقبال نے کہا

آں چہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

ایڈورڈ اے فری مین

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم عرب مقنن تھے۔ جن کی قسمت میں اپنے عہد کی دنیا کو مکمل طور پر بدل ڈالنا اور آنے والے تمام زمانوں میں دنیا پر اہم اثر ڈالنا لکھ دیا گیا (مسلمان عربوں کی تاریخ اور متوحات ص ۳۴۱ لندن ۱۹۷۷ء) ہادیء دو جہاں، محسن

انس و جاں کی شخصیت اتنی ہمہ گیر اور اتنی خوبیوں کی حسین امتزاج تھی کہ دنیا آج تک اسکی نظیر پیش نہیں کرسکی دنیا میں اکثر عظیم انسانوں کی عظمت کا دار و مدار ایک یا دو کارناموں پر منحصر ہوتا ہے مگر آنحضرت بابرکات تو ہر لحاظ سے کامل ہادی تھے۔

ہمارے نبی محترم جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت ہر جگہ فتنہ و فساد اور دہشت گردی اور بربریت کا راج تھا انہوں نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد عربوں کی مروجہ معاشرت، سیاست، تجارت، اخلاقیات اور عقائد کی کایا پلٹ کر رکھ دی انہوں نے تمام شعبہ جات کے بارے میں جو قوانین وحی الٰہی کی روشنی میں بتائے ان کا احاطہ خاصا وسیع ہے تاہم یہاں چند امور کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱) عرب میں عورتوں سے شادی کی تعداد متعین نہیں تھی آنحضرت نے اس کی حد مقرر کردی۔

۲) عورتوں کو وراثت کا حق دیا اور اس سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔

۳) رہبانیت کو مسلمانوں کے لئے ممنوع قرار دے دیا۔

۴) دختر کشی کی رسم ختم کی۔

۵) ملوکیت کی جگہ خلافت کا تصور دیا۔

۶) غلاموں کا رتبہ بلند کیا اور غلامی کی تدریجی بیخ کنی کی۔

۷) سرمایہ داری کو ختم کرنے کیلئے زکوٰۃ اور صدقات کی تعلیم دی۔

۸) لاتعداد خداؤں اور تثلیث کی جگہ خدائے واحد کا تصور دے کر قانونی مساوات کی راہ ہموار کی۔

۹) حصول علم اور تفکر و تدبر کے اصول وضع کئے۔

۱۰) رنگ نسل اور خاندانی امتیازات کی جگہ آفاقی اخوت، مساوات اور حریت کا درس دیا۔

علامہ اقبال نے ترجمان حقیقت ہونے کی حیثیت سے رسالت محمدی کی اہمیت اور فیض کو کتنے وجد آفرین الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

بود انساں در جہاں انسان پرست
ناکس و نابود مند و زیر دست
سطوتِ کسریٰ و قیصر رہزنش
بند ہا در دست و پا و گردنش
کاہن و پاپا و سلطان و امیر
بہر یک نخچیر صد نخچیر گیر
تا امینے حق بحقداراں سپرد
بندگاں را مسند خاقاں سپرد
تازہ جاں اندر تنِ آدم رمید
بندہ را باز از خداونداں خرید
عصر نو کایں چراغ آوردہ است
چشم در آغوش او وا کردہ است

انسان دنیا میں انسانوں کا پجاری تھا۔ غلامی کی وجہ سے کمزور اور انسانی شخصیت سے عاری ہو گیا تھا۔ کسریٰ اور قیصر کی شان و شوکت اس کی راہزن تھی اور بادشاہوں نے اس کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں۔ کاہن، پوپ، بادشاہ اور امیر سب شکاری تھے اور غریب و محکوم انسان ان کا شکار بن چکا تھا۔ آخر کار ایک امین (رسول کریم) نے آ کر حقداروں کو ان کا حق سونپا اور غلام انسانوں کو مسند شاہی عطا کی۔ آنحضرت نے انسان کے مردہ جسم میں جان ڈال دی۔ اور نئی روح پھونکی اور اس طرح غلام انسان کو اس کے ظالم آقاؤں سے نجات دلائی۔ عصر جدید میں جو سیکنڑوں چراغ جلے ہوئے ہیں انہوں نے دراصل رسالت محمدی کی آغوش ہی میں آنکھ کھولی۔ (مسلمان عربوں کی تاریخ اور فتوحات ص ۳۱ لندن ۱۹۷۷)

این میری شمل

یہ حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از منہ وسطی سے لیکر موجودہ زمانے تک یورپ کے متنازعہ لٹریچر میں بڑے خراب انداز میں بیان کیا گیا ہے اور ان کے مشن کو انصاف کے ساتھ پیش کرنے کے لئے دنیا کو کئی صدیاں گذر گئیں۔ مسلمانوں کی مذہبی زندگی کو سمجھنے میں شائد اس انداز فکر نے غیر مسلم طالب علموں اور عالموں کے دماغ کو اندھا کر دیا ہے۔ اوسط درجے کا یورپی مستشرق بھی اس احترام میں بے خبر ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلامی ممالک میں حاصل ہے۔ اقبال پوچھتا ہے۔ کہ تم خدا کا انکار تو کر سکتے ہو مگر کیا تم نبی کی شان وشوکت کے بھی منکر ہو سکتے ہو۔

(بال جبریل ص ۱۴۸/۴۹۔۱۹۶۳) بحوالہ رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں)

مذہب کے اقرار کے دوسرے حصے میں یعنی خدا کے نام کے فوراً بعد نام کی تکرار کا بالکل قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روحانی مقام دوسرے انسانوں سے بالا تر کر دیا گیا۔ ان کے وجود کو کائنات کی تخلیق سے قبل قرار دیکر یہ تصور پیش کر دیا گیا کہ تمام جہان ان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ حدیث قدسی لولاک میں ہے۔ اے نبی اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا اس حدیث کا صوفیانہ لٹریچر اور شاعری میں وسیع استعمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی شان کا مظہر ہے۔

اس تصوف آمیز دینیات کو اس نظریئے سے عظمت اور کامیابی مل گئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کامل یعنی کامل اور افضل انسان ہیں اور وہ ایک ایسا مرکزی نقطہ ہیں جہاں آکر خدائی اور انسانی دائرے مل جاتے ہیں۔ (بال جبریل ص ۱۵۰۔۱۹۶۳)

این میری شمل نے یہاں علامہ اقبال کی شاعری میں ایک شعر پیش کیا ہے۔

می توانی منکر یزداں شدن
منکر از شان نبی نتواں شدن

اے مخاطب تو خدا کی شان سے انکار کر سکتا ہے لیکن تو نبی اکرم کی بلند شان کا منکر نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم کے سامنے تو تمام جہان اپنی جبیں خم کیئے ہوئے ہیں۔ مگر انہوں نے خود اپنے آپ کو بندہ خاص فرمایا ہے۔ بندہ خاص تیری فہم سے بلند تر ہے کیونکہ وہ انسان بھی ہیں اور جوہر بھی۔ کوئی شخص ان کی حقیقت سے واقف نہیں۔ یاد رکھو خدا کا یہ بندہ خاص الا اللہ کا راز ہے۔

ایچ۔ ایم۔ ہنڈ مین

جب خدا تعالیٰ نے رسول ہاشمی کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو انہوں نے حکم خداوندی کے مطابق سب سے پہلے اپنے اہل خانہ اور قریبی عزیزوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ عورتوں میں سے پہلے آپ کی رفیقہ حیات خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ مردوں میں ان کے رفیق اور ہمراز حضرت ابوبکر صدیق لڑکوں میں حضرت علی اور غلاموں میں ان کے آزاد کردہ غلام زید بن حارث نے اسلام قبول کیا۔

انبیاء کرام کی دعوت حق پر لبیک کہنے والے زیادہ تر مظلوم اور غریب طبقہ کے لوگ شامل ہوئے تھے۔ چنانچہ رحمت دو عالم کے پیغام نجات کی طرف زیادہ تر ایسے ہی لوگ متوجہ ہوئے تھے علامہ اقبال نبوت محمدی کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اعتبار کارینداں رافزود　　خواجگی از کارفرمایاں ربود

تازہ جاں اندر تنِ آدم دمید　　بندہ را از خداونداں خرید

(اسرار بے خودی ص ۱۰۴)

رسول کریم نے مزدوروں اور غلاموں کا مرتبہ بلند کیا اور سرمایہ داروں اور حاکموں سے امارت چھینی یعنی مساوات قائم کی۔ انہوں نے انسان کے جسم میں نئی روح پھونکی اور غلاموں کو آقاؤں سے نجات دلائی۔

ہادیٔ اکبر اور محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت اور حیات طیبہ کی

داستان زیست کی جتنی تفاصیل ان کے پیروکاروں تک پہنچی ہیں اتنے مفصل حالات کسی اور نبی کے ماننے والوں تک نہیں پہنچی۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے صحیح واقعات زندگی کو قرآن کریم میں اپنے اوراق میں جگہ دیکر ان کے پیروکاروں پر بڑا احسان کیا ہے۔ ورنہ وہ بھی دیگر انبیاء کی طرح زیادہ شہرت نہ پاتے۔ (رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۹۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اپنی نبوت کے کسی بھی دور میں خدا کے اس انسانی پیغمبر نے کبھی بھی خدائی طاقتوں کو رکھنے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو اور اپنے ہی ہم وطن امارت پسند لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا انہوں نے اپنے ساتھ میل جول رکھنے والے انسانوں پر اتنا حیرت انگیز اثر ڈالا تھا کہ اپنی غربت، ہجرت اور انتہائی خوشحالی کی حالت میں انہوں نے اپنے مذہب کو اختیار کر کے اسے چھوڑنے والوں کی غداری کا کبھی بھی شکوہ نہیں کیا تھا۔ جس طرح وہ اپنی زندگی میں وہ اپنے ابتدائی دور کے پیروکاروں، دوستوں اور عقیدت مندوں میں گھرے رہتے تھے اسی طرح ان کے لئے ہر وقت ان احباب اور نیاز مندوں کا ہجوم تھا ان کی زندگی ہر قسم کے اسرار و رموز سے خالی تھی اسی طرح ان کی موت بھی پر اسرار نہیں تھی۔

(ایشیا کی بیداری ص ۹ لندن ۱۹۱۹)

بشپ بوئڈ کارپینٹر

بہت سے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دھند میں سے دیکھتے ہیں جو خوف اور جہالت نے ان کے اردگرد پھیلا رکھی ہے۔ ایسے لوگوں کی نگاہ میں وہ ایک خوفناک شخصیت ہیں جن کے خلاف ہر قسم کی برائی بیان کی جا سکتی ہے۔ لیکن اب تعصب کی دھند دور ہو چکی ہے اس لئے ہم بانی اسلام کو زیادہ روشنی میں دیکھ سکتے ہیں۔ (مذہب کا دائمی عنصر ص ۳۰ بحوالہ رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۹۷)

تھامس ڈبلیو آرنلڈ (سی۔آئی۔ای۔ڈی لٹ)

مسلم الٰہیات کے مطابق حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔ بلاشبہ نبوت کا مرتبہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے اور ان کے جانشینوں میں سے کوئی بھی الہام ربانی کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ جس امت نے انہیں اپنا سربراہ تسلیم کیا تھا اس کے لئے حضرت محمد ﷺ حاکم، منصف، منتظم، مبلغ اور نماز باجماعت کے امام تھے۔ نبوت کے علاوہ یہ باقی امور ان کے جانشینوں تک منتقل ہو گئے۔ (خلافت ص ۲۷، ۲۸)

حضرت محمد ﷺ نے فوراً ہی مذہب اور سیاست کو قائم کر دیا تھا جب تک وہ بقید حیات رہے۔ ان دونوں کے حلقوں میں یکساں طور پر وسعت پیدا ہوتی گئی۔ خدا کا رسول نبی ہونے کی بنا پر وہ اکیلے ہی مذہبی اختیار اعلیٰ بروئے کار لاتے تھے۔ یہ روحانی طاقتیں ان کی رائے میں اور ان کے صحابہ کے خیال میں دوسروں کو تفویض نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان کی وفات کے بعد بھی روحانی اقتدار کو ورثے میں پایا جا سکتا تھا۔ خدائی کے الہام کا سلسلہ قرآن قطعی طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا تھا اس کے بعد مومنین کا کام صرف یہ تھا وہ قرآنی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کریں گے۔

(خلافت ص ۱۹۹، ۱۹۸ تبلیغ اسلام ص ۱۰ الندن ۱۸۹۶ بحوالہ مغربی دانشوروں کی نظر میں)

تھامس کارلائل

ان کا گھرانہ سب سے زیادہ کفایت شعار تھا ان کی عام خوراک جو کی روٹی اور پانی پر مشتمل ہوتی تھی۔ بعض اوقات ان کے چولہے میں آگ روشن نہیں ہوتی تھی ان کے سوانح نگاروں کا فخریہ کہنا ہے کہ وہ خود اپنے جوتوں کی مرمت کرتے اور اپنے لبادے میں پیوند لگایا کرتے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو غریب اور محنتی اور بے ساز و سامان انسان تھے۔ میری رائے میں اگر وہ اعلیٰ صفات کے مالک نہ ہوتے تو عرب کے وحشی اور ان کے سامنے تیئیس سال تک آپس

میں لڑنے جھگڑنے والے اوران سے ہمیشہ گہرا ربط رکھنے والے کبھی ان کی اتنی تعظیم نہ کرتے۔ ایسے لوگوں کو کوئی شخص اپنی صحیح قدر و قیمت اور مردانگی کے بغیر اپنا مطیع نہیں بنا سکتا تھا۔

کسی شہنشاہ نے اپنے تاج اور شاہی کجکلاہی کے باوجود اپنی اتنی اطاعت نہیں کروائی جتنی پیوند لگے ہوئے جبہ پوش اس شخص کی ہوئی ہے۔ان کی تیئس سالہ پراز مشقت اور حقیقی آزمائشوں میں مجھے تو اپنے لئے حقیقی ہیرو کی خوبیاں نظر آتی ہیں۔(ہیروز اینڈ ہیرو شپ بہادرص ۶۱ لندن ۱۸۸۶)

فقیری و امیری یعنی یہ فقر و شاہی کا حسین امتزاج ہے اور بے مثال ذات پاک علیہ ﷺ کی دو واردات عالیہ کا مظہر تھیں جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ است
ایں تجلی ہائے ذات مصطفیٰ است

فقر و شاہی حضور کی واردات کی ترجمان ہیں یہ ان کی ذات کے دو جلوے ہیں۔

ہر کجا بینی جہاں رنگ و بو
زانکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ اورا بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

اے مخاطب جہاں کہیں تجھے کوئی رنگ و بو کی حامل دنیا نظر آئے گی جس کی خاک سے آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں تو اس آرزو کی قدر و قیمت نور مصطفیٰ کی وجہ سے ہے۔اگر اسے نور مصطفیٰ نہیں ملا تو وہ چیز ابھی تک اس نور کی تلاش میں ہے۔(مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۱۴)

ٹامس کارلائل اپنی کتاب پکچرز آن ہیروز میں لکھتے ہیں۔

یعنی ہم لوگوں عیسائیوں میں یہ بات مشہور ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پرفن اور فطرتی شخص اور جھوٹے دعویدار نبوت تھے اوران کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے۔

اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ جو جھوٹی باتیں متعصب عیسائیوں نے اس انسان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسبت بتائی تھیں اب وہ الزام قطعاً رو سیاہی کا باعث ہیں اور جو باتیں اس انسان (آنحضرت) نے اپنی زبان سے نکالی تھیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لئے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں۔ اس وقت جتنے آدمی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے میرے خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا دوسرا کوئی خیال نہیں ہے۔ کہ جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا ہو۔

میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو خوبیاں بیان کرتی ہے یا بیان ہو سکتی ہیں اپنے میں رکھتی ہے بلکہ ہر قسم کی توصیف اسی سے ہو سکتی ہے۔

سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ٹامس کارلائل انیسویں صدی کا ایک نامور انگریز مصنف، مورخ اور مفکر تھا اس کے لیکچروں کا مجموعہ ہیرو اینڈ ہیروز شپ بہت مشہور ہے اس میں ایک لیکچر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی ہے۔ ایک ایسے دور میں جبکہ عیسائی اہل قلم اور اہل کلیسا اسلام اور بانیء اسلام پر طرح طرح کے الزامات عائد کر کے اپنے مذہبی تعصب اور تنگ نظری کا ثبوت دیتے تھے۔ کارلائل نے پیغمبر اسلام کی عظمت کا اعتراف جس خلوص اور دیانت کے ساتھ کیا ہے وہ خود اس کی بالغ نظری اور روشن ضمیری کی دلیل ہے۔ پیش نظر مضمون کارلائل کے اس لیکچر سے ماخوذ ہے۔ ہمارے پیش نظر ہیرو (محمد) اپنے ابنائے جنس میں خدا نہیں مانا گیا بلکہ ایسا انسان سمجھا گیا ہے جسے خدا کی طرف سے وحی ہوئی یعنی پیغمبر کسی بڑے انسان کو خدا سمجھنا لوگوں کے نہایت فاش اور ابلہانہ غلطی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیشہ سے مشکل سوال پیش رہا ہے کہ

دراصل اسے کیا سمجھنا چاہیے اور کس طرح اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے کسی عہد کی تاریخ میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے کسی جلیل القدر انسان کا استعمال کس طرح کیا ہے۔ لوگوں کو ہمیشہ ایسے انسان میں صفات خداوندی کا کچھ نہ کچھ پرتو نظر آیا ہے اور یہ اہم سوال رہا ہے کہ لوگ ایسے شخص کو خدا کہیں یا پیغمبر یا اور کچھ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے خیال میں یقیناً پیغمبر صادق ہیں اور میں آپ کے وہ اوصاف بیان کرنا چاہتا ہوں جو انصاف کے ساتھ بیان کر دینا ضروری ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہم عیسائیوں کا خیال اور یہ قیاس بے بنیاد ہے کہ آپ دغا باز اور کذب مجسم تھے اور آپ کا مذہب محض فریب ونادانی کا ایک مجموعہ ہے۔ کذب وافترا کا وہ انبوہِ عظیم جو ہم نے اپنے مذہب کی حمایت میں اس ہستی کے خلاف کھڑا کیا ہے۔ جو خود ہمارے لئے شرمناک ہے اس شخص کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آج بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ انسانوں کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہے ہیں۔ یہ اٹھارہ کروڑ انسان بھی ہماری طرح خدائے تعالیٰ کے قدرت کا نمونہ ہیں۔ بندگان خدا کی بیشتر تعداد آج بھی وہ کسی اور شخص کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال پر ایمان رکھتی ہے کیا ہم کس طرح اسے تسلیم کر سکتے ہیں کہ یہ سب روحانی بازیگری کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ جس پر اتنے بندگانِ خدا ایمان لائے کیا ایک جھوٹا آدمی کسی مذہب کا بانی ہوسکتا ہے۔ جھوٹا آدمی تو اینٹ چونے کا ایک مکان تک نہیں بنا سکتا اگر کسی شخص کو مٹی، چونے اور ان اشیاء کے خواص کا علم نہ ہو اور ان کا پورا خیال نہ رکھے جو مکان کی تعمیر میں استعمال ہوتے ہیں تو اس کا بنایا ہوا مکان بارہ صدی تک قائم رہ سکتا ہے۔ نہیں اور نہ اس میں اٹھارہ کروڑ انسان سما سکتے ہیں۔

میرا خیال ہے خلوص اور بڑا گہرا خلوص اور سچا خلوص ہر بڑے انسان کی پہلی خصوصیت یہ ہے۔ اور ایسے شخص کو ہم اوریجنل انسان کہتے ہیں اس کی فطرت کسی پہلے مرقع کی نقل نہیں ہوتی وہ

ایسا قاصد ہے۔ وہ پردۂ غیب سے پیغام دے کر ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ خواہ ہم اسے شاعر کہیں یا پیغمبر یا دیوتا، بہرصورت ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ساری بنی نوع انسان سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ حقیقت اشیاء کی روح رواں سے نکلتا ہے اور رات دن اسی میں بسر کرتا ہے اور ہم اس سے اس حقیقت کو نہیں چھپا سکتے وہ اندھا ہو، بے خانماں ہو، مصیبت زدہ ہو اور روزمرہ کی گفتگو میں منہمک ہو لیکن یہ حقیقت روزروشن کی طرح ہر وقت اس کے پیش نظر رہتی ہے کیا اس کے الفاظ فی الحقیقت ایک طرح کی وحی نہیں ہیں جب اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی اور الفاظ ہی نہ ہو اور پھر ہم وحی کے سوا اسے کس نام سے تعبیر کریں ایسے انسان کی ہستی قلبِ کائنات سے ابھرتی ہے اور وہ اشیاء کی بنیادی حقیقت کا ایک جزو ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس دنیا میں بہت سے الہام بھیجے ہیں لیکن کیا یہ شخص اس کا آخری اور تازہ ترین مظہر نہیں ہے۔ اس کی عقل وحی کی پروردہ ہوتی ہے۔ ہم کسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حریص ومنصوبہ باز اور ان کی تعلیمات کو جہل و نادانی نہیں سمجھ سکتے۔ وہ پیغام جو آپ لے کر آئے تھے بالکل سچا تھا وہ ایک آواز تھی جو پردۂ غیب سے بلند ہوئی اس شخص کے نہ اقوال جھوٹے تھے نہ افعال۔ اس میں تنگ ظرفی اور نمائش کا شائبہ تک نہ تھا وہ زندگی کا ایک جادۂ تاباں تھا جو خاص سینۂ فطرت سے پیدا ہوا اور جسے خلاق عالم نے کائنات کو منور کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

انگریز فلسفی تھامس کارلائل نے اپنے لیکچر ہیروز اینڈ ہیروشپ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کو انصاف کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے مستشرقین نے صدیوں پیغمبر اسلام کے کردار پر جو کیچڑ اچھالا ہے کارلائل نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو اس سے بری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس نے حضور اور آپ کے دین کی عظمتوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔ کہتا ہے کہ گلہ بانوں کی ایک قوم روزِ ازل سے صحراؤں میں گرداں تھی کوئی انہیں اہمیت نہ دیتا تھا۔ ایک عظیم پیغمبر ان

کی طرف مبعوث ہوا وہ ایک ایسا پیغام لے کر آیا جس پر وہ یقین رکھ سکتے تھے اس پیغام کی تاثیر سے جن پر کوئی توجہ نہ دیتا تھا وہ دنیا کی توجیہات کا مرکز بن گئے۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر اندر عربوں کی مملکت کی سرحدیں ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی تک پھیلی نظر آتی ہیں۔ طویل مدت تک دنیا کے ایک بڑے حصے تک عربوں کی شان و شوکت اور علم و معرفت کا آفتاب ضوفشاں نظر آتا ہے۔

عرب قوم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک صدی پر غور کرو کیا یوں محسوس نہیں ہوتا جیسے سیاہ ریت کے ایک غیر معروف ٹیلے پر ایک چنگاری پڑی ہو جس سے وہ ٹیلا آتش گیر مادہ بن کر پھٹ پڑا ہو اور اس سے جو شعلے نکلے ہوں انہوں نے غرناطہ سے لے کر دہلی تک روشن کر دیا ہو۔ کارلائل کے مذکورہ بالا خیالات کو پڑھ کر فطری طور پر ایک مسلمان کو مسرت ہوتی ہے لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ان منصفانہ خیالات کا اظہار کرنے کے باوجود اس انگریز فلسفی کے قلم سے بھی اس لیکچر میں ایسے الفاظ نکلے ہیں جو مسلمان قاری کے دل پر نشتر بن کر گرتے ہیں اس نے قرآن حکیم کے بارے میں اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۹ پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس کے اندر چھپے ہوئے مستشرق کی غمازی کرتے ہیں۔

تھامس کارلائل کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے قرآن حکیم کو اس کے عربی متن سے نہیں بلکہ جارج سیل کے ترجمے کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور جارج سیل کے ترجمے کے ذریعے قرآن کا مطالعہ کر کے اس نے اربوں انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والی کتاب کو ایک بور کتاب قرار دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی کتاب کے اصل متن کو اس کی زبان میں سمجھے بغیر اس کتاب کی ادبی خصوصیات پر تبصرہ کرنے بیٹھ جانا اور اس کتاب پر بوریت کا الزام لگانا غیر جانبدارانہ اور بے لاگ تبصرے میں آتا ہے یا اس سے تعصب کی بو آتی ہے۔

جیمز۔اے مچز

صاحبِ الہام حضرت محمد ﷺ جنہوں نے اسلام کی بنیاد ڈالی تھی وہ ۵۷۰ء کے لگ بھگ ایک ایسے عرب قبیلے میں پیدا ہوئے جو بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا۔ وہ یتیم پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ ہمیشہ ہی غریبوں محتاجوں، بیواؤں، غلاموں اور زیردستوں کے بارے میں خاص طور پر فکر مند رہتے تھے۔ بیس سال کی عمر میں وہ پہلے ہی سے کامیاب کاروباری آدمی تھے وہ ایک مالدار بیوہ کے اونٹوں سے لدے ہوئے قافلہ تجارت کے بہت جلد منتظم بن گئے۔ جب وہ پچیس سال کے ہوئے تو ان کی اس مالدار مالکہ نے ان کی خوبی کو پہچان کر انہیں شادی کی پیشکش کی اگرچہ یہ مالدار خاتون ان سے پندرہ سال بڑی تھی۔ تاہم حضرت محمد ﷺ نے ان سے شادی کر لی اور جب تک وہ زندہ رہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے وفادار خاوند بنے رہے۔ چالیس سال کی عمر میں اس مردِ صحرائی نے اپنے لئے بڑی ہی اطمینان بخش زندگی پائی۔ اب نہیں ایک شفیق بیوی اچھی اولاد اور دولت کی نعمت مل گئی۔ سب سے بڑے فرشتہ جبریل کے ذریعہ خدائی آواز میں وحی ملنے لگی تقریباً ہر عظیم پیش رو پیغمبر کی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی غیر موزونیت کا احساس کرتے ہوئے خدائی آواز کی ترسیل و تبلیغ میں جھجک کا اظہار کیا لیکن جبریل نے کہا پڑھیئے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت محمد لکھنے پڑھنے سے قاصر تھے۔ (غلط سمجھا ہوا مذہب ایڈرا ئجسٹ ص ۷۰ ۱۸ مئی ۱۹۵۵)

جی۔لنڈ سے جانسن (ایف آر سی ایس)

مذہب اسلام کے بارے میں زیادہ تر عیسائیوں کی لاعلمی کا اظہار خوفناک ہے وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جس مذہب کو نسل انسانی کے چھٹے حصے نے قبول کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنایا ہے اس میں لازمی بہت سی خوبیاں ہوں گی اور اسے بہت ہی ٹھوس بنیاد پر

استوار کیا گیا ہوگا۔ دنیا کے کثیر انسانوں کے کردار کی تشکیل کرنے والے مذہب کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا نہ سمجھنا ایک احمقانہ مفروضہ ہے۔ اپنے زمانہ کے قوموں کے درمیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلئے ہی دیگر خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے طرز عمل کے سرچشمہ نیکی، والدین کے فرائض ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا کی کثرت عبادت، دوسری قوموں کی عزت اور سب کے ساتھ انصاف اور رحمت کرنے پر زور دیا تھا۔ وہ منشیات سے کامل پرہیز، تمام چیزوں میں میانہ روی اور ہر قسم کے علم کے بہت زیادہ احترام کے قائل تھے۔ عیسائی قرآن کے بارے میں ہمیں بہت سی ان فضول باتوں میں یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنہیں حضرت محمد ﷺ نے بذات خود کبھی بیان نہیں کیا اور نہ ہی وہ ہمیں مفروضہ لغویات قرآن کے کسی ترجمے میں ملتے ہیں۔ (دو دنیائیں مانچسٹر ۱۹۴۰)

مسٹر جانسن نے بجا طور پر عیسائیوں کی اسلام کی حقیقت سے ناواقفیت اور جہالت کے قابل افسوس قرار دیا ہے اگر عیسائی اہل دانش اور ان کے مذہبی رہنما اسلامی حقائق اور قرآنی نظریات سے بخوبی آگاہ ہوتے اور وہ تعصب و جہالت سے کام نہ لیتے تو اسلام اور عیسائیت کی باہمی چپقلس کافی حد تک کم ہو جاتی۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

جان۔ جوزف۔ لیک

یہ بات یقینی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے انہیں اپنے دفاع کی خاطر اسلحہ اٹھانے پر مجبور کیا تھا اور اس طرح انہوں نے اپنے نظام افکار کو عمل سے ہم آہنگ کر دیا تھا ایسے موقع پر بھی وہ محتاط تھے اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کو متنبہ کیا کہ وہ جارحیت میں پہل نہ کریں۔ (اسلام۔ اس کا آغاز ذہانت اور مشن ص ۴۶ لندن ۱۸۷۸)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام سے اپنی شدید محبت کے عمل کو اس نیت کے ساتھ پیش کیا تھا کہ ان کی پیروی کی جا سکے اس بارے میں ہماری سابق تعلیم سے پیدا شدہ تعصبات اس قدر مضبوط ہیں کہ ہم آسانی سے اس بات کو نہیں مانیں گے کہ برادرانہ محبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا حصہ ہے۔

(اسلام۔اس کا آغاز ذہانت اور مشن ص ۵۲ لندن ۱۹۷۸ء)

ہم ابھی تک اسلام کو وحشت کے ساتھ وابستہ خیال کرتے ہیں جبکہ ہم خود عیسائیت کی بدنامی کا باعث بن کر عیسائی ہونے کے تمام پردے میں اپنے مظالم کو چھپاتے ہیں۔ سچے عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ ان غیر عیسائی اصولوں کو مسترد کر دیں جنہوں نے اپنے آپ کو صداقت کی مسند پر براجمان کر رکھا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے بارے میں یہ روایات درست نہیں یہ ایک نادر حقیقت ہے کہ جس وقت باقی دنیا غلامی میں ڈوبی ہوئی تھی اس وقت عالم اسلام میں حریت، اخوت اور مساوات پر عمل ہو رہا تھا اس وقت کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو اپنا غلام نہیں بنا سکتا تھا۔ غیر مسلم جنگی قیدی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد فی الحقیقت آزاد ہو جاتے تھے نہ صرف یہ بلکہ اپنے مخصوص رنگ کے باوجود وہ نظریاتی اور عملی طور پر بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مساوی درجہ رکھتے تھا۔

(اسلام اور اس کا آغاز اور مشن ص ۵۶، ۵۷ لندن)

جان ولیم۔ڈریپر (ایم ڈی ایل ایل ڈی)

۵۶۹ء میں جیٹنن کی وفات ہوئی اس کے چار سال بعد عرب کے شہر مکہ میں ایک انسان پیدا ہوا جس نے سب لوگوں سے بڑھ کر نسل انسانی پر عظیم ترین اثر ڈالا ہے۔

(یورپ کی ذہنی بالیدگی کی تاریخ جلد اول لندن ۸۷۵)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی بار سلطنتوں کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والی صفات کا مجموعہ تھے۔

حقیقت ابدی کا اعلان کرنے کے بعد وہ بے کار مابعد الطبیعات مصروف نہیں ہوئے بلکہ ذاتی پاکیزگی، سنجیدگی اور صوم وصلوٰۃ سے تعلق احکام کے ذریعے دوسرے کاموں سے بڑھ کر انہوں نے صدقہ وخیرات کو بہت زیادہ احترام بخشا تھا۔ خدائے واحد کے اعلان کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ محمد خدا کے رسول ہیں جو شخص اس بات کا خواہشمند ہو کہ وہ اس بے باکانہ نتیجہ خیز واقعات جانے۔ بہت سی سلطنتوں کا مذہبی رہنما اور نسل انسانی کی ایک تہائی آبادی کی روزانہ زندگی کا ہادی ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے شاہد رسول خدا ہونے کا لقب جائز ہوگا۔

(یورپ کی ذہنی زندگی اور بالیدگی کی تاریخ جلد اول ص ۳۳۰،۳۲۹ لندن ۱۸۷۵)

ولیم ڈریپر نے محسن انسانیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے عالم انسانیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے۔ جس ہستی اعظم کی مدح خود خدا اور ملائکہ کرتے ہوں اس سے بڑھ کر کون انسان مدح وستائش کے قابل ہوسکتا ہے۔

خدائے رحیم وکریم نے اپنے پیارے محبوب کو بے شمار صفات اور کمالات کا حامل بنا کر بھیجا تھا۔ جو انسانیت نواز بھی ہیں اور تقدیر ساز بھی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ کسی چیز کی کامیابی اور ناکامی کے لئے خالق ارض وسمانے خاص اصول وضع کر رکھے ہیں۔ یہ پیمانے اور اندازے تقدیر کہلاتے ہیں۔ (رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۵۶)

جوزف

مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مذہبی مصلح کی حیثیت سے اپنی عوامی سرگرمیاں شروع کی تھیں مگر مدینہ میں وہ مذہب پر مبنی ایک نئی سوسائٹی کے حکمران اور قانون ساز بن گئے تھے اس نئی سوسائٹی کا مقصد عرب کی قبائلی معاشرت کی تبدیلی اور تنسیخ کا فوری آغاز تھا۔ (کیمبرج ہسٹری آف اسلام جلد دوم ص ۵۳۹)

میں جوزف کی اس رائے سے متفق ہوں کہ مسلمانوں کی جونئی جماعت بنی تھی اس نے دور جاہلیت کی کایا پلٹ دی اور عربوں کے باطل نظریات پر خط تنسیخ بھر دیا۔ رسول کریم نے حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں جو الوداعی خطبہ دیا تھا وہ صحیح معنوں میں منشور انسانیت ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دور جہالت کی تمام غلط باتوں اور عقائد کی جگہ نئی اقدار میں جو انسانیت ساز، اصلاحی، تعمیری اور انقلابی ہیں علامہ اقبال نے اسلام کی اس نئی انقلابی اور آفاقی تحریک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بجا کہا ہے۔

در جہاں آئین تو آغاز کرد

مسندِ اقوام پیش درنورد

نبی اکرم نے دنیا میں نئے آئین کا آغاز کیا اور اسی طرح سابقہ قوموں کی مند لپیٹ کر رکھ دی۔

(نبی اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۶۲)

جان آسٹن

ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحقیقت مدینے کے روحانی اور برائے نام دینوی حکمران بن گئے تھے اور ان کے ہاتھ دنیا میں تہلکہ مچا دینے کے لئے بروقت تیار رہتے تھے۔ (حضرت محمد۔ اللہ کے پیغمبر ۱۹۲۷)

چارلس۔ آر۔ ڈاٹسن

مسلمان اپنے پیغمبر کو جو اعلیٰ مقام دیتے ہیں اس کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لینا مشکل ہے یقیناً ان کا یہ مرتبہ اتنا ہی اعلیٰ ہے جتنا کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو دیتے ہیں شائد زبانی طور پر نہیں بلکہ عملاً یہ عیسیٰ سے بلند تر ہیں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کوئی آگاہی ہی حاصل کرنے کے لئے اس حقیقت کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اپنی نصف اعتقادی تاکید کو حضرت محمد ﷺ کے ساتھ وفاداری پر قرار دیتا ہے اس لئے جب مسلمانوں کے نبی کے بارے میں کوئی بھی توہین آمیز بات کہی جائے یا لکھی جائے وہ اس قسم کی عیسائی تنقید پر بہت زیادہ حساس اور سیخ پا ہوتے ہیں وہ کسی اور بات پر اس قدر احساس اور ناراضگی کا اظہار نہیں کریں گے۔ دلیل کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے مذہب میں حضرت محمد ﷺ کو نہیں دیا جبکہ عیسائیوں نے یسوع مسیح کو الوہیت کا درجہ دے رکھا ہے۔ جبکہ مسلمان اپنے پیغمبر کو انسانی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ (یہ دنیائے اسلام کیا ہے۔ ص ۵۵ لندن ۱۹۵۵)

ہمیں یہ بات تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ حقیقی زندگی اور عام مسلمانوں کے تجربات میں یہ حضرت محمد ہی ہیں جو ان کے آسمان کو روحانی شان وعظمت سے معمور کر دیتے ہیں۔ اسم محمد کامیابی کی فال، خوشی کا اظہار، امید کا مضبوط سہارا اور دائمی تعریف وتوصیف کا حقدار ہے۔ جس پر ہمیشہ سلامتی بھیجنے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا تذکرہ شاعروں، نثر نگاروں، مورخوں اور فلسفیوں کا اعلیٰ موضوع ہوتا ہے جبکہ عوام کی تفریح کی خاطر نغمہ طراز، شعراء پیغمبر کے کارہائے نمایاں اور کردار کی بہت زیادہ تعریف کر کے سامعین کے اندر بہت زیادہ خوشی اور جوش وخروش پیدا کر دیتے ہیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے عام عیسائی کی روزانہ زندگی میں واضح اہمیت حاصل ہے جو حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں دی جاتی ہے۔ (یہ دنیائے اسلام کیا ہے۔ ص ۵۶ لندن ۱۹۳۷ رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۷۹)

ڈبلیو۔ منٹگمری۔ واٹ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ ایک مذہبی رہنما تھے اس لئے ان کے لئے ان کی شخصیت کا بھرپور اظہار ہوتا تھا۔ ہم مغربی لوگ جن چیزوں کو صورت حالات کا مذہبی اور ذہنی پہلو کہتے ہیں وہ صرف ان پہلوؤں کے بارے میں ہی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنے زمانے کے کلمہ کو متاثر کرنے والے اقتصادی، سماجی اور سیاسی پہلوؤں سے متعلق بھی

اپنے رد عمل کو ظاہر کرتے تھے۔ (کیمبرج ہسٹری آف اسلام ص ۳۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ جس چیز نے عربوں کے نظریات کی کایا پلٹ کر دکھلا دی تھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قیادت کام کرنے والی جماعت کے ساتھ ان کے کامل ربط و تعلق کا تجربہ تھا اس جماعت کی مرکزی شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تھے۔ اپنے مشن میں اعتماد، اپنے اختیار کی نمود اور قوت حیات کی بنا پر حضرت محمد لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ چنانچہ وہ قرآن کے آفاقی تصور میں بدل و جان یقین رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے مداحین بھی ویسا ہی کرنے پر مائل ہوتے تھے۔ اس عالمگیر تصور میں یہ عقیدہ بھی شامل تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء ورسل کے طویل سلسلے کے خاتمے پر مبعوث ہوئے ہیں۔ اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاریخ اور دنیا کے لئے خدائی غرض وغایت میں اہم مقام حاصل تھا۔ اس عقیدے سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کی جماعت بھی تاریخ اور خدائی مقاصد میں اہم مقام کی حامل ہے۔ (اسلام کی شوکت رفتہ ص ۵۸، ۵۹ لندن ۱۹۷۴ء)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ اپنے عقائد کی خاطر ظلم وستم برداشت کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ان میں ایمان لانے اور انہیں اپنا لیڈر تسلیم کرنے والے آدمیوں کا اعلیٰ اخلاق اور ان کی آخری کامیابی کی عظمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیادی دیانتداری پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت محمد کو سچا نبی نہ ماننے سے بہت سے لاینحل مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح تاریخ کی دیگر عظیم شخصیات میں سے کسی بھی مغربی ملکوں میں اتنی بے قدری نہیں کی گئی ہمیں ہر خاص حالت میں ان کے خلوص اور ان کے مقصد کی دیانتداری کے عقیدے میں بہت زیادہ اعتماد کرنا ہوگا۔

(حضرت محمد مکہ میں ص ۱۵۲ اکسفورڈ ۱۹۵۳ء)

ڈی۔ایچ۔ہوگارتھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزانہ طرزِ عمل نے خواہ وہ مہتمم بالشان ہو یا معمولی ایک ایسا اصول وضع کر دیا ہے۔ جس پر آج بھی لاکھوں انسان شعوری طور پر عمل کرتے ہیں نسل انسانی کے کسی بھی گروہ کے مرد کامل کی جزیات میں اتنی تقلید نہیں کی جاتی جتنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی جاتی ہے۔عیسائیت کے بانی کے طریق عمل نے اپنے مقلدین کی عام زندگی کو اتنا متاثر نہیں کیا ہے۔مزید ہر اس مسلمان کے پیغمبر کی طرح کسی بھی مذاہب کے بانی کو ایسی بے مثال شہرت نصیب نہیں ہوئی۔ (تاریخ عرب ص ۵۲۔ اکسفورڈ ۱۹۲۲)

تاریخ اسلام ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جو رسول کریم کے عاشقان صادق کی حب نبی اور ان کی اطاعت وتقلید پر روشنی ڈالتے ہیں۔ڈی ایچ ہوگارتھ کا یہ قول بھی درست ہے کہ محبوب کبریا کو دنیا میں عظمت وشہرت ملی ہے۔وہ کسی اور مصلح اور نبی کو نہیں ملی۔سورہ انشراح میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ہم نے تمہارا ذکر بلند کرنے کا جو وعدہ کیا ہے وہ بخوبی پورا ہو گیا ہے۔دنیا میں وہ کون سا ملک ہے جس میں نبی کریم کے امتی روزانہ پانچ وقت آذان، اقامت، نماز، کلمہ، درود اور تلاوت جہاں محبوب خدا کا نام نہیں لیا جاتا خدا نے ان کے اسم مبارک کو کلمہ کا دوسرا جز بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ خدا کے نام کے ساتھ ان کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال کی زبان قلم سے اس عظمت نبوی کی آفاقیت کا ذکر سنیئے۔

دشت میں،دامن کوہسار میں،میدان میں ہے
بحر میں،موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر،مراکش کے،بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلماں کے ایمان میں ہے

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے

ڈنکسن بلیک میکڈونلڈ

حضرت محمد ﷺ عام طور پر شاعری کے مخالف تھے لیکن حسان نے اپنی مخصوص شاعری کے ذریعے ان کے نصب العین کو برقرار رکھا اور ان کی شاعری مخالفین رسول کے طنزیہ اور دشنام آمیز جملوں کا جواب دینے کے لئے خصوصی افادیت کی حامل تھی۔ حضرت محمد ﷺ ان کے لئے منبر لگایا کرتے تھے اور جب حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر دشمنان اسلام کے خلاف چبھتے ہوئے اشعار کہتے تو حضور ان کے قریب کھڑے ہو کر واضح طور پر ان اشعار سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ (مذہبی رویہ اور اسلامی زندگی ص ۱۹،۱۸ شکاگو ۱۹۰۹)

رابرٹ ایل گلک

رومی سلطنت سے وسیع تر حکومت الہیہ کے تسلط پر مبنی اسلام کا عروج حضور علیہ السلام کی زندگی اور تعلیم کے ایک اور دلکش پہلو کو پیش کرتا ہے۔ (آنحضرت بطور معلم ص ۲ لاہور ۱۹۷۵)

یہ امر ناقابل تردید ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا مستحکم نظام جاری کیا تھا جس نے اسلامی کلچر کی نشو ونما بے مثال حرکت کا حامل اور للکارنے والی قوت والا حقیقی انقلاب بتایا۔ (حضرت محمد بطور معلم ص ۵، لاہور ۱۹۷۵)

ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ پادری جارج بش نے اسلام اور اسکی تاثیر کے بارے میں اپنی کتاب ''حیات محمدی'' میں یہ کہا تھا محمدن ازم کے عروج ترقی اور دوام کی کوکھ سے جنم لینے والے انقلاب سے بڑھ کر تاریخ میں کوئی ایسا انقلاب نہیں ملتا۔ جس نے مہذب دنیا کی حالت میں بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہوں۔ (حضرت محمد بطور معلم ص ۷ لاہور)

یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عظیم تر عربی کلچر اصل اور ابتداء کا مرکز و محور حضرت محمد کا معجزہ اور قرآن ہے۔

سی۔سرف۔ہرگونجے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو گمراہی سے نجات دلانے اور اس کے اندر حیاتِ نو پیدا کرنے سے متعلق اپنے منصب اور فرض میں پختہ یقین رکھتے تھے۔ (محمد از م ص ۳، لندن)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نئے مذہب کی تبلیغ کا مطالبہ نہیں بنایا تھا۔

انہوں نے اللہ کے نام پر خدا کے اسی کلام کو ماننے کا مطالبہ کیا تھا جس کا مطالعہ حضرت موسیٰ اور ان سے پہلے گذرے ہوئے دیگر انبیاء اور رسل کر چکے تھے۔

(محمدن از م ص ۴۰ لندن نیو یارک ۱۹۱۶)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مقصد اس زمانے کے عربوں کو گمراہی سے نجات دلانا نہیں تھا بلکہ یہ ادوار اور تمام ممالک کے انسانوں کی ہدایت تھی جیسا قرآن کریم میں کئی آیات میں واضح کیا ہے۔ ہادیء اعظم سے یہ اعلان کرنے کو کہا گیا تھا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمعیاً۔ اے نبی تم تمام انسانوں سے کہدو کہ میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ (رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۹۸)

سیموئیل۔ایم۔ذویمر (ایف۔آر۔جی۔ایس) (قاہرہ)

ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کسی اور بات کا انکار کر سکتے ہیں مگر ہم کبھی اس امر کو نہیں جھٹلا سکتے کہ وہ عظیم صلاحیتوں اور ذہانتوں کے حامل انسان تھے۔

(عالم اسلام ص ۷ نیو یارک ۱۹۰۸)

قدیم عیسائی نعرہ کے مقابلہ میں ایک اور نعرہ آ گیا ہے گویا اب اسلام مغربی ممالک کو للکار کر یہ

کہہ رہا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانیت کے لئے امید کی حیثیت سے قبول کرلیں۔(عالم اسلام سے پرے ص ۱۹)

ہادیء برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ نمایاں ترین خصوصیات تھیں۔خدا کے عبد اور اس کے رسول نبی اور رسول کی حیثیت سے دو دوسرے انسانوں سے ممیز ہو گئے کیونکہ وہ صاحب وحی و الہام تھے۔(نبی اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں۔ص ۲۰۲)

سیلون گرنی (ایم ڈی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبا کردہ مذہب نے تیرہ صدیوں تک مختلف قوموں کے حامل کروڑوں انسانوں کی رہنمائی کی ہے۔یہ مذہب ابھی تک روبہ اضافہ ہے۔محض اقتدار کی طلب رکھنے والے جنونی لوگ اپنی مقناطیسی شخصیت کی وجہ سے زیادہ عرصہ تک آئندہ نسلوں کو متاثر نہیں کر سکتے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی فتوحات کا جو حیرت انگیز سیلاب آیا تھا اسے دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

(مذاہب عالم کا مطالعہ ص ۴۵۴،لندن ۱۹۵۱)

نبی اکرم اور رسول آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی فتوحات کا سلسلہ اتنی تیزی کیساتھ آگے بڑھتا گیا کہ واقعی حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے اسلاف نے یہ کیسے معجزے کر دکھائے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری میں ہوئی ان کے چار نشینوں کے تیس سالہ دور خلافت میں ایران،عراق،شام،مصر، فلسطین اور قبرص کے علاوہ افریقہ کے چند علاقے خصوصاً طرابلس،مراکش اور تیونس وغیرہ فتح ہو چکے تھے۔عرب کے وحشی جاہل،جنگجو اوہام پرست اور لوٹ مار کے عادی اور اخلاق عالیہ سے عاری لوگ آنخضرت کی فیض صحبت اور اسلامی تعلیمات کی بدولت چند ہی سالوں میں دنیا کے حکمران اور معلم اخلاق بن گئے انہوں نے جس سرعت کے ساتھ اس وقت کی دو بڑی

طاقتوں کسریٰ اور قیصر کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا تھا وہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اس قرآن کی حفاظت کر کے راہزن راہبر بن گئے اس طرح وہ ایک کتاب قرآن کی بدولت عالم ہو گئے ایک چراغ قرآن کی روشنی سے صحرائی لوگوں کے دماغوں میں مختلف علوم کی سینکڑوں روشنیاں پیدا ہو گئیں۔

اے مسلمان تیرا ایمان رسومات کا شکار ہو کر رہ گیا ہے اور تجھے کافرانہ اطوار نے مقید کر دیا ہے تو قرآن کو پسِ پشت ڈال کر ذلیل ہو چکا ہے اور تو زمانے کے ناسازگار حالات کا شکوہ کر رہا ہے۔ اے مسلمان تو شبنم کی مانند زمین پر گرا ہوا ہے حالانکہ تیرے پاس ایک زندہ کتاب قرآن ہے۔ (نبی اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں۔ ص ۲۰۹)

سٹین ووڈ کوب

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لوگوں کو جو مذہب دیا تھا اس کا اثر ۶۳۲ء میں ان کی وفات کے بعد بھی کم نہ ہوا۔ اس کے برعکس یہ سال بہ سال قرآن کے ذریعے بڑھتا گیا۔ قرآن وہ مقدس کتاب ہے جس کے بارے میں یہ باور کیا جاتا ہے کہ اسے آسمان سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا۔ اگرچہ خلفا آتے جاتے رہے اور فوجی کمانڈر لائق یا نالائق ثابت ہوئے تاہم قرآن کی طاقت نے عربوں کو اپنے مقصد کے ساتھ مخلص رکھا اور وحدت کی اس روح کو برقرار رکھا جس کی بنیادیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈالی تھیں۔ (تہذیب وتمدن میں اسلامی حصہ ص ۹ واشنگٹن)

فلپ کے ہٹی

ازمنہ وسطیٰ کے عیسائیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط سمجھا اور انہیں ناپسندیدہ کردار تصور کیا تھا۔ جیسا کہ بعد ازاں بتایا جائے گا اس کی وجوہات نظریاتی ہونے سے زیادہ تاریخی یعنی

اقتصادی اور سیاسی نوعیت کی تھیں۔ ہمارے مذہبی حلقوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا ہے۔ (اسلام ایک طریق حیات ص ۲۲، ۲۳، امریکہ ۱۹۷۰)

جب حضرت محمد ﷺ کی کامیابی اور کارناموں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ انسان، معلم، خطیب، منصف، سیاستدان اور مجاہد کی حیثیت سے تاریخ میں قابل ترین انسانوں کی صف میں سب سے زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں۔ انہوں نے ایک مذہب یعنی اسلام کی بنیاد ڈالی اس کے علاوہ انہوں نے ایک مملکت یعنی خلافت کا آغاز کر کے ایک ثقافت یعنی عربی اسلامی ثقافت کی تحریک شروع کی۔ مزید برآں وہ ایک قوم بالفاظ دیگر عرب قوم کے بانی بنے وہ آج لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں ایک زندہ قوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (اسلام ایک طریق حیات ص ۲۴ امریکہ ۱۹۷۰)

فرینک بلارڈ (ڈی ڈی ایم اے)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح کوئی اور ایسا مذہبی معلم کبھی نہیں گذرا جس کے متعلق اتنی متضاد باتیں بیان کی گئی ہیں ان کے مسلمان ساتھیوں نے جوش وخروش کے ساتھ ان کی طبیعت اور زندگی کے بارے میں بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ مگر ان کے عیسائی مخالفوں نے ان کی شدید مذمت کی ہے۔ (اسلام۔ کیوں نہیں ص ۸۱ لندن ۱۹۱۹)

کینتھ کریگ

فاتح مکہ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالی ظرف اور کریم النفس فاتح ثابت ہوئے اس موقعہ پر اہل مکہ سے کہا گیا کہ وہ بت پرستی کو ترک کرتے ہوئے اپنے بتوں کو برباد کریں۔ کفار مکہ نے ایسا ہی کیا فتح مکہ کے وقت تقریباً کوئی خون نہ بہایا گیا اہل مکہ کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ ان کا شہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام روئے زمین سے زیادہ پیارا ہے۔ (مینار کی پکار ص ۸۹ امریکہ ۱۹۵۶)

صلیبی جنگوں میں لڑنے والے عیسائیوں کی آخری شکست کی بقیہ یادوں اور بعدازاں عثمانی ترکوں کے خلاف وراثتاً ان کی سخت دشمنی نے عیسائی دنیا کے مزاج کو تلخ بنادیا تھا اس کی وجہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں انتہائی وحشت خیز الزامات کو مشہور کردیا تھا۔ (مینار کی پکار ص ۱۸۷ امریکہ ۱۹۵۶)

گستاف ایوان گرون بام

مدینہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمرانی کے دس سالوں اور ان کی وفات کے بعد شائد تھیں۔ تیس سالوں نے ایک ایسے دور کو متشکل کیا جس میں انسانی سوسائٹی کو متوقع کمال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ (زمانہ وسطیٰ کا اسلام ص ۱۴۳ شکاگو ۱۹۴۵)

آروی۔سی بوڈے (پادری)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاریخ مذاہب میں عدیم النظیر مرتبہ اس بنا پر ہے کہ انہوں نے ولی فرشتہ مافوق البشر صفات کا حامل نہ ہونے کے باوجود اپنے کارناموں سے تمام انسانوں کو بے حد متاثر کیا ہے۔ اپنی اس عظیم اور شاندار شخصیت کے باوجود اپنی زندگی میں دوسرے مسلمانوں سے ممیّز نہیں تھے۔ اس بیان میں کوئی شک نہیں کہ ہادیٔ اعظم کو یہ صرف تاریخ مذاہب بلکہ تاریخ عالم میں بے مثال اور عظیم ترین مرتبہ حاصل ہے۔ انہیں یہ مرتبہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہونے کی حیثیت سے حاصل تھا۔ چونکہ وہ وحی خداوندی کے حامل تھے اس لئے کوئی اور انسان ان کا مثیل نہیں۔ بندہ خاص ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی متعدد اخلاقی خوبیوں، باطنی قوتوں، سعی پیہم، عمل مسلسل، عزم وثبات، صبر واستقلال، جفاکشی، خدا پرستی، توکل علی اللہ اور اپنی مقامی صلاحیتوں کی بدولت اپنی عظمت کو بالاتر بنا کر دوسرے انسانوں پر فوقیت حاصل کرلی تھی۔ یہ مرتبہ ملا جس کو ملا۔

رحمۃ للعالمین
غیر مسلم مفکرین کی
نظر میں

ہم فقیرم ہم غریبم بے کس و بیمار زار
یک قدح زاں شربتِ دارالشفا دارم امید

نا امیدم از خود۔ راز جملہ خلق جہاں
از ہمہ نومیدم از شما دارم امید

ہر کسے امید دارد از خدا و جز خدا
لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم امید

منتہائے کارِ تو دائم کہ آمرزیدن است
زانکہ من از رحمتِ بے منتہا دارم امید

(سردار گوردت سنگھ دارا)

الفضل ما شہدت بہ الاعداء بے شک بزرگی اور فضیلت وہی ہے جس پر دشمن اور اعدائے اسلام گواہی دیں۔

مشرق و مغرب کے بڑے بڑے محقق، اصحاب فراست ولیاقت نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا درجہ اور مرتبہ دنیا کے بڑے بڑے بلند لوگوں میں سے سب سے اونچا اور بلند ہے اور غیر مسلم محققین اور مفکرین نے آپ کی تہذیب، دیانت، امانت داری، غریبوں پر رحم و کرم، مساوات بین الاقوامی اور انسانی صفات کا مکمل نمونہ آپ کو مان لیا ہے۔ لہذا ان مفکرین نے اپنی تحریروں میں سرورِ کائنات ﷺ کے متعلق جو اعترافِ حقیقت کیا ہے۔ انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہیں۔ البتہ ان عطر آمیز الفاظ سے جو خوشبو پیدا ہوتی ہے ان کے مطابق عنوانات قائم کیے ہیں۔

سب سے زیادہ کامیاب پیغمبر

تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں محمد ﷺ سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔

(مکالہ نگار انسائیکلوپیڈیا برنا ٹیکا)

شعاعِ نور، مظہر اتم، مینارِ ہدایت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال کبریائی کا وہ شعاع رنگ و نور ہیں جو ایک پیکر انسانی میں جلوہ نما ہو کر ظلمت کدۂ جہاں کو رشکِ صد جہاں بنانے آئی تھی اور بنا گئی۔

انسانیت کا وہ مظہر اتم جس کی انسانیت کے سامنے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں وہ نادرِ روزگار ہستی جن کے مافوق الفطرت کو سمجھنے سے عقل انسانی باوجود اپنی بلند پروازیوں سے یکسر خالی رہے ان اوجلیل القدر کا اسوۂ حسنہ کائنات کے لئے ہر شعبہ عمل میں تقلید کا ایک افضل ترین نمونہ بن گیا۔

وہ مینار رشد و ہدایت اور وہ سراج صداقت و حقانیت جس کی ضیا باریاں ہر زمانہ میں گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کے لئے صراط مستقیم کا پیغام ثابت ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔ (حکیم پنڈت کرشن کنوردت شرما)

پیکر شرافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق وہی تھا جو ایک شریف عرب کا ہو سکتا ہے آپ امیر و غریب کی یکساں عزت کرتے تھے اور اپنے گردو پیش لوگوں کی خدمت کا بہت خیال رکھتے تھے۔

(مغربی فاضل مارکس ڈاڈ)

مصلحِ اعظم

آپ ہر شخص سے ہر وقت ملنے کے لئے تیار رہتے تھے آپ کی فیاضی و سیر چشمی غیر محدود تھی اصلاح قوم کی فکر میں ہر وقت مصروف و منہمک رہتے تھے۔ آپ نے قوم کے لئے بہترین مثال پیش کی۔ مزاج میں تمکنت و نخوت نام کو بھی نہ تھی یہاں تک آپ صحابہ کرام کو تعظیم و تکریم کے رسمی آداب سے منع فرما دیتے تھے۔ (ڈاکٹر گلیو ڈیا)

دنیا کے بہترین استاد

پیشوائے دین اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی دنیا کو بے شمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور آپ کی ہر حیثیت اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے لئے ایک بہترین سبق ہے۔ بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل رکھتا ہو۔

(از بحر نبوت مصنفہ سماتما سیتہ دھاری)

قابلِ عزت ہستی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح نگاروں کا ایک ایسا طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے۔ (از محمد ص ا مصنفہ پروفیسر مور گیوس)

سب سے سچی زندگی

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مصنفوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی سوانح حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح حیات سے زیادہ مفصل اور سچی ہو۔

(از اپالوجی فار محمد دی قرآن جان ڈیون پورٹ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل

باوجود کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی زندگی میں کچھ مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے امور بہت مختلف ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے بارہ حواری ناخواندہ تھے اور بے سمجھ اور کم حیثیت لوگ تھے برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے سوائے غلام زید اور بلال حبشی کے سب کے سب معزز طبقہ کے لوگ تھے اور بعض ان کے خاندان کے بزرگ تھے۔ جنہوں نے بحیثیت خلیفہ اور سپہ سالار اسلام کی وسیع سلطنت کا نظم و نسق بہترین طریقہ سے انجام دیا۔ (مسٹر گاڈفری ہیگن)

معلم خلق خدا

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم کو بغور پڑھا ہے جو انہوں نے خلقِ خدا کی خدمت اور اصلاح کے لئے دی۔ میری رائے ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی اسلام کی ہدایت پر عمل کرے تو وہ بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے میرے خیال میں موجودہ زمانہ میں سوسائٹی کی اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو رائج کیا جائے۔ (جرمنی کا مشہور پروفیسر ہوگ)

اعلیٰ اخلاق کے پاکیزہ معلم

میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرنے کا عادی ہوں اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے بانی اسلام نے اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی ہے۔ جس نے انسان کو سچائی کا راستہ دکھایا اور برابری کی تعلیم دی ہے۔ میں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ سب کے لئے مفید باتیں اور ہدایتیں ہیں۔ (مہاتما گاندھی)

جلیل القدر پیشوا

اسلام دیگر مذاہب میں اس لئے ممتاز ہے کہ اسلام کے برگزیدہ اور جلیل القدر پیشوا کے حالات زندگی میں ابہام یا اسرار کا کوئی ایسا عنصر ملا ہوا نہیں پایا جاتا جو دوسرے بڑے بڑے ہادیان مذہب کے گرد حلقہ زن نظر آتا ہے۔ حضور پیغمبر اسلام کی مبارک زندگی سادگی، شجاعت اور شرافت کی تصویر تھی۔ آپ کے کارنامے ان بڑے انسانوں کی زندگیوں کو یاد دلاتے ہیں جو اپنے نام تاریخ کے اوراق میں چھوڑ گئے ہیں۔ (ہوم اول لیگ کی بانی مسز اینی بیسنٹ)

عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام کے بانی

جب ہم اس زمانہ پر غور کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے اپنی نبوت و رسالت کا علم بلند کیا اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا ہے۔ جو دنیا کی ملکی، مذہبی و تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے۔ تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا ہے۔ پس ہم دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مجموعہ قوانین ہے جو ہر لحاظ سے بہترین ہے۔ (موسیو اوجیل کھونمل)

تاجدار شرف وفضیلت

اصولِ شرع اسلام میں ہر ایک اصل کو دیکھئے تو فی نفسہ ایسی عمدہ اور موثر ہے کہ شارعِ اسلام کے شرف وفضیلت کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ اسلام نے اصول کے مجموعہ سے ایک ایسا نظام سیاست قائم کر دیا ہے جس کی قوت ومتانت کے سامنے تمام سیاسی نظام پیچھے ہیں۔ (مشہور مورخ ارکھاٹ)

انسانی معیار اخلاق کو بلند کرنے والے

ایک معمولی عقل وسمجھ کا مسلمان بھی جہاں جاتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اس کے ساتھ جاتی ہے جو دوسروں پر ضرور اثر کرتی ہے۔ صبح، دوپہر اور شام کو اسلام کے حکم کا نعرہ (آذان) بلند ہوتا ہے اور وہ سر جو حیوانوں اور پتھروں کے آگے جھکا کرتے تھے اب وہ خدائے وحدہٗ کے آگے جھکتے ہیں وہ ہونٹ جو پہلے خوشی کے ساتھ اپنے ہم جنس بھائی کے گوشت پر چلتے تھے اب اس قادرِ مطلق کی عبادت پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے معیار اخلاق کو بے حد بلند کر دیا ہے۔ (از دین اسلام مصنفہ جوزف کامسن)

موجودہ مصائب کے نجات دہندہ

موجودہ انسانی مصائب سے نجات ملنے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا کے ڈکٹیٹر رہنما بنیں۔ (جارج برناڈشا)

خدا کے سچے نبی

اگر سچے رسول میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار نفس اور اخلاص کی جیتی جاگتی تصویر ہو اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو ہو کہ طرح طرح کی سختیاں جھیلے انواع واقسام کی صعوبتیں برداشت کرے لیکن اپنے مقصد کی تکمیل سے باز نہ آئے ابنائے جنس کی غلطیوں کو فوراً

معلوم کرے اوران کی اصلاح کے لئے اعلیٰ درجہ کی دانشمندانہ تدابیر سوچ اوران تدابیر کو قوت سے عمل میں لائے تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی تھے اوران پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (ڈاکٹر جے ڈبلیولیئنز)

پیکرِ استقلال

حقیقی اور سچے ارادوں کے بغیر یقیناً کوئی اور چیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لگاتار استقلال کے ساتھ جس کا آپ سے ظہور ہوا آگے نہیں بڑھا سکتی۔ ایسا استقلال جس میں پہلی وحی کے نزول کے وقت سے لیکر آخر دم تک نہ کبھی آپ مذبذب ہوئے اور نہ ہی آپ کے قدم سچائی کے اظہار سے ڈگمگائے (پروفیسر فری مین)

روشن چراغ اور صاحبِ خلق عظیم

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک روشن چراغ تھے رحمۃ للعالمین اور صاحبِ خلق عظیم تھے کہ ان کے اوصاف سے ان کی کوشش بارآور اور سعی مشکور ہوئیں آنحضرت کی صفات حمیدہ وفضائل حسنہ، خلق عظیم، شرافت ونجابت بلکہ منصب رسالت کا انکار بھی محال ہے۔

ہمارا یقین ہے کہ وہ ایک عظیم الشان ذی قدر اور بلند مرتبہ انسان تھے مرسل تھے مامور من اللہ تھے اوران میں ایسی روشنی اور حقیقی نور پرفگن تھا جو دنیا میں آ کر ہر شخص کو منور کرتا ہے اور یہ کچھ ہمیں پر موقوف نہیں بلکہ بیشتر غیر مسلم مصنفین باوجود مخالفت اور دشمنی کے آپ کی خوبیوں کا اقرار اور اعتراف کرتے ہیں اور اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں یہاں تک کہ بعضوں نے صاف الفاظ میں ان کا مامور من اللہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ (از قرآن السعیدین ص ۸۴، ۸۵ مصنفہ مسیحی عالم بحوالہ حقانیت اسلام)

معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی

نبی عربی اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا انہوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عقل واحسان کے اور کسی قانون نے رائج نہیں ہونا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔ (ایمنڈ یروگ)

تعلیمات جمہوریت کا سرچشمہ

عرب جہاں خدا نے اپنے بندے کو پیغام بھیجا جس نے وہ تعلیمات دیں جو جمہوریت کا سرچشمہ کہلا سکتی ہیں ان کے متعلق صحیح طور کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو صحیح مساوات اور اخوت کے ایک رشتہ میں جکڑ دیا اور وہ واقعی طور پر بہترین تعلیمات تھیں۔ (بلبل ہند سروجنی نائیڈو سابق صدر کانگریس)

جلال اور بزرگی کے مستحکم ستون

جس طرح دنیا میں اور بزرگ اپنے جلال اور بزرگی کا ایک مستحکم ستون قائم کر گئے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فضیلت کا جھنڈا کھڑا کر گئے ہیں جو ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گا۔ یعنی یہی اسلام کا جھنڈا جس کے نیچے اس وقت پچاس کروڑ کے قریب دنیا کے آدمی پناہ گزیں ہیں اور ان کے نام پر جان دینے کے لئے ہر وقت مستعد کھڑے ہیں یہ ان کی فضیلت کا بڑا عالی شان نشان ہے۔ (برہموسماج کے لیڈر شری شردھے پرکاش۔ یو.جی)

رحمت عالم من الرحمٰن

اے پاک محمد ﷺ، اے حضرت مصطفیٰ، اے عرب دیش کے برگزیدہ جوگی (عابد) قربان جائیں ہم تیرے قدموں پر اگر نہ ہوتا تیرا وجود تو کس طرح رحمت کا نزول ہوتا۔ قبائل عرب پر حقیقت میں

تو تھا ایک رحمت من الرحمٰن سارے جہان کے واسطے۔ اے امی، نادار وامین میں صدقے جاؤں تیرے میٹھے اور پیارے نام پر۔ آتا ر ہے تیرا نام میری زبان پر۔ یہ تو شہد کی مٹھاس سے بڑھ کر حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ پورے انگ انگ پر۔ دے درشن تو کم از کم ایک دفعہ اس ہند کے دیش میں تا کہ مٹ جاویں غلطیاں ساری کہ جن میں پڑ گئی ہے امت تیری۔ (پروفیسر حسپتین)

ہادیان مذاہب کے سرتاج

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں میرے جیسے ناچیز اور ہیچمدان کا گذارش کرنا یا عرض کرنا سراسر گستاخی اور بے ادبی ہے اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے کیونکہ حضرت ولیوں کے ولی، پیروں کے پیر، آسمان نبوت کے سورج، ہادیان مذاہب کے سرتاج اور ہادیان دین کے رہبر تھے۔ جس طرح آفتاب عالمتاب کو کسی چراغ یا لیمپ کی ضرورت نہیں اسی طرح کسی خاکی انسان کی مدح سرائی ان کی عظمت کو بڑھا نہیں سکتی۔ دینی بزرگی اور دنیاوی عظمت ان کے حضور ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر معمولی طاقت غیر معمولی انسان تھے اور نوع انسان کی اصلاح کے لئے خدا کے فرستادہ تھے۔ (لالہ بشن داس)

بہترین اوصاف کے حامل

رسول عربی کی سوانح عمری بہترین اوصاف اور خوبیوں کا مجموعہ ہے آپ کا دل عجز وانکسار نرمی اور رحم دلی اور الفت ومحبت سے لبریز تھا۔ آپ فرماتے ہیں میری شان انسان کی شان سے زیادہ نہیں ہے۔ جسے اللہ کا نوکر کہہ کر پکارو جب آپ کا مرید آپ سے استفسار کرتا ہے۔ کہ آپ ان لوگوں پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے۔ جو آپ پر ایمان نہیں لاتے تو جواب میں فرماتے ہیں۔ میں لعنت بھیجنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (شکتی آشرم راجپور سندھ کے پروفیسر اہل وسوانی)

خاکِ عرب کے ذرہ ذرہ کو ڈائنامنٹ بنانے والے

کارلائل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے خاک عرب کے ذرے ذرے کو ڈائنامنٹ بنا دیا بلا شبہ اس سے دنیا بھر کی سلطنتوں اور بادشاہوں اور حکومتوں کی بنیادیں ہل گئیں اور تمدن وتہذیب اور اخلاق کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا سے پس افتادہ عربوں میں کیا روح پھونکی جس سے وہ اس قدر طاقتور بن گئے۔ یہ روح واہگورواکمال پرکھ سرب شکتی مان کی ہستی وتوحید میں ایمان واعتقاد تھا۔ (سردار امر سنگھ مالک اخبار شمشیر)

محسن انسانیت

اسلام کے داعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ کے صفحات پر نہایت صاف روشنی میں کھڑے ہیں حالانکہ ان کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام کی تاریخ دھندلی ہے اور بدھ کی ان سے زیادہ دھاندلی۔ انہوں نے بت پرستی اور دوسرے مکروہ مروجات کو باطل قرار دیکر خالص اسلامی وجدان کے ساتھ وحدانیت الٰہی کا اعلان کیا وہ اللہ کے ایک سچے بندے اور اس کے فرمانبردار پیام رساں تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے ساتھ اتنا احسان کیا ہے کہ کسی دوسرے انسان نے نہیں کیا۔ (مدارس کے ہندو فاضل مسٹر انکٹا رتنام)

وحدت کی لڑی میں پرونے والے مہاپرش

وحشی، جنگجو عربوں کو وحدت کی لڑی میں پرونے والے ایک زبردست قوم کی صورت میں کھڑا کردینے کے لئے ایک مہاپرش (عظیم انسان) کا ظہور ہوا اندھی تقلید کے کالے پردے پھاڑ کر اس نے تمام قوموں کے دلوں پر واحد خدا کی حکومت قائم کی وہ انسانی لعل کون تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (پنڈت شیونرائن)

پاکیزہ خاطر برہمچاری

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا یہاں آریہ سماجیوں کو ماننا ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گذارا وہ برہمچاری تھے۔ کہ ان کا حق تھا کہ شادی کریں معیار خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی حضرت خدیجہ پر ہی قانع رہے اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت ۶۵ برس کی تھیں اس بڑھیا سے ان جوان کی نبھ گئی۔ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ خاطری پر دلالت کرتی ہے۔ (رسوائے عالم راجپال)

عظیم شخصیت اور مجسمہء استقلال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی بڑی شخصیت ہیں کہ جس پر دنیا کی طاقت، رعب و ہمت جس قدر فخر کرے کم ہے۔ وہ ایسے انسان تھے جن کو استقلال کا پتلا کہا جائے تو مناسب ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح دعویٰ نبوت کئی آدمیوں نے کیا مگر اس میں کامیابی صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی آج ان کے ہم عصر دعویداران رسالت کا کوئی بھی نام لیوا نہیں۔ مگر ان کے نام پر کٹ مرنے والے لوگوں کی تعداد کروڑوں ہے اور جب تک دنیا قائم ہے ان کا نام بھی قائم رہے گا۔ (متعصب اخبار گورو گھنٹال کے ایڈیٹر لالہ شام لال کپور)

رہبرانِ بنی نوع انسان

مجھے یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں میرے دل میں پیغمبر اسلام کے لئے بڑی عزت ہے۔ میری رائے میں ہادیان دین ورہبران بنی نوع انسان میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ (مشہور مورخ لالہ لجپت رائے)

یتیموں کے مربی

آپ نے یتیموں کی بدحالت درست کرنے کی طرف جو توجہ کی اور ان کی بہتری کا جو فکر رکھا وہ قابل تعریف ہے۔ یتیموں کو ستانے والوں کی نسبت آپ کا سخت ملامت سے کام لینا ظاہر کرتا ہے آپ اس برائی کی اصلاح کی سخت تڑپ رکھتے تھے۔ (مُسور مسیحی فاضل ولدی)

عورتوں کے محسن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کی تھی اسکی قانونی ہستی قائم ہوئی جس کی بدولت وہ مال وراثت سے حصہ کی حقدار ہوئی وہ خود اقرار نامے کرنے کے قابل ہے اور برقعہ پوش مسلمان خاتون کو ہر ایک شعبہء زندگی میں وہ حقوق حاصل ہوئے جو آج بیسویں صدی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ عورت کو حاصل نہیں ہیں۔ (مسٹر پیٹر کریمسٹن)

خداداد عطیہ اور اس کا نور

کیا کبھی آپ نے اس بات کا خیال کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل کیسا تھا ہم اندھے ہیں اور ہمارا یہ تصور سراسر غلط ہے کہ وہ ایک ایسے انسان تھے جو صرف جہاد کا حکم اور کافروں سے انتقام اور موت کے موضوع پر تقریریں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ایک بچے کی طرح نازک اور کھلنڈرا تھا اور ایک ماں کی طرح معاف کر دینے والا دل تھا فی الحقیقت یہ خداداد عطیے تھے ذرا خیال کیجئے کہ قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۱۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حیثیتوں سے آپ خدا کے نور تھے اور اللہ کے رسول تھے اور خدا نے آپ کو بت شکنی کا پیغام دے کر بھیجا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے قطع نظر کر کے آپ کی حیثیت پر غور کیجئے کہ آپ انسان تھے اس کے بعد آپ کی پرائیویٹ زندگی پر نظر ڈالیئے حضور بچوں کے ساتھ کھیلتے اور احباب کے

ساتھ گفتگو کرتے یا کسی خطا کار یا کسی شکستہ دل کو تسلی دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو آپ کو
معلوم ہو جائیگا کہ اہل دل لوگوں کے دلوں کا مالک ہے۔ (مسٹرج کے کور)

خوش شکل، فہیم اور غربا پرور

میں نیک اور فاضل ''سپین ہمیسن'' کی جرأت کی تحسین کیئے بغیر نہیں رہ سکتا جس نے تسلیم کیا
ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے شکل میں نہایت
خوبصورت، فہیم اور دور رس والے، پسندیدہ اور خوش اخلاق، خوش اطوار، غربا پرور ہر ایک سے
متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحب استقلال و شجاعت سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے
تعالٰی کے نام نہایت ادب اور احترام کرنے والے تھے۔ جھوٹی قسم کھانے والوں زانیوں
سفاکوں، خونیوں، جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی
گواہی دینے والوں کے سخت خلاف تھے۔ بردباری، صدقہ خیرات، رحم و کرم، شکر گذاری
والدین اور بزرگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد و تعریف میں نہایت
کثرت سے مشغول رہنے والے تھے۔ (انگریزی ترجمہ قرآن بعنوان ٹوڈی ایڈرس کے
مصنفہ جارج سیل)

پکے راست باز اور سچے ریفارمر

اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے پکے راست باز اور سچے ریفارمر
تھے اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے مقدس مشن میں آخر تک مستقل اور ثابت قدم نہ رہ سکتے
تھے وہ ڈگمگا جاتے اور لغزش ہو جاتی۔ (مسٹر اے فری مین)

داغ دھبوں سے پاک چہرہ

حقیقت بہر حال حقیقت ہے اگر بغض و عناد کی پٹی آنکھوں سے اتار جائے تو پیغمبر اسلام

نورانی چہرہ ان تمام داغ دھبوں سے پاک وصاف نظر آئیگا جو بتلائے جاتے ہیں۔سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلام کو تمام کائنات کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اس کائنات میں عالم انسان، عالم حیوان، عالم نباتات اور عالم جمادات سب شامل ہیں۔(سوامی برج نارائن جی سنیاسی۔بی اے)

دنیائے ارضی کے لئے ابرِ رحمت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنی قوم اور ذات کے لئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لئے ابر رحمت تھے آپ نے مدتوں نامساعد حالات کا سلسلہ جاری رکھا اور سر توڑ کوشش کی کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات، نسل اور قوم کا امتیاز کا کوئی نام ونشان نہیں دشمنان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اس کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں کہ انہوں نے اپنے مشن کو پایہء تکمیل تک پہنچایا۔

تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں ہے۔جس نے خداوندی تعلیم کا فریضہ اس احسن طریقہ سے انجام دیا ہو۔جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرائض کو بوجہ احسن پایہء تکمیل تک پہنچایا۔(انگلستان کا مشہور نامہ نگار مسٹر ڈی ریسٹ)

جانوروں کے لئے بھی باعث رحمت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جانوروں پر بھی ظلم وستم کو سخت برا کہا ہے۔(مشہور انگریز مصنف ڈی ایس مارگولیوتھ)

اولوالعزم، خلیق اور معاملہ فہم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص ان کی اولوالعزمی، اخلاقی جرأت، نہایت خلوص نیت، سادی اور رحم وکرم کا اقرار کئے بغیر نہیں

رہ سکتا پھر اپنی صفات کے ساتھ استقلال، عزم اور حق پسندی، معاملہ فہمی کی قابلیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ یقینی بات ہے کہ آپ نے سادگی، لطف و کرم اور اخلاق کو بلا خیال مرتبہ قائم رکھا اس کے علاوہ شروع سے آخر تک وہ اپنے آپ کو وہ معمولی پیغمبر بتلاتے رہے حالانکہ وہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کر کے اس میں بھی کامیاب ہو سکتے تھے۔ (لیفٹیننٹ کرنل سائیکس)

پرنور وحدانیت کی بشارت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی تھے جو دنیا کے لئے دعوت حق دینے کے لئے مبعوث ہوئے اور نبی بھی ایسے کہ ہستی باری تعالیٰ کی پرنور وحدانیت کی ایک بشارت تھے۔ (اتھارٹی اینڈ اینجلز ص ۱۷، مصنفہ جی ایچ لیکی)

مقدس ذات اور سچے رسول

میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکر و فریب کا الزام لگایا جا سکے۔ (مسٹر سیل)

اوصاف حسنہ کے مجسم

پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوصاف حسنہ کے مجسم تھے مسلمان فطرتاً روحانیت پسند واقع ہوئے ہیں۔ انہیں تہذیب و اخلاق سے لگاؤ ہے بخلاف ازیں ہندو مادی ترقی کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں۔ ان کی تمام خصلتیں نمائشی ہیں اور میری یہ پیشگوئی ہے اگر ہندو سوسائٹی کا یہی طرز عمل رہا تو ہندو قوم دو صدیوں کے اندر اندر ختم ہو جائے گی اور صفحہ ہستی سے محو ہو جائے گی اور بنی نوع انسان کا بیشتر حصہ دین فطرت اسلام کا پیروکار ہو جائے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ خداوند کریم میری اس پیش گوئی کو پورا کرے اور دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لا کر بنی نوع انسان کی تمام تکالیف دور کرے۔ (شری راج وید پنڈت گرادھر پرشاد شرما ئیں اعظم الہ آباد)

گمراہوں کے بہترین ہادی

بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گمراہوں کے لئے ایک بہترین راہ ہدایت قائم کی اور یقیناً آپ کی زندگی نہایت پاک صاف تھی آپ کا لباس اور آپ کی غذا بہت سادہ تھی آپ کے مزاج میں تمکنت نہ تھی یہاں تک کہ وہ اپنے متبعین کو تعظیم و تکریم کے رسمی آداب سے منع کرتے تھے۔ آپ نے اپنے غلام سے کبھی وہ خدمت نہ لی جس کو وہ خود کر سکتے تھے آپ بازار جا کر خود ضرورت کی چیزیں خریدتے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے خود بکریوں کا دودھ دھوتے اور ہر وقت ہر شخص سے ملنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے اور ہر شخص سے مہربانی کا برتاؤ کرتے۔ آپ کی خوش اخلاقی، فیاضی اور رحم دلی محدود نہ تھی غرض آپ قوم کی اصلاح کی فکر میں ہر وقت مشغول رہتے۔ آپ کے پاس بے شمار تحائف آتے تھے لیکن بوقت وفات آپ نے چند معمولی چیزیں چھوڑیں اور ان کو مسلمانوں کا حق سمجھتے تھے۔ (ڈاکٹر جی۔ ویل)

فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار

عالم الہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، بانیء مذہب، آئین ساز، سپہ سالار، فاتح، بااصول عبادت الٰہی میں لاثانی، دینی حکومت کے بانی۔ یہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے سامنے پوری انسانیت ہیچ ہے۔ (از ہسٹری لائر کی مصنفہ الفریڈ ڈی لمر تائن فرانسیسی ادیب)

سرورِ اعظم اور حیرت انگیز معلم

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراصل سرورِ اعظم تھے۔ آپ نے اہل عرب کو درس اتحاد دیا ان کے آپس کے تنازعات و مناقشات ختم کئے تھوڑی ہی مدت میں آپ کی امت نے نصف دنیا کو

فتح کیا۔ ۱۵ سال کے قلیل عرصہ میں لوگوں کی کثیر تعداد نے جھوٹے خداؤں کی پرستش سے توبہ کرلی مٹی کی بنی ہوئی دیویاں مٹی میں ملادی گئیں یہ حیرت انگیز کارنامہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا۔ (فرانس کا عظیم ترین جرنیل نپولین بوناپارٹ)

قوم، حکومت اور مذہب کے بانی

دنیا کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت ایک قوم، ایک حکومت اور ایک مذہب کے بانی ہوئے۔ (از محمد اینڈ محمدن ازم مصنفہ باسورتھ سمتھ مشہور عیسائی راہب)

ایک عظیم شعلہء نور

بس ایک شعلہ گرا۔ محض ایک شعلہ نور اور وہ بھی ایک ایسی سرزمین پر جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس پر انسانی آزادی نپ نہیں سکتی۔ لیکن اس سرزمین کی ریت بارود ثابت ہوئی جس نے دلی سے لے کر غرناطہ تک کے آسمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ان کی طبیعت میں نام ونمود اور ریا کا شائبہ تک بھی نہ تھا ہم ان سب صفات کے بدلے آپ کی خدمت میں ہدیہء اخلاص پیش کرتے ہیں۔ (از ہیرو اینڈ ہیروز شب ایزا۔ پرافٹ مصنفہ تھامس کارلائل)

پیغمبر مساوات واخوت

دنیا میں پیغمبر مساوات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تم پوچھتے ہو کہ ان کا مذہب کیا اچھا ہے اگر ان کا مذہب اچھا نہ ہوتا تو پھر وہ زندہ کیسے رہتا صرف اچھے اور نیک انسان کو ہی حیاتِ دوام ملتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مساوات اور انسانی اخوت کے علمبردار تھے۔ (دی گریٹ ٹیچرز آف دی ورلڈ سوامی دی ویکانند)

روئے زمین کے عظیم انسان

میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مشاہیر کے سوانح حیات کے پڑھنے میں صرف کیا ہے میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسے عظیم انسان ہیں کہ ان کے مقابلہ کا انسان روئے زمین کی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔

مجھے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ جب اور جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا ذکر ہوتا ہے۔اور ہم جب دنیا کے عظیم الشان رہبر کے حالات سنتے ہیں تو بعض ہندو بھائی کسی قدر تعصب کا اظہار کرتے ہیں۔(از محمد کا جیون چرتر مصنفہ مسٹر شانتا رام ایم اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی)

بلند مرتبہ سیاسی مدبر

حضرت محمد ﷺ ایک صحیح دماغ رکھنے والے انسان اور بلند مرتبہ سیاسی مدبر تھے انہوں نے جو سیاسی نظام قائم کیا وہ نہایت شاندار تھا۔(از میثاق ملی مصنفہ اوسوبانی انقلاب فرانس)

اعلیٰ صفات کے مالک

ہم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کبھی کسی رذیل حرکت کے مرتکب ہوئے ہوں البتہ نہایت اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔(مسٹر جان آرکس)

جمعیۃ الاقوام کے بانی

پیغمبر اسلام نے جس جمعیۃ الاقوام کی بنیاد ڈالی اس نے قوموں کے اتحاد اور انسانوں کی اخوت کو ایسی وسیع بنیادوں پر قائم کیا جس سے دوسری اقوام کو شرمندہ ہونا چاہیئے۔حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ الاقوام کے تخیل کی طرف جس طرح مسلمان اقوام نے پیش کیا ہے اور پیش قدمی کی ہے اس سے بہتر مثال دوسری اقوام پیش نہیں کرسکتی۔(از دی مسلم ورلڈ آف ٹوڈے مصنفہ پروفیسر پرگونج)

صادق عظیم

پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے وہی آپ سب سے پہلے ایمان لائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز جھوٹے مدعی نبوت نہ تھے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفا کی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

(از آؤٹ لائن آف ہسٹری مصنفہ پروفیسر ایچ جی ویلز)

پاکیزہ فاتح

حضرت محمد ﷺ اپنے آبائی شہر مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ جو آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے سبکو معاف کر دیا یہ ایسی فتح تھی اور پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ (از مقدمہ پیغمبر اسلام پر تقریریں مصنفہ سٹیلے مین پول)

محبوب ترین شخصیت

پیغمبر اسلام بڑی ہی دل آویز شخصیت کے مالک تھے آپ کے تبسم میں ایک ایسی حلاوت اور ایسی لطافت تھی جو دل کو موہ لیتی تھی آپ تمام عربوں سے زیادہ خوش شکل اور خوبصورت تھے۔ آپ معاملات میں سچ اور انصاف پسند تھے۔ (از محمد اور آپ کا جانشین مصنفہ واشنگٹن ارونگ)

بہت ہی بڑے کیریکٹر کے مالک

آپ فطرتاً امی اور سچے تھے آپ کو حق کے علاوہ کچھ پسند نہ تھا وہ نہ حریص تھے اور نہ متعصب اور نہ ہوائے نفس کے پیرو، جبکہ نہایت بردبار، نرم دل اور بہت ہی بڑے کریکٹر کے مالک تھے عرب جو بدنظمی اور پراگندگی کے عادی تھے۔ ان سبکو ایک دائرہ میں لا کر ایک سلسلہ میں منضبط کر دیا۔ یہ محمد ﷺ کا ہی معجزہ تھا۔ (از لائف آف محمد مصنفہ مشہور فاضل اعبدور مینگھم)

شیریں گفتار محسن انسانیت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق بہت ہی کریمانہ اور شریفانہ تھے۔ معاشرت بہت ہی اچھی تھی۔ گفتگو شیرینی اور انتہائی نرم تھی۔ آپ صحیح الرائے اور بہت ہی سچے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینی فطرت و جبلت پر محقق اور پاکیزہ مقاصد والے کے لئے جاذب توجہ تھے۔ اس لئے کہ اُن کے اندر خلوص و سچائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ کا انسانیت کے محسنین میں شمار کیا جائے۔ (ماہر السنۃ الشرقیہ پروفیسر مافرنٹ)

فخر دو عالم

اے شہر مکہ کے رہنے والے! اور بزرگوں کی نسل سے (پیدا ہونے والے) اے آباؤ اجداد کے مجد و شرف کو زندہ کرنے والے اے سارے جہاں کو غلامی کی ذلت سے نجات دلانے والے۔ دنیا آپ پر فخر کر رہی ہے۔ اور خدا کی اس نعمت پر شکر ادا کر رہی ہے۔ اے ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے! اے وہ جس نے عالم کے لئے اسلام کی نعمت بخشی، تمام لوگوں کے دلوں کو متحد کر دیا اور خلوص کو اپنا شعار بنایا۔ اے وہ کہ جس نے اپنے دین میں انما الاعمال باالنیات اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے کی تعلیم دی ہم آپ کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور بہت بھی مرہون منت ہیں۔ (از لائف دی ہولی پرافٹ مصنفہ ڈاکٹر اسٹیفن)

ایشیا کے لئے قابل فخر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ اور محسن تھے۔ ایشیا جبکہ اولاد پر فخر کرتا ہے تو اس وحید الدھر اور اکبر الرجال شخص کی ذات والا صفات پہ فخر کرنا واجب ہے اور ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت میں شک کرنا گویا قدرت الٰہی میں شک کرنا ہے۔ جو کہ تمام کائنات عالم پر مشتمل ہے (از برافٹ نمبر مضمون نگار مسٹر جان)

تاریخ عالم کے انقلابی

کولمبس نے جب نئی زمین دریافت کی اس سے ایک ہزار سال قبل مکہ میں ایک بچہ کا ظہور ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ عالم میں انقلاب برپا کرنے کے لیے چن لیا تھا۔ یہ بچہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ اول شخص ہیں۔ جس نے جزیرہ عرب کے تمام قبائل کو ایک کر دیا۔ آپ ایسے مناسب وقت میں تشریف لائے جبکہ عرب کو اجنبیوں کے ہاتھوں سے خلاصی کی سخت ضرورت تھی۔ آپ اپنی محنتوں، کوششوں، بشارتوں میں اور خوشخبریوں کی وجہ سے کامیاب ہوئے (میٹر لائل ٹامس) (امریکی)

قدر و منزلت کے لائق

انسان جس قدر زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک سے مطلع ہوگا۔ وہ آپ کے ساتھ گزشتہ اور موجودہ انسان کی عقیدتمندی کے اسباب کو پورے طور پر محسوس کریگا لوگوں کی آپ کے ساتھ وجہ الفت و محبت جان جائیگا اور آپکی عظمت اور قدر و منزلت سے بھی واقف ہو جائے گا۔ (میوجان)

سب سے اکمل وافضل

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ اور موجودہ لوگوں کے سب سے بڑے قائد تھے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ مصلح تھے اور وہ مبلغ تھے اور بہت ہی غیور جنرل تھے۔ (ڈاکٹر سوئمل زومر)

عظیم مذہبی قائد اور غیور جنرل

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مذہبی لوگوں کے سب سے بڑے قائد تھے اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ مصلح تھے اور مبلغ تھے اور بہت ہی غیور جنرل تھے۔ (ڈاکٹر سوئمل زومر)

عظیم ترین عاقل وعادل

عظیم ترین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل ان عظیم ترین عقلوں سے تھی جن کا وجود دنیا میں عنقا کا حکم رکھتا تھا۔ وہ معاملہ کی تہہ تک پھیلی ہوئی۔ پہلی نظر میں پہنچ جایا کرتے تھے اپنے خاص معاملات میں نہایت ہی ایثار اور انصاف سے کام لیتے۔ دوست دشمن ،امیر ،غریب،قوی وضعیف ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک کرتے (سر فلیکڈ)

بت شکن نبی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی تھے بت پرستی کو بالکل غلط اور لغو جانتے تھے انہوں نے اپنی قوم کو وحشیانہ مذہب اور پست اخلاق سے نجات دلائی ممکن نہیں کہ ہم ان کے قلبی اخلاص اور دینی اہمیت کا انکار کریں۔ (پرنسپل ایڈورڈ ساؤتھ)

منتشر کو متحد کرنے والے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام منتشر و پراگندہ قبائل کو اتحاد و اتفاق کے رشتہ میں منسلک کر دیا اور ان کا اصول دین اور مقصد ایک تھا انہوں نے اپنی حکومت اور سلطنت کے بازو تمام اطراف عالم میں پھیلا دیئے اور اپنی تہذیب وتمدن کے جھنڈے کو اس وقت بلند کیا جبکہ یورپ جہالت کے غاروں میں غلطاں وپیچاں تھا (مسٹر لیڈ پول)

نورِ ہدایت

جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وسچائی کا انکار کیا حقیقتاً وہ جاہل اور آپ کی ذات گرامی اور سیرت پاک سے نا آشنا ہے جبکہ لوگ ضلالت کی تنگ وتاریک گھاٹیوں سے گذر رہے تھے۔ خالق ومخلوق کے تعلقات کو بھلائے بیٹھے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہدایت کے نور سے منور فرمایا۔ فطری وطبعی اصول وقوانین بنائے اور بجائے تثلیت

کے غلط عقیدوں کے، وحدانیت کی پاک عقیدہ کا اعلان فرمایا۔ یہی چیز اسلام کی اصل اصول ہے اور آپ کی کامیابی کی کنجی۔ (مسٹر بمیر فرانسیسی)

طبیب حاذق اور اعلیٰ مقنن

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبیب حاذق، اعلیٰ مقنن اور عظیم الشان جنرل تھے اور ان دعوؤں کی تصدیق آپ کے اقوال واحادیث کی چھان بین کرنے والے پر مخفی نہیں آپ نے ربع صدی سے بھی قلیل عرصہ میں دنیا کی تاریخ کو الٹ دیا وحشی اور بالکل غیر مہذب قوم کو تہذیب و تمدن کے اوج فلک پر آفتاب بنا کر چمکا دیا کیا اب بھی کوئی آپ کے معجزات کا انکار کر سکتا ہے کہ وہ خداوند کریم کے عطا کردہ نہیں تھے۔ (مشہور مغربی مورخ مسٹر ڈیلز)

جلیل القدر اور عظیم الشان رسول

بلا کسی شک وشبہ کے کہا جا سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور اللہ قادرِ مطلق کے رسول تھے اور نہ صرف رسول بلکہ جلیل القدر اور عظیم الشان رسول تھے۔ جنہوں نے ملت اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ (مسٹر کسلوزان)

ذلت و ہلاکت کے گڑھے سے نکالنے والے

بعض لوگ عربیت کی ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر قرآن کو پڑھ کر ہنستے ہیں اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس فصیح و بلیغ اور دل ہلا دینے والی زبان و عبارت سے لوگوں کو تبلیغ و ہدایت کا درس دیتے ہوئے سنتے تو ان کی طرح یہ بھی سربسجود ہو کر بے اختیار چیخ اٹھتے کہ اے اسلام کے سچے نبی نے ہم کو ذلت و ہلاکت کے گڑھے سے نکال کر عزت و نجات کی بلندیوں پر پہنچا۔ (جان۔ جیک اویو)

مشیت الٰہی کے مبلغ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی بنیاد عبادت اور تہذیب نفس پر رکھی کل تعلیمات کا قدر مشترک یہی ہے کہ نفس کو مغلوب اور مہذب بنایا جائے۔ پیغمبر اسلام نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ اپنے کل ارادوں کو خدائے قدوس کی مشیت پر چھوڑ دیں۔
(فرانس کا مشہور فلسفی فالیسٹر)

پامال ذروں کو درخشاں ستارے بنانے والے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید وجہاد کی صدا بلند کی عرب کے پامال ذروں کو ایک قلیل عرصہ میں درخشاں ستارے بنا کر تمدن وتہذیب اور فلک سیادت پر چمکا دیا اس حیرت انگیز انقلاب وترقی کی شان کسی لیڈر، مصلح، یا نبی کی زندگی میں تلاش کرنا بیکار اور بے سود ہے۔ (عبدالمسیح)

سچے امین اور پاکباز

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے اور امین تھے، پاکباز اور غمگسار تھے نہایت متقی اور پرہیز گار تھے آپ واقعی نبی ہیں اور دشمنوں کے ہر اتہام سے بری اور کوسوں دور ہیں۔ رعونت اور تکبر کا تو آپ میں نام تک نہ تھا آپ باوجود برگزیدہ نبی ہونے کے ہر وقت مغفرت کی دعا مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ڈراتے رہتے۔ (کاؤنٹ ہنری)

عالم انسانیت کے استاد

عرب بت پرست تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خدا پرست بنایا وہ لڑتے جھگڑتے اور جنگ وجدال کیا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ایک اعلیٰ سیاسی نظام کے ذریعے متفق کر دیا وحشت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ انسانیت شرماتی تھی مگر آپ نے ان کو اخلاق حسنہ اور بہترین تہذیب کے وہ درس دیئے جس سے نہ صرف ان کو بلکہ تمام عالم کو انسان بنا دیا۔ (مسٹر گارس)

مردہ عربوں کو اشرف ترین بنانے والے

عرب جو بالکل مردہ ہو چکے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں نئے سرے سے تازہ روح پھونک کر ان کو اشرف ترین قوم بنا دیا جس کے ذریعہ سے وہ بلند مراتب پر جاگزیں ہوئے ایسے بلند کارنامے ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئے جس کا دنیا کو اعتراف کرنا پڑا۔ ان تمام ترقیوں اور کامیابیوں کا سہرا تمام تر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات گرامی کے سر ہے۔ (فریسکو ایز ولڈ)

بہترین سیاسی قانون دان

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا بہترین قانون دنیا کے سامنے پیش کیا جو صدیوں سے مختلف قوموں اور اقطاعِ عالم کے بسنے والوں کے قلوب پر حکومت کرتا چلا آرہا ہے۔ حقیقت یہ ہے یہ ایک آپ کا معجزانہ کرشمہ ہے کہ جس نے بڑے بڑے فاتحین اور معزز مذہبی پیشواؤں کو نیچا کر دکھایا۔ (از لائف آف ہولی محمد مصنف انگریز مورخ قینل)

بہت بڑے حکیم وموحد

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت بڑے حکیم تھے انہوں نے وحدانیت پر زور دیتے ہوئے انسان کو بت پرستی اور انسان پرستی سے اس علمی اور عقلی قاعدہ کے ذریعہ سے نجات دلائی کہ دنیا اور دنیا کا ذرہ ذرہ ہلاک ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ (مسٹر جیبان)

ضعیف اور محتاجوں کے لئے رحمت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی زندگی کی تعریف ان معجزانہ الفاظ سے بہتر ہو سکتی ہے کہ آپ ہر ضعیف اور محتاج کے لئے سب سے بڑی رحمت تھے۔ یتیموں، مسافروں، ضعیفوں، فقیروں، بے کسوں اور مجبوروں کے لئے واقعی اور حقیقی رحمت تھے۔ عورت جو تمام عالم کے لئے ایک ذلیل تھی وہ آپ ہی کی رہین منت ہے۔ (پروفیسر لیک)

صراطِ مستقیم پرڈالنے والے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر وہم کو زائل اور تمام اضام کی عبادتوں کو باطل کر دیا آپ بہت سچے اور بے مثال امین تھے آپ نے لوگوں کو گمراہیوں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لا کر ڈال دیا۔(مسٹر ہربرٹ وائل)

صاحب الرائے اور بے مثال مفکر

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند ترین اخلاق کے حامل، مفکر بے مثال اور بہت ہی صاحب الرائے تھے آپ کی گفتگو معجزانہ ہوا کرتی تھی آپ بہت بڑے بزرگ اور مقدس ترین نبی تھے۔(از لائف آف محمد مصنفہ مورخ آرونگ)

عقل میں یگانہء روزگار

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں تو محض امی تھے مگر عقل اور رائے میں یگانہء روزگار تھے ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اکثر خاموش رہتے۔طبیعت کے حلیم، خلق کے نیک، اکثر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔لغویات کبھی زبان سے نہ نکالتے مساکین کو دوست رکھتے کبھی فقیر کو فقر کے سبب سے حقیر نہ جانتے نہ کسی بادشاہ سے اس کی بادشاہی کے سبب سے خوف کھاتے۔(مشہور فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو)

نہایت خوش طینت اور فیاض

ہم جانتے ہیں کہ اوہام باطلہ کی دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت پھیلائی تعدد ازدواج اور طلاق کو محدود کر دیا غلاموں کو آزاد کئے جانے پر زور دیا اور خود اس کی مثال قائم کی اور مسلمانوں کی مساوات کو اصول اولین قرار دیا وہ نہایت خوش طینت، عادل فیاض اور بردبار تھے۔(مسٹر گورہم)

بہادر غیور اور حق پرست

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی بھی جنگیں لڑنی پڑیں وہ سب دفاعی تھیں آپ کے سامنے تین چیزیں تھیں۔ دین سے دستبرداری، موت اور مدافعت آپ نے ایک بہادر غیور اور حق کی طرح اول الذکر دو چیزوں کو ٹھکرا دیا اور تیسری کو قبول فرمالیا۔

(بی این کالج پٹنہ کی سیرۃ النبی پر تقریر از پروفیسر مصرا)

قبیلے اور وطنیت کے بت شکن

اسلام اور بانیء اسلام کی نسبت جو میرے خیال ہیں ان خیالات کا حامل اگر مسلمان کہلا سکتا ہے تو میں بلاشبہ مسلمان ہوں اور مجھ کو اس پر فخر ہے۔ رسول اللہ نے جو بت شکنی پر زور دیا وہ بہت ضروری تھا کیونکہ بت پرستی ترقی کی راہ میں ایک سخت رکاوٹ تھی لیکن اس کا مقصد پتھر اور لکڑی کے بتوں کو توڑنے سے زیادہ معنوی بت پرستی کا خاتمہ کرنا تھا۔ جو انسان کو معطل بنا دیتی ہے۔ بت پرستی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً قبیلہ کا بت، لیڈری کا بت، وطنیت کا بت وغیرہ آپ نے ان سب بتوں کو توڑ دیا۔ (بی این کالج پٹنہ میں سیرۃ النبی پر تقریر از پروفیسر گیان چند)

انسانی ترقی کے رہنما

میں پیغمبر اسلام کی عزت واحترام میں نہایت ہی مسرت سے اپنے مسلمان احباب کے ساتھ شریک ہوتا ہوں آپ نے انسانی ترقی کے لئے اس قدر کوششیں فرمائیں وہ بالکل غیر فانی ہیں۔ ان کوششوں کے باعث دنیا ہمیشہ تک آپ کی احسان مند رہے گی۔ (پروفیسر روچی رام ممبر پنجاب کونسل)

متحدہ اقوام کے سردار

پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مشن کو رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے ناشائستہ، خونخوار، کینہ پرور، جنگجو عربوں کے قبیلوں کو جو بت پرستی اوہام پرستی

میں غرقاب تھے اپنے جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے پاک اثر نے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا۔ تمام قبیلے ایک سردار کے جھنڈے کے آگے آ گئے اور ایک متحدہ قوم بن گئے۔ (لالہ رام چند ایڈووکیٹ لاہوری)

دنیا کے بہت بڑے محسن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات سب کے لئے نمونہ ہے اور ان کی تعلیمات سے ہر دھرم اور قوم کے لوگ خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت اور مساوات کی بے بہا تعلیم دیکر دنیا پر ایک زبردست احسان کیا ہے انہوں نے دوسرے دھرم کے لوگوں کیساتھ رواداری برتنے کی تعلیم دی ہے اور اسلام کی اشاعت کا اصلی سبب اس کی یہی پر اوصاف تعلیم اور اس کے بانی کی پاک صاف اور قابل تقلید زندگی ہے۔ (سوامی۔ بھوانی دیال سنیاسی)

امن عالم کے ستون

ہم کو موجودہ زمانہ میں چند ایسے خطرات نظر آتے ہیں جن کو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے مٹانا چاہیں تو وہ فوراً نیست و نابود ہو سکتے ہیں۔ دنیا کو اس بابرکت امن و امان کی ضرورت ہے جو گذشتہ زمانہ میں نہ تھی اگر کسی مذہب نے امن و امان کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور اس کے قیام میں اپنی پوری قوت صرف کی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔

(مسٹر بلدیو سہائے۔ بی اے)

سچی زبان کی تاثیر والے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ کی زبان میں اثر تھا کہ آپ کے صرف زبانی حکم سے عرب میں شراب نوشی تو کیا اور کتنے ہی افعال بد ایک قلیل مدت میں بالکل ہی نیست و نابود ہو گئے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سچے

پیغمبر تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس سے پہلے جتنی میرے دل میں بدگمانیاں تھیں میں روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی چاہتا ہوں اور بلا مبالغہ علی الاعلان کہتا ہوں آج دنیا میں ایک شخص کی بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیریکٹر پر ایک دھبہ بھی لگا سکے۔ (ڈپٹی انسپکٹر مدارس بی اے ڈی ای لندن)

پیکر شرم وحیا ومجموعہ محاسن

ہادیء عالم کا ہر قول وفعل استقامت اور راستی کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاق حسنہ کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ ہادیء برحق اور پیکر شرم وحیا کے جس واقعہ اور جس بات پر بھی نظر ڈالیے وہ حکمتوں کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی نے بھی آپ کی طرح اخلاق ومروت، تہذیب وشائستگی، شرم وحیا، تحمل وبرداشت، صبر وشکیب، ایفائے وعدہ، پابندی عہد، ہمدردی وموانست کا ایسا زبردست اور موثر ثبوت بہم نہیں پہنچایا مذہبی تاثرات سے قطع نظر جب ہم غور کرتے ہیں تو وہ ہستی محاسن ومحامد کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ (راجہ رادھا پرشاد بی اے ایل ایل بی آف تیلوتھ سٹیٹ)

زندہ جاوید تعلیمات کے معلم

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی طرح ان کے اخلاق بھی بہت بلند پایہ تھے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ میرا بھی یہی خیال تھا لیکن یہ کون سی تلوار تھی کیا وہ آہنی تلوار تھی۔ نہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گراں بہا اخلاق وعفو کی تلوار تھی اور ان کی بے بہا اوصاف اور ان کی قیامت تک نہ مٹنے والی اور سبق آموز تعلیمات کی چمکتی دمکتی تلوار تھی جس نے گردنیں کاٹنے کی جگہ دلوں کو ایک رشتہ میں جوڑ دیا۔

(پرشاد بی اے ایل ایل بی وکیل۔ گیا)

غیر فانی فلسفی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ خدا کے ہاں سے غیر معمولی دل و دماغ لیکر آئے تھے انہوں نے رزم، بزم، تجارت، صنعت، معاشرت، تمدن غرضیکہ بنی نوع انسان کی جن چیزوں کی ضرورت تھی سب ہی کچھ سکھا دیا ہے۔ انہوں نے جو غیر فانی فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس سے اس وقت ساری دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ یورپ میں ان کا فلسفہ مسلمان فاتحین کے ساتھ آیا اور اس فلسفہ نے اس یورپ کی کایا پلٹ دی جو بے شرمی، بے حیائی اور گناہ کی زندگی گزار رہا تھا۔ (انگلستان کا مشہور مصنف رابرٹ سائمور)

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِه

بلب مسیح شفائے او | بید کلیم عصائے او
بر خلیل عطائے او | ہمہ عالم است گدائے او
بلغ العلی بکمالہ | کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع او خصالہ | صلو علیہ و آلہ
ہمہ نوریاں ثنائے او | ہمہ عرشیاں بدعائے او
ہمہ فرشیاں بولائے او | ہمہ عرش و فرش برائے او
بلغ العلی بکمالہ | کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع او خصالہ | صلو علیہ و آلہ

رحمت للعالمین
غیر مسلم
مغربی دانشوروں
کی نظر میں

تیرا وجود الکتاب

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کر دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

(اقبال)

سرورِ دنیا و دین، رحمۃ للعالمین اور ہادیء اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات بے شمار کمالات اور ستودہ صفات کا مجموعہ ہے۔ خدائے لم یزل نے انہیں عالم انسانیت کا نجات دہندہ اور محسن اعظم بنا کر بھیجا تھا اس لئے ان کی رحمت آفاقی اور ہمہ گیر ہے چونکہ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب ہدایت وفلاح ہے اور اس عدیم النظیر ضابطہء حیات کے حامل نبی بھی خاتم الرسل ہیں بنا بریں ان کی تعلیمات میں انسانیت کی نجات کا راز پنہاں ہے ایسی بے مثال کامل اور رفیع الشان کی عظمت کے ثنا خواں اور خوشہ چین نہ صرف مسلمان ہی ہیں بلکہ حقیقت پرست، غیر مسلم بھی انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء (خوبی وہ ہے جس کی شہادت دشمن بھی دیں) انہوں نے تو انہیں ہمیشہ بقول سعدی "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مرتبہ دیکر اپنی عقیدت ومحبت کا واضح ثبوت دیا ہے۔ اور وہ تا ابد اپنے دین وایمان کا مرجع قرار دیتے ہیں اور اس بات کا ببانگ دہل اعلان کریں گے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

مفکر اسلام اور ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے مسلمانان عالم کے مقبول عقیدے کی ترجمانی کرتے ہوئے بجا ہی کہا تھا۔

در دل مومن مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

میں نے اپنی اس کتاب میں مغرب کے بعض اہل دانش کے وہ تاثرات اور اقوال پیش کئے ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاذب اور ہمہ گیر شخصیت اور ان کے پیغام کی اہمیت وافادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے وہ کون سا صحیح الفطرت اور حقیقت شناس انسان ہے جس نے کائنات کی اس دلنواز اور کامل شخصیت کے حضور سر نیاز خم نہ

کیا ہو۔ آنحضرت کے چشمہ فیض سے ہر دور میں بنی نوع انسان نے اپنے قلب وذہن کی تشنگی کو دور کیا ہے اور وہ تا قیامت بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے فیض پاتے رہیں گے۔ مغرب کے ایک معروف سکالر بریفالٹ نے اپنی کتاب ''تشکیل انسانیت'' میں اس امر کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ عرب مسلمانوں نے مغربی علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں قابل قدر حصہ لیا تھا۔

کیا یہ امر اس حقیقت کا مظہر نہیں کہ مغربی علوم وفنون یورپ کی تحریک بیداری اور نشاۃ ثانیہ پر عرب مسلمانوں نے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ کیا اس طرح مغربی علوم وفنون پر رسالت محمدی اثر انداز نہیں ہوئی کیا عربوں کو علم وحکمت کا درس رسول کریم نے نہیں دیا تھا۔ یہ بات بے حد افسوسناک ہے کہ مخصوص سیاسی اور مذہبی پروپیگنڈے کے اکثر غیر مسلم سکالر خصوصاً عیسائی اور یہودی ارباب علم وفن عرصہ دراز سے نہ صرف اسلام کی تعلیمات اور رسالت محمدی کے احسانات کو چھپاتے رہے بلکہ وہ ہمارے دین، قرآن اور ہمارے پیارے نبی کی کردار کشی کرتے رہے۔ اس مذموم مہم میں خود غرض، بد باطن اور اسلام دشمن طاقتوں کا ہاتھ تھا یہ امر بھی موجب حیرت ہے کہ دور حاضر کی روز افزوں علمی ترقی کے حامل نام نہاد دانشور اب بھی اپنے بزرگوں کی پھیلائی ہوئی جہالت وتعصب کا پرچار کر رہے ہیں۔ ہمارے اکثر مغرب زدہ لوگ خصوصاً مغربی درسگاہوں کے فارغ التحصیل حضرات ان اساتذہ سے اسلام پڑھا ہے جنہوں نے دیدہ دانستہ ضعیف اور غیر مستند روایات کا سہارا لے کر اسلام کو بدنام کیا ہے اگر انہوں نے براہ راست اسلام کے حقیقی ماخذ کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ اچھے مرشدان خود بین کی نقالی نہ کرتے علامہ اقبال بنگلور کے مسٹر جمیل کے نام اپنے ایک خط میں اسلام دشمن مستشرقین کے عام علمی معیار سے اظہار بے زاری کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم مغربی اہل دانش وفکر کے تمام افکار کو من وعن قبول نہ کر لیا کریں۔ بلکہ

ان کے خیالات کو صحیح اسلامی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اسلام نے حصول علم پر بہت زور دیا ہے۔ مگر انسانیت نے علم کی مذمت کی ہے میں نے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ مغربی مصنفین اور مفکرین کا جائزہ لیا ہے اور ان کے حسن وقبیح کو قرآنی تعلیمات اور اسوۂ رسول کی روشنی میں بیان کرنے کی حقیر سعی کی ہے۔ بعض مشرکین نے اپنے حقارت آمیز الفاظ میں شعوری طور پر کچھ ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں جن سے جہالت اور تعصب کی بو آتی ہے۔ میں نے اپنی استعداد اور مطالعہ کے مطابق اس غلط فہمی اور عام علمی لغزشوں کی بھی نشان دہی کر دی ہے علاوہ ازیں ضراحت طلب امور کی وضاحت کر کے اسے آسان بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اکثر مقامات پر میں نے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے سورۃ کو اوپر اور متعلقہ آیات کو نیچے درج کیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام پر قرآنی تصورات بھی واضح ہو جائیں۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کے قران کریم کی مشعل فروزاں کئے بغیر انسان صیح منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح ہادی اکبر اور مصلح کا حل حضرت محمد ﷺ کی محبت اور رہنمائی کے بغیر انسانیت اپنی گونا گون مشکلات کا حل نہیں پا سکتا بقول سعدی

خلاف پیغمبر کسے راگزید
کہ ہرگز نخواہد بمنزل رسید

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ رسول کریم کی ذات ستودہ صفات ہی ہمارے دین وایمان کی محکم اساس اور ہمارے ملی اتحاد کی ضامن ہے جب تک کسی مسلمان کے دل میں حقیقی جذبۂ محبت اور علمی اقدام کی لگن موجود نہ ہوگی، وہ ایثار اصلی اسلامی تشخص پر قرار نہیں رکھ سکتا موجودہ در میں ہمارا فکری انتشار اور معاشرتی انحطاط سب پر واضح ہو چکا ہے۔ ایسے حالات میں رسول کریم کی ذات بابرکت ہی ہمیں متحد اور مظبوط رکھ سکتی ہے۔

دعا ہے خداوند تعالٰی میری اس ناچیز علمی کاوشوں کو میرے لیے ذریعہ نجات بنائے اور طالبان

حقیقت کے اذہان وقلوب میں عظمت رسول کے چراغ روشن کر دے اب ہم غیر مسلم مغربی دانشوروں کے تاثرات پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ (وباللہ التوفیق)

آرمیگ گریگر (پادری)

ایک خدا یعنی اللہ کی عبادت کے عرب کیلئے جنگجوؤں کو متحد کرنے میں حضرت محمد ﷺ کی یادگار کامیابی اور اس کے رسول سے اپنے نام کو باقی رکھنے کی کامرانی ہمارے دلوں میں حیرانی اور تعریف کے جذبات کو ابھارے بغیر نہیں رہ سکتی انہوں نے مدینہ میں سخت غربت کو جس بہادری کے ساتھ برداشت کیا تھا۔ وہ سب کو معلوم ہے ان کی رہائش ایک ایسی جھونپڑی میں تھی جہاں کم سے کم فرنیچر تھا۔ حضرت محمد ﷺ ایسے انسان تھے جو اپنے پیروکاروں کے انداز جوش وخروش اور اپنی ذات کے لیے محبت پیدا کر سکتے تھے۔ وہ خطرات میں پرسکون رہتے تھے یہی وجہ کہ غارِ ثور میں ابوبکر کو یہ یقین دلایا تھا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ شراب نوشی اور فحاشی کا قلع قمع کر کے انہوں نے بلاشبہ عرب والوں کی اصلاح کر دی تھی۔ (پارک شائر پوسٹ ۸ جون ۱۹۳۵)

پادری میک گریگر نے دینا کے عظیم ترین راہ نما اور جلیل القدر پیغمبر کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے بجا کہا ہے کہ ہادیء اعظم نے عرب کے جنگجو قبائل کو آپس میں متحد کر دیا تھا ان کا یہ کارنامہ باعث حیرت بھی ہے اور وجہء ستائش بھی جس دور میں حضور تشریف لائے تھے وہ نہ صرف عربوں بلکہ اور قوموں کے لیے بھی پستی اور اخلاقی گراوٹ کا منظر تھا۔ عرب کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ معمولی باتوں پر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ جہالت، فیصلہ پرستی و بربریت کی بنا پر ان کی باہمی لڑائیاں عرصہ دراز تک جاری رہتیں اور بے شمار انسانوں کا خون اس طرح بہ جاتا تھا۔ ملک عرب چونکہ لاتعداد قبائل میں تقسیم تھا اس لیے کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اس بے مرکزیت کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ قبائل کبھی متحد نہ ہو سکے۔

رسول کریم نے انہیں خدائے واحد کی تعلیم اس طرح دی کہ ان کی ذہنی کایا پلیٹ گئی اور وہ قدیم باہمی نفرتوں اور دشمنیوں کو بھلا کر آپس میں شیر وشکر بن گئے۔

یہ اتحاد ان کی قومی یکجہتی اور ملکی استحکام کا ذریعہ بن گیا بلاشبہ یہ اتحاد عربوں کے لیے خدا کی بہت بڑی نعمت ثابت ہوا۔ خدا تعالی نے بعثت نبوی کے اس معجزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اذ کنتم اعداءً فالف بین قلو بکم فاصجتم بنعمة اخوانا (آل عمران ۱۰۳)

یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس نعمت کی بدولت آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ علامہ اقبال نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ما زنعمت ہائے او اخواں شدیم

یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم

(پارک شائر پوسٹ ۸ جون ۱۹۳۰)

آرتھر ایف ولاسٹن (سی آئی ای)

پیغمبر عرب کے حکم پر ہزاروں انسانوں نے تسلیم واطاعت کے لیے اپنے گھٹنے جھکائے تھے ان کی یاد بے شمار لاکھوں عقید تمندوں کے دلوں میں ابھی تک زندہ ہے۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نصف ساعتیں ص ۲۴)

الفریڈ گیلام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ کی ان شخصیات میں سے تھے جن کا غالب عقیدہ یہ تھا کہ خدا ایک ہے اس لئے مسلمانوں کی بھی ایک جماعت ہونی چاہیے۔ ایک مدبر کی حیثیت سے انتہائی پیچیدہ مسائل کو سلجھانے کے لئے ان کی صلاحیت واقعی حیرت انگیز ہے۔ افواج، پولیس اور سول سروس کی طاقت رکھنے کے باوجود کوئی عرب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرح اپنے اہل وطن کو متحد کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوا تھا۔ (اسلام ص ۲۳۔ ۱۹۷۶)

ایک مستند روایت میں ان کی تصویر کشی کرتے ہوئے انہیں ایک عرب انسان قرار دیتی ہے جو لوگوں کے دلوں کو موہ لینے اور مخالفین کو دلیل کے ذریعے قائل کرنے کی حیرت انگیز قابلیت کے مالک تھے۔ اگر ہم انکے بارے میں معجزہ نما طاقتوں روایتی دعووں کو نظر انداز کردیں تو پھر وہ تاریخ کی عظیم شخصیات میں نمایاں نظر آتے ہیں یاد رہے کہ انہوں نے واضح انداز میں معجزہ خیز طاقتوں کے دعوے کو رد کردیا تھا۔ (اسلام ص ۵۳، ۵۴۔ ۱۹۷۶)

انسانیت کے رہبر کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اخوت اور وحدت کو محض نظری طور پر ہی بیان نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے عملاً بھی اس جماعت کی وحدت کا ثبوت دیا تھا جب ان کی تبلیغ سے لوگ مسلمان ہونے لگے تھے تو ان میں ایسے مسلمان بھی تھے جو مکہ معظّمہ میں رہنے والے اور اہل مکہ کے عزیز و اقارب میں تھے۔ مثلاً صہیب رومی، سلمان فارسی، حضرت بلال تو رنگ میں بھی ان سے مختلف تھے تو کلمہ توحید نے رنگ و نسل، زبان اور وطن کے تمام امتیازات مٹا کر مسلمانوں کو واحد جماعت بنا دیا۔ شاعر اسلام اور مفکر ملت علامہ اقبال نے اسلام کی اس پیدا کردہ جماعت کی وحدت باہمی پیوستگی کو مندرجہ ذیل وجد آور اور فکر انگیز اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

ملتِ بیضا تن و جاں لا الہ ۔۔۔ ساز ما را پردہ گرداں لا الہ
لا الہ سرمایہ اسرار ما ۔۔۔ رشتہ اش شیرازۂ افکار ما
اسود و توحید احمری شود ۔۔۔ خویش و فاروق و ابوذری شود
ملت از یک جلوہ رنگی دلہاستے ۔۔۔ روشن از یک جلوہ ایں یناستے
قوم را اندیشہ ہا باید یکے ۔۔۔ در ضمیرش مدعا باید یکے

ملت اسلامیہ جسم کے مانند ہے اور لا الہ اسکی روح۔ لا الہ ہمارے ملی کاز کا پردہ ہے۔ لا الہ

ہمارے بھیدوں کا سرمایہ اور ہمارے خیالات کا شیرازہ بند ہے۔توحید کی بدولت سیاہ فام انسان احمر بن جاتا ہے اور وہ اس طرح وہ عمر فاروق اور ابوذر غفاری کا عزیز ہو جاتا ہے ملت افراد کے دلوں کی وحدت سے جنم لیتی ہے یوں سمجھو کہ یہ سینا (ملت) اس ایک جلوے (توحید) سے روشن ہے۔ملی وحدت کا تقاضا ہے کہ تمام افراد ملت کے خیالات ایک ہوں اور ان کے دلی مقاصد میں بھی وحدت ہو۔(اسلام ص ۵۳، ۵۴۔۱۹۷۶)

این۔جے۔کوسن۔

۶۱۲ مدینہ میں مسلم جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا عرب کے چھوٹے قبیلوں نے حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر یا خدا کا ترجمان تسلیم کیا انہوں نے اپنے آپ کو اور ان کے مکی پیروکاروں کو ایک نئی تشکیل دینے والی جماعت سے منسلک تصور کیا گیا جسکے مشترک یہی عقیدہ کا رشتہ قبائلی تعلقات سے بڑھ کر تھا۔حضرت محمد ﷺ کا مرتبہ آہستہ آہستہ ترقی پا کر سیاسی اور قانونی حاکمیت اختیار کر گیا اور ان کی رسالت سے مسلمان جماعت کی طرف قرآنی الہامات کی شکل میں خدا کی ارسال کردہ مثبت نے مختلف پہلوؤں سے قبائلی رسوم کو منسوخ کر دیا (اسلامی قانون کی تاریخ ص ۱۰، ۱۱، ایڈنبرا)

° اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم نے جب مکہ میں نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کے کافر اور مشرکین نے ان کے پیغام کی طرف شروع شروع میں کوئی توجہ نہ دی بعدازاں انکی تبلیغ اور اشاعت کے نتیجہ میں خوش قسمت انسان آہستہ آہستہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے اور یوں اسلام لانے والوں کی ایک نئی جماعت معرض وجود میں آ گئی ہادی اعظم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اسلام کی سادہ دل نشین حیات بخش اور معقول تعلیمات کی بدولت یہ نئی جماعت زور پکڑتی گئی۔ نبوت محمدی نے ایک ایسی جماعت کی تشکیل دی جو جہالت کے بجائے علم باطل کے بجائے حق پرستی اور بت پرستی کی جگہ توحید و رسالت درندگی کے بجائے انسانیت کی منزل کی طرف

گامزن ہوگئی۔ علامہ اقبال نبوت سے تربیت پانے والی اس مثالی جماعت کی اہمیت کو ان اشعار میں بیان کرتے ہیں۔

تازہ انداز نظر پیدا کند
گلستان در دشت و در پیدا کند
بند ہا از پا کشائد بندہ را
از خداوندان رباید بندہ را

نبی افراد میں تازہ انداز فکر پیدا کرتا ہے اور وہ وحشت و در کو تبدیل کر دیتا ہے۔ بنی نوع انسان کے پاؤں سے بیڑیاں کھول دیتا ہے اور اس طرح انسان کو بے شمار آقاؤں سے چھڑا لیتا ہے۔ (اسلامی قانون کی تاریخ ص ۲۱، ۲۲)

این۔ این۔ ای۔ ہرے

وسطی افریقہ کا رہنے والا وحشی حج کی سادہ چادر اور قمیض پہنے ہوتا ہے۔ ہندوستانی شہزادہ بھی اپنے ریشمی کپڑوں کو چھوڑ کر وہی سادہ لباس زیب تن کرتا ہے اس طرح وہ دونو خدا کی نظر میں برابر ہو جاتے ہیں مکہ میں وہ خالصتاً محمدی اخوت کے مطابق ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں وہ تبادلہء خیالات کرتے ہیں اور ان واقعات کو زیر بحث لاتے ہیں جو ان تک دور تک پھیلے ہوئے ملکوں میں رونما ہوتے ہیں۔ جب وہ حج کے بعد آخر اپنے ملک کو لوٹتے ہیں تو ان کے رشتہ دار اور احباب ان کو گھیر لیتے ہیں تا کہ وہ حاجیوں سے ان کے تجربات و واردات اور ان کی کہانیاں سن سکیں خیالات کی اس عظیم اشاعت کے مقابلے میں یورپی پریس کا بہت زیادہ منظّم پروپیگنڈا کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ (بدلتا ہوا رنگ زار ص ۱۶ الندن ۱۹۳۷)

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور   چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

نورا اینڈ اے

ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر یا پیغمبر کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان کے الفاظ کسی معمولی انسان کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان کے الفاظ کا فوری سر چشمہ اشیاء کی باطنی حقیقت میں ہے کیونکہ ان کی اس حقیقت کے ساتھ مسلسل رفاقت ہے۔ (حضرت محمد ص ۲۲۷ لندن ۱۹۳۶)

اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں انصاف سے کام لیں تو پھر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم عیسائی ان کا بائبل میں مذکورہ بے مثال اور عظیم شخصیات کے ساتھ موازنہ کرنے پر مائل ہو جاتے ہیں۔ (حضرت محمد ص ۲۶۹ لندن ۱۹۳۶)

رسول کریم حامل قرآن اور خدا کا نبی ہونے کی وجہ سے شاعروں کے زمرہ میں نہیں آتے ان پر جو کتاب ہدیٰ نازل ہوئی تھی اس کی چند خوبیوں کا ذکر علامہ اقبال نے اپنے ولولہ انگیز اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

تو نمی دانی کہ آئین تو چیست   زیر گردوں سِرِ تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم   حکمت او لایزال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات   بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او را ریب نے تبدیل نے   آیہ اش شرمندہ تاویل نے
نوع انسان را پیام آخرین   حامل او رحمۃ للعالمین

کیا تو جانتا ہے کہ تیرا دستور زندگی کیا ہے۔ کیا تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دنیا میں تیری تمکینت کا راز کیا ہے۔ تیرا آئینِ حیات ایک زندہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہے۔ اس کتاب کی حکمت لازوال اور قدیم ہے قرآن زندگی کے رازوں کا مجموعہ ہے جسکے ثبات سے بے ثبات انسان طاقتور بن جاتا ہے۔ قرآن جو حروف اور الفاظ میں کوئی شک اور تبدیلی اسکی آیات تاویل سے

بے نیاز ہے۔یہ کتاب ہدایت انسان کے لیے خدا کا آخری پیغام ہے۔اور اس کے حامل رسول کریم یعنی رحمتہ للعالمین ہیں۔

ٹی۔پی۔ہیوز (پادری)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا اعتراز دیتے ہیں ایک رسول ایک جنگجو، قانون ساز، شاعر اور غیر معمولی ذہانت کا حاصل ہونے کے لحاظ سے سخت مخالفت کے باوجود اپنے آپ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچایا ہے ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بلاشبہ دنیا کے عظیم ترین ہیروز میں سے ہیں (محمدن ازم پر نوٹ ص ۵ لندن ۱۸۹۴)

رحمۃ للعالمین

غیر متعصب

عیسائیوں کی نظر میں

وہ آئے روشنی بن کر شبستانِ محبت میں
اندھیرا ہی اندھیرا تھا اجالا ہی اجالا ہے

شہنشاہ ارض وسماء　　بلغ العلی بکمالہٖ
وصف رخ اووا الضحیٰ　　کشف الدجیٰ بجمالہٖ
قرآں با خلاقش گواہ　　حسنت جمیع خصالہٖ
صدقا، یقیناً، راسخاً　　صلو علیہ وآلہٖ

معجزات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نوردانِ بادیہ ضلالت کے لئے تا حشر خضرِ طریقت ثابت ہوتے رہیں گے اور کمالات احمدی گم گشتگانِ وادی کے واسطے مشعل ہدایت کا کام دیتے رہیں گے۔ تشنگانِ حقیقت کو سرچشمہ رحمت تا قیامت سیراب کرتا رہے گا اور خواصان بحر تحقیق اس دریائے معرفت سے ابدالآباد تک گوہر مقصود حاصل کرتے رہیں گے۔ حضور سرور کائنات کے فضائل حمیدہ مخالفین سے اپنی اکملیت ہمیشہ تسلیم کرتے رہیں گے اور جناب اکمل الموجودات کے فضائل برگزیدہ رہتی دنیا تک منکرین سے اپنی اولیت وافضلیت منواتے رہیں گے۔ وہ وقت آپونچا ہے کہ حق کی آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھی ہوئی تھی وہ اب اسے اتار کر اپنی جیبوں میں رکھتے جا رہے ہیں اور جن کی گھٹی میں تنفر شریک تھا ان کی مزاج کا تنقیہ ہو چلا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم کا یہ اعجاز کسی خاص زمان ومکان تک محدود نہیں بلکہ تا قیامت یوں ہی یہ دولت تقسیم ہوتی رہے گی۔

کرہ ارض کے وہ حصے جہاں جہالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھی اور دنیا کے وہ ممالک جہاں ابر ضلالت سطح افلاک کو گھیرے ہوئے تھا وہاں بھی اب گنبد خضریٰ کی چاندنی چھٹکنے لگی اور وہاں کی زمین وآسمان بھی انوار ماہتاب رسالت سے بقعہ نور بنیں گے۔

اب وہ زمانہ آرہا ہے کہ وہ شمع جسکا اجالا چالیس برس تک ریگستان بطحیٰ کے غاروں میں رہا تھا اس کی روشنی سے بادشاہان روئے زمین کے دربار جگمگا اٹھیں ہمارے خداوند کی ذات ملکی صفات فنا ہونے والے انسان کی تعریفات وتوصیفات سے مستغنیٰ ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب یہ ہے بضاعت کیا لکھے اور باالغرض کچھ لکھے تو اور اسکی سند نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ درویش اسی سرور کونین کا ایک ادنیٰ غلام اور اسکی خیر الامم کا ایک نالائق فرد ہے۔ البتہ تعریف وہ ہے جو دشمن اور مخالف کے منہ سے نکلے الفضل ماشھدت بہ الاعداء اس لئے غیر متعصب عیسائی مؤرخوں کے وہ خیالات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ جنوں نے ہمارے آقا کی نسبت

پیش کی اگرچہ یہ مضمون بہت ہی وسیع اور موضوع نہایت وقیع ہے لیکن

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

آنحضرت کے شکل وشمائل

جان ڈیون پورٹ صاحب آنحضرت کی حلیہ مبارک کی نسبت اپنی کتاب ایالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن میں لکھتے ہیں۔

آپ کی شکل شاہانہ تھی خدوخال باقاعدہ اور دل پسند تھے آنکھیں سیاہ اور منور تھیں یعنی ذرا اٹھی ہوئی چہرہ خوبصورت تھا دانت موتی کی طرح چمکتے تھے رخسار سرخ تھے آپ کی صحت نہایت اچھی تھی آپ کا تبسم دل آویز اور آواز شیریں اور دلکش تھی۔

آنحضرت کا اعزازی خانداں

ڈاکٹر ویٹ صاحب لکھتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے نہایت عمدہ اور معزز قوم سے تھے آپ شکیل وجمیل اور عادات میں بے تکلف تھے۔ آنحضرت کی فصاحت بقول سر ولیم میور صاحب باوجودیکہ نہایت متعصب عیسائی ہیں لکھتے ہیں آنحضرت کی گفتگو جزیرہ نمائے عرب کی خوشنماز بان کا خالص ترین نمونہ تھی۔

آنحضرت کی معرفت الٰہی ودیگر فضائل

ڈاکٹر اے اسپرنگر صاحب اپنی کتاب سیرت محمدی میں لکھتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز فہم، نہایت اعلیٰ درجہ کے عالی نظر، صاحب الرائے اور بلند خیال تھے گو وہ شاعر کے نام کو پسند نہیں کرتے تھے مگر شاعر کی قابلیت ان میں بدرجہ عنایت موجود تھی۔ قرآن کی فصیح وبلیغ عبارت، بلند پایہ مضامین، ان کے عمدہ فضائل کے شاہد ہیں ان کے

خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ ان کو نکلے ہوئے آفتاب، برستے ہوئے پانی اور لہلہاتے ہوتے سبزے میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ان کو سنسان جنگلوں اور پرانے شہر کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

آنحضرت کا نبی برحق ہونا

واشنگٹن اورنگ صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت کا اوائل زمانہ سے وسطِ حیات تک کے حالات سے ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اس عجیب وغریب فریب سے جس کا الزام آپ پر عیسائیوں نے لگایا ہے آپ کی کیا غرض تھی اور ایسا پاکھنڈ طریقے پھیلانے سے آپ کا کیا مدعا تھا کہ کیا حصول مال مقصود تھا۔ نہیں۔ کہ کیا حضرت خدیجہ کے نکاح سے آپ فی الحال دولت مند ہو چکے تھے اور دعویٰ نبوت سے سالہا سال پیشتر آپ نے صاف کہہ دیا تھا مجھے اپنے مال میں اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تو کیا حصول جاہ مراد تھی۔ یہ بات بھی نہ تھی کیونکہ وہ پہلے ہی سے اپنے وطن میں عقل وامانت رفیع المرتبہ تھے اور قریش کے بزرگ قبیلے اور اس کے معزز طبقہ میں تھے۔ تو کیا حصول منصب مقصود تھا مگر یہ بھی آپ کا خیال نہ تھا کیونکہ کئی پشتوں سے تولیت کعبہ اور امارت حرم خاص آپ کے قبیلے میں ہی تھی آپ کو اپنی وقعت وحالات سے اور بھی عالی مرتبہ بننے کا یقین تھا جس دین میں آپ نے نشو ونما پائی تھی اس کے قائم رہنے سے آپ کے قبیلہ کی جاہ وعزت کا سب دارومدار تھا مگر آپ نے اس کی بیخ کنی کر کے آپ نے تمام فائدوں پر پانی پھیر دیا اس مذہب کی جڑ کاٹ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے عزیز واقارب سب آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ پر اہل شہر کا غصہ وغضب بھڑک اٹھا۔ تمام اہل عرب اور جو لوگ کعبہ میں ملکوں ملکوں سے بتوں کی پرستش کے لئے آیا کرتے تھے۔ سب کو آپ سے عداوت وعناد ہو گیا اشاعت دین کے وقت آپ کے سامنے کوئی ایسا کھلم کھلا نفع نہ تھا جو آپ کی ان تمام مصیبتوں

کا کافی معاوضہ ہو سکتا۔ جو آپ کو خدمات نبوت لانے میں پیش آئیں بلکہ برخلاف اس کے ابتدائے رسالت میں تو آپ کو طرح طرح کے خوف وخطر ہی سامنے تھے۔ برسوں تک تو اس میں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی جیسے جیسے آپ نے اپنی تعلیم کا اظہار کیا اور وحی کو آشکارا کیا ویسے ہی لوگوں نے آپ کی ہنسی اڑائی اور برا بھلا کہنا شروع کیا بڑی بڑی ایذائیں دیں جس سے آپ کی اور آپ کے اصحاب کی املاک و جائیدادیں برباد ہو گئیں اور آپ کے بعض اقربا و اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور خود آنحضرت کو بھی اپنے شہر میں چھپ کر رہنا پڑا اور بالا آخر ہجرت کرنا پڑی۔ پس آپ کو ایسی کیا غرض تھی کہ آپ فریب کو برسوں تک نبھاتے جس کے باعث آپ کی تمام دنیوی دولتیں خاک میں مل گئیں اس بارے میں جان ڈیون پوٹ صاحب لکھتے ہیں۔

کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے اس حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے جس کے اس کے اپنے وطن میں اہل عرب مبتلا تھے خدائے واحد کی پرستش قائم کر کے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں وہ جھوٹا نبی تھا کیا ہم اس گرم اور پر جوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کاروائیاں مکر پر مبنی تھیں ایسا نہیں کر سکتے بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز دلی نیک نیتی کے اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزولِ وحی سے آخر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے اور جو ان سے بہت کچھ ربط رکھتے تھے ان کو بھی آپ کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا۔

گارڈ فری ہیگنز

گارڈ فری ہیگنز اپنی کتاب اپالوجی میں عیسائیوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ جانتے وقت تم کہتے ہو کہ وہ شریر اور مکار تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کے سقراط تھے جب ہم ان کو برائیوں سے متصف سنتے ہیں تو ہم ان کے

حالات وفضائل پر نظر ڈالتے ہیں جو فریقین (یعنی مسلمانوں اور عیسائیوں) کے قول کے مطابق ابتدائے عمروایام شباب میں رہے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اس عجیب طرز عمل سے آپ کا کیا مقصد تھا۔ تم اس کا یہ جواب دیتے ہو کہ ان کے دو مقصد تھے ایک متعدد عورتوں سے نکاح اور دوسرے حصول جاہ! جس سے یہ غرض تھی کہ ایک شہر کے تاجر بن کر اپنے آپ کو بادشاہ بنا دیں اس کے واسطے وہ چودہ برس تک خلق سے کنارہ کشی کر کے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے رہے اور اپنے عادات واطوار بے عیب رکھتے۔ (فری ہیگنز صاحب، دریافت کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی تاریخ میں ایسی کوئی اور نظیر بھی پائی جاتی ہے۔ اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی تو یہ عجیب معاملہ ہے کہ آپ نے پچیس سال کی عمر میں جو کہ وقت خاص جوانی کا ہوتا ہے صرف حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تھا اگر چاہتے تو اپنے ملک کے رواج کے مطابق بہت سے نکاح کر سکتے تھے مگر آپ اس فائدے سے مستفید نہ ہوئے اور اس بیوی کے ساتھ تاحین حیات اسی کے ساتھ نبھاہ کیا۔ اور اب رہی دوسری بات یعنی حصول مرتبہ، اس عہدے پر آپ کے آباؤ اجداد ہی مامور تھے اور جس شخص کے نام یہ عہدہ ہوتا تھا وہ تمام ملک عرب میں اعلیٰ درجے کا رئیس شمار ہوتا تھا اگر صرف بلند حوصلگی مقصود تھی کہ بجائے اس کے آپ نے اپنے کو مسیح کا پیرو ظاہر کیا اور اگر وہ یہودیوں کا مسیح ظاہر کرتے اور بیت المقدس کو اپنا مسکن قرار دیتے تو بلاشبہ تمام یہودی ان کے زمرے میں داخل ہو جاتے اور عیسائی بھی کم از کم اتنے ضرور آ ملتے جتنے کہ بحالت موجودہ شامل ہو گئے ہیں۔

گارڈ فری ہیگنز

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ انجیل کی طرح قرآن شریف بھی غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے وہ آدمیوں کے راج کے اعتبار سے توقیر نہیں کرتا یا امراس کے مصنف کی لازوال نیک نامی کا باعث ہے۔

ایڈورڈ گبن صاحب

ایڈورڈ گبن صاحب دوسری جگہ لکھتے ہی۔

تعلیم محمدی واصلاحات، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب شکوک وشبہات سے پاک وصاف ہے قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکے کے پیغمبر نے بتوں کی، انسانوں کی اور استادوں کی پرستش کو معقول دلائل سے رد کر دیا وہ اصول اول یعنی ذات باری تعالیٰ جس کی بنا عقل ووحی پر ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے استحکام کو پہنچی چنانچہ اس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکش تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں۔

سر ولیم صاحب اپنی کتاب سیرت محمدی میں لکھتے ہیں

ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جس کی تاریکی مدتوں جزیرۂ عرب پر چھائی ہوئی تھی اسے کالعدم کر دیا بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ خامیاں نہیں ہیں۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو اور کسی مذہب میں نہیں۔

آنحضرت کی مقرر کردہ آذان

آذان کے متعلق ایک عیسائی مصنف لکھتا ہے۔

مختلف اوقات کے نماز کی اطلاع مؤذن مسجد کے میناروں پر کھڑے ہو کر آذان دیتے ہیں۔ ان کی آواز بہت سادہ مگر سنجیدہ لہجے میں بلند ہوتی ہے لیکن سنسان رات میں اس کا اثر عجیب طور سے شاعرانہ ہوتا ہے یہاں تک اکثر فرنگیوں کی زبان سے پیغمبر صاحب کی تعریف نکل گئی کہ انہوں نے یہودیوں کے معبد کی قرنا اور کلیسا نے نصاریٰ کی گھنٹیوں کی آواز کے مقابلے میں انسانی آواز کو پسند کیا۔

ایڈورڈ گبن صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں سب سے آخر بات جو غور کے لائق ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کی رسالت لوگوں کے حق میں مفید ہوئی یا مضر۔ جو لوگ آنحضرت کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور عیسائی، یہودی بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت نے دعویٰ نبوت ایک نہایت مفید مسئلہ کی تلقین کے لئے کیا تھا گو وہ یہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ گویا وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے مذہب کے اور تمام دنیا کے مذاہب سے اسلام اچھا مذہب ہے۔ آنحضرت نے انسان کے خون کے کفارے کو نماز روزہ اور خیرات سے بدل دیا۔ جو ایک پسندیدہ اور سیدھی سادی عبادت ہے۔ جو انسان کی قربانی بتوں پر ہوتی تھی اس کو معدوم کر دیا۔ آنحضرت نے مسلمانوں میں نیکی ومحبت کی روح پھونک دی ہے۔ آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں پر اور یتیموں پر ظلم وستم کو روک دیا قومیں جو ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں وہ اعتقاد اور فرمانبرداری میں متفق ہوگئیں اور خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی وہ نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہوگئیں۔

ٹامس کارلائل صاحب لکھتے ہیں۔

اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی کا روشنی میں آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل اس کے ذریعے سے زندہ ہوا اہل عرب گلہ بانوں کی ایک عجیب قوم تھی اور جب سے دنیا بنی ہے۔ اہل عرب عرب کے چٹیل میدانوں میں زندگی بسر کرتی تھی اور کسی شخص کو اس کا کچھ خیال ہی نہ تھا اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ا سے اپنے کلام کے ساتھ بھیجا گیا جس پر وہ یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھو! جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور ہوگئی اور

چھوٹی چیزیں بھی بڑی بن گئیں اس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی ہوگئی۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

اگرچہ اس مضمون پر ایک مستقل کتاب (ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ) صاحب پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی موجود ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ''دعوت اسلام'' کے نام سے ہو چکا ہے اور اس مسئلہ پر زیادہ کہنے اور سننے کی اب ضرورت نہیں رہی ہے۔ تاہم ایک اور مورخ یعنی جان ڈیون پورٹ صاحب کا خیال بھی درج کیا جاتا ہے۔

اس بات کا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں وہ بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ آنحضرت کا دین جس کے ذریعے سے انسانوں کی قربانی کے بدلے نماز اور خیرات جاری ہوئی اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ فیاضی، حسن معاشرت کی روح لوگوں میں پھونک دی وہ مشرقی دنیا کے لئے ایک حقیقی برکت تھا اور اسی وجہ سے خاص کر آنحضرت کو ان خونریز تدبیروں کی ضرورت نہ ہوئی جن کا استعمال بلا استثنا اور بلا امتیاز حضرت موسیٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے میں کیا تھا پس ایسے اعلیٰ وسیلے کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات و مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغویات ہے۔

آنحضرت کا سلوک غیر مذاہب کے ساتھ

ایڈورڈ گبن صاحب لکھتے ہیں۔ مسلمانوں کی لڑائیوں کو ان کے پیغمبر نے مقدس قرار دیا تھا مگر آنحضرت نے اپنی حیات میں جو مختلف وصیتیں کیں اور نظیریں قائم کیں ان سے خلفا نے

دوسرے مذاہب کو آزادی دینے کا سبق حاصل کیا ملک عرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدائی عبادت گاہ اوران کا مفتوحہ ملک تھا اگر وہ چاہتے تو وہاں کے دیوتاؤں کے ماننے والوں اور بت پرستوں کو شرعاً نیست ونابود کر سکتے تھے۔ مگر آنحضرت نے انصاف کو قائم فرما کر نہایت عاقلانہ تدابیر اختیار کیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (مقالہ نگار۔ مالک رام)

قرآن پاک میں جن وانس کی تخلیق کی غرض وغایت اوران کا مقصدِ حیات یہ بتایا گیا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون (۵۱،۵۶)

جب تخلیق کی ملت نمائی یہ ٹھہری تو یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ خداوند کریم نے بندوں کے لیے ایک منزل مقرر کر دی۔ لیکن اس تک پہنچنے لے لیے کوئی راستہ نہیں بتایا اور کوئی اس راستے کا بتانے والا پیدا نہیں کیا۔ انہی دو شکوک کا ازالہ یوں کیا اور فرمایا

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَام (۳،۱۹)

کہ ہم تک پہنچنے کا راستہ اسلام کہلاتا ہے۔ اور مسلمان کون ہے۔ فرمایا

الذین یؤمنون باالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون. والذین یؤمِنون بماَ انُزِلَ الیک وما انزل من قبلک. وباالاخرۃ ھم یوقنون (۲-۳)

مسلمان وہ ہیں جو ان دیکھے خدا پر ایمان لائے ہیں اور اسی کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اپنی مادیء، ذہنی اور اخلاقی، اور روحانی غرض ان تمام صلاحیتوں کو جو خدا نے انہیں ودیعت فرمائی ہیں اس کی اور اسکے بندوں کی راہ میں خرچ کرتے ہیں صرف یہ نہیں بلکہ ان کا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی آفرینش سے مخلوق کی ہدایت کے لئے نبی بھیجے اوران پر وحی نازل کی اس لئے وہ تمام گذشتہ نبیوں اوران کی وحی کو بھی تسلیم کرتے ہیں پھر انہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ ہم اس زندگی میں جن اعمال نیک وبد کے مرتکب ہو رہے ہیں ایک نہ ایک

دن ان کی سزا و جزا بھی ضرور ملے گی۔ یہی تعلیم ازل سے بنی نوع انسان کی طرف آتی رہی ہے اور یہی وہ راستہ ہے۔ جو منزل تک پہنچانے والا ہے۔ اسی کا نام اسلام ہے۔ پھر راستے کی ہی نشاندہی نہیں کی بلکہ ایسے لوگ بھی پیدا کیے جو اس راہ کے ہر پیچ و خم سے واقف تھے جو جانتے تھے کہ منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے کہاں کہاں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان سے بچاؤ کی صورت کیا ہے۔ راہ راست پر چلانے والے یہ ہادی ہر قوم میں پیدا ہوئے۔

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳۔۷)

انہوں نے لوگوں کو تعلیم و تلقین کی اور انہوں نے ہی بتایا کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ نیکی ہر عمل اور بدی سے اجتناب کی ہدایت کی یہی لوگ خدا کے نبی اور رسول تھے جو خدا کی وحی اور الہام کی روشنی میں مختلف قوموں کی رہنمائی کرتے رہے۔

ہر ایک نبی اپنی قوم میں سب سے پہلے اپنی نبوت کی صداقت اور خدا کی ہدایت کی حقیقت پر ایمان لاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اول المسلمین ہوتا ہے وہ گویا نمونہ ہے۔ اسلام اور اسلامی تعلیم اور اعمال کا دوسرے لوگوں پر اثر کرتا ہے۔ پھر دوسرے لوگ اس کی تابعداری کرتے ہیں۔ یہی لوگ اس کے پیرو اور اس کی امت کہلاتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اسلام، علم، نبی، رسول، وحی والہام وغیرہ ذالک ہے یہ سب الفاظ عربی زبان کے ہیں اور تمام ملکوں میں یہ اصطلاحیں جاری نہیں رہی ہوں گی خواہ عربی ام الالسنہ بھی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی مرحلے پر دنیا میں مختلف زبانیں رائج ہو گئیں اور پھر جس ملک اور قوم میں کوئی نبی آیا اس کی وحی بھی اس قوم کی ہی زبان میں ہی رہی ہوگی تا کہ وہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھا سکے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول بلسان قومه لیبیّن لهم.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وحی عربی میں نہیں ہو سکتی تھی اس سے تو اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا کیونکہ اس کی بات کسی کو سمجھ میں نہ آتی۔ اگر طالب علم استاد ہی کی گفتگو سمجھ ہی نہ

سکے تو وہ تعلیم کیا حاصل کرے گا۔ حاصل کلام یہ کہ اگرچہ نبی مختلف اقوام میں آئے اور ان کی وحی کی زبان بھی الگ تھی لیکن اس کا مفاد اور مقصد یکساں تھا۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ہدایت تمام قوموں کی طرف آئی اور اس کا ذریعہ انبیاء ربانی تھے جب منبع ہدایت ایک تھا اور ذریعہ ہدایت بھی ایک۔ تو یہ لازمی بات ہے کہ اس کے نتیجے میں ہدایت اور دین بھی ایک ہوتا اور دنیا کبھی گمراہ نہ ہوتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود قومیں راہ ہدایت سے بھٹک گئی ہیں انہوں نے طرح طرح کے معبود بنالئے اور ان کی پوجا کرنے لگیں۔ ان معبودوں نے مختلف جگہوں پر مختلف شکلیں اختیار کیں مثلاً ہندوستان اور عراق قدیم (بابل) میں یہ اجرام فلکی، سورج، چاند ستارے تھے۔ بلکہ ان سے بھی گذر کر ہر قسم کے دیوی دیوتا بنا لئے گئے۔ زمین، پانی، آگ، بارش، بجلی، رعد بلکہ ہر چیز کی دیوی تھی یا دیوتا۔ ان کی مورتیاں بنالی گئیں اور ان کے لئے خاص مندر تیار ہوئے جہاں ان کی پوجا ہوتی تھی اور ان کو خوش کرنے کو چڑھاوے چڑھائے جاتے۔ چین اور جاپان میں متوفی بزرگوں کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ وعلیٰ ذالک۔ ہر جگہ کا یہی حال تھا۔

یعنی اس راہ کا بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے لیکن متعدد قوموں نے ان اولیا کو بھی معبود کا درجہ دے دیا جو مخلوق خدا کو اپنے خالق اور اپنے رب کی طرف بلانے کے لئے آئے تھے۔ اپنے منصب کی رعایت سے ان کی مثالی زندگی میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تائید ایزدی سے وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ پس یہی بات ان کے پیروں کو سمجھ میں نہ آئی انہوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ ہماری طرح گوشت پوست کے معمولی انسان ہوسکتے ہیں ورنہ ان میں بھی وہی کمزوریاں ہوتیں جن میں ہم سب مبتلا ہیں۔ انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور عبادت کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے انسان اپنے آپ کو صفات الٰہی کا مظہر بنائے ہم میں سے ایک شخص اپنے ماحول میں رہنے پر مجبور

ہے اور مختلف اوقات میں اس ماحول کے مقتضیات بھی مختلف ہوں گے جو شخص کسی خاص حالت میں بطور ردعمل کسی صفات الٰہیہ کا سب سے زیادہ مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ اتنا ہی اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب گردانا جائیگا۔ انبیاء الٰہی سے زیادہ اور کون مؤید من اللہ اور ان سے زیادہ اپنے قول و فعل پر کون قادر ہوگا۔ پس جب انہوں نے ہر ایک موقعہ پر انسانی سطح سے بلند ہو کر کلام کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا تو ظاہر بین نظروں نے تو نہ دیکھا کہ یہ غیر معمولی عمل تائید خداوندی کا نشان ہے بلکہ اس کا یہ غلط نتیجہ نکلا کہ یہ شخص ہماری نوع کا نہیں انسانی بھیس میں خود خدا نے جنم لیا ہے۔ بعضوں نے اسے ابن اللہ (بنت اللہ) بنا دیا یہ چلن کسی ایک ملک یا قوم تک محدود نہیں رہا۔ الا ماشاء اللہ

دنیا کی اکثر قومیں اس گمراہی کا شکار ہو گئیں کہ انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اپنے انبیاء کو ان کے اصل مقام سے زیادہ دیدیا اور انہیں خدائی صفات میں برابر کا شریک بنا دیا۔ ہندوستان کے اوتار اور دیوتا بھی اسی قبیل کے ہیں۔ عیسائیوں نے تو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ہی بنا دیا اور بھی۔ اکلوتا مراد یہ ہے کہ ایسی صورت حال اتنی مرتبہ پیش آچکی تھی کہ آئندہ بھی اس کے اعادے کا یقین کیا جا سکتا تھا۔ لہذا ضرورت اس بات کی تھی کہ اس امکان کے لئے قلع قمع کر دیا جائے چنانچہ اسلام نے اپنے کلمہ میں اسی کا سد باب کیا ہے۔

مخالف یہ اعتراض کرتا ہے کہ خود اسلامی کلمہ میں شرک ہے۔ مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تھے تو ان کی تعظیم و تکریم ہمارا عین فرض تھا لیکن آج مسلمانوں نے اپنے کلمے کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شامل کر لیا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں اور اللہ حاضر ناظر ہے وہ ہماری بات سنتا ہے لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رسول ہیں اور اس جملے کو اللہ کے کلمے کیساتھ وابستہ کر دیتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری بات سنتے نہیں اللہ کے تصور کے

ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور اسی وقت ہمارے دل کے سامنے آجاتا ہے تو پھر توحید کہاں رہی۔ (مصابیح الاسلام گنگا پرشاد اوپادھیائے۔ص ۲۷)

یہ اعتراض بہت لوگوں نے کیا ہے الفاظ بدلتے رہے ہیں لیکن مفاد سب کا یہی ہے کہ کلمے میں رسول کے نام کی شمولیت توحید کے منافی اور ایک نوع کا شرک ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حقیقت کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اور یہ قلت تدبیر کا نتیجہ ہے کہ کلمہ خدایا اس کے رسول کو منانے کے لئے نہیں پڑھا جاتا بلکہ یہ تو اپنے ایمان کا اعلان ہے۔ کلمہ جز عبادت نہیں بلکہ پڑھنے والے کی اعتقادی کیفیت ہے اور جماعتی تعلق کی شہادت ہے جب کوئی آدمی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ کہ وہ اس بات کا اشتہار دے رہا ہے کہ میں آج سے خدا کے سوا اور کسی معبود کی عبادت نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ محمد رسول اللہ کی بھی نہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس کے رسول ہیں نہ کہ معبود۔ یہ تو عین توحید پر ایمان اور ایقان کا اعلان ہے اس سے شرک کہاں سے آگیا اور اسکی قدرت جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے پیش آئی کہ ماضی میں بارہا یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ امتوں نے مرورِ زمانہ کے ساتھ اپنے نبیوں کو بھی معبود بنایا تھا۔ حالانکہ نبی یہ کہتے رہے کہ عبادت کے لائق صرف خدائے واحد کی ذات ہے ہم بھی تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں۔ تمہاری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں تمہاری ہی طرح کھاتے پیتے ہیں اور گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہمیں خداوند تعالیٰ نے اپنی وحی سے نوازا ہے اور ہم بھی بشر ہیں۔ انما انا بشر مثلکم یوحی اِلَیَّ انما اِلٰھکم اِلٰہ واحد (۱۱،۱۰) پس اسلامی کلمے کا مقصد یہ تھا اور ہے کہ کہیں مسلمان بھی امم سابقہ کی طرح اپنے نبی کو معبود نہ بنالیں گویا یہ توحید خالص کا ایمان اور اعلان ہے۔ اس کا پڑھنے والا عہد کرتا ہے کہ آج سے کسی غیر اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔ وہ علی الاعلان شہادت دیتا ہے کہ خدا کے علاوہ دنیا کی کوئی بڑی ہستی بھی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کے رسول

ہیں۔ محمد عبدہ ورسولہ. وما علینا الاالبلاغ

آسمان وزمین میں کسی مخلوق کی اتنی توصیف وستائش نہیں کی گئی جتنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی گئی ہے محمد مشتق ہی حمد سے ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں محمد وہ عبد کامل اور انسانیت کا محسن اعظم ہے جس کی تعریف ہمیشہ ہوتی رہے گی اور ہو رہی ہے۔ عبدالمطلب کو جب یہ خوشخبری ملی کہ ان کے ہاں پوتا ہوا ہے تو ان کو القا کیا گیا کہ نومولود کا نام محمد رکھنا عرب میں اس سے پہلے کسی بچے کا نام محمد نہیں رکھا گیا تمام مخلوقات سے جو اپنی ذات سے بے مثال یکتا تھا اس کے نام میں بھی انفرادیت اور شانِ یکتائی پائی جانی چاہیے تھی۔

اس نام کی تقدس کا کیا پوچھنا یہ نام آذان اور تکبیر میں شامل ہے۔ دن رات میں پانچ وقت لاکھوں مساجد سے۔ اشھد ان محمد رسول اللہ

کی ایمان افروز اور دلنواز صدا بلند ہوتی ہے اور آواز سے فضا میں ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے جس پر قلب وضمیر جھومتے اور ذوق ووجدان کرتے ہی اس نام میں جو نغمگی ملتی ہے اس کی کوئی حد و نہایت نہیں محمد کے میم کی تشدید کا جو لہجہ ہے۔ اس کی زیر و بم سچ مچ فردوس گوش میں ہیں پھر اس نام کی شیرینی کا یہ عالم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہوئے ہونٹ ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں اور لبوں کا ایک دوسرے سے پیوست ہونا اور چپک جانا انتہائی حلاوت کی دلیل ہے۔

نبی کے نام کی لذت پہ ہو درود وسلام
زباں کو لطف وشربِ طہور ملتا ہے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نام ہے جو شیریں بھی ہے اور مترنم بھی اور مقدس بھی ہے یہ نام خود ہی بتا رہا ہے کہ میں اس عظیم ترین انسان کا نام ہوں۔ جن کی ستائش اور توصیف ارض وسما پر واجب قرار دی گئی ہے۔ حضور دعائے خلیل بھی ہیں اور نوید مسیحا بھی۔ انجیل میں جس نبی کی

آخر کے ظہور کی خوشخبری دی گئی ہے۔اس کا نام فارقلیط بتایا گیا ہے۔فارقلیط کا معنی محمد اور احمد ہیں یونانی زبان میں یہ لفظ فارقلیط ہیروکلوتاس بن گیا۔(علم السنہ فلالوجی) اس کی گواہی دیتا ہے کہ آدمیوں اور شہروں کے ناموں میں اس قسم کے تغیر ہوتے رہتے ہیں مثلاً لاہور کو قدیم لفظوں میں لہاور اور ملتان کو مولتان بتایا گیا ہے۔

تورات کے باب التشنا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ آخری کلام درج ہے۔

خداوند سینا سے آیا اور معیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو دس ہزار جاں نثار صحابہ حضور کے جلو میں تھے کوہِ فاران مکہ کی پہاڑیوں کو کہتے ہیں حبقوق نبی نے بھی اس بشارت کو دہرایا تھا۔خدا یتمان سے اور وہ جو قدوس ہے کہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے زمین وآسمان چھپ گئے اور اس کی حمد سے زمین معمور ہوگئی۔

تاریخ بتاتی ہے اور دنیا جانتی ہے کہ جس کی حمد کی گئی ہے اس کا نام محمد ہی ہے اور محمد کی بھی حمد سے زمین معمور ہوگئی۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انبیاء کرام کی پیش گوئیوں میں جو نام ملتا ہے۔ وہ حمد سے ملتا ہے اور یہ ذات گرامی احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔سنانے کی بات یہ ہے کہ کسی انسان پر اتنی کتابیں نہیں لکھی گئیں جتنی کتابیں سیدنا ومولنا جناب محمد ﷺ پر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں اور ان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

حضور کے ذکر اور تعریف وستائش نے جو شعر وادب کو زندگی بخشی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت کے یہ دو شعر حقیقت وتقدس کے ترجمان ہیں۔فرماتے ہیں

وضم الہ اسم النبی الی اسمہ — اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ان کے نام کو چھوڑ دیا۔جبکہ پانچ وقت مؤذن اشہد کہتا ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ — فذوالعرش محمود وہذا محمد

اللہ نے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کر دیا ہے جو صاحب عرش ہے اور یہ محمد ہیں۔ جب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلاطین کو دعوت دی اور ان کو خطوط بھیجے تو قیصر کو بھی نامہ مبارک ملا۔ قیصر نے حکم صادر کیا کہ عرب کا کوئی رہنے والا مل جائے تو اسے میرے دربار میں حاضر کرو اور اس سے کچھ پوچھنا اور معلوم کرنا چاہتا ہوں اتفاق کی بات کہ ان دنوں عرب کے تاجر غزہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ابوسفیان کو اپنے ہمراہ لے کر دربار میں پہنچے۔ قیصر نے دربار کو بڑی شان و شوکت سے آراستہ کیا قیصر نے رسول اللہ کے بارے میں ابوسفیان سے متعدد سوالات پوچھے۔

قیصر: کبھی تم لوگوں کو اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہوا ہے۔

ابوسفیان: نہیں۔

قیصر: کبھی وہ عہد و پیمان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔

ابوسفیان: نہیں۔ ابھی تک تو ایسی کوئی بات اس نے نہیں کی لیکن اب جو نیا نیا معاہدہ ہوا ہے اس میں دیکھیں کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہتا ہے کہ نہیں۔

قیصر کے دربار میں ابوسفیان کی زبان سے یہ درحقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف تھی جو بے ساختہ ابوسفیان کی زبان سے نکلی اور تمام درباری اس کا منہ تکنے لگے۔

ابوسفیان رسول اللہ کا شدید دشمن تھا ایمان واسلام کی دولت اسے ابھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ وہ قیصر کے سامنے جھوٹ بھی بول سکتا تھا مگر محمد کے نام کی عظمت و تقدس نے اس کو سچ بولنے پر مجبور کر دیا۔ ابوجہل جیسا شدید مخالف اور دشمن کیا کرتا تھا محمد میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا مگر تم جو کلام سناتے ہو اس کو درست نہیں سمجھتا۔

حق وصداقت کی یہ خوبی ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیتے ہیں اور اس گواہی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ قریش حضور کی دیانت و امانت کا تجربہ کرنے کے بعد آپ کو الامین اور صادق کہتے تھے اور حضور کے اس اعلان نبوت کے بعد قریش نے دشمنی وعداوت و ایذا رسانی کی حد کر دی تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنی امانتیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''الامین'' کے پاس ہی رکھتے تھے۔ ہجرت کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو ہدایت فرمائی تھی کہ تم قریش کی امانتیں واپس کرنے کے بعد مدینہ چلے آنا۔۱۲ ہجری کا واقعہ ہے۔

جب عقبہ ثانیہ میں مدینہ کے انصار حضور سے بیعت کر رہے تھے اس وقت سعد بن زرارہ کھڑے ہو گئے اور اپنے تمام ساتھیوں سے کہا۔

یــا ایھا الاخوان ۔تمہیں کچھ پتہ بھی ہے تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو یہ تو عرب وعجم سے اعلان جنگ ہے۔

یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں مشہور قصیدہ تھا۔سعد بن زرارہ نے انصار کو کہ یہ اس کی بیعت ہے جو دنیا کے عظیم ترین اور آخری انقلاب کا داعی ہے اور نقیب ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے ہیں پورا مدینہ حضور کے استقبال کے لئے اُمڈ آیا تھا اور انصار نے اپنے دیدہ ودل فرش راہ کر دیئے تھے۔خیر مقدم کے اس موقعہ پر پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر سے یہ اشعار ترنم سے پڑھ رہی تھیں۔

ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا وداع کی پہاڑیوں سے ہم پر شکر واجب ہے۔جب تک اللہ سے دعا مانگنے والے دعا مانگیں اور اللہ کی طرف بلانے والا داعی آ گیا اور بنی نجار کی معصوم بچیاں دف پر یہ اشعار ترنم سے گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار　　　یا جندا محمداً من جارٍ

ہم خانوادۂ نجار کی بچیاں ہیں محمد کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔

حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ یوں پیش کیا ہے۔

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی پیشگوئی کو صحیح ثابت کر دکھایا اور محمد رسول اللہ کی توصیف سے زمین معمور ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور یہودی ان کا بڑا احترام کرتے تھے انہوں نے پہلی بار حضور ﷺ کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عدی بن حاتم نے عیسائی مذہب اختیار کر رکھا تھا لوگوں کی زبانی ان تک رسول اللہ کے جو حالات پہنچے تو وہ اس تذبذب میں مبتلا ہو گئے کہ حضور بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ ایک بار ایسا ہوا کہ وہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ترجمان کی حیثیت سے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک مسکین عورت وہاں آئی اس کے آنے کا مقصد حضور کی خدمت میں عرض معروض کرنا تھا حضور نے گلی میں کھڑے ہو کر اس کی عرضداشت کو سنا اور اس وقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک وہ عورت خود نہیں چلی گئی۔ عدی بن حاتم یہ منظر دیکھ کر ان کا وہ تذبذب اور شک دور ہو گیا اور ان کا ضمیر پکار اٹھا کہ حضور پیغمبر ہیں بادشاہ نہیں ہیں۔ اب سے کوئی چالیس برس پہلے کی بات ہے۔ مدراس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بڑے اجتماع میں ایک اونچے درجے کے ایک ہندو لیڈر اور دانشور نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہماری پوری قوم برس ہا برس مورتی کی کھنڈت کی پرستش کر رہے ہیں۔ مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی ہندو مورتیوں کی پوجا آج بھی کر رہے ہیں۔ اس کے برخلاف عرب میں تنہا ایک شخص اٹھتا ہے اور بت پرستی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ اس کی آواز اتنی سحر انگیز اور انقلاب آفرین ثابت ہوتی ہے کہ ملک عرب کے ہر گوشہ سے بت پرستی کا وجود ہی سرے سے مٹ جاتا ہے۔ بت پرست بت شکن بن جاتے ہیں۔ دنیا کے پردے میں جہاں جہاں مسجدیں پائی جاتی ہیں ان میں بت تو ایک طرف رہے کسی جانور کی تصویر تک دکھائی نہیں دیتی تو ایسے شخص کو میں نبی نہیں بلکہ خدا کہوں گا۔

جان۔ جے۔ پول

اس طرح دنیا کے انتہائی عجیب وغریب انسانوں میں سے ایک انسان رحلت کر گیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمنامی اور غربت سے نکل کر بلندیوں پر فائز ہوئے اور وہ پیغمبر مذہبی رہنما اور بادشاہ ہے انہوں نے ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی جو آج تک قائم ودائم ہے۔(

محمدیت کا مطالعہ ص ۱۰ الندن ۱۸۰۶)

رسولِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء کرام میں عالی مرتبہ عطا کیا گیا ان کی تخلیق ارض و سما کی تخلیق کا باعث بنی ان کے وجود مسعود کی بدولت کائنات کی رونق قائم ہے۔ برصغیر پاک وہند کے ایک ممتاز صحافی اور ادیب اور نعت گو شاعر مولانا ظفر علی خان نے بجا کہا ہے۔

گر ارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ نور نہ ہو سیاروں میں یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں

محبوب خدا ہونے کے باعث انہیں مقام محمودیت پر فائز کیا گیا ہے خدا کے بعد لاریب بزرگ ترین ہستی اور فخر موجودات ہیں اگر انہیں سرور دنیا و دین اور شاہ عرب وعجم کہا جائے تو یہ ہرگز مبالغہ نہیں۔ جس ذات پاک کی تعریف خود خالقِ کائنات اور ملائکہ کریں ان کے بلند ترین مقام کو کون پہنچ سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہ تو ان کے حضور نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے کو اپنی سعادت اور عبارت خیال کرتے ہیں۔

جان پول کی رائے میں آنحضرت عام بادشاہ کی طرح ہیں تو یہ خیال درست نہیں دنیا کے بادشاہ تو حصولِ اقتدار کے لئے انسانوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہادیء اعظم اور محسنِ کائنات کی حکومت اور شاہی کا انداز بے مثال لائق تحسین وآفرین ہے دنیا کا وہ کون سا انسان ہے جو بلا واسطہ یا بالواسطہ ان کی رحمت سے فیض یاب نہیں ہوا۔ اپنے تو درکنار بیگانے بھی اس بحر بیکراں سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے ہادیء اکبر کی عظمت وکردار اس پہلو کی یوں نقاب کشائی کی ہے۔

اے زمیں از بارگاہت ارجمند　　　آسماں از بوسہ بامت بلند

در جہاں شمع حیات افروختی　　　بندگاں را خواجگی آموختی

اے آقا آپ کی بارگاہ کی وجہ سے زمین قدرومنزلت کی حامل ہے اور آسماں آپ کے دولت کدے کا بوسہ لیکر بلند ہوا ہے۔ آپ نے دنیا میں زندگی کی شمع روشن کی اور غلاموں کو آقا بننے کا گر سکھایا۔ (رسول اکرم مغربی دانشوروں کی نظر میں ص ۱۴۱)

اے۔ سی۔ بوکٹ

زوال پذیر بازنطینی حکومت اور سلطنت کی نسبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق وسطیٰ کے طول وعرض میں اپنے پیروکاروں میں زیادہ وسیع، زیادہ صاف، تازہ تر اور زیادہ قومی سیاسی اور سماجی نصب العین رائج کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انہوں نے معجزات دکھانے کے تمام دعاوی کو رد کر دیا تھا۔ انہیں شان وشوکت سے نفرت تھی اگرچہ وہ تارک دنیا نہیں تھے تاہم انہوں نے اپنے اصول کے مطابق بدرجہ اولیٰ سادہ زندگی بسر کی تھی۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا برتاؤ بھی سادہ ہوتا تھا اس بارے میں ہمیں شک کرنے کی کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی وہ اپنے ہاتھوں سے بڑے معمولی کام کیا کرتے تھے وہ بنیادی طور پر مذہبی امور میں سخت تھے اور یہ فرماتے تھے کہ خدائی وحی نے انہیں سونا اور ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ (تقابل ادیان ص ۲۷۰ لندن ۱۹۵۴)

محمد امین (انگلستان)

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور ہزار بار درود وسلام ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام پر۔ آج میں اپنے مسیحی بھائیوں سے یہ امر واضح کر دینا چاہتا

ہوں کہ میں نے دین اسلام کو طویل اور گہرے غور وفکر کے بعد قبول کیا ہے مجھے کبھی کسی مسلمان نے اسلام کی دعوت نہیں دی بلکہ میری چالیس سالہ تحقیق نے ثابت کر دیا کہ یہ مذہب افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ میرے والد ولیم جان شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ میری والدہ ایڈمرل فٹر جارج۔ کے۔ سی۔ وی۔ او کی اکلوتی بیٹی تھیں اور فیلڈ مارشل ہزرائل ہائی ایس سابق ڈیوک آف کیمبرج کی پوتی تھیں۔ یہ ڈیوک آف کیمبرج ملکہ وکٹوریہ کے رشتہ داری میں بھائی لگتے تھے۔ میری پیدائش ۱۹۰۷ میں فرانس میں ہوئی۔ میرے والد کی خواہش تھی کہ میں پادری بنوں اور خداوند یسوع مسیح کی منادی کروں چنانچہ میں آٹھ برس کا تھا جب انہوں نے مجھے اس مقصد کے لئے کلیسا کے حوالے کر دیا جہاں پچیس برس کی عمر تک مذہب عیسوی کی تعلیم دی گئی اور میں نے اس میں اتنی استادانہ مہارت حاصل کر لی کہ دور دراز سے مرد اور عورتیں میرا لباس چھونے اور برکت حاصل کرنے کیلئے آنے لگیں۔

مجھے مطالعہ کا شوق تو تھا ہی میں ایک دن سیل کا ترجمہ قرآن نظر آیا اس کا مطالعہ شروع کیا پھر ایک تبلیغی قافلے کے ساتھ کراچی میں مقیم تھا۔ پھر میں لاہور چلا آیا یہاں لاہور کے ایک عالم دین مولانا محمد علی سے ملاقات ہوئی اور ان سے طویل گفتگو ہوئی۔

تلاشِ حق کا آخری فیصلہ

میں پیغمبر اسلام کی سیرت کا مطالعہ شروع کیا پھر میں جلد اس نتیجے پر پہنچ گیا۔ میرے خاندان والوں نے میرے بدلتے ہوئے رجحانات کو بھانپ لیا تھا اس لئے میں نے دیر کرنی مناسب نہ سمجھی۔ چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ ۱۹۶۴ کو میں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے اور دین اسلام کی برکتوں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

رحمۃ للعالمین
کی ضیاء پاشیاں
اہل یورپ پر

اندھیرا اٹھتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ ؐ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

اہل یورپ مستشرق یا فریب کار

استشراق کی جو تعریف عام طور پر مشہور ہے وہ یہ ہے۔

غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفہ، ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔ (ضیاء النبی جلد ۶ ص ۱۹۰)

اس تعریف کی رو سے جو غیر مشرقی عالم، مشرقی علوم کے لئے اپنے آپ کو وقف کرے گا وہ مستشرق کہا جائیگا۔ اکسفورڈ کی جدید ڈکشنری میں مستشرق کی جو تعریف کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم و آداب میں مہارت رکھتا ہو۔

المنجد میں مستشرق کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے یعنی مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے اور اس کے علم کا نام استشراق ہے۔

ان تعریفوں میں سے کوئی بھی ویسی نہیں جو صدیوں سے موجود استشراق کی فعال اور متحریک تحریک کے مقاصد اور عملی پہلوؤں پر صحیح روشنی ڈالتی ہو۔

مستشرق کا لفظ خود وضاحت طلب ہے۔ مشرق و مغرب کے مفہوم میں تبدیلیاں بھی واقع ہوتی رہتی ہیں۔ پیر کرم شاہ الازھری نے اپنی کتاب ''ضیاء النبی'' کی چھٹی جلد میں صفحہ ۱۲۰ سے ۱۸۴ تک تفصیلی بحث کی ہے۔ اس تفصیلی بحث سے میری غرض نہیں خلاصہ یہ ہے کہ استشراق میں وہ لوگ شامل تھے جو اسلام کے انتہائی مخالف اور آقائے نامدار کے دشمن تھے جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کسی طرح بھی ختم ہونے میں نہیں آتے تو خفیہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی مخالفت اور حضور کی محبت نکال دینے کی کوشش کی۔

وہ مسلماں جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
اس کے بدن سے روحِ محمد نکال دو

یہ تھا مقصد استشراق یا مستشرقین کا لیکن نہ کبھی اسلام کی محبت مسلمان کے دل سے نکل سکے اور نہ ہی عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا قائم ہے مسلمان قائم رہیں گے اور محبت رسول بھی باقی رہے گی جب یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے دل سے نکل گئیں دنیا بھی ختم ہو جائیگی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے چراغ بجھایا نہ جائیگا

خالص علم کے شیدائی مستشرقین

جہاں فرعون ہوتا ہے وہاں موسیٰ بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام کے بدترین مخالف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں ہی سے ایسے نفوس پیدا کر دیئے جو اپنے ہی لوگوں کے لئے مخالفت کے باوجود رہبر بن گئے۔

اس وقت یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں کروڑوں کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے دنیا کا بالعموم یورپ کا بالخصوص نقشہ بدلا ہے۔ ان کتابوں میں بے شمار کتابیں وہ ہوں گی جن کے مصنفین کو مستشرق نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یورپ اور امریکہ میں بے شمار ایسے مصنفین ہیں جن کا موضوع مستشرق یا اسلام نہیں۔ اس لئے ان کو مستشرق کہنا صحیح نہیں۔ لیکن جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علوم وفنون کے اس ذخیرے نے مغرب میں جنم نہیں لیا بلکہ اس کا منبع مشرق ہے اس لحاظ سے یہ کتابیں مستشرقین کی ہی مرہون منت ہیں۔

ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں کہ جب ہسپانیہ سے علوم وفنون کی لہریں اٹھ کر ایک عالم کو بقعہء نور بنا رہی تھیں۔ اس وقت یورپ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ سارے

یورپ کا کل علمی ذخیرہ چند ہزار کتابوں پر مشتمل تھا اوران کتابوں میں سے اکثر کتابیں قصے کہانیاں اور مذہبی دعاؤں وغیرہ پر مشتمل تھا۔

جب مشرق سے علم کا آفتاب طلوع ہوا تو ابتدا تاریکیوں کے سودائی اہل مغرب کی آنکھیں اس علم کے تیز نور سے چندھیانے لگیں انہوں نے اس نور کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اسے اپنے ملک کی حدود میں داخل ہونے سے روکنے کی کوششیں کیں انہوں نے ہر اس راستے کو بند کرنے کی کوشش کی جس طرف سے علم یورپ میں داخل ہوسکتا تھا تاریکیوں کو منوانے اور ظلمتوں کو دوام بخشنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے لیکن جن دلوں نے علم کے نور کا جلوہ دیکھ لیا تھا وہ ہر ظلم برداشت کر گئے لیکن انہوں نے دوبارہ تاریکیوں میں پلٹنا گوارا نہ کیا۔

یورپ میں علم اور مذہب کے مابین معرکہ ہوا مذہب کے پاس کلیسا کی طاقت تھی حکومتوں کے بے پناہ مسائل مذہب کی تحویل میں تھے۔ اسکے مقابلے میں علم کے پاس شمع علم کے متوالوں کے بے باک جذبوں کے سوا کچھ نہ تھا دنیا جانتی ہے کہ یورپ کے معرکہ مذہب وعلم میں متوالوں کے جذبے کلیسا اور بادشاہوں کی طاقت پر غالب آ گئے اور مشرق سے طلوع ہونے والے آفتاب علم کی کرنوں اور شعاؤں نے یورپ کے چپے چپے کو روشن کر دیا۔

اہل یورپ تاریکی سے اجالے تک

وہ اصحاب علم جو بادشاہوں اور کلیسا کی متحدہ قوت سے ٹکرا گئے تھے وہ اہل مشرق کے شاگرد تھے وہ لوگ جو کتابیں پڑھتے تھے جن کتابوں کے تراجم کرتے تھے۔ جن کی بنیاد پر نئی کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ ساری اہل مشرق اور مسلمانوں کی تصانیف تھیں اس لئے یہ لوگ استشراق کی ہر تعریف کے لحاظ سے مستشرق تھے۔

مستشرقین کا یہ طبقہ ہمیشہ موجود رہا اور آج بھی موجود ہے اور یہ طبقہ اس وقت تک موجود رہے گا جب تک ممالک شرقیہ اسلامیہ میں ایک بھی ایسی چیز موجود ہے جس سے اہل مغرب

استفادہ کر سکتے ہیں اور جس کی بنیاد بنا کر انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کو ترقی دی جا سکتی ہے۔

مستشرقین کا یہ طبقہ مختلف طریقوں سے مشرق کے چپے چپے کو چھاننے میں مصروف ہے یہ لوگ کھدائیوں کے ذریعہ عالم مشرق کے مختلف علاقوں میں آثار قدیمہ تلاش کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ بے پناہ عملی سرمایہ جس کو مسلمانوں نے اپنی نالائقی کی وجہ سے طاق نسیاں کی زینت بنا دیا تھا یہ لوگ علمی سرمائے کی حفاظت، اس کی ترتیب و تدوین اور اس کی اشاعت کا بندوبست آسان بنانے کے لئے مسلمانوں نے جو کتابیں لکھی تھیں۔ مستشرقین کا یہ طبقہ ان کتابوں سے استفادے کو آسان بنانے کے لئے ان کی فہرستیں مرتب کر رہا ہے ان پر حاشیے لکھ رہا ہے۔ اور ان کے اعشاریئے مرتب کر رہا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مخلوط جو دورِ زوال کے مسلمانوں کی نگاہوں میں ردی کاغذ کے سوا کچھ نہ تھے۔ مستشرقین نے انہیں جمع کر کے یورپ کے لئے بے پناہ ذخیرہ اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس ذخیرہ کی حفاظت کے لئے مستشرقین تعریف کے مستحق ہیں ہم کسی غیر مسلم یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ عالم اسلام کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے علم کے موتی جمع کرے اور اس کوشش سے اس کا مقصد مسلمانوں کو نفع پہنچانا ہو۔

رچرڈ سائمن

اس مستشرق نے اپنی ایک کتاب اقوام مشرق کے عقائد و عادات کی تاریخ میں اسلامی مصادر کی بنیاد پر مسلمانوں کے عقائد اور عادات کو بڑی وضاحت سے بیان کی ہے۔ اس نے اسلامی عادات کو بڑی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اسلام کے بارے میں سائمن کے اس غیر جانبدارانہ رویے کا ردعمل یہ ہوا کہ ایک دوسرے مستشرق آرنلڈ نے اس پر یہ الزام لگایا کہ اس نے اسلام کے متعلق ضرورت سے زیادہ غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے اس کے جواب میں سائمن نے اس کو نصیحت کی کہ وہ اسلامی اخلاق کا بغور مطالعہ کرے۔

پیٹر بائیل

مشہور فلسفی پیٹر بائیل اسلامی رواداری کا مداح تھا اس رویے کی جھلک اس کی تحریروں میں نظر آتی ہے۔

رائمن او کلے

نائمن او کلے کی تحریر اسراستھ کو نسبتاً غیر متعصبانہ تحریر سمجھا جاتا ہے اس نے اپنی کتاب میں اسلامی مشرق کی تعریف کی ہے اور اس کو مغرب پر فوقیت دی ہے۔

ہادریان ایلانڈ

ہادریان ایلڈنڈ ایک یونیورسٹی میں السنہ الشرقیہ کا استاد تھا اس نے ۱۷۰۵ میں دینِ محمدی کے نام سے لاطینی زبان میں ایک کتاب لکھی اس کتاب کے لئے اس نے عربی اور لاطینی مصادر پر بھروسہ کیا اس کتاب کے پہلے حصے میں اس نے عربی مصادر پر اعتماد کرتے ہوئے اسلام کے عقائد کو بیان کیا اور دوسرے حصے میں اسلام کے متعلق اہل مغرب کی ان آراء کی تصیح کی کوشش کی جو اس وقت مغرب میں رائج تھی۔

ہادریان کی اس کوشش نے مستشرقین کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا اس کے متعلق یہ مشہور کیا کہ وہ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ حالانکہ ہادریان کا موقف یہ تھا کہ وہ بھی اسلام کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ لیکن اس جہاد کے لئے اس نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس کو وہ زیادہ مفید سمجھتا ہے کیتھولک چرچ نے ہادریان کی اس کتاب کو ممنوعہ کتب کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن پابندی کے باوجود اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمے کئے گئے۔

ہادریان کہتا ہے ہر دین کو اپنے مخالفین کی طرف سے جہالت یا بدنیتی کی بنا پر سخت مزاحمت کا

سامنا کرنا پڑا لیکن اسلام کی تحقیر اور اس پر برائی کا منبع ثابت کرنے کیلئے مخالفین کی طرف سے جو کوششیں کی گئی ہیں اس قسم کی کوششیں کسی دین کے خلاف نہیں کی گئیں۔

وہ کہتا ہے کہ اسلام کی کردارکشی کی کوششیں اس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی نظریے کے ساتھ کوئی برائی منسوب کرنا چاہتا ہے تو وہ صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ محمدی تعلیمات میں کسی شے کا وجود ہے ہی نہیں اور اس دین کی ہر چیز غلط اور فاسد ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا واسطہ ان کتابوں سے پڑتا ہے جو تضادات اور گمراہ کن خیالات سے لبریز ہوتی ہیں۔ ہادریان مزید کہتا ہے اس کے برعکس انسان کو چاہیے کہ وہ عربی زبان سیکھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اپنی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنے اور ان کو دوسروں کی نظروں میں سے دیکھے نہ کہ اپنی نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کرے اس طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مسلمان اتنے پاگل نہیں جتنے پاگل ہم انہیں دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو عقل عطا کی ہے۔ میری ہمیشہ سے رائے یہی رہی ہے کہ یہ دین ایشیا، افریقہ اور یورپ میں اتنی تیزی سے پھیلا وہ اتنا غیر مہذب اور غیر معقول دین نہیں ہوسکتا جیسا کہ عیسائی سمجھتے ہیں۔ اسلام کے بابت یہ نرم کلمات کہنے کے بعد وہ اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے یا اپنے دل میں چھپے ہوئے جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے کہتا ہے۔ کہ یہ صحیح ہے کہ اسلام بہت برا دین ہے اور عیسائیت کے لئے سخت نقصان دہ ہے کیا یہ ایک آدمی کا حق نہیں کہ وہ اس کی تحقیق کرے۔ کیا ایک انسان کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ شیطان کے چیلوں اور اس کے اسرار کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ مناسب یہ ہے کہ اسلام کا صحیح تعارف حاصل کرے تا کہ وہ زیادہ قوت اور بے خوفی سے اس کا مقابلہ کر سکے۔ (ضیاء النبی جلد ۶ ص ۲۰۵)

اہل یورپ جہالت کے اندھیرے میں

علامہ اقبال نے جب اپنے اسلاف کے علمی شاہپاروں کو یورپ کی لائبریریوں میں دیکھا تو بڑی حسرت سے کہا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی۔۔۔۔

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

ہر مسلمان جوان تجربات سے گذرتا ہے جن سے علامہ اقبال کو واسطہ پڑا تھا اس کے جذبات بھی وہی ہوتے جو علامہ اقبال کے تھے اور وہ ان ہی تاثرات کا اظہار کرتا ہے۔ جس کا اظہار علامہ اقبال نے اپنے شعر میں کیا تھا۔

یورپ اور امریکہ کے کتب خانوں میں مسلمان اکابر کی کثیر تعداد میں تصنیفات اور خطوط محفوظ ہیں ہزاروں یورپی اور امریکی علماء نے اپنی زندگیاں اسلامی علوم کے مطالعہ کیلئے وقف کر رکھی ہیں۔ وہ ان کتابوں کی فہرستیں مرتب کر رہے ہیں۔ ان پر حاشیے لکھ رہے ہیں۔ ان کی تشریحات کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو جب اپنی علمی میراث تک رسائی کی ضرورت پڑتی ہے تو انہیں اہل عرب کی مساعی سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ بڑے بڑے علمی شاہکار جو مسلم علماء کے قلم سے نکلے تھے ان کی اشاعت کا فریضہ اہل مغرب ادا کر رہے ہیں۔

یورپی ممالک اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں اسلامیات، عربی اور دیگر علوم شرقیہ پڑھانے کے باقاعدہ شعبے موجود ہیں۔ جن سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو رہے ہیں ان طلبہ میں صرف یورپی اور امریکی طلبہ ہی نہیں بلکہ ان میں کثیر تعداد میں عرب اور مسلمان طلباء شامل ہوتے ہیں۔ جو اپنی زبان اور اپنا دین سیکھنے کے لئے مغرب کی یونیورسٹیوں میں مغربی اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر اہل مغرب مسلمانوں، ان کی زبان، ان کی تہذیب، ان کی

تاریخ، ان کے ادب اور ان کے مذہب پر اتنے مہربان کیوں ہیں۔

ہم انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے سرِ دست ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے ابتداء میں اہل مغرب کو علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔

مختصر الفاظ میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب اسلام اپنے علم، ادب، تہذیب، اخلاق اور کردار کے نور سے پورے مشرق کو بقعہء نور بنا رہا تھا اور علم وثقافت کا یہ نور مغرب کی پیشانیوں کو چھلانگتا ہوا اسپین تک جا پہنچا تھا۔ جس دور میں بغداد، قرطبہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں علم و معرفت کے موتی لٹا رہی تھیں اس وقت یورپ مدرسے کے تصور سے نا آشنا تھا جب مسلمان علماء کے قلم سے ہزاروں علمی شاہکار نکل رہے تھے اس وقت یورپ نے کاغذ کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔ جب مسلمانوں کے شہر اپنی روشنی، صفائی، خوبصورتی اور حسن استحکام کی وجہ سے دور جدید کی متمدن دنیا کو بھی شرما رہے تھے اس وقت مغرب میں تاریکی، گندگی اور بدنظمی کے سوا کچھ نہ تھا۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کو جہاں روشنی نظر آتی ہے۔ وہ بے اختیار اس کی طرف لپکتا ہے۔ یہی بات اہل مغرب کے اسلامی علوم وفنون کی طرف متوجہ ہونے کا بنیادی سبب تھا۔ اہل مغرب کے اسلامی علوم وفنون کی طرف متوجہ ہونے کا۔

دوسرا سبب مسلمانوں کی فتوحات کا وہ سیلاب تھا جو ساری دنیا کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گیا تھا۔ اہل مغرب طاقت کے اس راز کا کھوج لگانا چاہتے تھے جو فتوحات کے اس لامتناہی سلسلے کے پیچھے کارفرما تھا۔

اہل مغرب کے علوم اسلامیہ کی طرف مائل ہونے کا تیسرا سبب مشرق ومغرب کے درمیان وہ رابطہ تھا جو ان مسلمان تاجروں کی بدولت قائم تھا جو اپنے مالِ تجارت کے ساتھ وسطی یورپ کو

عبور کرتے ہوئے سیکنڈے سے نیویارک کے ممالک تک جا پہنچے تھے ان تاجروں کی تاجرانہ مہارت، ان کے اخلاق، ان کے کردار اور ان کی خوشحالی سے متاثر ہو کر اہل مغرب کے دلوں میں اسلامی مشرق کے ساتھ رابطے کا شوق جنم لینے اور مسلمانوں سے کچھ سیکھنے کے لئے مشرق کا رخ کر رہے تھے۔

ہم پہلے قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالت کا مختصر خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے پھر اسی دور میں اسلامی دنیا کی حالت بیان کریں گے اور اس کے بعد بتائیں گے کہ اسلام نے یورپ پر کیا کچھ اثر ڈالا۔

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی حالت

آج یورپ علوم وفنون میں بہت آگے نکل گیا ہے وہاں کے لوگ معاشی طور پر خوشحال ہیں ہزاروں تعلیمی ادارے وہاں علم وعرفان کے موتی لٹا رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی میں ایک دنیا ان کی دست نگر ہے اور تاریخ کا دھارا ان کی مرضی سے اپنا رخ بدلتا ہے۔ لیکن یورپ کی حالت ہمیشہ ایسی نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ اپنی تاریخ میں جہالت کی ان تاریکیوں سے گذرا ہے جس سے شائد دوسرے کسی انسانی معاشرے کا واسطہ نہ پڑا ہو۔

یورپی مورخین اپنی تاریخ کو اپنے تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ دورِ قدیم، قرونِ وسطیٰ اور عصر حاضر۔

دورِ قدیم آٹھویں صدی قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اور پانچویں صدی عیسوی پر ختم ہوتا ہے اسی دور میں روم کی عظیم سلطنت قائم ہوئی اور یونان سے علوم وفنون کے دریا بہہ نکلے۔

قرونِ وسطیٰ سے مراد وہ زمانہ ہے جو زوال روم ۴۷۶ سے شروع ہوتا ہے اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ پر ختم ہوتا ہے اور دورِ حاضر سولہویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔

(غلام جیلانی برقی۔ یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۳۶)

ہمارے موضوع کا واسطہ یورپ کی تاریخ کے دوسرے دور سے ہے کیونکہ اسی دور میں جزیرہ عرب

سے آفتاب اسلامِ طلوع ہوا اور اسی دور میں مختلف محاذوں پر عیسائیوں اور مسلمانوں کا سامنا ہوا۔
قرونِ وسطیٰ کا زمانہ یورپ کی تاریخ کا تاریک ترین باب اور زمانہ ہے اس دور کے بارے میں ڈاکٹر ڈریپر ۱۸۸۲ء لکھتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق ودق بیابان، بے راہ جنگل تھا کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں۔ جا بجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لندن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ چمنیاں یا روشندان، کھڑکیاں مفقود، آسودہ حال امرا فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا نہ گندے پانی نکالنے کے لئے نالیوں کا رواج تھا۔ گلیوں میں فضلوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے چونکہ سڑکوں پر بے حد کیچڑ ہوتا تھا اور روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے رات کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا وہ کیچڑ میں لت پت ہو جاتا۔ تنگی رہائش کا یہ عالم کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ عوام ایک ہی لباس سالہا سال تک پہنتے تھے جسے دھوتے نہیں تھے۔ نتیجتاً وہ چیز پرانی، میلی اور بدبودار ہو جاتی تھی۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی ۱۲۱۲ تا ۱۲۵۰ پر کفر کا فتویٰ لگایا فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔ (بحوالہ معرکہ مذہب اور سائنس بحوالہ تہذیب اسلام)

ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے۔ فقر وفاقہ کا یہ عالم تھا کہ عام لوگ سبزیاں، پتے اور درختوں کی چھال ابال کر کھاتے تھے۔ متوسط طبقہ کے ہاں ہفتہ میں ایک دفعہ گوشت عیاشی سمجھا جاتا تھا۔ مارمڈیوک پکتھال اپنی کتاب تہذیب اسلام میں لکھتا ہے۔

جب سپین میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوم (۱۵۹۶،۱۵۹۸) نے تمام حمام حکماً بند کر دیئے کیونکہ ان میں اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی اسی بادشاہ نے الشبیلیہ کے گورنر کو محض اس

لئے معزول کر دیا تھا کہ وہ روزانہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔ (حوالہ مذکور)

۱۰۳۰ عیسوی کے قحط میں لندن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا۔ امراء معدودے تھے جن کا کام بدکاری، شراب نوشی اور جوا تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور فدیہ وصول کرنے کے لئے انہیں پکڑ لاتے تھے حصول زر کے لئے وہ مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔

مثلاً آدمی کے پاؤں کے انگوٹھے کو رسی سے باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیتے تھے یا گرم سلاخون سے جسم کو داغتے یا گرہ دار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں ذرائع ابلاغ نقل و حمل، بیل گاڑیاں، خچر اور گھوڑے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں عام تھیں صرف دسویں صدی میں تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں چھوٹیں اور لوگ مکھیوں کی طرح ہلاک ہوئے ان کے پادری جہل سازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی راہداریاں اور گناہ کے پرمٹ (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔ عوام کے لئے سود لینا حرام تھا۔ لیکن پوپ کا بینک لوگوں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتا تھا۔ عوام گور پرست اور مجسمہ ساز تھے اور علماء بمنشائے ربانی، کرامات اولیاء، رہبانیت اور تصرفات روح کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۷۷ بحوالہ معرکہ مذہب و سائنس)

یورپ کا مشہور مورخ گبن لکھتا ہے اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں اور نظر نہیں آتی۔ (حوالہ مذکور ص ۸۰)

گاتھ قوم کا ایک مورخ پروکوپئیس ۵۶۰ء میں لکھتا ہے۔ میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحات تاریخ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا تا کہ آئندہ نسلوں کے لئے خلاف انسانیت افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو۔ (حوالہ ایضاً بحوالہ تشکیل انسانیت)

اہل یورپ کی انسان دشمنی

ان لوگوں کے نزدیک انسانیت کی جو قدر تھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

آنکھیں نکالنا، زبان کاٹنا، کھال کھینچنا اور زندہ جلا دینا رومیوں کی عام سزائیں تھیں۔ ایک مرتبہ جب رومیوں نے عرومیوں کو شکست دی تو قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور ان ہاروں سے قسطنطنیہ کی فصیل کو سجایا ایک دفعہ جب اسلامی فوج کو شکست ہوئی تو رومیوں نے مسلم اسیرانِ جنگ کو سمندر کے کنارے لٹا کر ان کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تاکہ بچے کھچے مسلمان جب جہازوں پر واپس آئیں تو اس منظر کو دیکھیں۔

قیصر پائل دوم ۸۲۵ سے ۹۶۳ء نے بلغاریہ پر فتح حاصل کی تو پندرہ ہزار اسیرانِ جنگ کی آنکھیں نکال دیں اور ہر سو قیدیوں کے بعد ایک قیدی کی ایک آنکھ رہنے دی تاکہ وہ ان اندھوں کو ان کے گھروں تک پہنچا سکیں۔ غلاموں کی تجارت زوروں پر تھی۔ غلاموں سے بھرے ہوئے جہاز برطانیہ آئے اور وہاں سے یورپ تک جاتے تھے۔ یہ غلام عموماً پانچ شیلنگ فی کس کے حساب سے فروخت ہوتے تھے۔ فرانس کی حریت پسند خاتون جون آف آرک انگریزوں کے ہتھے چڑھ گئی تو اسے انہوں نے سر بازار زندہ جلا دیا۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۸۲ تا ۹۰ بحوالہ تشکیل انسانیت ڈمارج ہیروز آف اسلام)

سترھویں صدی یورپ کے متعلق بریفالٹ لکھتا ہے وہ لوگ اپنی ہر بدی کو نیکی کا رنگ دیتے تھے۔ سفیروں کا کام یہ تھا کہ وہ وحشی سرداروں کی نفس پرستیوں اور بدمعاشیوں کو ایسے حسین انداز میں پیش کریں کہ وہ خوبیاں نظر آئیں۔ منافقت، جھوٹ، دھوکہ اور ریاکاری ایک لطیف فن بن گیا تھا جس میں ہر شخص ماہر تھا۔ رومیکاری کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ (بحوالہ ایضاً ص ۸۴ بحوالہ تشکیل انسانیت)

اہل یورپ کی علم دشمنی

آج یورپ علم کی دنیا میں ساری دنیا کا استاد ہے لیکن قرونِ وسطیٰ میں حالت کچھ اور تھی زوال روما ۱۴۷۶ کے بعد پاپائیت برسر اقتدار آ گئی تھی۔ ۱۵۴۶ تک سیاہ وسفید کی مالک تھی۔ یورپ مذہبی ادب کے بغیر تمام اصناف علم کا دشمن تھا۔ جہاں کہیں کوئی عالم، فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے کچل دیتا تھا اس دور میں مدارس حکماً بند ہوئے لاکھوں کی تعداد میں کتابیں نذر آتش ہوئیں۔ کئی علماء پوپ کی علم دشمنیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور یورپ پر ہر طرف تاریکی چھا گئی تھی۔

یورپ کی علم دشمنی کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

عیسائیوں کا ایک فرقہ نسطوری کہلاتا ہے اس کا بانی نسطوریس پادری (م ۴۵۱) تھا یہ لوگ بعض عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ (۴۳۱) میں انہیں عیسائی کونسل نے کافر قرار دیا قیصر زینو (۴۷۱ تا ۴۹۱) نے ان کی درسگاہیں بند کر دیں اور انہیں ملک سے نکال دیا یہ لوگ ایران کے شہر نیشاپور میں جمع ہو گئے وہاں ایک عظیم درسگاہ اور شفا خانے کی بنیاد ڈالی جب ۵۲۹ء میں قیصر جٹنین اول ۵۲۷ تا ۵۸۵) نے یونان ومصر کی تمام درسگاہیں بند کر دیں تو وہاں کے علماء بھی نیشاپور میں جمع ہو گئے۔ (ایضاً ص ۹۴ بحوالہ میراث اسلام معرکہ مذہب وسائنس)

فلورنس میں ایک اکیڈمی تدریس وتصنیف کے فرائض سرانجام دیا کرتی تھی کلیسا نے اس کی مخالفت کی وہ بند ہو گئی۔ (یورپ میں اسلام کے احسانات ص ۹۴ بحوالہ معرکہ مذہب وسائنس)

پوپ سلوسٹر دوم (۹۹۹ تا ۱۰۰۳) نے یورپ میں کچھ درسگاہیں کھولنا چاہیں تو عام آبادی کو یہ اقدام سخت ناگوار گذرا اور مشہور کر دیا کہ پوپ پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ (بحوالہ ایضاً بحوالہ تمدن عرب)

فریڈرک ثانی نے اس کے مختلف شہروں میں مدرسے قائم کیے تو پوپ نے اسے دجال قرار دیا۔

قیصر زینو (۴۷۴ تا ۴۹۱) اور قیصر جٹنین اول (۵۲۷ تا ۵۶۵) حوالہ ایضاً نے تمام اہل علم کو اپنی

سلطنت سے نکال دیا اور مدارس بھی بند کر دیئے۔ (ایضاً ص ۱۰۶)

زوال رومہ کے بعد تمام مدارس بند کر دیئے اور صدیوں تک تعلیم و تدریس کا سلسلہ منقطع رہا۔ (ایضاً ص ۹۴ بحوالہ تمدن عرب)

اہل یورپ کی کتب سوزی

ریفالٹ کہتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں راہبوں کی علمی سرگرمیاں یہ تھیں وہ یونان اور روما کی کتابیں جلا کر ان کی جگہ مسیحی اولیاء کی داستانیں لکھ دیتے تھے۔ پاپائے اعظم گریکوری (۵۴۰ تا ۶۰۴) سائنس، تاریخ، ادب شعر اور دیگر علوم کا دشمن تھا۔ دینیات یا دعاؤں کے ساتھ اور کسی صنف کو برداشت نہیں کرتا تھا اس نے رومی (سیاستدان و خطیب مسٹر وق م ۴۳ اور مورخ عیسوی ق م ۱۷ کی سب کتابیں تلف کر ڈالیں ایک دفعہ اسے خبر پہنچی کہ وی آنا (آسٹریلیا) کے دارالحکومت کے کسی لاٹ پادری نے کسی ادبی موضوع پر ایک مقالہ پڑھا ہے تو اسے لکھا ہمیں خبر ملی ہے جس کے ذکر سے ہمیں شرم آتی ہے کہ تم نے کوئی ادبی مقالہ پڑھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے لکھو گے کہ تمہیں ان لغویات سے کوئی سروکار نہیں۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۹۵ بحوالہ تشکیلِ انسانیت)

انگلستان کا ایک مورخ بنجمین سٹرلنگ لکھتا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی میں راہبں کے گروہ جا بجا گھومتے نظر آتے تھے۔ جہاں بھی کوئی کتاب یا آرٹ کا کوئی نمونہ پاتے اسے جلا ڈالتے۔ (حوالہ ایضاً ص ۹۶ بحوالہ تارچ ٹارچ پیٹرز آف ہسٹری)

چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ میں جب صلیبیوں کا مقدس لشکر قسطنطنیہ میں پہنچا تو اس نے وہاں تمام عیسائی آبادی کو لوٹ لیا اور ساری کتابیں جلا ڈالیں۔ (ایضاً ص ۹۷ بحوالہ تمدن عرب ص ۹۷)

طرابلس میں اس دور کی عظیم لائبریری تھی جس میں کتابوں کی تعداد بتیس لاکھ بتائی گئی ہے ایک دفعہ جب صلیبیوں کا لشکر اس شہر میں پہنچا تو کتب خانے کو آگ لگا دی تمام کتب جلا

ڈالیں اور مسلمانوں کی چھ سوسالہ محنت کو تباہ کر دیا۔ (ایضاً بحوالہ تمدن عرب)

سپین کی مذہبی عدالت نے جو ۱۴۷۸ء میں قائم ہوئی تھی عربی علوم پر یہودی علماء کی لکھی ہوئی چھ ہزار کتابیں سپردِ آتش کر دیں۔ (ایضاً ص ۹۷)

برطانیہ کا ایک فلسفی جان ارتجمینا سپین کے مشہور فلسفی ابن رشد ۱۱۹۸ کا شارح تھا اس نے اپنی تصانیف میں فلسفہ و مذہب میں اتحاد کی کوشش کی تھی پادریوں نے اس کی بیشتر کتابیں جلا ڈالیں۔ (حوالہ ایضاً)

مسلمانوں نے سپین میں ہر جگہ کتب خانے قائم کیے تھے ان کتب خانوں میں لاکھوں کے حساب سے کتابیں تھیں پادریوں نے ان کتابوں کو جلا دیا صرف طلیطلہ میں وہاں کے بشپ زمینیز نے مسلمانوں کی اسی ہزار کتابیں سپرد آتش کیں۔ (ص ۹۶ بحوالہ تشکیل انسانیت)

اہل یورپ کی عالم کشی

یونان کی ایک لڑکی ہائے پشیا ۴۱۴ نے سکندریہ سے فلسفے کا علم حاصل کیا اور ممتاز فلسفی بن گئی۔ سکندریہ کے بشپ سائرل نے اس لڑکی کو کافرہ قرار دیا ایک روز جب وہ تدریس کے فرائض سرانجام دینے کیلئے اپنی درسگاہ کی طرف جا رہی تھی۔ سائرل کے بھیجے ہوئے چند سنگدل راہبوں نے اسے پکڑ لیا پہلے اسے ننگا کر کے بازار میں گھسیٹا گیا پھر اسے گرجے میں لے گئے وہاں اسے پیسیوں سے اس کی کھال کھرچی گئی پتھر سے اس کا سر توڑا لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور انہیں آگ میں پھینک دیا۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۰۱ بحوالہ معرکہ مذہب وسائنس)

گلیلو جرمنی کا وہ مشہور سائنسدان جس نے دوربین ایجاد کی تھی جب اس نے پرنیکی کے نظام ۱۵۴۳ نظام شمسی کی تائید کی تو پوپ نے اسے گرفتار کر کے مذہبی عدالت کے سامنے پیش کر دیا اس نے ڈر کر توبہ کی لیکن ۱۶۳۲ میں اپنی کتاب نظام عالم شائع کر دی جس پر اسے جیل میں

ڈال دیا گیا جہاں وہ دس سال تک انتہائی دکھ اٹھانے کے بعد ۱۶۴۳ء میں فوت ہوا۔ (ایضاً ص ۲، ۱۰۱ بحوالہ معرکہ مذہب وسائنس)

ڈاکٹر ڈریپر نے دو علما وینی ۱۶۲۹ اور سرومیس کا ذکر کیا ہے جنہیں کلیسا نے زندہ جلا ڈالا تھا۔ (حوالہ ایضاً)

اٹلی کے مشہور فلسفی برونو کو مذہبی عدالت نے ۱۶۰۰ میں زندہ جلا دیا کپلر ۱۶۳۰ جرمنی کا مشہور ہئیت دان تھا سب سے پہلے اسی نے کشش ارضی اور سمندر پر چاند کا اثر کے نظریات پیش کیے تھے۔ (نیوٹن ۱۷۶۷ محض ایک شاعر ہے جب ۱۶۱۸ میں اس نے اپنی کتاب خلاصہ نظام کا سپرنیکی شائع کی تو کلیسا نے اسے کافر قرار دیا اور اس کی کتاب ضبط کر لی۔ (ص ۱۰۲)

کولمبس ۱۵۰۶ وہ جاں باز ملاح ہے جس نے آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے جب بحری سفر جو سخت خطرناک تھا ایک کمزور سے جہاز میں بحراوقیانوس کو عبور کیا اور ساڑھے پانچ ہزار میل کے سفر کے بعد ۱۴۴۲ کو وہ امریکی ساحل کے قریب پہنچ گیا اور جزائر ہاما میں اترا۔ وہ اس سفر پر سپین کے فرمانروا فردلبنان کی منظوری واجازت سے روانہ ہوا تھا وہ یوہاما سے واپس آیا تو فردبنان کو ایک نئے ملک کی خبر دی فردبنان نے اسے وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ چنانچہ یہ دوبارہ وہاں پہنچا نظم ونسق قائم کیا سات سال کے بعد اس کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے گئے دنیا کا عظیم ملاح اس حال سے واپس آیا کہ ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے بادشاہ نے اسے جیل میں ڈال دیا تو کچھ عرصہ بعد اسے رہا کر دیا۔ لیکن بھوک، ناداری اور بیماری نے آخر تک اس کا پیچھا کیا اور چھ برس کے بعد ایک سرائے میں اس کی وفات ہوگئی۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۰۴)

اسلام اور پیغمبر اسلام کی ضیا پاشیوں سے یورپ جگمگا اٹھا

اہل مغرب جس دور کو قرون وسطیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں اس سے پہلے کا دور یورپ کے لئے تاریک ترین اور بدترین بربریت اور غلاظت سے بھرا ہوا دور کہا جا سکتا ہے۔ اب نئے

دور کا آغاز ہو رہا ہے یہی دور طلوع اسلام اور اسلامی عروج و ارتقا کا دور ہے اس دور میں مسلمانوں نے ایک طرف سیاسی اور عسکری فتوحات کے ذریعے ایک عالم کو اپنا زیر نگیں بنایا تو دوسری طرف انہوں نے علم اور تہذیب کے میدان میں وہ ترقی کی جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی ابتداء ہوئی اور نویں صدی عیسوی کے وسط تک اسلامی سلطنت کی حدود شمال میں بحیرہ اسود، جنوب میں ملتان، مشرق میں سرہند اور مغرب میں جنوبی فرانس اور ساحل اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اس زمانے میں بغداد، ایران، مصر، سپین اور سسلی سے اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی نورانی لہریں اٹھ رہی تھیں اور ایک عالم کو بقعہ نور بنا رہی تھیں۔

مسلمان جہاں گئے وہاں خوبصورت عمارتوں، رنگا رنگ پارکوں، سڑکوں، نہروں، پلوں اور باغات، تالابوں، مدرسوں اور کتب خانوں کا جال بچھا دیا انہوں نے دنیا بھر سے علمی شاہپارے جمع کئے انہیں جہاں بھی کسی عالم کی موجودگی کا علم ہوا اسے دربارِ خلافت میں بلا کر علم کی خدمت میں لگا دیا انہوں نے علماء کی حوصلہ افزائی کی جس کے نتیجے میں علمائے یونان کے فلسفے کو عربی میں منتقل کیا اس کی خامیاں تلاش کیں اور انہوں نے اس جامد فلسفے کو اپنے مسلسل تجربات کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور ترقی کے لئے استعمال کیا ان کی ان مسلسل کوششوں سے اسلامی شہروں اور ان شہروں میں بسنے والوں کی جو کیفیت تھی اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

عہد مامون ۸۱۳ تا ۸۳۴ میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی جس میں تیس ہزار مساجد دس ہزار حمام، ایک ہزار محل اور آٹھ سو آٹھ اطباء تھے۔ نیز ایک دار الحکمت تھا۔ جس میں ایران، عراق، شام، مصر اور ہندوستان کے سینکڑوں حکما دنیا بھر کے علوم و فنون کو عربی میں منتقل کر رہے

تھے۔ سڑکوں پر ہر روز گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑ کا جاتا تھا۔
(یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۲۴)

ول ڈیوران لکھتا ہے۔ دمشق میں سو حمام، سو فوارے، پونے چھ سو مساجد اور بے شمار باغات تھے آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تھی شہر کا طول ۱۲ میل اور عرض تین میل تھا۔ یہاں ولید اول ۷۰۵ تا ۱۲ا۷ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس پر بارہ ہزار مزدور آٹھ سال تک کام کرتے رہے۔
(ول ڈیوران۔ دی ایج آف فیتھ۔ نیویارک ۱۹۵۰ ص ۲۳۰)

مسلمانوں کی علم دوستی

قرآن حکیم نے بار بار علم کی عظمت کو بیان فرمایا اور حضور نے اپنے ارشادات سے مسلمانوں دلوں میں علم کی محبت کا جذبہ پیدا فرمایا۔ جس کی وجہ سے ان کی کثیر تعداد نے اپنی زندگیاں علم کے حصول کے لئے وقف کر دیں انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا اور اسے سپرد قلم کیا اور پھر پورے خلوص کے ساتھ اسے ملت کی آئندہ نسلوں کی طرف منتقل کر دیا۔

جب یورپ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت مسلمانوں کی علمی حالت کیا تھی؟ اس کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

یزید اول ۶۸۰ کے بیٹے خالد نے ایک دارالترجمہ قائم کیا جس میں ایک پادری ایرن نامی نگرانی پر مامور تھا خود خالد بھی مصنف تھا۔

عباسی خلفاء نے دنیا کے ہر حصے میں آدمی بھیجے جو کتابوں کے انبار لے کر واپس آئے جہاں دنیا بھر کے علماء، حکماء دربار خلافت میں طلب ہوئے اور تصنیف و ترجمہ پر مامور ہوئے۔ ایک مرتبہ مامون نے قیصر روم کو لکھا وہاں کے ایک حکیم ہو نامی کو دربار خلافت میں بھیج دے اس کے عوض چالیس من سونا دیا نیز دائمی صلح کا معاہدہ کیا۔

مامون علمائے دارالحکمت کی تصانیف کو سونے میں تولتا اور یہ سونا مصنف کو دے دیتا۔ جب شیخ سعدیؒ (۱۲۹۱) بغداد کے دارالعلوم نظامیہ میں داخل ہوئے اس وقت زیر تعلیم طلباء کی تعداد سات ہزار تھی اور اس میں ابھی مزید گنجائش تھی۔

مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب حالات سعدی میں لکھتے ہیں کہ دارالعلوم نظامیہ پورا ایک شہر تھا لاتعداد کمرے اور ایک وسیع ہال جس میں دس ہزار انسان سما سکتے تھے۔ دارالعلوم میں قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی، ہیئت اور دیگر علوم کی تدریس کا پورا انتظام تھا۔ ایک شعبہ اجنبی زبانوں کا تھا جہاں یونانی، عبرانی، لاطینی اور سنسکرت اور فارسی پڑھائی جاتی تھی۔

جب گیارہویں صدی میں اٹلی کا ایک پادری پیٹر نامی حصول علم کے لئے سپین گیا تو اس نے قرطبہ اور غرناطہ میں چند طلباء دیکھے جن میں چند انگریز بھی تھے۔

خلیفہ کے محل میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں کتابوں کی تعداد چار لاکھ تھی۔ وہاں کا تبوں، جلد سازوں اور نقاشوں کا بھی ایک بہت بڑا گروہ تھا جس کا کام کتابوں کی نقل کرنا اور جلد باندھنا تھا۔ خلیفہ کے درجنوں قاصد دنیا بھر سے کتابیں جمع کرنے پر مامور تھے۔

جامعہ قرطبہ عربوں کی قدیم ترین یونیورسٹی تھی جس کی بنیاد عبدالرحمٰن سوم (۹۱۲ تا ۹۶۱) نے ڈالی تھی اس میں یورپ، افریقہ اور ایشیا سے طلباء آتے تھے اس کی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تیار ہوتی تھی۔

(یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۴۰)

محدث ابنِ شہاب الزہری (۷۴۲) جو بحیثیت مورخ بہت مشہور ہے کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں دو سو علماء کاتبین کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مامور تھے۔ جب نصیر الدین طوسی نے ایران کے ایک شہر مراغہ میں رصدگاہ قائم کی تو ساتھ ہی ایک لائبریری بھی بنائی جس میں چار لاکھ کتابیں تھی۔ (ایضاً ص ۱۴۸)

جس زمانہ میں عالم اسلام میں کتابوں کی بہتات تھی اس زمانہ میں عیسائیوں کی سب سے بڑی لائبریری میں صرف پانچ ہزار کتابیں تھیں۔ (ایضا ۱۴۸)

دوسری بڑی لائبریری کلونی (فرانس) میں تھی جس کی کل کتابیں پانچ سوستر کتابیں تھیں۔ (اپج آف میتھ ص ۲۳۷، ۹۰۹)

مسلمانوں کے علمی کارنامے

مسلمانوں نے علم اور سائنس کی دنیا میں جو کارنامے سرانجام دیئے ان کی فہرست بڑی طویل ہے یورپ نے اپنے دورِ عروج میں جو ترقی کی ہے اس کی بنیادیں مسلمانوں نے ہی رکھی تھیں۔

نویں صدی عیسوی میں قرطبہ کے مسلمان سائنسدان ابن فرناس نے عینک، میزان الوقت اور اڑنے والی ایک مشین یعنی طیارہ ایجاد کر کے بنی نوع انسان کی مادی ترقی کی بنیادیں رکھ دی تھیں۔ ہم یہاں اس دور کے مسلمان سائنسدان کی چند ایک حیران کن ایجادات کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ ان سے مسلمانوں کی سائنسی مہارت کا اندازہ ہو سکے۔

جرمنی کا شہنشاہ فیڈرک بحری علوم وتہذیب کا دلدادہ تھا وہ پوپ کے حکم سے صلیبی جنگوں میں شامل ہوا مصر وشام کے مسلمان محمد الکامل نے اس کا دوستانہ استقبال کیا جب فریڈرک رخصت ہوا تو الکامل نے اسے ایک کلاک بطور تحفہ دیا کلاک پر ایک چاند اور سورج بنا ہوا تھا۔ موسم کی تبدیلی کے باوجود ان کی حرکت آسمانی سورج اور چاند کی حرکت کے عین مطابق ہوتی تھی۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۲۹)

سسلی میں ایک نارمن امیر رابرٹ وسکرڈ کو سنگِ مرمر کے چبوترے پر نصب ایک مورتی نظر آئی مورتی کے سر پر کانسی کا تاج تھا اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہوگا کئی علما سے اس عبارت کا مفہوم پوچھا گیا لیکن کوئی جواب نہ دے سکا۔ ایک مسلم قیدی کو جب صورت حال کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر مجھے آزاد کر دیا

جائے تو اس معمہ کو حل کر سکتا ہوں اسے آزاد کر دیا گیا تو اس نے بتایا کہ یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت اس جگہ کو کھودا جائے جہاں مورتی کے سر کا سایہ پڑ رہا ہو وہاں سے خزانہ نکلے گا مقررہ تاریخ پر اس جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے سچ مچ بڑا خزانہ برآمد ہوا۔

(ایضاً ص ۱۷۴ بحوالہ تمدن عرب)

اسلام کے یورپ پر احسانات

ہم نے گذشتہ صفحات میں عیسائیوں کی اخلاقی حالات کا ایک جائزہ پیش کیا تھا۔ یہ جائزہ حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جب مسلمانوں کی یونیورسٹیاں علم وفن کے موتی لٹا رہی تھیں اس وقت یورپ سر سے پاؤں تک جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب مسلمان علماء کے قلم سے ہزاروں علمی شاہپارے نکل رہے تھے اس وقت یورپ کی اکثریت کتاب کے نام تک سے نا آشنا تھی۔ جب مسلمانوں کے شہر اپنی صفائی اور خوبصورتی کی وجہ سے دل ونگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے اس وقت یورپ کے شہروں میں گندگی، غلاظت اور تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ جب عالم اسلام کی زمینیں رنگا رنگ باغات اور لہلہاتی کھیتوں کی وجہ سے رشکِ ارم نظر آتی تھیں اس وقت یورپ کی زمینیں بنجر اور غیر آباد تھیں۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ اندھیروں میں بھٹکنے والا انسان اس طرف دوڑتا ہے جہاں اسے روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔ اہل یورپ نے بھی یہی کچھ کیا جب انہیں اپنے ہاں ہر طرف تاریکی اور ظلمت نظر آئی تو انہوں نے علم، تہذیب، اخلاق اور خوش حالی کا درشن لینے کے لئے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

علم کے پیاسے یورپ کے طول وعرض سے اسپین کی اسلامی مدارس کی طرف دوڑ پڑے انہوں نے عربوں سے علم سیکھا، تہذیب سیکھی اور پھر یورپ کو علم وتہذیب کے نور سے منور کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

یورپ زندگی کے ہر میدان میں اسلامی تہذیب سے متاثر ہوا۔ زراعت، صنعت تجارت، علم، ادب، تہذیب وتمدن اور اخلاق پر ہر میدان میں مسلمانوں نے یورپ پر اتنے گہرے اثر چھوڑے کہ تہذیبی تاریخ کا رخ ہی بدل گیا۔

ول ڈیوران لکھتا ہے۔ اندلسی مسلمانوں نے چاول، گنا، انار، کپاس، ریشم، کیلا، سنگترہ، لیموں، کھجور اور پنیر وغیرہ کی کاشت کا فن ایشیاء سے درآمد کیا اور پھر اہل یورپ کو یہ فن سکھایا۔ انگور کی کاشت مسلمانوں کے ہاں ایک مقبول صنعت تھی۔ قرطبہ، غرناطہ کے گردونواح کے پھل دار درخت اور باغات، زیتون کے درختوں کے جنڈوں اور مرغزاروں نے سپین کی دنیا کا باغیچہ بنا دیا۔

یہی مصنف لکھتا ہے۔ عیسائی یورپ سے پادری اور عام آدمی پوری آزادی اور امن کے ساتھ طالب علم، زائر اور سیاح بن کر قرطبہ، طلطلہ اور سیویل آتے جاتے تھے۔ عیسائی پادری اس حال میں کڑھتے تھے۔ انہیں اس بات پر بڑا دکھ ہوتا تھا کہ عیسائیوں نے عربی علم وادب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے اور وہ عربی کے سوا نہ کوئی زبان پسند کرتے ہیں اور نہ ادب۔ ایک عیسائی پادری بڑے دکھ کے ساتھ کہتا ہے میرے ہم مذہب عیسائی عربوں کی شاعری اور رومانوی ادب پڑھ کر خوش ہوتے ہیں۔ مسلمان فقہا اور فلاسفر کا کلام پڑھتے ہیں اور وہ ان کی تردید کی خاطر نہیں پڑھتے بلکہ اس لئے پڑھتے ہیں کہ عربی ادب کی روح سے آشنا ہوسکیں۔ ہائے افسوس وہ عیسائی نوجوان جو اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے نمایاں ہیں۔ عربی زبان وادب کے سوا نہ کسی زبان سے واقف ہیں اور نہ ہی کسی ادب سے۔ وہ عربی کتابوں کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ وہ کثیر رقوم خرچ کر کے عربی کتابوں کے انبار اکٹھا کرتے ہی اور ہر جگہ ان کی زبانوں سے عربی زبان وادب کی تعریف ہوتی ہے۔ (ایج آف فیتھ ص ۲۹۹ تا ۳۰۰)

سسلی کے رہنما ولیم دوم ۱۱۶۶ تا ۱۱۸۹ اور فریڈرک دوم ۱۲۱۲ تا ۱۲۵۰) عربی کے عالم تھے ولیم عموماً عربی میں گفتگو کیا کرتا تھا اور فریڈرک نے سلطنت کے طول وعرض میں ایسے مدارس

کھول دیئے تھے جہاں عربی کی تعلیم لازمی تھی۔ جرمنی کی دو راہبات ہل دی گراد ۱۱۷۹ اور پورس ہیٹا نے بڑی تعداد میں ایسے سکول کھولے جن میں عربی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ ولیم فاتح برطانیہ ۱۰۶۶ تا ۱۰۷۹ کے ہمراہ یہودیوں کی ایک خاصی تعداد فرانس سے برطانیہ پہنچی تھی۔ یہ لوگ عربی کے عالم تھے انہوں نے انگلینڈ میں عربی مدارس کھولے ایک مدرسہ اکسفورڈ میں جاری کیا۔ راجر بیکن اسی مدرسے کا فارغ التحصیل تھا جو اکسفورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوا وہ اپنے طلباء سے کہا کرتا تھا کہ حقیقی علم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ عربی زبان ہے۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات ص ۱۶۱) جرمنی کا عظیم القدر فلسفی ابرتوس میکنوس (۱۲۰۶ تا ۱۲۸۰) اور اٹلی کا فلسفی پادری طامس اکیوناس (۱۲۲۵ تا ۱۲۷۴) عربی مدارس کے فارغ التحصیل تھے۔ ان دونوں نے فلسفے پر کتابیں لکھیں اور فارابی، سینا اور الکندی کے دلائل کو بطور تحفہ لے لیا۔ مسلمان حکماء نے یورپ کے پادریوں کو فلسفہ بھی دیا اور طب بھی۔ یعنی انہوں نے پادری بھی پالے اور گلیلیو جیسے ہیئت دان بھی۔

۱۴۷۳ء میں فرانس کے بادشاہ لوئی یازدہم (۱۴۶۱ تا ۱۴۸۳) نے فرانس کے تمام مدارس میں ابن رشد کے فلسفے کی تدریس کو لازمی قرار دیا۔ اٹلی کی ایک یونیورسٹی (پڈوا) میں بھی ابن رشد کا فلسفہ شامل نصاب تھا۔

ہم نے محض نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش کی ہیں اسلامی تہذیب کے یورپ پر اثرات ہمہ گیر تھے اور ان کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ (اقتباس ضیاء النبی جلد ۶ ص ۸۷ سے ۱۰۹ تک)

اسلام کے خلاف جو طوفان پادریوں نے اٹھایا تھا ناکام ہونے پر تحریک استشراق پیدا ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کا ملت اسلامیہ پر خصوصی فضل و کرم ہے اور اسکے فضل و کرم کے صدقے اسلام کا علم ہمیشہ بلند رہا ہے اب بھی بلند ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا۔ اسلام کی شمع جو مکہ کے مشرکوں یثرب کے یہودیوں اور قیصر و کسریٰ کے جرار لشکروں کی پھونک سے نہیں بجھی یہ تھی مستشرقین کی پھونکوں سے بجھنے والی نہیں کیوں اس لئے کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔

۱۰۰ بااثر شخصیات

مائیکل۔ایچ۔ہارٹ

اندھیرا اٹھتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

وہ مستشرقین جن کے دلوں میں اسلام کی کرن نظر آتی ہے

حقیقت کوشکوک وشبہات کے غبار میں چھپانے کے لئے زیادہ کوششیں زیادہ دیر تک کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی کردار کشی کے لئے صدیوں کے عرصے پر جو مہم چلائی اس کا ردعمل بھی خود مستشرقین کی تحریک کے اندر سے شروع ہوا سولھویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ میں ایسے لوگ منظر عام پر آئے جنہوں نے کلیسا کی اندھی تقلید کا پٹہ اپنی گردنوں سے اتار پھنکا اور صدیوں سے مشہور روایات کو عقل کے پیمانوں پر پرکھنے کی طرح ڈالی۔ انہوں نے عیسائیت کے عقائد کو تنقید کی نظر سے دیکھا پاپائے روم اور پادریوں کے اختیارات کو چیلنج کیا اور آخر کار یہی تحریک پاپائی تحریک کے خاتمے اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ پر منتج ہوئی اس مثبت رجحان نے کئی مستشرقین کو ہمت دلائی کہ وہ اسلام کے رخِ زیبا پر پڑے ہوئے شکوک وشبہات کے اندر سے اس دین کے اصلی رخ کو دیکھنے کی کوشش کریں۔

انہوں نے کوشش کی کہ وہ اس دین کو اس شکل میں دیکھیں جس شکل میں یہ دین پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے پیش کیا تھا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس فعل میں ہم جن مستشرقین کا ذکر کر رہے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا تعلق مغرب سے ہے اس لئے قدرتی طور پر وہ مسلمانوں اور اقوام مشرق کا مطالعہ اور تجزیہ ان پیمانوں سے کرتے ہیں جو مغرب میں رائج ہیں چنانچہ انہوں نے اسلام کے حلقے میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا اس لئے ان کا اپنے ادیان کے زیر اثر ہونا بھی ایک قدرتی بات ہے۔ اس لئے ہم ان لوگوں سے توقع نہیں رکھتے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے ہم دیکھتے ہیں اور یہ لوگ اگر اس سطح پر پہنچ جائیں تو مستشرق نہیں رہتے بلکہ ملت اسلامیہ کے فرد بن جاتے ہیں جیسا کہ کئی مستشرقین کو قدرت نے ہدایت کی دولت عطا فرمائی اور آج وہ تحریک مستشرقین کے پودے کی آبیاری

کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی خاطر اپنی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں اور ان لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ خلوص اور جذبے کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جن کو اسلام کی دولت ورثے میں ملی ہے۔ اس قسم کے لوگوں نے مستشرقین پر شائد تنقید کی ہے۔ جنہوں نے استشراق کے پردے میں علم و تحقیق کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف الزام تراشیاں کی ہیں۔

ان چند معروضات کے بعد ہم اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے چند مستشرقین کے اسماء اور اسلام کے متعلق ان کی آراء اور خیالات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یوہان۔ جے۔ ریسکے

یوہان جے ریسکے جرمنی کا مشہور مستشرق تھا وہ اپنے دور میں عربی دانوں میں سرِ فہرست تھا۔ اور پہلا قابل ذکر جرمن مستشرق تھا اہل کلیسا نے اسے زندیق قرار دیدیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی کتاب میں اسلام کی تعریف کی تھی اس نے گمراہی اور جھوٹ وغیرہ کی ان الزامات کی تردید کی تھی جو مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف لگائے تھے یہ شخص اپنے معتدل رویہ کی وجہ سے اپنے علم کے باوجود انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے ایام پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہوا۔ (ضیا النبی جلد ۶ ص ۲۰۵)

امریکہ میں ایک کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے

جس کا نام ۱۰۰ بااثر شخصیات

THE HUNDRED RANKING THE MOST/NFLUE NTIL

PERSON OF THE WORLD

دنیا میں انتہائی پر اثر افراد۔ اس کا مصنف ایک مسیحی مائیکل۔ ایچ۔ ہارٹ تھا اس نے اس کتاب میں ان شخصیتوں کے حالات زندگی شامل کئے ہیں جنہوں نے نبی نوع انسان پر غیر معمولی اثرات مرتب کئے ہیں مصنف نے ان شخصیتوں کی درجہ بندی کی ہے۔ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست رکھا ہے اور کتاب کا آغاز آپ ہی کے ذکر سے کیا ہے۔

کتاب کے اس باب کا لفظ بلفظ ترجمہ ہمارے ایک نوجوان دوست انصر رضا پیش کر رہے ہیں۔

دنیا کی انتہائی متاثر کن شخصیتوں کی فہرست میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی سرفہرست رکھنے کا میرا انتخاب میرے کسی قارئین کے اعتراضات وسوالات کا باعث بن سکتا ہے مگر تاریخ میں آپ واحد شخصیت ہیں جو دینی اور غیر دینی ماخذوں پر انتہائی کامیاب ہیں۔ کمزور اور پسماندہ بنیادوں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک مذہب روشناس کرایا اور اس کو نافذ بھی کیا اور انتہائی طاقتوں کے رہنما بن گئے آج آپ کی وفات کے ۱۳۰۰ سال بعد بھی آپ کا اثر ونفوذ اسی طرح طاقتور اور قائم ہے۔

اس کتاب میں جن شخصیتوں کو شامل کیا گیا ہے ان کو یہ فائدہ حاصل تھا کہ وہ سیاسی تمدنی اور علمی مراکز میں پروان چڑھیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۵۷۰ عیسوی میں جنوب عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے جو اس وقت پسماندہ علاقہ تھا اور علم وثقافت، صنعت وتجارت اور فنون لطیفہ کے مراکز سے بہت دور تھا چھ

سال کی عمر میں یتیم ہونے کے بعد آپ کی پرورش ایک باادب اور باحیا ماحول میں ہوئی اسلامی روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے آپ کی اقتصادی حالت اس وقت بہتر ہوئی۔ جبکہ پچیس سال کی عمر میں آپ نے ایک خوشحال بیوہ سے شادی کی تاہم چالیس سال کی عمر کو پہنچنے تک بہت کم ایسے آثار تھے، جو یہ ظاہر کرتے کہ آپ ایک ممتاز شخص ہیں۔

عرب اس وقت کئی خداؤں کو مانتے تھے۔ مکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تھوڑی سی تعداد بھی تھی جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ خدا آپ سے کلام کرتا ہے اور اس خدا یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا دین پھیلانے کے لئے منتخب کیا ہے۔

تین سال تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی دوستوں اور اہل وعیال میں تبلیغ کرتے رہے پھر ۶۱۳ء میں آپ نے عوام میں تبلیغ شروع کی آہستہ آہستہ لوگ آپ کو مانتے گئے مگر ساتھ ہی مکہ کے سرداروں نے آپ کو اپنے لئے خطرہ تصور کرنا شروع کیا۔ ۶۲۲ میں اپنی حفاظت کے پیش نظر مکہ سے دور شمال کی جانب مدینہ چلے گئے جہاں آپ کو ایک سیاسی طاقت دینے کی پیش کش کی گئی تھی۔ یہ روانگی جو ہجرت کہلاتی ہے رسول اللہ کی زندگی کا ایک اہم امور تھی مکہ میں آپ کے پیروکار بہت کم تھے مدینہ میں پیروکار بڑھ گئے اور جلد ہی آپ نے مطلق العنان حکمران کی حیثیت اختیار کر لی آئندہ چند سالوں میں جبکہ رسول اللہ کے پیروکار تیزی سے بڑھتے گئے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان چند ایک جنگیں لڑی گئیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ کو فاتحانہ واپسی پر ختم ہوئیں۔ رسول اللہ کی باقی ڈھائی سالہ زندگی میں عرب قبیلے تیزی سے اس میں داخل ہوتے گئے۔ جب ۶۳۲ء میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو آپ جنوبی عرب کے باقاعدہ حکمران تھے۔

عرب کے دو قبیلے بڑے خونخوار قسم کے جنگجو تھے لیکن ایک تو ان کی تعداد کم تھی دوسرے وہ نااتفاقی اور خانہ جنگی کا شکار تھے۔ اس سے شمال میں وہ زرخیز علاقوں کی عظیم سلطنتوں کی فوج کا

مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال تاریخ میں پہلی بار محمد ﷺ کے ذریعے متحد ہونے پر اور ایک خدا پر یقین رکھنے کی وجہ سے ان چھوٹی چھوٹی عرب فوجوں نے انسانی تاریخ کی حیرت انگیز فتوحات کا سلسلہ شروع کیا عرب کے شمال مشرق میں ساسانیوں کی عظیم سلطنت فارس قائم تھی اور شمال مغرب میں بازنطینی یا رومی مشرقی حکومت قائم تھی جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔ تعداد کے لحاظ سے عرب دشمنوں کے ہم پلہ نہ تھے اسکے باوجود میدان جنگ میں عربوں نے جلد ہی عراق، شام، فلسطین فتح کر لئے ۶۴۲ کو مصر کو بازنطینی سلطنت سے چھین لیا گیا اور ۶۲۷ء میں قادسیہ اور ۶۴۲ء میں نہاوند کے علاقے میں لڑائی ہوئی ایرانی فوجوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

یہ عظیم ترین فتوحات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی دوست ابو بکر اور عمر بن خطاب کی زیر قیادت ہوئیں یہ فتوحات حرف آخر نہ تھیں۔ ۷۱۱ عیسوی میں عربوں نے شمالی افریقہ سے بحر اوقیانوس تک کا علاقہ فتح کر لیا وہاں سے شمال کی طرف مڑے اور ابنائے جبرالٹر عبور کرتے ہوئے سپین کی دلکوتھ حکومت کو فتح کر لیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسلم فوجیں تمام مسیحی یورپ کو فتح کر لیں گی۔ ۷۳۲ء میں مسلمانوں کو فرانس میں ٹورز کے مقام پر فرینکس کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس دوران یہ بدو قبائل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے کلام کے زیر اثر تھے۔ ہندوستان کی سرحدوں سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک ایک اتنی بڑی سلطنت بنا چکے تھے جس کی مثال تاریخ آج تک پیش نہ کر سکی اور جہاں جہاں یہ فوجیں گئیں وہاں کی کثیر آبادی جوق در جوق ان کے مذہب میں داخل ہوتی گئیں۔

اب ان تمام فتوحات میں کئی باقی نہیں۔ ایرانی رسول اللہ کے وفادار ہونے کے باوجود عربوں سے آزادی حاصل کر چکے ہیں سپین میں سات صدیوں کے بعد مسیحی فوجوں نے تمام علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیا بہر حال قدیم تہذیب کے دو مراکز مصر اور عراق اور شمالی افریقہ کا سارا کنارا ابھی تک عرب ہے۔

یہ نیا مذہب بہر حال ملحقہ ممالک میں اور اسلامی فتوحات کی متعینہ سرحدوں سے دور پرے تک پھیلتا رہا موجودہ دور میں اس کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں افریقہ، وسطی ایشیا، شمالی ہندوستان، پاکستان اور انڈونیشا میں پائے جاتے ہیں۔ جزیروں کے مجموعے انڈونیشیا میں ان کو متحد رکھنے والی قوت اسلام ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں اور پنڈتوں میں اختلاف کی وجہ اسلام ہے۔

اب دیکھیں انسانی تاریخ پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجموعی اثر کتنا ہے باقی مذہب کی طرح قرآن اپنے ماننے والوں کی زندگی پر عظیم الشان اثر ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے بڑے بڑے بانیان مذہب اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں چونکہ مسیحی مسلمانوں سے تعداد میں تقریباً دو گنے ہیں اس لئے اس فہرست میں محمد ﷺ کو یسوع مسیح سے پہلے رکھنا عجیب سا لگتا ہے۔

میرے اس فیصلے کی دو اہم وجہیں ہیں اول یہ کہ اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کردار سے کہیں زیادہ بڑا اور اہم کام سرانجام دیا جو مسیح نے مسیحیت کیلئے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یسوع نے مسیحیت کی اخلاقی و روحانی شاخ کی تعلیم دی جبکہ مسیحیت کے اصول وضوابط طے کرنے اور عہد نامہ جدید کی تصنیف کا کام بیشتر سینٹ پال نے کیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے اخلاقی اور روحانی اصول اور شریعت دینے والی کے واحد شخصیت ہیں اس کے ساتھ اس مذہب کو پھیلانے اور مذہبی اعمال مرتب کرنے میں بھی رسول اللہ نے کلیدی کردار سرانجام دیا۔ اسکے علاوہ آپ مسلم مقدس صحیفے قرآن کے بھی مصنف ہیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی فرامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا عقید یہ تھا کہ یہ براہ راست اللہ کی طرف سے نازل ہورہے ہیں۔ یہ الہامات رسول اللہ کی زندگی میں ہی تحریر کر لئے گئے تھے اور آپ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد اسے مستند شکل میں جمع کرلیا گیا۔ لہذا قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات و تعلیمات کو تقریباً

اس کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ مسیح کی تعلیمات میں ایسا مفصل مجموعہ کہیں بھی نہیں ملتا۔ قرآن مسلمانوں کے لئے اتنا ہی اہم ہے جتنا مسیحیوں کے لئے بائبل۔ اس لئے رسول اللہ کا اثر قرآن کے ذریعے مسلمانوں پر گہرا اور عظیم الشان ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسیح اور سینٹ پال کے مسیحیت مجموعی اثر سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ یسوع کے برعکس رسول اللہ دین کے علاوہ غیر دینی محاذ پر بھی انتہائی کامیاب ہیں در حقیقت عرب فتوحات کے پیچھے کام کرنے والی قوت کی حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دور کے سیاسی لیڈروں سے زیادہ بااثر ہیں۔

کئی اہم تاریخی واقعات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے اور رہنماؤں کے بغیر بھی وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے ان کی قیادت کی مثلاً جنوبی امریکہ کی کالونیاں سائمن بلیوٹر کے بغیر سپین سے آزادی حاصل کر سکتی تھیں لیکن عربوں کی فتوحات کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ایسے واقعات نہیں ہوئے تھے اور ہم یہ ہرگز نہیں مان سکتے کہ آپ کے بغیر عرب ایسی فتوحات حاصل کر سکتے تھے۔ تیرہویں صدی منگولوں کے حملے ابتدائی طور پر چنگیز خان کی دم سے ہوئے تھے۔ یہ فتوحات اگرچہ عربوں سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں لیکن مستقل نہ رہ سکیں مگر آج منگولوں کے پاس صرف وہی علاقہ ہے جو چنگیز خان کے زمانے میں ان کی تحویل میں تھا یہ فتوحات عربوں کی فتوحات سے کہیں زیادہ تھیں۔ عراق سے مراکش تک عرب قوموں کی ایک لمبی زنجیر ہے جو نہ صرف اسلام کے رشتے سے بلکہ ثقافت وزبان اور تاریخ کی وجہ سے آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔

قرآن میں اسلام کی مرکزیت اور یہ حقیقت کہ یہ عربی زبان میں تحریر کیا گیا۔ عربی زبان کو مختلف زبانوں میں تقسیم ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔ تقسیمیں اور اختلافات عرب ملکوں میں ضرور موجود ہیں۔ مگر ہمیں اس جزوی اختلافات کو دیکھ کر اس عظیم طاقت کو نہیں بھولنا

چاہیے جو انہیں باہم باندھے ہوئے ہے۔ اس لئے تیل کی بندش کے معاہدے ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء تمام عرب ملک شامل تھے ایران اور انڈونیشیا باوجود مسلم ملک ہونے کے اس میں شامل نہیں ہوئے لہٰذا ساتویں صدی کی عرب فتوحات آج بھی اثر انگیز ہیں اور یہ چیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ کی واحد اور سب سے زیادہ اثر انگیز شخصیت بتاتی ہے۔

(ماخوذ ماہنامہ حکایت شمارہ جون ۱۹۸۲)

لیکن پیغمبر اسلام کے متعلق مثبت خیالات کا اظہار کرنے والا مستشرق بھی لکھتا ہے مزید برآں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کے مصنف ہیں بھی لکھتا ہے اور ان کے خیالات کا مجموعہ ہے اور جس کے بارے میں ان کا خیال ہے وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست نازل ہوا ہے مسلمان جب مائیکل ہارٹ کے ان جملوں کو پڑھیں جن میں حضور کی تعریف تو ہے لیکن یہ نہ بھولیں کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا بڑا ہمدرد ہے بلکہ ساتھ ہی ان جملوں کو بھی پڑھیں جن پر حضور پر الزام لگا رہا ہے کہ آپ نے قرآن خود تصنیف کر کے اس کو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ (ضیاء النبی جلد ۶ ص ۲۰۵)

ڈاکٹر موریس بکائلے

فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر موریس بکائلے کائناتی حقائق کے متعلق قرآن حکیم اور بائبل کے بیانات کو جدید سائنس سے ثابت شدہ نظریات کے پیمانے پر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے اس تجزیے میں وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قرآن حکیم نے بے شمار سائنسی موضوعات کو بیان کیا ہے۔ لیکن جدید سائنس قرآن حکیم کے کسی ایک بیان کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکتی۔ جبکہ بائبل میں بے شمار ایسے بیانات ہیں جو جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں غلط قرار پائے ہیں۔

ڈاکٹر بکائلے نے اپنی اس تحقیق کو اپنی کتاب بائبل اور قرآن اور سائنس میں بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر بکائلے کہتے ہیں جب میں نے پہلی مرتبہ قرآن پاک کا تجزیہ کیا تو یہ تجزیہ معروضی اور غیر

جانبدار تھا میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآن اور جدید سائنس میں کس حد تک ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ مجھے قرآن کے تراجم کے ذریعہ معلوم تھا کہ قرآن مظاہر فطرت کا اکثر ذکر کرتا ہے لیکن اس سلسلے میں میرا علم بالکل محدود تھا۔ میں نے قرآن کے عربی متن کا بغور مطالعہ کیا۔ میں اپنے مطالعہ میں جن چیزوں سے آگاہ ہوا ان کی باقاعدہ فہرست بنائی آخر میرے سامنے دلائل کا جو انبار جمع تھا مجھے اس کو تسلیم کرنا پڑا قرآن حکیم میں ایک بیان بھی ایسا نہ تھا جس پر جدید سائنس کے نقطہ نظر سے حملہ کیا جا سکتا ہو میں نے عہد نامہ قدیم میں بھی کتاب پیدائش سے آگے نہ بڑھا تھا کہ میرے سامنے کئی ایسے بیانات آئے جو جدید سائنس کے ثابت شدہ حقائق سے متصادم تھے۔ انجیل کو کھولا تو فوراً ایک مسئلہ سامنے آ گیا پہلے صفحے پر ہی ہماری نظر عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامے پر پڑتی ہے لیکن متی اور لوقا کی انجیلوں میں جو نسب نامے درج ہیں وہ باہم متضاد ہیں۔

لوقا کی انجیل میں زمین پر نسل انسانی کی جو عمر بتائی گئی ہے وہ علم جدید سے بالکل متصادم ہے۔

لا مارتین

فرانسیسی فلسفی لا مارتین اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

کیا تم سمجھتے ہو محمد دھوکہ باز، شاطر اور جھوٹا تھا لیکن میں تمہارے روبرو اعلان کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تاریخ کے مطالعہ کے بعد ان کے متعلق اس قسم کے خیالات نہیں رکھے جا سکتے۔ وہی لا مارتین کہتا ہے۔

فلسفی، خطیب، رسول، شارح، قائد، فکر و نظر کے دروازے کھولنے والے، انسانوں کو عقل کی طرف راغب کرنے والا، ایسے عقائد کا مبلغ جو دل اور ذہن دونوں کے موافق ہوں ایسے دین کا بانی جس میں بت پرستی کا شائبہ تک نہیں کرۂ ارض پر بیس مادی سلطنتوں اور ایک عظیم روحانی سلطنت کا بانی۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لا مارتین ایک اور مقام پر لکھتا ہے۔

کون سا شخص ایسا ہے جس کو صرف معیار پر پرکھا جائے جو عظمت انسان کو پرکھنے کے لئے وضع ہوتے ہیں تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑا نظر آئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواوہ کون ہے جس میں ہر انسانی عظمت اپنے عروج پر نظر آتی ہو۔

لا مارتین اپنے اس تبصرے کا اختتام ان الفاظ پر کرتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے کم ہیں اور انسان سے برتر ہیں یعنی وہ خدا کے نبی ہیں۔

پروفیسر۔لیک

یورپ کا مشہور مصنف پروفیسر لیک کہتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی زندگی کو اس سے بہتر طور پر بیان نہیں کرسکتا جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی ہے۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

یتیم آمنہ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ ضعیف اور محتاج کے لئے رحمت ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیموں، مسافروں، پریشان حال لوگوں، مقروضوں اور تمام فقرا و مساکین کے لئے حقیقی رحمت تھے۔ آپ عورت کے لئے بھی رحمت تھے جس کو اس زمانے میں اشیاء ضرورت سے زیادہ حاصل نہ تھی آپ نے ساری دنیا میں تمام دینوی اور تمام نظاموں سے پہلے عورتوں کو عزت کا مقام عطا کیا۔

آؤ ہم پورے اخلاص دردمندی اور عاجزی سے پڑھیں۔ اللھم صلی علی محمد وعلی اتباعہ وحبہ اجمعین۔ حضور علیہ صلی اللہ کی تعریف میں یہ کلمات لکھنے کے بعد پروفیسر لیک لکھتا ہے۔ میں آخر میں یہاں اس عالمی خیر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حرمت شراب کی شکل میں بنی نوع انسان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کی اور اس ایک حکم کی وجہ سے چودہ صدیوں کے درمیان

کروڑوں لوگوں کو ذلت کی زندگی سے بچالیا امریکہ میں لوگوں کو شراب نوشی سے روکنے کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کو سامنے رکھو اور پھر قیاس کرو کہ کیا یہ عظیم معجزہ نہیں کہ شراب نوشی معاشرے کو جن تباہیوں سے دوچار کرتی ہے ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو صرف مواعظ حسنہ اور ایک جملے کے ذریعے محفوظ کر لیا۔ (ضیاء النبی جلد ۶ ص ۲۱۰)

بعض مستشرقین اسلام کی پناہ میں

گزشتہ اوراق میں ہم نے مستشرقین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسلام قبول کئے بغیر اسلام ہم نے انکی تعلیمات کی تعریف کی ہے اسلام کی تعلیمات نے صرف مخالفوں سے اپنی تعریف ہی نہیں کرائی بلکہ ان میں سے بے شمار لوگوں کو اپنے حلقے میں شامل ہونے پر مجبور بھی کیا ہے۔
بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے یورپ اور امریکہ میں آنکھیں کھولیں مستشرقین سے تعلیم حاصل کی لیکن آخر کار توفیق خداوندی نے انہیں ملت اسلامیہ کا فرد اور جزو لاینفک بنا دیا۔
ذیل میں ہم ایسے چند خوش نصیب لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو ان کی تحقیق و جستجو نے منزلِ مراد تک پہنچایا اور انہوں نے کلمہ توحید پڑھ کر دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کی سعادت حاصل کی۔

عبداللہ بن عبداللہ

ان کے قبول اسلام کا حال پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب ''دعوت اسلام'' میں تفصیل سے کیا ہے۔ ہم اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔
پروفیسر آرنلڈ نے عبداللہ بن عبداللہ کا پرانا نام عیسائی ذکر نہیں کیا کیونکہ پروفیسر مذکور نے ان کے حالات ان کی خودنوشت سے نقل کئے ہیں جس میں ان کا صرف اسلامی نام مذکور ہے۔
عبداللہ جزیرہ ہورقہ میں ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت اس انداز سے ہوئی کہ وہ بڑے ہو کر عیسائی پادری بن سکیں مختلف یونیورسٹیوں سے دینیات کی تعلیم حاصل

کرنے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ایک عمر رسیدہ پادری کی خدمت میں گذارا اس پادری عالم کو عالم عیسائیت میں بڑی شہرت حاصل تھی اور لوگ اس کے بڑے قدردان تھے پادری کو اس شاگرد پر بڑا بھروسہ تھا اور اس نے اپنے مال ومتاع کی کنجیاں اس کے حوالے کر رکھی تھیں۔

ایک دن پادری اپنی درسگاہ نہ جا سکا اس کی عدم موجودگی میں اس کے شاگرد دیر تک عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول پر بحث کرتے رہے کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام فارقلیط ہوگا وہ یہ بحث کرتے رہے کہ اس کلام میں اقلیط سے مراد کون ہے۔ لیکن وہ کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکے۔ عبداللہ نے واپس جا کر پادری سے اس بحث کا ذکر کیا اور اپنے استاد سے درخواست کی کہ جس طرح انہوں نے علم کے بے بہا موتی عطا فرما دیتے ہیں اسی طرح اس عقدے کو بھی حل کر دیں پادری نے رونا شروع کر دیا اور کہا میرے بیٹے بے شک تم مجھے بہت عزیز ہو کیونکہ تم نے میری بہت خدمت کی ہے فی الواقع اس مبارک نام کے معنی دریافت کرنے میں کیا فائدہ ہے مگر مجھے خوف ہے میں نے اگر اس کے معنی تم پر ظاہر کر دیئے تو عیسائی تجھے فوراً مار ڈالیں گے۔ عبداللہ نے راز کو افشا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ تو پادری نے کہا۔ اے میرے فرزند۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ فارقلیط پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام ہے اور وہ یہی پیغمبر ہیں۔ جن پر وہ چوتھی کتاب نازل ہوگی جس کا اعلان دانیال کی زبان سے ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین یقیناً سچا دین اور ان کا مذہب بھی شاندار اور پرنور مذہب ہے جس کا ذکر انجیل میں آیا ہے۔

پادری نے عبداللہ کو دین اسلام قبول کرنے کی نصیحت کی لیکن خود عبداللہ کی منت سماجت کے باوجود اس نعمت کو اپنے دامن میں سجانے سے محروم رہا۔

عبداللہ اپنے استاد سے رخصت ہوا مختلف ممالک سے ہوتا ہوا تیونس جا پہنچا وہاں کے عیسائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا کیونکہ عبداللہ کے علم کی شہرت عالم عیسائیت میں دور دور

تک پھیلی ہوئی تھی۔ دو چار مہینے عیسائیوں کے پاس رہا اسکی بڑی خاطر مدارت کی گئی۔ آخر وہ تیونس کے سلطان ابوالعباس احمد کے پاس پہنچے اور اسلام قبول کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا سلطان نے انہیں خوش آمدید کہا۔

عبداللہ نے درخواست کی کہ سلطان ان کے اسلام قبول کرنے کے اعلان سے پہلے عیسائیوں سے ان کے متعلق رائے دریافت کریں کیونکہ جو شخص اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے اس پر اس کے ہم مذہب ہر قسم کی الزام تراشیوں کو روا رکھتے ہیں۔ سلطان نے کہا تم نے تو وہی بات کہی جو حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کہی تھی۔

سلطان نے عبداللہ کی درخواست کے مطابق عیسائیوں کو شاہی دربار میں جمع کیا اور ان سے عبداللہ کے بارے میں پوچھا۔ جب سلطان عیسائیوں سے سوال جواب کر رہے تھے تو عبداللہ برابر والے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے بہت بڑے عالم ہیں ہمارے علماء کہتے ہیں کہ انہوں نے علم وفضل میں عبداللہ سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا سلطان نے عیسائیوں سے پوچھا کہ اگر تمہارا پادری مسلمان ہو جائے تو تم اس کی نسبت کیا خیال کرو گے انہوں نے جواب دیا۔ معاذ اللہ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ سلطان نے عبداللہ کو اپنے پاس بلایا عبداللہ دوسرے کمرے سے اٹھ کر سلطان کے پاس آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔

عیسائیوں نے عبداللہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ اس شخص نے صرف شادی کے شوق میں یہ حرکت کی ہے۔ کیونکہ پادری کی حیثیت سے وہ شادی نہیں کر سکتا تھا۔

عبداللہ نے مسلمان ہونے کے بعد ۱۴۲۰ میں عیسائیوں کی رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ہدیۃ الاریب فی رد اصل الصلیب'' رکھا پروفیسر آرنلڈ نے عبداللہ کے حالات اسی کتاب کے مقدمے سے نقل کئے ہیں۔

مسٹر ڈبلیو۔ ایچ کیولیم

مسٹر ڈبلیو ایچ کیولیم ایک انگریز قانون دان تھا اس نے قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا اس کی توجہ اسلام کی طرف اس وقت مبذول ہوئی جب اس نے ۱۸۸۴ میں مراکش کا سفر کیا اسے یہ بات دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ پیروانِ اسلام بڑے مخلص لوگ ہیں۔ شراب نوشی اور دوسری برائیوں سے پاک ہیں جو انگلستان کے بڑے شہروں میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

کیولیم نے اسلام قبول کر کے مورپول میں ایک مسلم مشن قائم کیا اور تبلیغی کوششیں شروع کیں اس نے تمام لوگوں کو لیکچر دیئے چھوٹی کتابیں شائع کیں ایک رسالہ جاری کیا انگریزوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

انگلستان سے اٹھنے والی تحریک تبلیغ اسلام کی اس تحریک نے اسلامی ممالک میں جوش پیدا کر دیا۔ ۱۸۹۱ میں ترکی کے سلطان نے کیولیم کو ملاقات کے لئے قسطنطنیہ بلایا اور پھر تین سال بعد سلطان نے ایک مسلمان تاجر کو کیولیم کو تحائف دیکر بھیجا۔ (دعوت اسلام ص ۴۱۴، ۴۲۵۔ ضیاء النبی جلد ۶ ص ۲۱۵)

رسل ویب

ان کا پورا نام محمد الیگزینڈر رسل ویب ہے ان کا تعلق امریکہ سے ہے۔ یہ ادیب، مصنف اور صحافی تھے سینٹ جوزف گزٹ دور میسوری ری پبلکن کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۸۸۷ میں منیلا (فلپائن) میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کونسلر مقرر ہوئے وہاں انہوں نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا وہ ابتداء میں عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ پھر مادہ پرست بنے اور پھر آخر توفیق خداوندی نے دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

وہ پہلے منیلا سے ہندوستان آئے وہاں بڑے بڑے شہروں میں اسلام پر لیکچر دیئے پھر وہ امریکہ گئے اور ایک عرب تاجر حاجی عبداللہ کے تعاون سے نیویارک میں ایک اسلامی مشن قائم کیا انہوں نے ایک رسالہ بھی مسلم ورلڈ کے نام سے جاری کیا۔

رسل ویپ فرماتے ہیں۔

میں گہرے اور وسیع مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اسلام وہ واحد اور بہترین نظام حیات ہے جو انسان کی روحانی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے بعض نوجوانوں کے برعکس میں ابتدا ہی سے مذہب کے ساتھ اچھا خاصا لگاؤ رکھتا تھا۔ مگر بیس سال کی عمر میں میں جوں ہی شعور مند ہوا۔ چرچ کے خشک رسومات وقیود سے سخت بیزار ہو گیا۔ عیسائیت سے بیزار ہو کر میں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا لیکن کوئی مذہب مجھے مطمئن نہ کر سکا آخر اسلام کو پڑھنے کا موقعہ ملا تو حق واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ یاد رہے میں نے اسلام کسی جذباتی ردعمل، اندھی عقیدت یا سطحی جوش سے متاثر ہو کر قبول نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے ایک طویل مخلصانہ، دیانتدارانہ اور قطعی غیر متعصّبانہ مطالعہ کارفرما ہے۔ (دعوت اسلام ص ۲۲۴)

ڈاکٹر مارٹن لنگز

مشہور برطانوی مستشرق ڈاکٹر مارٹن لنگز مصر یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر تھے پھر برٹش میوزیم لائبریری کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ انہوں نے اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا اسلام کی تعلیمات سے دوسرے ادیان کی تعلیمات سے موازنہ کیا۔ اسلامی تصوف خصوصی طور پر ان کے زیر مطالعہ رہا آخر قسمت نے یاوری کی اور بقول علامہ زکریا ہاشم زکریا وہ تصوف کی سیڑھی سے خدا تک جا پہنچے۔

انہوں نے ابوبکر سراج الدین کا اسلامی نام اختیار کیا اور اسلام کی نورانی اور حیات بخش تعلیمات کو دنیا کے کونے تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔

انہوں نے سیرت پاک پر ایک کتاب لکھی جس میں وہ اپنے اسلام قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں۔ مجھے اسلامی تصوف کی انسان دوستی، ذوق، وجدان، خدا سے بندوں کا تعلق اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے متعلق واضح احکامات نے اسلام کی طرف مائل کیا۔

(ہاشم زکریا ہاشم المشر فون والاسلام ص ۳۹، ۱۹۶۸)

ڈاکٹر ارتھر کین

امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر ارتھر کین نے توفیق خداوندی سے اسلام قبول کیا اور علی محمد کریم نام اختیار کیا وہ اپنے اسلام قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں۔

بیس سال کی عمر تک میرا خدا پر ایمان نہ تھا میرا گھرانہ مذہبی تھا اور میں اپنے اہل خانہ کا دل رکھنے کے لئے گرجا جایا کرتا تھا لیکن میرے ذہن میں مادے کے سوا کسی کا وجود نہ تھا۔ میری زندگی روحانی عنصر سے مطلقاً بے بہرہ تھی۔ ایک وقت آیا کہ مجھے اپنی اس بے کیف زندگی کے متعلق بے چینی محسوس ہونے لگی۔ کاغذ کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ لگا۔ جس میں قرآن کریم کی چند آیات مع ترجمہ لکھی ہوئی تھیں میں نے ان کو پڑھا اور محسوس کیا کہ یہ کلام مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں نے مختلف ادیان کا مطالعہ شرع کیا میں نے عیسائیت، یہودیت، بدھ مت کے متعلق اور اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا گو تمام ادیان میں کچھ چیزیں ایسی تھیں جن کے حق ہونے کے متعلق مجھے قلبی اطمینان حاصل ہوا لیکن اسلام میں مجھے عجیب چیزیں نظر آئیں۔ حق کی شکل میں حق کی بعض چیزیں نہیں بلکہ حق کا پورا نظام نظر آ گیا اسلام کی تعلیمات میں مجھے صراحت، عظمت، برتری اور عظیم روحانیت نظر آئی۔

دس سال کے مطالعہ سے مجھے عقلی اور روحانی طور پر یقین ہو گیا کہ اسلام سچا دین ہے۔

میں نیویارک میں مسجد میں پہنچا میں نے محسوس کیا کہ میرے اندر کا انسان مجھے نمازیوں کے ساتھ ملکر نماز پڑھنے کی طرف کھینچ رہا ہے۔ میں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کی اور

میرے رب نے میرے دل کو ہدایت کے نور سے بھر دیا۔

ڈاکٹر علی کریم قرآن حکیم کے متعلق لکھتے ہیں۔

یہ مقدس نورانی کتاب ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔

ڈاکٹر موصوف اسلامی شخصیات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام غزالی کو اپنی محبوب ترین شخصیت قرار دیتے ہیں۔ جن کی تحریریں عقل اور روح دونوں کو متاثر کرتی ہیں۔

(المشرقون والاسلام ص ۵۱)

جان پسنت

انگریز جان پسنت نے اسلام قبول کیا اور محمد جان نام تجویز کیا اور یہی نام اختیار کر لیا اس نے پندرہ سال کی عمر میں ادیان کا مطالعہ شروع کیا اس کا تعلق برطانیہ کی تالویشن آرمی کے ساتھ تھا جس کا مشن عیسائیت کی تبلیغ ہے۔ وہ کہتا ہے

میں نے عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا لیکن مجھے عیسائیت میں انسانی زندگی کے بے شمار مسائل کا شافی حل نظر نہ آیا میرے دل میں عیسائیت کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے۔ میں اشتراکیت کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس نظام میں میری روح کے لئے کچھ نہ تھا پھر بدھ مت اور دیگر ادیان کے مطالعہ کے بعد ۱۹۵۰ء میں آسٹریلیا کے ایک تبلیغی مشن کے دوران اسلام کی طرف متوجہ ہوا۔

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تفصیلی مطالعہ کیا اسلام کے مطالعہ سے مجھے اپنی زندگی کے تمام مسائل کا حل پوری وضاحت کے ساتھ مل گیا۔

میں نے دیکھا اسلام میں فرد اور معاشرے دونوں کی فلاح کے لئے قوانین موجود ہیں اور اسلام معاشرے کو مساوات اور توحید کی بنیادوں پر استوار کرنے کا علمبردار ہے تو میں نے اسلام کی طرف عقلی اور روحانی کشش محسوس کی۔

میں نے اسی دن اپنے رب سے عہد کر لیا کہ اپنی زندگی اسلامی ہدایت کے نور کو اکناف عالم

میں پھیلانے کے لئے وقف کردوں گا۔ برطانیہ واپس پہنچ کر میں نے برٹش مسلم ایسوسی ایشن قائم کی اور تبلیغ اسلام کے کام میں ہمہ تن مصروف ہو گیا میرے کثیر ہم وطن انگریزوں نے اسلام کی تعلیمات کو سمجھ لینے کے بعد اسلام قبول کرلیا۔

علاوالدین شلبی

علاوالدین شلبی جرمن مفکر ہیں وہ اپنے اسلام قبول کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

میں نے مغرب کی گمراہی کو محسوس کرنا شروع کیا مغرب الحادیت اور سرمایہ داری کے مادی نظاموں میں سرگردان تھا وہ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے دوسروں کے حقوق غصب کرنے ،ان کا خون چوسنے اور خون بہانے میں مصروف تھے لالچ اور ظلم کی مشترک قدرں نے ہزار اختلاف کے باوجود ظالموں کو جمع کردیا تھا۔

اس تاریک ماحول میں میں نے محسوس کیا کہ اسلام تمام ادیان کا نچوڑ ہے اس کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے اس کے ستون وہ حقائق ہیں جو عقل وروح دونوں کو مطمئن کرتے ہیں۔ یہ دین خدا کے مختار اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ ملائکہ، الہامی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے کے دعوت دیتا ہے یہ لوگوں کو اعمال حسنہ کی تعلیم دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن جب ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کے اصولوں پر فیصلے ہوں گے ان کے چہرے نور سے معمور ہوں گے۔ مجھے اس بات پر شدید ندامت ہوئی کہ میں گوری نسل سے ہوں وہ گوری نسل جس نے اپنے ظلم و عدوان اور کفر وطغیان کی وجہ سے انسانیت کے اعمالنامے کو سیاہ کردیا تھا۔ یہ نسل انسانی قدروں سے آزاد ہوگئی انسانوں کو رنگ ونسل کی بنیاد پر تقسیم کیا اور اس راستے پر ایسے مظالم کا ارتکاب کیا جس سے انسانیت اپنی اصلیت سے محروم ہوگئی۔

یہ نسل سفید پتھر کی مانند ہے جس کا رنگ تو سفید ہوتا ہے لیکن وہ رحمت ومحبت کے جذبات سے محروم ہوتا ہے میں اسی کش مکش میں مبتلا تھا کہ ایک روز میری نظر تلاوت قرآن کے دوران

اس آیت پر پڑی۔ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰہِ دوڑو اللہ کی طرف۔ میں نے سوچا کہاں جاؤں آخر قاہرہ جانے کا فیصلہ کیا ایک مجلس میں پہنچا جہاں اکناف عالم سے آئے ہوئے مسلمان رنگ و نسل کے تمیز کیے بغیر ذکر اللہ میں مصروف تھے میں بھی اس مجلس میں شامل ہو گیا میں اس وقت اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین آدمی سمجھ رہا تھا۔ جب میرا ہاتھ ایک سیاہ فام مسلمان بھائی کے ہاتھ میں تھا اور ہم نے یک زبان ہو کر اللہ احد کا نعرہ مستانہ بلند کر رہے تھے۔

سچ ہے اسلام وہ دین ہے جو کبھی مغلوب نہ ہو گا یہ دین باقی رہے گا خواہ لالچ کے مارے ہوئے کم فہم لوگ اس کو نقصان پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں۔ (ضیاء النبی ۶ ص ۲۴۰۔ المستشرقون والاسلام ۴۵۱، ۴۵۲)

الفونس اتیین

مشہور فرانسیسی مستشرق الفونس اتیین ایک سلیم الفطرت انسان تھے وہ ایک ماہر آرٹسٹ تھے وہ مدتوں مظاہر فطرت میں رب کائنات کی شان خلاقیت کا مشاہدہ کرنے میں مصروف رہے آخر کار اسلام کے نور ہدایت نے ان کی رہنمائی کی اور وہ مسلمان ہو گئے اور اپنا نام ناصر الدین اختیار کیا اور پھر اپنی زندگی اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے خدمت دین میں گذاری۔ انہوں نے مستشرقین کی طرف سے اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کے کافی شافی جواب دیئے اور ثابت کیا کہ اہل مغرب علم، ثقافت یا شجاعت کسی میدان میں بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

لارڈ ہنڈلے الفاروق

ان کا پہلا نام وائٹ آنریبل سر رولینڈ جارج ایلسن تھا۔ وہ انگلستان کے طبقہ امرا میں بلند مقام رکھتے تھے۔ وہ سیاست دان بھی تھے اور مصنف بھی وہ کچھ عرصہ سائبیری جنرل کے

سربراہ بھی رہے۔انہوں نے فوجی افسر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں انہوں نے ۱۹۱۸ میں اسلام قبول کیا اور شیخ رحمت اللہ الفاروق کے اسلامی نام سے موسوم ہوئے ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب۔اے ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام A کافی مشہور ہے۔جناب شیخ رحمت اللہ الفاروق اپنے اسلام لانے کے متعلق لکھتے ہیں۔

ممکن ہے میرے کچھ دوست سمجھیں کہ میں نے مسلمانوں سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا ہے لیکن میرے اسلام لانے کا سبب یہ نہیں۔میرا اسلام تو کئی سالوں سے مسلسل مطالعہ کا نتیجہ ہے۔میں نے جب مسلمانوں سے اسلام کے موضوع پر گفتگو شروع کی تو مجھے اس بات سے خوشی ہوئی اور قلبی سکون ملا کہ میرے خیالات اور افکار اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔

قرآن کی تعلیمات کے مطابق انسان دین اسلام اسی صورت میں قبول کرسکتا ہے۔جب ان کا دل اس کی صداقت پر مطمئن ہو جائے۔جبر وکراہ سے کسی کو اس دین کے حلقے میں داخل نہیں کیا جاسکتا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کا بھی یہی مفہوم ہے۔

دین اسلام کی تعلیمات مروجہ عیسائیت کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے زیادہ قریب ہیں۔کیونکہ نیکی، مسلم وسیع النظری جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہیں وہ مروجہ عیسائیت کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے زیادہ قریب ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے دور نہیں ہوا بلکہ صحیح عیسائیت کے قریب آیا ہوں اور اپنے آپ کو پہلے سے بہتر عیسائی محسوس کرتا ہوں توقع کرتا ہوں کہ میرے سابق ہم مذہب اس مثال کی تقلید کریں گے۔کیونکہ میرے خیال میں یہی بہتر رویہ ہے اور اس اقدام سے انہیں وہی مسرت حاصل ہوگی جو عیسائیت کے دور جانے والے کے مقابلے میں اس کے قریب آنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔

(لما اسلمنا۔ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۲۷۶)

علامہ محمد اسد

ان کا پہلا نام ''لیو پولڈ ویس'' تھا۔ ۱۹۰۰ میں پیدا ہوئے بائیس سال کی عمر میں مشرق وسطیٰ کا سفر کیا جرمنی کے ایک اخبار فرانکفیر نے ان کو مشرق وسطیٰ کے لئے اپنا گشتی نمائندہ مقرر کیا اس منصب کی وجہ سے انہیں مشرق وسطیٰ کے مختلف علاقوں کا سفر کرنے کا موقعہ ملا انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا انہیں مغرب کی مشینی زندگی کی بے چینی اور خود غرضی کے مقابلے میں مسلمانوں کی زندگی میں غربت کے باوجود خلوص اور بے تکلفی نظر آئی جنہیں انہیں اسلام کا مطالعہ کرنے کی طرف متوجہ کیا۔

انہوں نے تفصیل سے اسلام کا مطالعہ کیا اس مطالعہ نے انہیں اسلام کی حقانیت ان پر روز روشن کی طرح واضح کر دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

قبول اسلام کے بعد تقریباً وہ چھ برس تک مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دیگر شہروں میں مقیم رہے پھر برصغیر آ گئے اور سالہا سال شاعر مشرق علامہ اقبال کے قریب رہنے کا شرف حاصل کیا قیام پاکستان کے بعد انہیں حکومت کی زیر سرپرستی ایک جدید محکمہ ''اسلامی جدید تعمیر'' کی تنظیم و نگرانی پر مامور کیا گیا بعد میں ان کی خدمات محکمہ خارجہ کو منتقل کر دی گئیں اور ان کا تقرر وزارتِ خارجہ میں مشرق وسطیٰ کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے ہوا۔ بعد میں وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مندوب بھی رہے۔

ان کا قیام پاکستان کے علاوہ مراکش بھی رہا انہوں نے اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دی۔ ان کی دو کتابیں ''اسلام آن کراس روڈز'' اور ''اے روڈ ٹو مکہ'' بہت مشہور ہیں۔ علامہ محمد اسد نے اے روڈ ٹو مکہ میں اپنے اسلام کے حالات لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں اسلام کی تعلیمات میں سے کسی ایک تعلیم کو متعین نہیں کر سکتا جس نے میرے دل کو اپنی طرف مائل کیا ہو اسلامی تعلیمات حسین اور مکمل مجموعے نے جو صرف روحانی عظمتوں کا امین

اور دوسری طرف عملی زندگی گذارنے کا بہترین پروگرام نے مجھے اپنی طرف مائل کیا علامہ محمد اسد فرماتے ہیں کہ جب اسلامی تعلیمات کی غیر محدود وقوت اور عملی زندگی سے ان کی تطبیق کی صلاحیت مجھ پر منکشف ہوئی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آخر آج کا مسلمان اس حیات بخش اور قوت بخش نظام سے دور کیوں ہو رہا ہے۔ میں نے اس سوال کا جواب کئی مسلمانوں سے پوچھا لیکن مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا یہ سوال میرے ذہن پر یوں سوار ہوا کہ میں مسلمانوں سے اس بات پر جھگڑا شروع کر دیتا کہ وہ اپنے دین سے دور کیوں ہو رہے ہیں۔ گویا میں ابھی غیر مسلم تھا مسلمانوں کے سامنے اسلام کے دفاع میں مصروف تھا اور آخر کار قدرت نے رہنمائی کی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ (ضیاء النبی ۶ ص ۲۲۱)

ڈاکٹر عبداللہ علاؤالدین

والدین نے ڈاکٹر عبداللہ علاؤالدین کو پروٹسٹ طریقے کے مطابق کلیسا میں داخل کیا لیکن تثلیث اور کفارہ کے عقائد کو ان کے ذہن نے قبول نہ کیا انہوں نے پادری سے ان مسائل کی وضاحت کرنے کی درخواست کی تو ان پر منکر خدا ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ پادریوں سے مایوس ہو کر انہوں نے حقیقت کی تلاش کے لئے مطالعہ کا سہارا لیا ان کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ چوبیس گھنٹہ میں صرف دو گھنٹے سوتے تھے وہ خود کہتے ہیں۔ اس مسلسل مطالعہ سے میری صحت خراب ہونے لگی لیکن مجھے کچھ حاصل نہ ہوا لیکن جب میں نے اپنی قوت ارادی پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا تو رحمت ربی نے میری دستگیری فرمائی کسی جہاز ران کے سفرنامے کا مطالعہ کرتے ہوئے میری نظر سورہ اخلاص اور اس کے ترجمے پر پڑی میں حقیقت کو اس طرح سامنے پا کر دنگ رہ گیا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار پڑھا نہ اللہ کو کسی نے پیدا کیا اور نہ ہی اللہ نے اپنا بیٹا پیدا کیا۔ یہ آیت پوری طرح میری سمجھ میں آ گئی مجھے اسلام کا کوئی علم نہ تھا میں نے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے جرمنی سے استنبول تک سائیکل پر سفر کیا۔

میں نے قرآن شریف کو اس خیال سے پڑھنا شروع کیا کہ جس طرح کتاب مقدس کی غلطیاں تلاش کرتا ہوں اسی طرح اس کتاب کی غلطیاں بھی تلاش کروں گا لیکن جوں جوں اس کی تلاوت اور مطالعہ سے مستفیض ہوتا گیا کہ یہی وہ آخری اور سچی ہدایت ہے جس کی مجھے تلاش تھی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے میں استنبول میں ۱۹۵۴ میں مسلمان ہو گیا۔ الحمدللہ یہ دولت نصیب ہوئی۔ (ضیاء النبی ج ۶ ص ۲۲۴)

ڈاکٹر عمر رولف ایرنفلس

ان کا تعلق آسٹریلیا سے تھا پہلی عالمی جنگ چھڑی تو ڈاکٹر عمر رولف ابھی بچے تھے جنگ میں ان کو ترکوں کے حالات جاننے کی طرف مائل کیا انہوں نے ترکوں اور عربوں کے متعلق کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا مطالعہ شروع کیا پھر وہ اپنے والد اور دوست کی نگرانی میں مشرقی مذاہب اور مشرقی زبانوں کی تعلیم میں باقاعدہ مشغول ہو گئے بعد میں انہوں نے اپنے ایک بہترین دوست کے ہمراہ ترکی کا سفر کیا ترکوں کے برتاؤ نے انہیں بہت متاثر کیا وہ اسلام قبول کئے بغیر مسجدوں میں چلے جاتے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز با جماعت میں شامل ہو جاتے۔ مسلمانوں کی زندگی کے تفصیلی مطالعہ اور ان کے رویہ نے ان کو یہ رائے قائم کرنے میں مجبور کر دیا کہ اسلام اپنے اندر ہر قسم کے عصری مسائل کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ یہ وہ نظام زندگی ہے جو انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور توہمات کے بجائے سائنسی بنیادیں رکھتا ہے۔ ترکی سے وطن واپسی پر انہوں نے ترکوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی جو برلن کے رسالے ”مسلم ریویو“ میں قسط وار چھپی اسی رسالے کی وساطت سے ان کی ملاقات سیالکوٹ کے ایس۔ این عبداللہ سے ہوئی جن کے ساتھ انہوں نے برصغیر کا دورہ کیا وہ کہتے ہیں۔

یہ سفر میری زندگی کا فیصلہ کن موڑ ثابت ہوا اور میں نے بالآخر وہ فیصلہ کر ہی لیا جس کی طرف قدرت ایک مدت سے میری رہنمائی کر رہی تھی۔ اسلام کی مندرجہ ذیل باتوں نے مجھے

خصوصی طور پر اپنی طرف متوجہ کیا۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام ایک ہی پیغام لے کر آتے رہے۔ روشنی کا منبع ہمیشہ ایک ہی رہا ہے اور ہر نبی نے نسل انسانی کے سامنے جو پروگرام پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق کائنات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے مثال کارناموں کے باوجود آپ کو مافوق الفطرت حیثیت نہیں دی جاتی۔

اسلام قبول کرنے والا اپنے پرانے مذہب کی کسی سچائی کی نفی نہیں کرتا۔

اسلام انسانی اخوت کا علمبردار ہے اور نسلی یا لسانی تفریق کا قائل نہیں۔

اسلام پوری انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہے۔ (ضیاء النبی ج ۶ ص ۲۲۴)

ڈاکٹر غرینیہ۔ فرانس

ڈاکٹر غیر ینیہ کو بحری سفروں اور کتابوں کا مطالعہ کا انتہائی شوق تھا اسی شوق نے انہیں آخر کار ساحلِ مراد تک پہنچایا۔

اپنے قبول اسلام کے متعلق لکھتے ہیں۔ میں قرآن حکیم کا ورق گردانی کر رہا تھا۔ میری نظر سورہ نور کی ایک آیت پر جم گئیں وہ آیت یہ تھی۔

ترجمہ: (اعمال کفار) ایسے اندھیروں کی طرح ہیں جو گھرے سمندر میں ہوتے ہیں چھا رہی ہوتی ہے اس پر موج۔ اس کے اوپر اور موج اور اس کے اوپر بادل (تر درتہ) اندھیرے میں ایک دوسرے کے اوپر جب وہ نکالتا ہے اپنا ہاتھ تو نہیں دیکھ پاتا اسے اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ جس کے لئے نور نہ پائے تو اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

جب میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقفیت سے بے حد متاثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ایسے شخص ہوں گے جن کے دن

رات میری طرح سمندروں میں گذرے ہوں گے۔ لیکن اس خیال کے باوجود مجھے حیرت تھی اور پیغمبر اسلام کے کمال اسلوب کا اعتراف تھا کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر مگر بلیغ اور جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ گویا وہ خود رات کی تاریکی اور بادلوں کی دبیز سیاہی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بدحواسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری طوفان کے خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر اس قدر گنتی کے لفظوں میں ایسی جامعیت کے ساتھ خطرات بحر کی صحیح کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد معلوم ہوا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی محض تھے اور انہوں نے زندگی بھر سمندر کا سفر نہیں کیا تھا۔

اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا میں نے سمجھ لیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز نہیں بلکہ ان کے خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے قرآن کریم کا دوبارہ مطالعہ کیا اور خصوصاً متعلقہ آیت کا خوب غور سے تجزیہ کیا اب میرے سامنے مسلمان ہوئے بغیر کئی چارہ کار ہی نہ تھا چنانچہ میں نے شرح صدر کے ساتھ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

ڈاکٹر خالد شیلڈرک

ڈاکٹر خالد شیلڈرک کا تعلق انگلستان سے تھا یہ ایک مشہور اور باصلاحیت صحافی تھے انہوں نے عیسائیت کے مذہبی ماحول میں پرورش پائی لیکن عیسائیت کے غیر عقلی عقائد انہیں مطمئن نہ کر سکے انہوں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا اسلام کے متعلق مستشرقین کی کتابیں پڑھیں جو اسلام کے خلاف الزامات سے پُر تھیں اور یہی کتابیں ان کے لئے ہدایت کا سبب بن گئیں وہ خود فرماتے ہیں۔

مذاہب عالم پر انگلستان کی لائبریریوں میں مجھے جتنی کتابیں ملیں میں نے وہ سب پڑھ ڈالیں اس مرحلے پر انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ ان کتابوں میں یہودیت، عیسائیت اور بدھ مت وغیرہ کے بارے میں تو صرف معلومات ہی تھیں مگر اسلام کا جہاں بھی ذکر آتا کوئی بھی مصنف طعن و تشنیع کے بغیر نہیں گذرتا تھا۔ اسلام کے بارے میں ان کتابوں کا ماحصل یہ تھا کہ اسلام بذاتہ کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ وہ محض عیسائی لٹریچر سے ماخوذ چند اقوال کا مجموعہ ہے۔

قدرتاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر واقعی اسلام ایسا ہی بے حقیقت مذہب ہے جیسا کہ ہمارے مصنفین ظاہر کرتے ہیں تو پھر اس پر اس قدر اعتراضات، طعن و تشنیع اور شور و واویلا کی اتنی ضرورت کیوں ہے اور اس کے مقابلہ و مدافعت پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے۔

اس احساس نے غور و فکر کی راہیں مزید کھولدیں اور یہ بات میرے دل میں بیٹھتی چلی گئی کہ اگر عیسائی مصنفین مذہب اسلام سے خائف نہ ہوتے اور اس کی قوت و حرکت سے مرعوب نہ ہوتے تو اس سے مقابلہ و مجادلہ کی اس قدر فکر نہ کرتے نہ اٹھتے بیٹھتے اس کی تذلیل کے درپے ہوتے۔ اب میں نے طے کر لیا کہ اسلام پر خود مسلمانوں کی کتابیں پڑھونگا اور اسے اسکے صحیح آئینے میں دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میں نے سارا وقت اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے میں لگا دیا اور خدا کا شکر ہے کہ حقیقت تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہ لگی۔

میں نے مذہب دیکھ لیا کہ اسلام کے خلاف اعتراضات کی جو بوچھاڑ کی جاتی ہے وہ قطعی بے بنیاد ہے اسلام ہی دین فطرت ہے اور سلامت رکھنے والا کوئی فرد اس سے زیادہ عرصہ تک دور نہیں رہ سکتا چنانچہ میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا میں نے اپنے قبول اسلام کی اطلاع اپنے والد کو دی۔ عجیب بات یہ ہے کہ انہیں میرے عیسائیت کو خیر باد کہنے سے تو کوئی رنج نہ ہوا مگر میرے قبول اسلام کی خبر سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگی اور ان کے ساتھ خاندان نے بھی شدید صدمہ محسوس کیا۔

یوسف مظفرالدین

یوسف مظفرالدین شمالی امریکہ کے اسلامک پارٹی کے رکن ہی نہیں بلکہ بانی وچیئرمین بھی ہیں ـ جس کی بنیاد ۱۹۷۱ میں رکھی گئی تھی ـ وہ پولیٹیکل سائنس کے استاد بھی رہے ہیں اور شعبے کے اعتبار سے پبلشر ہیں اسلامک پارٹی صحیح العقیدہ امریکی مسلمانوں کی سب سے بڑی سب سے زیادہ فعال اور سب سے زیادہ سرگرم جماعت ہے اور سیاست، مذہب، تعلیم اور رفاہِ عامہ کے مقابلے میں قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے ـ یوسف مظفرالدین نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا وہ شعلہ بیان خطیب، پرجوش مبلغ اور انقلابی رہنما ہیں ـ مطالعہ کے بے پناہ شوقین ہیں اور اب صرف اسلامی معیشت پر پانچ سو منتخب کتابیں پڑھ چکے ہیں ـ ان کا مشورہ ہے کہ اگر لوگ اسلام کی انقلابی روح کو پوری طرح سمجھنا چاہتے ہیں تو انہیں سید مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن اور سید قطب کی تفسیر ظلال القرآن کا بیک وقت مطالعہ کرنا چاہیے وہ اسلامی دنیا کا وسیع مطالعاتی دورہ بھی کر چکے ہیں ـ

اکتوبر ۱۹۷۷ میں یوسف مظفرالدین نے اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان کا دورہ کیا ـ مشہور ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور کے رکن ادارہ ہارون الرشید صاحب نے ان سے انٹرویو کیا ذیل کی تحریر اسی انٹرویو سے ماخوذ ہے ـ

میرا تعلق امریکہ میں آباد ایک افریقی خاندان سے ہے جس نے صدیوں سے مسیحیت قبول کر لی تھی میرے والد اور والدہ دونوں مشنری تھے اور مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے ـ میں خود بھی خدا کے وجود اور محض انسانیت کی فلاح پر اعتقاد رکھتا تھا اس لحاظ سے شروع ہی سے ایک مذہبی آدمی تھا لیکن سیاسی ذوق بھی رکھتا تھا چنانچہ نوعمری ہی میں، میں نے افریقیوں کی تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کیا یہیں سے اس خلش کا آغاز ہوا جو بالآخر مجھے اسلام کے دامن میں لے گئی ـ

مسیحی مذہب بائبل کی ہدایت کے مطابق مجھے سیاست میں حصہ لینے سے روکتا تھا کہ وہ محض اور خدا سے تعلق کا نام ہے۔ میرے سامنے دو راستے تھے۔ عیسائی بن کر ہمیشہ کے لئے سیاست کو خیر باد کہہ دیتا یا قوم پرست بن کر مذہب سے ناطہ توڑ لیتا۔ آج تک لاکھوں کروڑوں انسان ان دو میں سے ایک کا انتخاب کر چکے ہیں یا اس تضاد کو کسی نہ کسی طرح نبھاتے چلے آ رہے ہیں لیکن میرے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ میں تضادات کو لیکر نہیں چل سکتا تھا اسلام کا مطالعہ کیا تو راستے روشن ہونے لگے۔ الجھی ہوئی ایک ایک گرہ کھلنے لگی میں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے رابطے اور مطالعے سے معلوم کیا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ مکمل نظام زندگی تب مجھے احساس ہوا کہ اب تک کی ساری زندگی میں نے تاریکی میں گذاری ہے۔ حقیقی راستہ تو وہ ہے جو اب نظر آیا ہے اسلام کی صورت میں مجھے منزل کا سراغ مل گیا۔

ذہن میں پیدا ہونے والے سب سوال اور سب عقدے حل ہو گئے سارے اندیشے اور وسوسے دور ہو گئے۔ دین اسلام میری سیاسی اور انقلابی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہیں ڈالتا تھا۔ یہ ۱۹۶۱ کی بات ہے میری عمر صرف سترہ برس تھی۔ جب میں نے شرح صدر کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

اسلام کے جس پہلو نے مجھے خاص متاثر کیا وہ اس کی انقلابی روح تھی۔ امریکہ میرے لئے کانٹوں کا بستر بن گیا میرے اردگرد ایک ایسا ماحول پھیلا ہوا تھا جو یکا یک اجنبی ہو گیا بالآخر میں نے بوریا بستر باندھا اور ۱۹۶۷ میں سعودی عرب آ گیا جہاں مدینۃ النبی کی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور حجاز کے نامور اساتذہ سے دین کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کا آغاز کیا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا پھر واپس امریکہ چلا گیا جہاں میں اہل اسلام کو منظم کرنے میں مشغول ہوں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اسلام کی حقانیت اور یورپ کا کردار

یورپ جہالت اور گمراہی کی دلدل میں

پاکستان کی تعلیم یافتہ خواتین عام طور پر امریکہ اور یورپ کو آئیڈیل سمجھتی ہیں ان کے خیال میں ان ملکوں میں خواتین کو جو حقوق اور آزادی حاصل ہے اور جو سہولتیں میسر ہیں وہ بے مثال ہیں۔ چنانچہ آزادیٔ نسواں کے حوالے سے امریکہ اور یورپ کو جنت خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن ضرب المثل ہے کہ دور کے ڈھول سہانے۔ آیئے مستند حوالوں سے دیکھتے ہیں کہ ان ممالک میں طبقۂ خواتین کس صورت حال سے دوچار ہیں۔

خاندانی زندگی کی تباہی

امریکہ اور یورپ کے اکثر ملکوں میں خاندانی زندگی تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ خصوصاً برطانوی معاشرے کا حلیہ تیزی سے بگڑ رہا ہے۔ برطانیہ میں ۲۰ ہزار افراد سے بات چیت کر کے بی بی سی نے جو جائزہ مرتب کیا ہے اس کے مطابق وہاں ایک تہائی گھرانوں میں روایتی کنبے رہتے ہیں۔ یعنی میاں بیوی اور بچے باقی دو تہائی بغیر شادی اکھٹے رہتے ہیں یا تنہا زندگی گذارتے ہیں۔ (جنگ لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱)

شادی شدہ گھرانوں میں بھی طلاقوں کی بھرمار ہے اور ان طلاقوں کے حوالے سے حکومت جو اخراجات برداشت کرتی ہے وہ ۳۵ ملین پونڈ سالانہ ہے۔ ان حالات میں سب سے زیادہ معصوم بچے متاثر ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً فی الحال ڈیڑھ لاکھ سالانہ ہے۔ لیکن ایک اندازے کے مطابق اگلے چند برسوں میں تین ملین مرد و زن طلاق کے تجربے سے گذریں گے جس کے نتیجے میں ڈیڑھ ملین پندرہ لاکھ بچے متاثر ہوں گے۔ (جنگ لاہور ۹ جون ۱۹۹۲)

خاندانی نظام تلپٹ ہونے کی وجہ سے برطانیہ میں حرامی بچوں کا مسئلہ گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔

چنانچہ ۱۹۹۱ میں ایک لاکھ ۵۳ ہزار طلاقیں ہوئیں جبکہ حرامی بچوں کا تناسب ۲۴ فیصد ہے۔
(جنگ لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۹۱)

۷ مئی ۱۹۹۵ کے مطابق برطانیہ میں شادیاں ٹوٹنے کے سانحوں کے باعث ہر سال سرکاری کاروائی پر ۱۴۴ بلین پونڈ کی رقم خرچ ہوتی ہے جبکہ اس کے تین گنا رقم مختلف جوڑوں کے نفسیاتی مسائل کے باعث نیشنل ہیلتھ سروس اور کام کی غیر حاضری رہنے کے باعث خرچ ہوتی ہے۔ خیراتی ادارہ ''ون پلس ون'' کے مطابق برطانیہ میں شرح طلاق یورپ میں سب سے زیادہ ہے جہاں ہر ایک ہزار کی آبادی میں تین جوڑوں کی شادی ٹوٹ جاتی ہے جبکہ یورپ میں یہ اوسط ۱.۷ ہے۔

گھریلو زندگی کی تباہی اور اخلاص سے فقدان کی وجہ سے اگرچہ عورتیں اور بچے بھی متاثر ہوتے ہیں ان کا ذکر بعد میں آتا ہے۔ مگر بوڑھوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ بڑھاپے میں کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا اور وہ ترستے رہتے ہیں کہ کوئی بیٹی یا بیٹا انہیں اپنے گھر کے برآمدے میں بھی بستر جمانے کی اجازت دیدے جہاں وہ اپنے پوتوں اور نواسوں سے دل بہلا سکیں مگر وہ اس قسمت سے محروم ہیں۔ ''اولڈ ایج ہومز'' میں انتہائی کس مپرسی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں جہاں ان کا کوئی عزیز ملنے کو نہیں آتا۔ اور کبھی کبھار کرسمس کے موقعہ پر ہی انہیں اپنے بیٹے یا بیٹی کی شکل دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔

حیدر آباد دکن کی ایک مسلمان خاتون زہرہ داؤد اپنے بیٹے کے پاس کینیڈا گئیں اور وہاں ٹورانٹو میں انہوں نے بہت سے لاوارث بوڑھوں سے ملاقاتیں کر کے جو تاثرات قلمبند کئے ہیں وہ بڑے ہی دردناک ہیں انہیں ایسی بوڑھی عورتوں سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا جن کے خاوند جوانی میں فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے بچوں کو سخت مشکلات کا سامنا کر کے پالا اور پروان چڑھایا تھا مگر اب کوئی بھی ان کا پرسان حال نہیں تھا اور وہ ضعیفی کی حالت میں یکہ و

تنہا زندگی گذار رہی تھیں انہوں نے کہا کہ بوڑھوں کی آرام گاہ ہیں دراصل اذیت کدے ہیں یہ شدید کرب اور ذہنی صدمے کی حالت میں موت کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)

خاندانی زندگی کی تباہی کا اندازہ اس واقع سے بھی ہوتا ہے جو مولانا مودودی نے اپنے ایک خطاب میں سنایا تھا انہوں نے فرمایا کہ پیرس میں ایک شخص دوسرے شخص سے ملنے اس کے گھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ مکان کی سیڑھیوں پر ایک جوان لڑکی بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ وہ شخص خاموشی سے اندر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو وہ لڑکی بدستور اسی طرح رو رہی تھی اس شخص نے رک کر لڑکی سے رونے کی وجہ معلوم کی تو اس نے جواب دیا کہ جس شخص سے آپ مل کر آرہے ہیں وہ میرا باپ ہے میں اس کے پاس اس مکان کا ایک کمرہ کرائے پر لینے آئی تھی لیکن اس نے مجھے یہ کہہ کر کرائے پر کمرہ دینے سے انکار کر دیا کہ ایک دوسری جگہ سے اسے زیادہ کرایہ مل رہا ہے۔ اس لئے وہ مجھے کمرہ کرائے پر نہیں دیتا۔ لڑکی نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ (ماہنامہ قافلہء حق لاہور ۱۹۹۱ص ۳۵)

تنظیم اساتذہ کے ایک رفیق پروفیسر سید بہادر شاہ پولینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے ہوئے ہیں اور وہاں کے مشاہدات تنظیم کے ماہانہ مجلّہ افکار معلم میں لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے لکھا کہ ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر آیا اور وہاں ٹھہرنے کی خواہش کی مگر بیٹی نے انکار کر دیا اور بوڑھے کے اصرار کرنے پر اسے ڈنڈے مارے اور مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔ لوگ شور سن کر جمع ہو گئے تو بیٹی نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی تو میرے باپ نے شرح سود طے کر کے مجھے رقم دی اور اصل زر کے ساتھ سود بھی وصول کیا۔ پھر میں اسے اپنے گھر کیوں ٹھہراؤں۔ (افکار معلم فروری ۱۹۹۲ص ۴۳)

صنعتی و تجارتی نظام کی تیز روی اور پیسہ کمانے کی دوڑ نے خاوندوں اور بیویوں تک میں فاصلے

بڑھا دیئے ہیں اور انہیں گھنٹوں میں بمشکل چند لمحے باہمی ملاقات کے لئے میسر آتے ہیں۔

چنانچہ ان بنیادی دلائل پر چند سال پہلے برطانوی پارلیمنٹ کے متعدد ارکان نے مطالبہ کیا تھا کہ ہفتے میں تین دن چھٹیاں کی جائیں اور یہ خبر چھاپتے ہوئے ایک اخبار نے لکھا تین چھٹیوں کے حامی ارکان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ (جنگ لاہور ۲۴ فروری ۱۹۸۵)

غیر معمولی مادہ پرستی اور افراتفری نے باہمی تعلقات میں جو دراڑیں پیدا کی ہیں اس کا اندازہ ذیل کی خبروں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ویانا کے ایک بارہ سالہ لڑکے ہینز ہائیڈمین نے اپنے پہلے والدین کے خلاف ایک لاکھ ہرجانے کا دعویٰ کیا ہے کہ اسے کمبو (بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا) کیوں پیدا کیا گیا۔ ہیڈمن کے وکیل نے نوٹس میں لکھا ہے کہ اس کے مؤکل کو ''کھبو'' ہونے کی وجہ سے بہت ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اس بنا پر وہ کھیلوں میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔

(روزنامہ خبریں لاہور ۱۴ اپریل ۱۹۹۲)

سان فرانسسکو میں ایک خاتون نے ایک جوان سے شادی کی اسے میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم دلائی ڈاکٹر بنوایا ڈاکٹر بن کر اس نے بیوی کو طلاق دیدی بیوی نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ اس نے اپنے خاوند پر جو رقم خرچ کی تھی وہ اسے دلائی جائے۔ (روزنامہ جنگ ۲۰ جنوری ۱۹۸۵)

مغرب میں محبت بھی ایک تجارت بن گئی ہے لندن میں نفسیاتی مسائل حل کرنے والی ایک تنظیم کو ایک عورت کا خط ملا۔ جس کے مطابق وہ ایک وکیل کی محبت میں مبتلا ہے لیکن اس وقت اسے ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا جب وکیل نے اسے پندرہ ہزار پاؤنڈ کا بل پیش کر دیا یہ وکیل اس عورت کا مقدمہ بھگت رہا ہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۸ جولائی ۱۹۹۳)

عورتوں پر ظلم وستم

وطن عزیز کی بے شمار ماڈرن خواتین امریکہ اور یورپ کو اپنا آئیڈیل سمجھتی ہیں لیکن بچوں کے ساتھ ساتھ جس مخلوق پر یورپ نے سب سے زیادہ ظلم کیا ہے وہ عورت ہے مختلف وجوہ کی بنا پر جنسی بھوک نے ایسی غیر معمولی صورت اختیار کر لی ہے کہ کسی بھی عمر میں عورت کی نہ عزت محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی اسے تحفظ حاصل ہے۔ ایک سروے کے مطابق ساٹھ فیصد لڑکیوں نے بتایا کہ انہیں پہلا جنسی تجربہ باپ یا بھائی سے ہوا۔ سترہ سال کی نوعمر لڑکی جب عملی زندگی میں داخل ہو جاتی ہے تو اسے روزگار کے ساتھ ساتھ بیک وقت کئی کئی مردوں سے تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں مگر تحفظ یا سکون نام کی کوئی چیز اسے حاصل نہیں ہوتی۔

چنانچہ ''جنرل آف امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن'' کی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی ہر چوتھی عورت کو اپنے شوہر یا بوائے فرینڈ سے زدوکوب ہونا پڑتا ہے اور بعض اوقات پٹائی کی شدت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بے چاری عورتیں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

چنانچہ امریکہ میں ایسی عورتوں کی تعداد چار کروڑ سے بھی زیادہ ہے جن کو نہایت بے رحمی سے پیٹا گیا ہے۔ (خبریں لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۲)

امریکہ میں خواتین پر ظلم وستم کا یہ عالم ہے کہ ایک امریکی مصنفہ ''ابن جائز'' کی تحقیق کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۲ ہزار بیویاں شوہروں کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ قتل کی سزا زیادہ سے زیادہ چھ سال قید کی ہوتی ہے لیکن اگر مسلسل ظلم وستم سے تنگ آ کر عورت مرد کو قتل کر دے تو عورتیں بے چاری ضمانتیں نہ ہونے کی وجہ سے سالہا سال تک جیلوں میں سڑتی رہتی ہیں۔ (روزنامہ پاکستان ۲۹ جولائی ۱۹۹۱)

اٹلی کے بارے میں ایسی ہی ایک خبر ہے ''گلف نیوز'' نے نیوز ایجنسی اے ایف۔ پی کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وہاں ہر تیسری عورت اپنے شوہر سے اس طرح پٹتی ہے کہ

اسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ ایسی عورتوں کی تعداد کم از کم ساٹھ لاکھ سالانہ ہے۔
(جنگ لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱)

سویڈن، برطانیہ اور جرمنی میں بھی صورت حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ برطانیہ میں عورتوں کی مار پیٹ کے واقعات کا اندازہ ایک انگریز خاتون "ویرن پنیری" کی ان کوششوں سے لگایا جا سکتا ہے جو وہ بے سہارا اور خاوندوں کے ظلم وستم کا شکار خواتین کی مدد کے لئے کر رہی ہے۔
۱۹۷۱ء ویرن پنیری نے خواتین کی امداد کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اس وقت سے اب تک وہ متعدد پناہ گاہیں قائم کر چکی ہیں۔ وہ جوں ہی نئی پناہ گاہ کھولتی ہے دیکھتے ہی دیکھتے بھر جاتی ہے چنانچہ وہ زیادہ سے زیادہ رقوم اور اراضی خریدنے میں لگی رہتی ہے۔ ایرن پنیری نے اپنے مشاہدات پر مبنی کئی کتابیں بھی مرتب کی ہیں جن کا عنوان ہے۔" آہستہ رو پڑوسی سن لیں گے" ان کتابوں میں عورتوں اور بچوں کے بارے میں بیسیوں ہولناک داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ سویڈن میں تیس سال کا طویل عرصہ گذارنے والے ایک دردمند پاکستانی لال دین قریشی نے اس ملک کے خاندانی زندگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔
مرکزی دفتر شماریات کے مطابق سویڈن میں اس وقت ایک لاکھ چوراسی ہزار مرد اور آٹھ لاکھ تیس ہزار خواتین تنہائی کی زندگی گزار رہی ہیں صرف سٹاک ہالم میں تیس ہزار عورتیں اور بائیس ہزار مرد اپنے بچوں کے ساتھ تنہائی کی ظلمتوں میں گذارہ کر رہے ہیں۔ یعنی کسی کا خاوند نہیں اور کسی کی بیوی نہیں۔
اس ادارے کے اعداد و شمار کے مطابق دس میں سے چار شادیاں پہلے سال ہی ختم ہو جاتی ہیں اور بغیر شادی کے میاں بیوی کی طرح رہنے والے جوڑوں کی طلاق کی رفتار شادی شدہ جوڑوں کی طلاق کی رفتار سے ۷۵ فیصد زیادہ ہے۔ (سویڈن کے عشرت کدے ص ۱۳، ۱۴)
لال دین قریشی کی اس کتاب میں سویڈن کی عورت اس قدر مظلوم، دکھی اور بے آسرا نظر آتی

ہے کہ اس کی تفصیلات پڑھ کر دل بے اختیار بھر آتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا عنوان یوں ہونا چاہیے تھا۔ ''سویڈن میں عورت کی زبوں حالی'' مصنف کی معلومات کے مطابق سویڈن میں ان گنت لڑکیاں شادیوں میں ناکامی، مسلسل پریشانی اور مردوں کی بے وفائی اور تنہائی کی وجہ سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ آٹھ گھنٹے لگاتار ڈیوٹی دیکر دفتروں سے گھر آتی ہیں تو تنہائی انہیں ڈسنے لگتی ہے اور آخر کار وہ تنگ آ کر وہ شراب اور نشے میں سکون ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ص ۱۲ مصنف نے سویڈن کے ایک معاشرتی تحقیقاتی ادارے کے اعداد و شمار کے حوالے سے لکھا ہے کہ سویڈن کی خواتین میں سب سے ناگفتہ بہ حالت ان اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کی ہے۔ جو ذمہ دار سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ یہ دیگر عورتوں کی طرح عام مردوں سے اعلانیہ تعلقات بھی استوار نہیں کر سکتیں لیکن بے آسرا اور تنہا رہ کر نفسیاتی اور ذہنی مریض بن جاتی ہیں اور بند دروازوں کے پیچھے روزانہ ایک دو بوتلیں شراب پی ڈالتی ہیں۔ (حوالہ مذکور ص ۱۲)

سویڈن کے مرکزی ادارہ شماریات نے ۱۹۸۲ میں جو اعداد و شمار جاری کیے ہیں ان کے مطابق ۸۰ لاکھ کی آبادی میں عورتوں پر شدید تشدد کے ۲۸۲۰۰ کے واقعات تھانوں میں درج کیے گئے۔ سویڈن کے ماہر جذبات لیف پرسن کے اندازے کے مطابق ہر سال بیویوں کے پٹائی کے ڈھائی سے تین ہزار واقعات کہیں درج نہیں ہوتے۔ لیف پرسن کا خیال ہے کہ سویڈن میں بیویوں کو زدوکوب کرنے کی ہر سال اڑھائی لاکھ سے زیادہ وارداتیں ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ۴۰ سے ۶۰ عورتیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ تشدد کی اس کثرت کے باوجود صرف چار سو افراد کو سزا ہوتی ہے ان میں سے صرف ۲۰ فیصد مرد جیل جاتے ہیں۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۲ جولائی ۱۹۸۴)

یورپ میں عورت کی مظلومیت کا یہ حال ہے کہ ۳۵ برس سے زیادہ عمر کی عورتیں شدید ڈپریشن میں مبتلا ہیں۔ ان کے خاوند اور بوائے فرینڈ ان سے قطع تعلق کر کے نوجوان لڑکیوں کے پیچھے

بھاگنے لگتے ہیں چنانچہ ذہنی صدمات کے نتیجے میں امریکہ میں کم از کم ستر ہزار عورتیں حرکت قلب بند ہو جانے یا دماغ کی رگ پھٹ جانے سے یکا یک مرجاتی ہیں۔

بوڑھی عورتوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے وہ ترستی رہتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں، بیٹیوں کی رفاقت میں زندگی کے دن پورے کریں اور ان کی منت سماجت کرتی ہیں کہ انہیں گھر کی ڈیوڑھی پر یا کسی برآمدے میں بستر جمانے کی اجازت دیدیں تا کہ وہ اپنے پوتوں، پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں سے دل بہلا سکیں مگر بے چاریوں کی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ اولڈ میرج ہومز میں نہایت کس مپرسی کی حالت میں دم توڑ دیتی ہیں۔

یورپ میں مرد کی خودغرضی دیدنی ہے اس ٹھنڈے براعظم میں وہ خودتھری پیس سوٹ پہنتا ہے مگر عورتوں کو منی اسکرٹ پہننے پر مجبور کرتا ہے۔ سیکنڈے نیوین ممالک ناروے، سویڈن، ڈنمارک کی ائیر لائنز کی ائیر ہوسٹوں نے ایک مرتبہ کمپنی کی انتظامیہ سے استدعا کی کہ ان ملکوں میں یوں بھی شدید سردی پڑتی ہے مگر بہت بلندی پر جا کر اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس لئے انہیں سکرٹ کے بجائے گرم پاجامے پہننے کی اجازت دی جائے مگر انتظامیہ نے اس درخواست کو مسترد کر دیا۔

عورتوں کی آزادی اور مرد وزن کی مساوات کی دعویدار یورپی اقوام نے عورت کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک روا رکھ ہے اس کی ایک اور دردناک تصویر" ٹائم میگزین" کی تفصیلی رپورٹ میں نظر آتی ہے۔ جس کے مطابق جرمنی، فرانس، چیکوسلواکیہ، رومانیہ، ہنگری اور بلغاریہ کی بڑی بڑی شاہراہوں پر فاحشہ عورتیں قطار باندھے کھڑی دکھائی دیتی ہیں۔ جرمن اور اگ کو ملانے والی بارہ سو کلومیٹر طویل شاہراہ غالباً دنیا کا ارزاں ترین اور طویل ترین جنسی اڈہ ہے۔ جہاں سے گذرنے والوں کو نہایت سستی عیاشی کے لئے نوخیز اور حسین وجمیل لڑکیاں مل جاتی ہیں۔(نوائے وقت لاہور)

۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ کو سی این این نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں ہر دوسری عورت پر مجرمانہ حملہ ہوتا ہے حالت یہ ہے کہ امریکہ کے بڑے بڑے بارونق شہروں کے پارکوں میں آئے دن صبح کے وقت نوجوان لڑکیوں کی برہنہ لاش پڑی ہوئی ملتی ہیں۔ (تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا خط مطبوعہ ماہنامہ الرشید لاہور دسمبر ۱۹۹۱)

یورپ میں عورتوں کے بارے میں مرد جس سنگدلانہ رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ برطانوی جریدے شکوائز کے ایک حالیہ سروے کے مطابق ۱۸ سے ۳۶ برس کی عمر کی خواتین کی اکثریت نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا کہ شادی کرنا لڑکے لڑکی سے آئیڈیل خوشی کا باعث ہے۔ اوران عورتوں کا کہنا ہے کہ مرد فطری طور پر بے وفا اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے شادی کوئی خوشگوار عمل نہیں۔ (خبریں لاہور ۱۸ اگست ۱۹۹۵)

اسی طرح ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق بیویوں کو دھوکہ دینے میں فرانس کے شوہر دنیا بھر میں سرفہرست ہیں اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں ۸۰ فیصد افراد شادی کے بعد بھی دوسری خواتین کے ساتھ تعلقات استوار رکھتے ہیں۔ (خبریں ۲۹ مئی ۱۹۹۵)

اور روس میں صنف نازک کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کا اندازہ وزارت داخلہ کی رپورٹ سے کیا جاسکتا ہے۔ جس کی اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۴ میں پندرہ ہزار عورتوں کو ان کے خاوندوں یا والدین نے قتل کر دیا تھا۔ ۱۴ ہزار عورتیں بے آبرو ہوئیں انسانی حقوق کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کے بے آبرو ہونے والی عورتوں کی اکثریت اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ذکر نہیں کرتیں۔ (خبریں لاہور ۱۱ جولائی ۱۹۹۵)

اور یہ برطانیہ کی خبر ہے کہ وہاں خواتین فوجی اہلکار اپنے مرد ساتھیوں کی طرف سے جنسی تشدد کا شکار ہیں۔ حال ہی میں ایک سنٹرل ٹربیونل میں زیر سماعت مقدمے کے دوران ایک فوجی خاتون لین گڈال ایک عورت نے بتایا کہ برطانوی فوج میں جنسی امتیاز کا کلچر رائج ہے۔ اسی

طرح ایک خاتون لیفٹیننٹ سوسن کیزرے نے عدالت کو بتایا کہ اس کے ساتھ فوجی اس کے سامنے غیر اخلاقی گفتگو پر مبنی اشارے کرتے ہیں۔ مرد و زن کی مساوات کے علمبردار مغربی ممالک میں خواتین کا جس طرح معاشی استحصال کیا جاتا ہے اور اس حوالے سے ان سے جو سنگدلانہ روش اختیار کی جاتی ہے اس کا اندازہ ذیل کی خبر سے کیا جا سکتا ہے۔ (بون مغربی جرمنی) وائس آف جرمنی کے مطابق دنیا بھر میں عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم اجرت دی جاتی ہے اور یورپ میں بھی عورتوں کو مرد ساتھیوں کے مقابلے میں کم تنخواہ ملتی ہے۔ عورتوں کی خرید و فروخت کے تحت ہر سال تقریباً تیس ہزار عورتیں جرمن پہنچتی ہیں۔ جرمن میں سماجی امداد پر گذارہ کرنے والے افراد میں معمر خواتین کا تناسب ۸۰ فیصد ہے جن کو بڑھاپے کی پنشن نہیں ملتی جرمنی میں ہی کام کرنے والی تین چوتھائی عورتوں کی آمدنی اتنی نہیں ہوتی کہ وہ اکیلی گھر کا خرچہ چلا سکیں جرمنی میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کا تناسب بہت ہی کم ہے۔ اور یہاں ہر سال تقریباً چالیس ہزار عورتیں مردوں کے تشدد کے باعث گھروں سے بھاگ کر دارالامانوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ (خبریں لاہور ۵ ستمبر ۱۹۹۵)

امریکی میڈیکل ایسوی ایشن کی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال سات لاکھ عورتیں زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہیں اس طرح ہر ۴۵ سیکنڈ کے بعد ایک خاتون کو بے آبرو کیا جاتا ہے۔ میڈیکل ایسوی ایشن کے صدر لوئی بیرسٹو نے رپورٹ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ جنسی تشدد کا شکار ہونے والی خواتین میں ۱۸ فیصد کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم ہوتی ہے اور ان میں ۷۵ فیصد دوستوں، آشناؤں اور رشتہ داروں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ گھریلو جھگڑے میں امریکی معاشرت کی نمایاں خصوصیات ہیں چنانچہ گذشتہ سال بیس سے چالیس لاکھ عورتوں پر جسمانی تشدد ہوا اور انہیں بری طرح مارا پیٹا گیا اس کے علاوہ پندرہ سو خواتین کو ان کے آشناؤں نے قتل کیا۔

خواتین کو ان کے فرائض کی انجام دہی سے روکنے کی خاطر بعض مجبوریاں مسلط کر دی جاتی ہیں ۔لارکن نے کہا کہ ایسٹ بلاک کے دارالحکومت میں ان کے پہلے سٹیشن چیف نے حکم دیا کہ وہ رات کو باہر نہ نکلیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ رات کے وقت فرائض کی بجا آوری ان کی ملازمت کا بنیادی جز ہوتا ہے۔لڑکیاں سرکاری ذرائع سے پریشان کرنے والے مردوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔تو انہیں اکثر و بیشتر سخت ترین ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جینی مسز نامی ایک لڑکی کی شکایت پر اس کے لئے ترقی کے دروازے بند کر دیئے گئے اور اسے کہا گیا کہ آپ کی شکایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نظام سے غداری کر رہی ہیں۔اسی طرح سی آئی اے کی سابق ملازمہ سینڈی لوکاس نے اپنے باس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے لئے زندگی اجیرن کر دی گئی۔(روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۹۵)

یورپی اور امریکی قوانین کے تحت
عورت جانوروں سے بھی بدتر

اوکلاہوما (امریکہ) عورت کی پٹائی کرنے پر ۹۰ دن کی جیل ہوگی جبکہ کسی جانور مثلاً بلی کو لات مارنے پر کئی سال کے لئے سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑتا ہے۔یہ عجیب قانون امریکہ کی اوکلاہوما سٹیٹ کی ہے جہاں جانوروں کی اہمیت عورتوں سے زیادہ ہے اسی طرح بے تکے قانون پر آبادی کے ایک حصے میں خاصا غم و غصہ پایا جاتا ہے۔

یہ قانونی تضاد حال ہی میں دو معاملوں میں سامنے آیا ہے۔سارجنٹ اے پی واٹسن نے ایک خاتون کا سر دیوار سے دے مارا اس کے بال پکڑ کر گھسیٹا اس کے ہاتھ باندھے اور ٹھوکریں ماریں۔

واٹسن کے خلاف دائر مقدمے کے تحت اسے ۹۰ دن کی سزا ہو سکتی تھی دوسری طرف سارجنٹ ای ایم لنکی نے ہوائی اڈے پر ایک بلی کو لات جمائی اس پر جانوروں پر ظلم کرنے کا مقدمہ بنا

ہوا ہے جس کے لئے اسے پانچ سال سزائے قید ہوسکتی ہے اور پانچ ہزار ڈالر جرمانہ ہوسکتا ہے۔

(مصنف کی کتاب ''یہ ہے مغربی تہذیب'' کا ایک باب بحوالہ ماہنامہ ہمدم لاہور ۱۹۹۵)

رحمۃ للعالمین کی کرنیں اور شعائیں

یورپ پر

اہل یورپ نے ہر اس چیز کے خلاف اپنی فکری اور عملی، قولی اور فعلی، ذہنی اور قلبی صلاحیتیں صرف کی ہیں جس کا تعلق اسلام سے تھا جو چیز قصر اسلام کے لئے جتنی زیادہ ناگزیر تھی وہ اسی شدت کے ساتھ اہل یورپ کی فتنہ انگیزی کا نشانہ بنی۔ انہوں نے قرآن حکیم کے خلاف دل کھول کر اپنا زور قلم استعمال کیا۔ احادیث طیبہ سے ملت کے اعتماد کو متزلزل کرنے کے لئے اپنے ترکشِ تزویر کا ہر تیر آزمایا تاریخ اسلام کی تابنا کیوں کو شکوک وشبہات کے غبار سے آلودہ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی اور تعلیمات اسلام کو جنہوں نے دنیا کی اجڈ ترین قوم تہذیب و ثقافت کا امام بنا دیا تھا اس انداز میں پیش کیا کہ جو بھی انہیں دیکھے کراہت محسوس کرے۔

اسلام کا جو شکار اہل یورپ کے حملوں کا خصوصی نشانہ بنا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ تھی۔ وہ عظیم ہستی جس کے دامن پر ان لوگوں کو کوئی دھبہ نظر نہ آیا جو ایک ہی گھر کی چار دیواری میں برسوں اس کے ساتھ رہے جنہوں نے اس گھر میں آنکھ کھولی اور اس ہستی کی نجی زندگی کے ایک ایک شعبے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس ہستی کو ان لوگوں نے صادق اور امین کہا جنہوں نے آمنہ کی گود میں کھیلنے والی اس کلی کو اپنی آنکھوں کے سامنے گل صد برگ بنتے دیکھا تھا۔ جس ہستی کے حسب نسب کی رفعتوں کی گواہی ان لوگوں نے دی جو اس کی شمع حیات کو گل کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ جس ہستی کے دامن سے وابستگی کو ان لوگوں نے سعادت دارین کہا جن کی تلواریں مسلسل پندرہ سال اس کے خلاف بے نیام رہی تھیں اس

ہستی کے دامن پر دھبے تلاش کرنا حماقت بھی ہے اور ظلم بھی۔
ابوسفیان، عکرمہ ابوجہل، عمرو بن العاص خالد بن ولید جیسے لوگوں نے جب تسلیم کرلیا کہ جس ہستی کو وہ دشمن سمجھتے رہے ہیں وہ کسی کا دشمن نہیں بلکہ ساری خدائی کے ہمدرد اور خیر خواہ ہے تو پھر کسی غیر جانبدار محقق کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس ہستی کو دشمن سمجھ کر اس کی ذات میں خامیاں تلاش کرنے کی کوشش کرے۔
ابوسفیان وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اسلام اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آبائی دین اور قومی روایات کا دشمن سمجھا تھا انہوں نے حضور کے مشن کو اپنے معاشی اور سماجی ڈھانچے کے لئے خطرہ محسوس کیا تھا وہ خانہ کعبہ کی مجلسوں میں حضور علیہ السلام پر آواز کستے تھے اور محاصرہ مدینہ تک حضور کے خلاف اپنی تلواروں کی دھار کو آزمایا تھا انہوں نے حضور سے معاہدے بھی کئے تھے اور انہوں نے ان قیدیوں کے ساتھ آپ کے سلوک کا بھی مشاہدہ کیا تھا انہوں نے اس حیران کن انقلاب کو بھی دیکھا تھا جو ان لوگوں کی زندگیوں میں رونما ہو گیا تھا جو ان کا ساتھ چھوڑ کر حضور کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے ابوسفیان نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کی بیٹی دامن رسول سے وابستہ ہو کر اپنے مشرک باپ کو ناپاک کہنے کی جرأت سے بہرہ ور ہو گئی تھی۔
ان لوگوں نے اسلام اس وقت قبول کیا تھا جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہدایت کا آفتاب ہے جس کے سامنے کسی تاریکی کا ٹھہرنا ممکن نہیں ہے۔
انہوں نے اسلام کے دامن میں پناہ اس وقت لی جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ جس نظام کے دفاع کے لئے وہ برسوں کوشاں رہے ہیں وہ ظلمتوں کے سوا کچھ نہیں انہوں نے نعرۂ حق اس وقت بلند کیا تھا جب ان کے دل جو بت پرستی کے خوگر تھے ان میں بت شکنی کا جذبہ انگڑائیاں لینے لگا تھا عرب جو کٹ جانا جانتے تھے لیکن جھکنا نہ جانتے تھے ان کا حضور کے سامنے جھک

جانا آپ کی صداقت کی بھی دلیل ہے اور آپ کی عظمت کی بھی۔ آپ کے کردار کی پاکیزگی کا بھی ثبوت ہے اور آپ کے اخلاق کی بلندی کا بھی۔ اہل یورپ مذکورہ بالا سب حقیقتوں سے آشنا ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے بے شمار ساتھی جو ان کے شانہ بشانہ آفتاب رسالت کی خوکم کرنے کی مہم پر نکلے تھے انہوں نے بھی اس عالمتاب کی نوارنی کرنوں سے اپنے قلب ونظر کو منور کرلیا ہے۔ اس کے باوجود اس آفتاب کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہیں۔ آفتاب پھونکوں سے نہ پہلے بجھا ہے اور نہ بجھے گا۔ پھونکیں مارنے والے اپنی ناکامیوں اور حسرتوں کی آگ میں جل کر بھسم ہو جائیں گے۔ اور آفتاب رسالت ہمیشہ کی طرح پوری آب وتاب کے ساتھ نصف النہار پر ضوفشاں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کے دامن کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا ہے۔ جب انہیں سیرت رسول کے دامن پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا تو وہ اپنے تخیل کے قولوں سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ سیرت کے وہ پہلو جو پوری انسانیت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں ان کو بگاڑ کر اس طرح پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسانیت کے نمونہ کامل کی خوبیاں خامیاں نظر آنے لگیں اور وہ ہستی جس کی ایک جھلک دلوں کو شکار کر لیتی ہے اس کا نام سننے والے اس سے نفرت کرنے لگیں۔ غیر عیسائی مذہب کی قدر دانی کا جو رویہ انہوں نے اپنایا تھا اسلام کے متعلق بھی انہوں نے بے رحمانہ رویے کو اختیار کیا۔

''سیل،، جس کا ترجمہ قرآن ۱۷۳۴ میں شائع ہوا تھا جو طویل عرصہ ایک معیاری ترجمے کے طور پر متعارف رہا۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوما اور تمیں کا ہم پلہ قرار دیا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے ڈی۔ بولان ویلنزر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کے لکھنے سے اس کا واضح مقصد یہ تھا کہ اسلام کی عیسائیت پر فوقیت ظاہر کرے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عقلمند اور روشن ضمیر واضع قانون کے طور پر پیش کیا جس نے عیسائیت اور یہودیت کے مبہم عقائد کی جگہ ایک معقول مذہب متعارف کرانے کی کوشش کی۔

سیورے کا ترجمہ قرآن جو ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا اس میں بھی اس رویہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان غیر معمولی شخصیات میں سے ایک قرار دیتا ہے جو صفحات تاریخ پر کبھی کبھی اپنے ماحول کی تشکیل نو کرتی ہے اور لوگوں کو کامیابی کی راہوں پر گامزن ہوتی ہیں۔ سیورے کا خیال ہے کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں انہیں ان کی زندگی کے ان کارناموں پر حیرت کا اظہار کرنا چاہیے۔ جو موافق حالات میں بھی صرف ایسے لوگ سرانجام دیتے ہیں جو نابغہ روزگار ہوں۔ گو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بت پرستی کے ماحول میں جنم لیا لیکن اس سطح سے بلند ہو کر وہ خدائے واحد کی عبادت تک پہنچے۔

۸ مارچ ۱۹۴۰ بروز جمعہ جب کارلائل نے ہیروز اینڈ ہیرو شپ پر اپنے دوسرے لیکچر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا ذکر شروع کیا تو اس نے کہا عام خیال یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مکار اور مجسم جھوٹ تھے اور آپ کا مذہب بہروپیا تھا اور حماقت کا امتزاج تھا لیکن اس قسم کے خیالات ہمارے اپنے کردار کی عکاسی کرتے ہیں۔ ۱۸ کروڑ انسان اسلام کو سچا مذہب تسلیم کرتے ہیں اور لاتعداد انسانوں کی زندگیوں کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، روشنی کے ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کی مخلوق میں سے اتنی کثیر تعداد لوگ ایسی چیز کی خاطر جیئے اور مرے ہوں جو مقدس فراڈ دیئے جانے کے قابل ہے اگر بہروپیے کو انسانی اذہان پر اتنی قدرت حاصل ہے تو پھر ہمیں اس دنیا کے بارے میں کیا خیال کرنا چاہیے۔

کارلائل کے خیال میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلص تھے جیسے کہ ہر عظیم انسان مخلص ہوتا ہے کیونکہ ان کے لئے مخلص ہونا ضروری تھا خلوص کی کمی کے شدید احساس کے باوجود وہ مخلص تھے۔ حضور کی ذات ایک آئینہ ہے جس میں صدیق اکبر کو اپنا چہرہ نظر آتا ہے اور ابوجہل کو اس آئینہ میں اپنی مکروہ شکل نظر آتی ہے۔ اس آئینہ میں اہل یورپ کو بھی اپنی ہی شکلیں نظر آتی

ہیں۔ جن کے ضمیر میں زندگی کی کوئی رمق باقی تھی انہوں نے حضور کے کردار میں کبھی کبھی روشنی کی کرنیں دیکھی ہیں وہ ان کے قلم پر نظر آتی ہے۔ کچھ خوش نصیب اہل یورپ ایسے بھی ہیں جنہوں نے سیرت رسول سے اٹھنے والی نور کی کرن سے اپنے دلوں کو منور کیا ہے اور دشمنان رسول سے ناطہ توڑ کر غلامان رسول کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔

حضور کا دامن اتنا شفاف ہے کہ اہل یورپ کی ذریت نہ اسے پہلے آلودہ کر سکی اور نہ آئندہ کرے گی۔ آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کے گھٹانے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ بات شیطان کو بھی معلوم ہے اور اس کی ذریات کو بھی کہ جس ہستی کی عظمتیں عطا کرنے والا خود رب کائنات ہے اس کی عظمتوں کے محل کو مسمار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ لیکن شیطان اور اسکی ذریت کے دراصل اس ذات منورہ صفات کے مقام کو گھٹانے کے لئے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ حملے ان لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہوتے ہیں جو اس ہستی کو وجہ تخلیق کائنات کہتے ہیں جو اس ہستی کے دامن کے ساتھ وابستگی کو سعادت دارین کہتے ہیں۔

جنہیں وہ ہستی رحمۃ للعالمین نظر آتی ہے جنہیں اس ہستی کے کردار میں شبنم کی لطافت اور پھولوں کی پاکیزگی نظر آتی ہے کئی سادہ لوح انسان شیطان اور اس کی ذریت کے وسوسوں میں آکر اس ہستی سے ناطہ توڑ لیتے ہیں اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضور کی سیرت پاک تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات زندگی کا خلاصہ ہیں۔ ان کی تعلیمات کا عطر اور ان کے حالات و مشاہدات کا برزخ ہے۔ آپ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لے کر مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ نے ایک ہی خطاب کے ساتھ ان تمام لوگوں کو مخاطب فرمایا جن کو طوفان نوح دفعۃً بہا لے گیا تھا جن کو دریائے قلزم کی نہریں نگل چکی تھیں جن کو نفس عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ زندہ کر دیا تھا اور ان سب سے بڑھ کر آپ کا مخاطب ایک گروہ اور بھی تھا جو ان چیزوں کو صرف عجائب پرستی کی نگاہ سے نہیں ژوف نگاہی

سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس بنا پر جس چشمہ فیض نے اسباط موسیٰ کو سیراب کیا تھا وہ ان تشنگانِ روحانیت سے کیونکر بے پرواہ ہوسکتا تھا چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو ان معجزات کا مجموعہ بنادیا جو اعلیٰ قدر مراتب ہر طبقہ، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے لئے ضروری تھا۔ آپ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے۔ آپ کی شریعت معجزہ تھی آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اس سے بڑا معجزہ اور کوئی نہیں ہوسکتا ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم، روح، دونوں کی کائنات میں بہت کچھ اثر ڈالا اس نے کبھی طوبیٰ کے سائے میں آپ کا بستر لگایا کبھی سدرۃ المنتھیٰ کی حدود میں رفرف کی سواری کھڑی کی کبھی ما کذب الفواد کے نور سے قلب کو منور کیا اور مازاغ البصر کے سرمہ سے آپ کی آنکھوں کو روشن کیا کبھی نزول رحمت الٰہی کے لئے آسمان کے دروازے کھولے کبھی حق کے پیاسوں کے لئے زمین کی تہ سے پانی کے چشمے ابالے، کبھی سنگ خارا کی روشنی میں قیصر و کسریٰ کے خزانے دکھائے اور کبھی انبیائے سابقین کی زبان الہام سے اپنی کامیابی کے نغمہ ہائے بشارت سنائے اور آئندہ دنیا کے واقعات غیب بتا کر ویران عالم کو منزل حقیقت کے نشان دکھائے۔

اس طرح جہاد کے میدان میں آپ کو جو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں ان میں انسانوں کے لشکر اور سپاہیوں کے تیغ و خنجر سے زیادہ فرشتوں کے پہرے، دعاؤں کے تیر اور توکل علی اللہ کی سپر، اعتماد علی الحق کی تلوار کام کرتی نظر آتی۔ آپ کی زندگی کا بڑا فرض اسلام کی اشاعت ہے اور روئے انور نے نگاہ کیمیا اثر، تقریر دلپذیر، اخلاق اعجاز نما نے آیات و دلائل بنکر بہت سے لوگوں کو مشرف با اسلام کیا ہے۔ غرض آپ کی پیغمبرانہ زندگی کے ہر مظہر میں یہ دلائل، یہ براہین، یہ آیات، یہ معجزات اسباب ظاہری کے پہلو بہ پہلو اسباب حقیقی بن کر رونما ہوتے ہیں۔

فتح مکہ کے بعد سینکڑوں قبائل اسلام لانے پر مجبور ہوئے کہ خانہ خلیل ایک جھوٹے پیغمبر کے قبضہ میں نہیں جاسکتا۔ ایک پورا قبیلہ صرف آپ کی فیاضی سے متاثر ہوکر لا الہ الا اللہ پکار اٹھا۔

متعدد شعرائے ادب اور اصحاب علم صرف قرآن مجید کے اثر کو دیکھ کر دل کو قابو میں نہ رکھ سکے متعدد قریشی جانباز معرکہ بدر سے مرعوب نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے آداب واخلاق کو دیکھ کر اسلام لائے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کے ہزاروں آدمیوں کو جب مسلمانوں سے بے تکلف میل جول کا موقعہ ملا تو وہ اسلام کی صداقت کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔

ابوسفیان جس کو نہ تو معجزات اور خوارق عادت متاثر کر سکے اور نہ بدر وحنین اور خندق کی تلواریں اس کو مرعوب کر سکیں نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ دامادی اس کے سخت دل کو نرم کر سکا وہ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے بے ضمیر اعتراف کو نہ روک سکا کہ قیصر روم اپنے تخت جلال پر بیٹھ کر مکہ کے بوریا نشین پیغمبر کے پاؤں دھونے کی آرزو رکھتا ہے۔ ثمامہ بن اثال، ہندہ زوجہ ابوسفیان، ہبار بن الاسود حبشی قاتل حمزہؓ۔ یہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے کہ آپ دشمنوں کے ساتھ بھی کس محبت سے پیش آتے ہیں۔ قیصر روم آپ کے چند اوصاف اور اسلام کے چند مناقب سنکر اظہار حق پر مائل ہو گیا۔ حضرت عدی بن حاتم قبیلہ طے کے رئیس تھے وہ آپ کو بادشاہ سن کر مدینہ آئے مگر یہاں آ کر انہوں نے دیکھا کہ مکہ کی ایک بوڑھی عورت آتی ہے اور آپ اس کی حالت روائی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ دیکھ کر ان کا دل پکار اٹھا کہ آپ بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ ایسے لوگ بھی تھے جو ان روحانی اور اخلاقی معجزات کے مقابلہ میں مادی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے۔ قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیش گوئی کو پوری ہوتے دیکھ کر اسلام لے آئے ایک سفر میں ایک قبیلہ کی عورت آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہتے دیکھ کر اپنے قبیلے میں جا کر کہتی ہے میں نے عرب کے سب سے بڑے جادوگر کو دیکھا ہے اور اس استعجاب نے پورے قبیلے کو مسلمان کر دیا۔

متعدد یہودی مسلمان ہو گئے کہ گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں آنے والے پیغمبر کی جو نشانیاں بتائی گئی تھیں۔ وہ حرف بحرف آپ میں صحیح آ رہی تھیں۔ متعدد یہودی علماء نے آپ کا امتحان لیا جب آپ نے از روئے وحی ان کے جوابات صحیح دیئے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے ایک شخص نے کہا میں اس وقت تک آپ کو سچا رسول تسلیم نہیں کروں گا جب یہ خرمے کا گوشہ آپ کے پاس آ کر آپ کی رسالت کی شہادت نہ دے اور جب یہ تماشہ اس نے دیکھا تو فوراً مسلمان ہو گیا ایک سفر میں ایک اعرابی نظر آیا آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی کہ آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہے آپ نے فرمایا۔ سامنے کا یہ درخت آپ نے یہ فرما کر اس درخت کو بلایا وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور تین بار اس کے اندر سے کلمہ توحید کی آواز آئی۔

سراقہ بن مالک جو ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق کے تعاقب مین گھوڑا دوڑاتے آ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کی دعا سے تین دفعہ ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو اس کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے اقبال کا ستارہ شعلہ عروج پر پہنچ کر رہے گا۔ چنانچہ خط امان حاصل کر لیا اور بعد کو وہ مسلمان ہو گئے۔

چوں پیغمبر از بروں بانگے زند
جان امت در دروں سجدہ کند
بر انداز جان کامل معجزات
بر ضمیر جان طالب چوں حیات

(اقبال)

عزم واستقامت کے پیکر

تیس نو مسلم حضرات کی آپ بیتیاں

قبول اسلام کے بعد ان پر کیا گزری

روح پرور اور ایمان افروز

مثلِ دیوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

ڈاکٹر عزیز الدین (بھارت)

ڈاکٹر منشی کانت چٹو یادھیا بنگال کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معزز ہندو خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد منتقل ہو گئے وہ بے مثال اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ حق کی تلاش میں انہوں نے ہندی، انگریزی، جرمن، فرانسیسی اور جاپانی زبانیں سیکھیں۔ دنیا کے تمام مذاہب کا بغور مطالعہ کیا مگر کسی پر مطمئن نہ ہوئے ان کے بقول اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے کوئی مذہب بھی تاریخی معیار پر ثابت نہیں ہوتا تھا۔ ظاہر ہے پھر ان کی واقعیت پر کیسے یقین کیا جائے اور انہیں کیونکر مستند مانا جائے۔

آخر میں انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسلام کی تعلیمات آج بھی اپنی اعلیٰ صورت میں موجود ہے اور محفوظ ہے اسلام کی شخصیات مکمل طور پر تاریخی شخصیات ہیں خصوصاً وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل، بھرپور اور جامع شخصیات سے بہت متاثر ہوئے لکھتے ہیں۔

واہ! کس قدر تسکین کی بات ہے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی زندگی کے بارے میں اور کوئی بات مبہم اور دھندلی نہیں اور کسی شخص نے بھی پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت نہیں کی اور وہ توہماتی شخصیت ہیں اس مقام پر ڈاکٹر مذکور نے اپنی مسرت کا اظہار کیا لکھتے ہیں۔

واہ! کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آخر کار انسان کو صحیح معنوں میں ایک ایسا پیغمبر مل جائے جس کی صحیح معنوں میں تاریخ شہادت دیتی ہو اور جس پر وہ ایمان لا سکے۔

ڈاکٹر صاحب مذکور نے ۴ مئی ۱۹۰۴ء میں حیدر آباد کی مکہ مسجد میں ہزاروں مسلمانوں کی موجودگی میں اسلام قبول کیا ان کا اسلامی نام عزیز الدین رکھا گیا ہندو پریس نے الزام لگایا کہ ڈاکٹر

موصوف حیدرآباد دکن کی مخصوص فضاء میں محض دنیاوی فوائد کی خاطر مسلمان ہوئے ہیں تب ۲۶ اگست ۱۹۰۴ کو حیدرآباد کے وسیع میدان میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں انہوں نے انگریزی میں ایک مفصل اور طویل تقریر کی جس میں اپنے قبول اسلام کی وجوہ تفصیل سے بیان کیں جلسے کی صدارت حیدرآباد کے ایک معروف عالم سید شاہ ابراہیم نے کی جبکہ سٹیج پر ریاست کے متعدد سربراہ اور قائدین موجود تھے۔ اس تقریر کا اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا بعد ازاں اسے اپنی ادارت میں چھپنے والے ماہانہ رسالے ''رہبر دکن'' کے شمارہ ستمبر ۱۹۰۴ میں شائع کرایا۔ ان کی تقریر کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

جناب صدر انجمن و حاضرین جلسہ

ایک پرانی مثل مشہور ہے کہ زمانہ حال کا ادراک اس وقت تک پوری طرح نہیں ہوسکتا جب تک ہم زمانہ ماضی کے بارے میں ضروری باتیں معلوم نہ کریں۔ چونکہ مجھے آپ حضرات کے سامنے اس وقت وہ اسباب بیان کرنے ہیں جن کی بنا پر میں نے دنیا کے دیگر بڑے بڑے مذاہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ میں شک اور یقین کے مختلف مراحل کی اجمالی تفصیل بیان کروں جو اوائل عمر سے قبول اسلام تک مجھے طے کرنے پڑے ہیں۔

میرا آبائی تعلق ایک ہندو خاندان سے ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں بت پرستی، مظاہر پرستی اور شرک و خرافات کے بے شمار اقسام رائج ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آغاز شعور سے ہی میرے دل و دماغ نے ان بے بنیاد ہندو عقائد کو مسترد کر دیا تھا میری حالت اس زمانے میں بعینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابتدائی دور کی تھی میں بھی ہر چمکتے ستارے اور جگمگاتے ہوئے ستارے کی طرف لپک پڑتا تھا اور اسے اپنا ہادی اور رہنما سمجھ لیتا تھا اور بار بار دھوکہ کھاتا تھا اور منزل کا دور دور تک نشان نہ تھا۔ میں پھر مطالعہ میں ڈوب گیا یہ

اسلوب جاری تھا کہ میں ہندوستان واپس آ گیا پھر اسلام کا مطالعہ شروع کیا اس کے لئے میں نے حیدر آباد کی معروف لائبریری کے علاوہ شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی اور مولوی چراغ علی صاحب کے کتب خانوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا اور خدا کا شکر ہے کہ کئی سالوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد میری تھکی ہاری روح کو قرار آ گیا اور مذہب اسلام کی صورت میں مجھے وہ منزل مل گئی میں نے قرآن اور پیغمبر اسلام کی سیرت کا مطالعہ کیا اور مجھے ان سارے سوالات کے جوابات مل گئے جو برسہا برس سے مجھے پریشان کیے ہوئے تھے اور کسی مذہب اور فلسفہ نے مجھے ان کے سلسلے میں مطمئن نہیں کیا تھا مجھے ایک سادہ، سریع الفہم عقل کے عین مطابق اور بے حد قابل عمل مذہب مل گیا۔ دین اسلام نے میرے دل و دماغ کو مسخر کر لیا اور میں آپ کی برادری کا ایک رکن بن گیا۔ (الحمدللہ۔ تلخیص ہم کیون مسلمان ہوئے ص ۱۹۸)

ڈاکٹر آر۔ ایل۔ میلما (ہالینڈ)

وہ ماہر علم الانساب، مصنف اور محقق کی حیثیت سے ڈاکٹر آر ایل میلما یورپ کے علمی حلقوں میں خاص عزت اور شہرت کے مالک تھے وہ ایمسٹرڈیم کے استوائی عجائب گھر میں اسلامی شعبے کے صدر اور نگران تھے انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں تھیں جن میں سے ایک پاکستان کے بارے میں ہے۔

ڈاکٹر آر ایل میلما لکھتے ہیں۔

مجھے اسلام میں کیا حسن نظر آیا وہ کون سی جاذبیت تھی جو مجھے اس عقیدے کے طرف کھینچ لائی ہیں۔

دو سوال۔ جن کے جواب میں نے دینے ہیں تو عرض ہے کہ میں نے ۱۹۱۹ میں لیڈن یونیورسٹی سے مشرقی زبانوں کی تعلیم شروع کی اور مشہور مستشرق اور عربی علوم کے ماہر پروفیسر سناؤک ہرگونج کے لیکچروں میں باقاعدگی سے شرکت کرنے لگا میں نے عربی میں اس قدر استعداد حاصل کی کہ بیضاوی کی تفسیر قرآن اور غزالی کی ایک کتاب کا ترجمہ کر ڈالا۔

جیسا کہ اس زمانے کی روایت تھی میں نے تاریخ اسلام اور اسلامی اداروں کے بارے میں ساری معلومات ان کتابوں سے حاصل کی جو یورپین زبانوں میں شائع ہوئیں تھیں۔ ۱۹۲۱ میں، میں مصر گیا اور وہاں ایک ماہ تک قیام کیا اس دوران میں، میں نے الازھر کا خوب مطالعہ اور مشاہدہ کیا۔ چونکہ میں نے عربی کے علاوہ سنسکرت، ملائی اور جاوی زبانوں پر عبور کر لیا تھا اس لئے ۱۹۲۷ء میں ہالینڈ کی نو آبادی جزائر شرف الہند جو آزادی کے بعد انڈونیشیا کہا یا چلا گیا اور جکارتہ میں اعلیٰ تعلیم کے ایک خاص ادارے میں جاوی زبان اور ہندوستانی کلچر کی تاریخ پڑھانے لگا پندرہ برس میں جاوی زبان اور کلچر کے قدیم و جدید شعبوں میں تخصص حاصل کر چکا تھا اس مدت میں اسلام اور عربی سے میرا رابطہ برائے نام رہ گیا تھا۔

دوسری عالمگیر جنگ کے دوران جب انڈونیشیا پر جاپان کا تسلط قائم ہوا تو میں بھی جنگی قیدی بن گیا رہائی ملی تو ۱۹۴۹ میں واپس وطن چلا گیا اور ایمسٹر ڈیم کے رائل ٹراپیکل انسٹی ٹیوٹ میں تدریسی فرائض سرانجام دینے لگا۔ یہاں مجھے جاوی زبان میں اسلام پر ایک گائیڈ بک لکھنے کا موقعہ ملا اور یوں ایک مرتبہ پھر اسلام سے میرا رابطہ قائم ہو گیا یورپ میں جتنی کتابیں چھپی تھیں تقریباً ساری میں نے پڑھ ڈالیں۔

اس ضمن میں مجھے اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والی ریاست پاکستان کے مطالعے کی ضرورت محسوس ہوئی میں نے رختِ سفر باندھا اور ۱۹۴۹ کے اواخر میں لاہور جا پہنچا۔

اب تک اسلام کے بارے میں میری معلومات کا ماخذ یورپین لٹریچر تھا۔ مگر لاہور میں مجھے اسلام کے بارے میں نئے پہلو سے روشناس ہونے کا موقعہ ملا۔ دل و دماغ پر اس کے تاثر کا یہ عالم تھا کہ میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے نماز جمعہ میں شرکت کی اجازت طلب کی جسے انہوں نے نہایت خوشدلی سے قبول کیا۔ یہیں سے میں اسلام کی ارفع و اعلیٰ قدروں سے واقف ہوا اور میری زندگی ایک پاکیزہ انقلاب سے دوچار ہونے لگی۔

میں نے آپنے آپ کو اسی روز سے مسلمان سمجھنا شروع کر دیا تھا جب ایک جمعہ کو مجھے مسجد کے نمازیوں سے خطاب کا موقعہ دیا گیا اور اس کے بعد ان گنت دوستوں سے مصافحہ کرنا پڑا جو اگرچہ میرے لئے اجنبی تھے مگر ان کے بے پناہ تپاک میں سگے بھائیوں کی محبت جھلکتی تھی اس کے بعد میرے دوست مجھے ایک چھوٹی مسجد میں لے گئے وہاں ایک صاحب خطبہ دیتے تھے جو روانی میں انگریزی بول سکتے تھے اور پنجاب یونیورسٹی میں خاصے عہدے پر فائز تھے۔

انہوں نے نمازیوں کو بتایا کہ اس اجتماع میں انگریزی الفاظ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دور دراز ملک کے نیندر لینڈز سے آیا ہوا ایک بھائی اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔ بہر حال خطاب ختم ہوا تو پہلے امام کی اقتدا میں دو رکعتیں پڑھی گئیں اور بعد میں انفرادی طور پر چند رکعات ادا کیں۔

میں اٹھ کر باہر نکلنے ہی والا تھا کہ خطیب صاحب جنہیں لوگ علامہ صاحب کے لقب سے پکارتے تھے۔ میری طرف متوجہ ہوئے انہوں نے بتایا کہ لوگ میری زبان سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ خیر میں اٹھا اور مائیکروفون کے سامنے جا کر اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا۔ میں انگریزی میں بات کر رہا تھا جبکہ علامہ صاحب اس کا اردو میں ترجمہ کرتے جاتے تھے میں نے بتایا کہ میں ایک ایسے ملک سے آیا ہوں جہاں بہت ہی کم مسلمان رہتے ہیں۔ ان کی جانب سے اور اپنی طرف سے آپ کو ہدیہ سلام و تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ آزاد اور خود مختار حکومت کے مالک ہیں اور اس ریاست نے گذشتہ سات برسوں میں خاصا استحکام حاصل کر لیا ہے اور خدا نے چاہا تو ایک روشن مستقبل آپ کا منتظر ہے۔ میں اپنے وطن واپس جا کر بتاؤنگا کہ پاکستان میں مجھے مہمان نوازی اور محبت اخلاص کے کس بے پایاں سلوک کا مستحق سمجھا گیا ہے۔

ان الفاظ کا اردو ترجمہ کیا گیا تو عجیب منظر دیکھنے میں آیا سینکڑوں نمازی غیر معمولی اشتیاق اور

کمال محبت کے ساتھ میری طرف لپکے ان کے چہرے خلوص اور پیار کے نور سے چمک رہے تھے اور آنکھوں سے اخوت ویگانگت کی ایسی کرنیں پھوٹ رہی تھیں جو دل و دماغ کے آگے میری روح میں اترتی جا رہی تھیں میں نے بچشم سر مشاہدہ کیا کہ اسلام کا رشتہ اخوت دنیا کا سب سے مضبوط رشتہ ہے۔ سچی بات ہے اس روز میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

یوں پاکستان کے مسلمانوں نے مجھ پر یہ ثابت کر دیا کہ اسلام صرف قوانین کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ محبت کا رواں دواں زمزمہ بھی ہے جو پیاسی روح کو سیراب کرتا ہے اور ویران دلوں میں سدا بہار پھول کھلاتا ہے۔ یہ اعلیٰ قدروں کا وہ حسین گلدستہ ہے جس سے مسلمان سب سے پہلے نوازا جاتا ہے۔ یوں علم و ایمان کی روشنی نے میرے دل و دماغ کو بھی منور کر دیا اور میں نے اسلام قبول کرنے کا باضابطہ اعلان کر دیا۔

ابراہیم کوان (ملائیشیا)

میں نے ساٹھ سال کی عمر تک ایک پروٹسنٹ عیسائی کی حیثیت سے زندگی گذاری اور اس دوران میں تقریباً تین سال تک کوالالپور ملائشیاء کے چرچ میں پادری کی خدمات سرانجام دیں مگر بالآخر اسلام کی آغوش میں آ گیا آج میں تشکر بھری مسرت کے ساتھ وہ وجوہات بیان کروں گا جو میرے قبول اسلام پر منتج ہوئیں۔

میں ۳ فروری ۱۹۰۷ کو پیدا ہوا۔ میرے والدین بدھ مت سے تعلق رکھتے تھے چھ برس کی عمر میں مجھے ایک چینی سکول میں داخل کرایا گیا جہاں میں نے کنفیوشش مذہب کی ایک بنیادی کتاب چہار کتب اور دیگر کئی کتابیں پڑھیں جن کے زیر اثر میں کنفیوشس مت کے ایک خدا کے عقیدے کا قائل ہو گیا۔ میری عمر نو برس تھی جبکہ میں کوالالپور وکٹوریہ انسٹیٹیوٹ میں انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے لگا اس سے میں نے بائبل کے عہد نامہ قدیم اور جدید کا سبقاً سبقاً مطالعہ کیا اور مذہب عیسوی اختیار کر لیا۔

میری عمر اس وقت ۱۶ برس تھی۔
ستمبر ۱۹۲۳ میں جب میں کوالا کمپس کے چرچ میں پادری بن کر جانے ہی والا تھا میرے ایک ہندوستانی دوست کے۔ کے محمد نے مجھے قرآن پاک کے انگریزی ترجمے کا ایک نسخہ دیا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا اور اس کے موضوعات کے حسن سے بے حد متاثر ہوا اگرچہ اس تاثر کی شدت اتنی زیادہ نہ تھی کہ میں اسلام قبول کر لیتا۔
کوالا کمپس میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے مجھے یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا اور میرا ذہن یہ محسوس کر کے جھنجھنا اٹھا کہ پروٹسٹ چرچ کی کتنی شاخیں ہیں'' اور مذہبی عقائد'' کی بنا پر ہر شاخ دوسری سے برسر پیکار رہتی ہے۔ آپ کو یہ بھی اندازہ ہو گا کہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں میں بُعد اور اختلاف کی شدت کا کیا عالم ہے اور ان کے مذہبی عقائد باہم کتنے مختلف ہیں۔ اس کیفیت نے مجھے سخت پریشان کیا اور گھبرا کر میں نے قرآن کا سہارا لیا جن آیتوں نے میری رہنمائی کی وہ یہ ہیں۔
اس نے آپ پر (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔ (آل عمران ۸۴)
اے نبی کہہ دیجئے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل ہوئی تھیں۔ ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابع فرمان مسلمان ہیں۔ (آل عمران ۸۴)
قرآن کے مسلسل اور گہرے مطالعہ نے مجھے حقیقت کے قریب کر دیا اور عیسائیت کے عقائد کا کھوکھلا پن مجھ پر واضح ہوتا گیا مثال کے طور پر عقیدۂ تثلیث وہ گورکھ دھندا ہے جسے ہر عیسائی

سمجھے بغیر اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی ہے ہی نہیں جس میں اس پیچیدہ مسئلے کی وضاحت یا تعلیم موجود ہو اس کے مقابلے میں اسلام توحید کا صاف ستھرا عقلی و منطقی عقیدہ رکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی میں کوئی شریک نہیں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ صفات میں وہ یکتا ہے اور محمد ﷺ اس کے آخری رسول اور نبی ہیں۔

میرے نزدیک اسلام اور عیسائیت میں یہی بنائے امتیاز ہے۔

مجھے پروفیسر خورشید احمد کی اس بات سے مکمل اتفاق ہے۔ (جو انہوں نے اسلام کا تعارف کراتے ہوئے ایک طویل مضمون میں رقم کی) کہ میں بہت سے مذاہب اور نظریات کے بظاہر روشن اور پر شکوہ رخ پن نے بڑا غضب ڈھایا کچھ نے زندگی کے روحانی پہلوؤں پر اتنا زور دیا کہ مادی اور بنیادی امور کو یکسر نظر انداز کر دیا ان مذاہب و نظریات نے دنیا کو ایک واہمہ، فریب نظر اور زنجیر پا قرار دیا جبکہ اس کے مقابلے میں بعض دیگر فلاسفرز نے زندگی کی روحانی اور اخلاقی قدروں کی بھی نفی کی اور انہیں خیالی اور فرضی قرار دیا۔ ظاہر ہے یہ دونوں نقطہ ہائے نظر انتہا پسندانہ تھے اور اپنے ساتھ تباہی و بربادی لے کر آئے تھے۔ انہوں نے انسانیت کے امن و سکون، قناعت پسندی اور آسودگی کو غارت کر دیا عدم توازن کی یہ کیفیت آج بھی برقرار ہے۔

میں فرانسیسی سائنسدان ڈاکٹر ڈی بسروگیسی سے بھی متفق ہوں کہ جدید سادہ پرستانہ تہذیب میں انتہا پسندی اور عدم تعاون کی کیفیت جو کار فرما ہے وہ غیر معمولی طور پر خطرناک ہیں اور روحانی قدروں کے فروغ کے لئے کوئی متوازی تحریک نہ چلی تو دنیا دردناک تباہی سے دوچار ہو جائیگی۔

اور ڈرسل کے بقول عیسائیت نے ایک انتہا کی طرف جھک کر فاش غلطی کی جبکہ تہذیب جدید نے سارا وزن دوسرے پلڑے میں ڈال دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

ہم نے زندگی کے ظاہری ڈھانچے کو بے حد خوبصورتی اور سلیقے سے سجایا ہے مگر باطن کی بنیادی

اور ضروری احتیاجات کو نظر انداز کر دیئے ہیں۔ ہم نے ایک حسین وجمیل پیالہ بنایا ہے اس کی آرائش بھی خوب کی اور اس کے بیرونی حصے کی بھی صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھا کہ اس کے اندر خوش ذائقہ زہر بھرا ہوا ہے۔ ہم نے علم کی ساری صلاحیتیں اور عمل کی ساری قوتوں کو محض جسمانی عیش و آرام مہیا کرنے کے لئے استعمال کیا لیکن روح کے تقاضوں کی پرواہ نہ کی اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ اس دردناک کیفیت کے برعکس اسلام زندگی گذارنے کا ایک درمیانہ اور متوازن لائحہ عمل دیتا ہے۔ اسلام مادیت اور روحانیت میں توازن پیدا کرتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کرتا اسلام کا مطلب ہے اطاعت، اللہ کی اطاعت اور اسکے قوانین اور احکامات کی پابندی، اس کی مخلوق کی خیر خواہی اور معاشرے کی اصلاح و بہبود کی فکر۔

عیسائیت تہذیب حاضر اور اسلام کے تقابلی مقابلے نے مجھے یکسو کر دیا میں نے دل کی انتہائی گہرائیوں سے اسلام قبول کر لیا اور سچے مسلمان کی طرح اسلامی قوانین کی پیروی قبول کی۔ اسلام نے مجھے یہ سکھایا کہ میں غریبوں اور ضرورتمندوں کی ضروریات اور مشکلات کو سمجھوں اور ان کی مدد کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کروں۔ میں اپنے آپ کو بے حد خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ جو کچھ اللہ نے مجھے عنایت فرمایا ہے میں اس پر قانع ہوں اور اس کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو وہ شب و روز ہم پر نازل کرتا ہے ہمیں اس پر آشوب دور میں صرف اللہ کی مدد درکار ہے۔

اسلام کی جن تعلیمات نے مجھے اسیر بنایا وہ یہ ہیں۔

اسلام عیسائیت کے مقابلے میں کہیں زیادہ عقلی، عملی، قابل فہم، منطقی اور سادہ مذہب ہے۔

اسلامی عبادت اللہ سے براہ راست تعلق جوڑتی ہے۔

اسلام میں خدا کا تصور بڑا ہی باوقار اور پرشکوہ ہے۔

کاؤنٹ ایڈورڈ گیا (انگلستان)

میری پیدائش اگرچہ ایک کیتھولک گھر میں ہوئی تھی لیکن اپنے والد کے زیرِ تربیت میں نے کیتھولک مذہب کے پیچیدہ اور سوفسطائی عقائد کو کبھی قبول نہ کیا۔ حضرت مسیح نے اخوتِ انسانی کی تلقین کی تھی کہ خدا کی نظر میں سب انسان خواہ امیر ہوں یا غریب بلاتفریق یکساں مرتبہ رکھتے ہیں مگر کیتھولک چرچ میں قدم رکھتے ہی اخوت اور مساوات کا جو نقشہ نظر آتا ہے وہ بڑا بھیانک اور دردناک ہے۔ امراء صف اول میں قربان گاہ کے قریب مخملیں گدوں پر بیٹھے ہیں جب کہ غریب لوگ بہت پیچھے دور کھڑے ہوتے ہیں اور ان کیلئے سخت بنچوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بینچ بھی لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اگر کوئی شخص کارڈینل سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درخواست لکھ کر پیش کرے۔ بالعموم ان درخواستوں کو رد کر دیا جاتا ہے۔ کارڈنیل اپنے آپ کو کلیسا کے شہزادے سمجھتے ہیں ظاہر ہے یسوع مسیح نے جس سادگی اور اخوت کی تعلیم دی تھی اس ماحول سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ مسیح کے ماننے والے سیدھے سادے اور غریب لوگ تھے۔ مجھے یقین ہے آج اگر جناب مسیح پھر دنیا میں آجائیں تو ان کے نام لیوا ان کی باتیں سن کر انہیں یقیناً صلیب یا اس قسم کی نئی ایجاد پر کھینچ دیں گے۔

پاپائے روم کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت مسیح کے جانشین ہیں حالانکہ ان کی زندگی انتہائی امارت پر بسر ہوتی ہے۔ ارغوانی مخمل، ریشم، کمخواب اور سمور میں ملبوس، سر پر جواہرات کا چمکتا ہوا تاج، پاپائے روم زریں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ چمکیلی وردیاں پہنے مؤدب خدام ارد گرد کھڑے رہتے ہیں۔ سارا ماحول خوشبو سے معطر ہے۔ یہ منظر بلا شبہ پر شکوہ اور خوبصورت ہے لیکن ظاہر ہے دلوں پر اس کا کوئی روحانی اثر نہیں ہوتا اور نہ اسے مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی واسطہ ہے۔

جو روما کے کلیسائے سینٹ چیئر مین جب کسی ولی کے اعزاز میں کوئی تقریب ہوتی ہے تو اس

میں شمولیت کے لئے بھاری رقم کے عوض ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ ٹکٹ پر جو نمبر درج ہے وہی نشست آپ کو دی جائے گی اور یہ آپ کی رقم اور حیثیت کے مطابق ہوگی۔ گرجے کے اندر متعدد گیلریاں ہیں جو روساء، امراء، ارباب سیاست اور دوسرے معززین کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس میں بچپن ہی سے مساجد کی سادگی اور خوبصورتی سے بڑا متاثر تھا اسلامی تمدن اور معاشرے نے میرے ذہن پر دور رس اثرات چھوڑے ہیں۔ خصوصاً میں مسلمانوں کی شاعری اور فن تعمیر کا بڑا مداح تھا۔ اکثر سوچا کرتا جس قوم نے تہذیب و شائستگی ہر پہلو کو اس قدر ترقی اور اہمیت دی ہے اور دنیا کے سامنے حسن و جمال کا ایک وسیع منظر پیش کیا ہے۔ یقیناً اس کا فلسفہ اور مذہب بھی بلند درجہ ہوگا۔ یہی تجسس مجھے اسلام کے قریب لے آیا۔

تلاشِ حق کے لئے میں نے جدید و قدیم مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا پھر ان کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا اور گہری تلاش و تنقید کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور قرآن میں وہ سب کچھ موجود ہے۔ جس کی انسان کو اپنی روحانی ارتقاء کے لئے ضرورت رہتی ہے۔ اب میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ وہ مجھے اسلام کی آغوش میں آنے کی توفیق عطا فرما دے ابھی میں اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے اور پورے خاندان اور ماحول سے ٹکر لینے کی استعداد نہ پاتا تھا۔

اسی شش و پنج اور گومگو کی کیفیت میں ایک رات میں نے ایک خواب دیکھا میں متلاطم سمندر میں جان بچانے کے لئے موجوں سے لڑتا ہوں اور بڑی مشکل سے ساحل پر پہنچا ہوں۔

اس وقت میں نے ایک آواز سنی جو سمندر کے شور سے بھی زیادہ تیز تھی کوئی کہہ رہا تھا تمہیں غرق ہونے سے کس نے بچایا تجھے ایمان کے اقرار سے تامل کیوں ہے۔ بیدار ہوا تو یقین کو ساحلِ مراد سے لگے ہوئے پایا صبح ہی میں نے اسلام قبول کر لیا۔

قبول اسلام کے بعد قتل کی بھی دھمکیاں دی گئیں اور میرا سماجی مقاطعہ بھی ہوا لیکن میں نے

پرواہ نہ کی اب میری انتہائی آرزو ہے کہ میں کسی طرح خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوں میں بسا اوقات تخیل ہی تخیل میں اپنے آپ کو تن تنہا صحرائے عرب میں کھڑا ہوا پاتا ہوں معلوم ہوتا ہے وہ ریت کا سمندر ہر چہار طرف میلوں تک پھیلا ہوا ہے اور میں اکیلا بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہوں اس وقت میری مثال ایک ذرہ سی ریگ سی ہوتی ہے اور دنیا کی تمام مکروہات سے اپنے آپ کو دور پاتا ہوں۔ ستاروں کی دنیا میرے سامنے ہوتی ہے اور میرا دل قدرت خداوندی کے لا متناہی کرشموں کو دیکھ کر حیران ہونے لگتا ہے اس وقت میرا خیال بار بار اس چیز کی طرف جاتا ہے کہ جوں جوں علم و حکمت کے تعجب انگیز اور زبردست قوانین دریافت ہوتے جائیں گے اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قوت آشکار ہوتی جائیگی۔ آہ۔ وہ دن کیسا خوبصورت ہوگا جب میں کسی تفریق و امتیاز کے بغیر اپنے مختلف نسلوں اور رنگوں کے مختلف بھائیوں کے ساتھ خوش باش کھڑا ہوں گا اور ان کی محبت میں مجھے بھی طواف کعبہ کی سعادت حاصل ہوگی۔

اسماعیل جزائرسکی (پولینڈ)

میں ۸ جنوری ۱۹۰۰ کو پولینڈ کے شہر کراکوف میں پیدا ہوا۔ میرا تعلق پولینڈ کے اونچے درجے کے ایک گھرانے سے ہے۔ اگرچہ میرے والد صاحب پکے اور سچے دہریے تھے مگر بڑے روادار تھے انہوں نے اپنے بچوں سے رومن کیتھولک مذہب کی تعلیم حاصل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا اصل میں یہ مذہب ہماری والدہ کا تھا اور والد صاحب ان کی خواہشات میں مزاحم نہیں ہوتے تھے یوں بھی انہیں پتہ تھا کہ یہ تعلیم محض رسمی اور سطحی قسم کی ہے اور اس کا کوئی اثر انسان کی ذاتی یا اجتماعی زندگی پر نہیں پڑتا۔ مگر جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے یہی وہ مرحلہ تھا جبکہ مذہب کا احترام میرے ذہن پر نقش ہوگیا اور میں انفرادی، معاشرتی، سطح پر اس کی زبردست اہمیت کا قائل ہوگیا۔

ہمارے گھر کی دوسری خصوصیت اس کا بین الاقوامی قسم کا ماحول تھا میرے والد نے اپنی جوانی میں یورپ کے بہت سے ممالک کی سیاحت کی تھی اور وہ اپنے سفر کے تاثرات بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نسلی، قومی اور ثقافتی تعصّبات میرے نزدیک بے معنی ہو کر رہ گئے۔ میرا ذہن بین الاقوامی طور پر سوچنے لگا میں اپنے آپ کو دنیا بھر کا شہری سمجھتا تھا۔ میرے خاندان کی تیسری خوبی میانہ روی میں پنہاں تھی۔ میرے والد اگر چہ ایک امیر اور نواب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے مگر وہ ان لوگوں کے عام طبقے کے عام افراد کے برعکس بیکار وقت ضائع کرنے سے سخت متنفر ہے۔ وہ ان لوگوں سے بھی بیزار اور گریزاں رہے جو تشدد یا آمریت کے قائل ہوئے ہوں۔ وہ بڑے زمیندار تھے اور معاشرتی روایات کے خلاف بغاوت کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ ایسی ترقی کی تحسین کرتے تھے جس کی بنیاد ماضی کی روایات پر استوار ہو غرض وہ میانہ روی کی بہترین مثال پیش کرتے تھے۔

میری عمر ابھی سولہ سال ہی تھی کہ رومن کیتھولک چرچ کے مختلف توہمات نے مجھے مذہب سے نفرت کی حد تک بیزار کر دیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ان توہمات کا پرچار حتمی و بنیادی عقائد سے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تثلیث کا فارمولا میرے نزدیک احمقانہ تھا یہ تصور بھی وحشتناک تھا کہ منشائے ربانی میں روٹی اور شراب حضرت عیسیٰ کے خون اور گوشت میں بدل جاتے ہیں۔ اس طرح پادریوں کا خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنتا۔ پوپ کا معصوم عن الخطاء ہونا اور پراسرار طلسمی نوعیت کے لفظوں اور اشاروں کی تاثیر کا تصور اور اسی طرح کے دوسرے توہمات میرے دل میں بیزاری کا شدید احساس بیدار رکھتے تھے۔ پھر اپنے ذہن کو کبھی بھی مریم، مختلف بزرگوں، تبرکات، تصویروں، بتوں وغیرہ کی پرستش پر آمادہ نہ کر سکا ان خرافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں مذاہب پر سارا اعتماد کھو بیٹھا اور اعتقادی معاملات سے بالکل بے تعلق ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو میرے اندر ایک نئی مذہبی امنگ کروٹیں لینے لگی خدا نے میری آنکھیں کھول دیں۔

روحانی پیاس بہت بڑھ گئی تو میں نے تلاشِ حق کی خاطر مختلف مذاہب کا مطالعہ شروع کیا ابتدا میں میرے قریب کوا کرزم یعنی توحید پرستی، بدھ ازم اور البائی ازم تھے۔ مگر سچی بات ہے ان میں سے کسی مذہب اور نظریے نے بھی مجھے مطمئن نہیں کیا۔

بالآخر فروری ۱۹۴۹ میں میں نے اسلام کو ''دریافت'' کر لیا ایک انگریز نومسلم اسماعیل کولن ایونز کا اسلام پر لکھا ہوا ایک پمفلٹ میرے ہاتھ لگ گیا اس کے بعد دارالتبلیغ الاسلام قاہرہ کی مطبوعہ کی کچھ کتابیں اور کتابچے مجھ تک پہنچے میں دلجمعی سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسلامی تعلیمات نے میرے دل کی آنکھیں روشن کر دیں۔

اس کی تعلیمات میرے ذہنی تصورات سے مکمل آہنگی رکھتی تھیں میں نے اسلام کی صورت میں ایک مکمل اور بے عیب قسم کا ضابطہ حیات پالیا جو زمین پر اللہ کی شہنشاہیت قائم کرنے میں ذاتی اور اجتماعی سطح پر انسان کی پوری رہنمائی کرتا ہے اور جس میں اتنی لچک بھی ہے۔ ہر لحظہ تغیر زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دے سکے چنانچہ مجھے اسلام کے مختلف معاشرتی اداروں نے بہت متاثر کیا خصوصا زکوۃ، نظام وراثت، حرمت سود، جارحیت پر مبنی جنگوں کی ممانعت، حج کا عالمگیر اجتماع اور تعداد ازواج کی اجازت نے مجھے مسحور کر دیا اور یہ ساری خصوصیات سرمایہ دارانہ، تہذیب و نظام اور کمیونزم کے درمیان انصاف، عدل اور میانہ روی کی بہترین مثالیں تھیں۔ پھر اسلام مختلف ریاستوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کا جو عقلی حل پیش کرتا ہے اس کا کہیں کوئی جواب نہیں۔

بہر حال میں خدائے عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے کفر و ضلالت کے اندھیروں سے نجات دی اور اسلام کی روشن صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ الحمد للہ رب العالمین

ایچ۔ایف۔فیلوز (انگلستان)

میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ برطانیہ کی شاہی بحریہ میں گذارا ہے اور اسی سلسلے میں ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۹ء کی عالمی جنگوں میں بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔

سمندر ایک ایسا مقام ہے جہاں بیسویں صدی کی تمام فنی ترقی، تکنیکی، مہارت کے باوجود فطرت کی پرشوکت طاقتیں اپنا آپ دکھاتی رہتی ہیں۔ ہیبت ناک آندھیاں اور غضبناک لہریں اس سلسلے کی معمولی مثالیں ہیں۔ جنگ کے ایام میں ناگہانی خطرے اس پر مستزاد ہیں۔ خوف وخطر کی جب بھی ایسی کوئی حالت پیش آئی تو میں بے اختیار محسوس کرتا کہ دل میں ایک ہی ہستی کا خیال آتا ہے اور روح کی گہرائیوں سے فریاد کی جو لہریں پیدا ہوتیں ان کی منزل بھی وحدہٗ لاشریک ہوتی۔ مگر عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کی بنا پر اب تک مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ دنیا کا نظام تثلیت پر قائم ہے۔ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس، لیکن میرا ضمیر اس مضحکہ خیز فارمولے کو ماننے سے گریز کرتا رہا۔ آگے بڑھ کر مزید غور کیا تو عیسوی مذہب میں بہت سی اور بھی ناقابل فہم باتیں نظر آئیں۔ مثال کے طور پر کفارے کا فلسفہ خاک بھی سمجھ میں نہ آیا میں اکثر سوچتا کہ جب ہمیں اپنی دینوی غلطیوں کا نتیجہ بالفصل خود بھگتنا پڑتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسری دنیا میں ہم گناہوں کی سزا سے اس لئے بچ جائیں گے کہ یسوع مسیح ان کا کفارہ دے چکے ہیں۔

دوسری بات جس سے مجھے سخت وحشت ہونے لگی وہ پیدائشی گنہگار ہونے کا نظریہ تھا حالانکہ عام مشاہدہ اس امر کے سراسر برعکس ہے۔ میں نے روزمرہ کی زندگی میں ایسے مناظر عام دیکھے تھے۔ کہ متوازن اور معتدل مزاج کے لوگ ہمیشہ دوسرے لوگوں کی بھلائی سوچتے ہیں۔ نوجوان بھی عموماً اپنے پڑوسیوں اور ملنے والوں کی مدد اور خدمت خوشی سے کرتے ہیں۔ جہاں تک بچوں کا تعلق ہے ان کے والدین اگر اچھے ہوں اور اساتذہ ذہین اور تجربہ کار ہوں تو ان کی عادتیں یقیناً اچھی اور قابل تعریف ہوتی ہے چنانچہ ازلی گنہگار نظریہ انسان کی توہین کے سوا کچھ نہیں۔

ان شبہات اور سوالات نے میرے ذہن کو مضبوطی سے جکڑ لیا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں عیسائیت تضاد بیانیوں کا شکار تھی۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح نے حکم دیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ان دس احکام پر عمل کرو جو انہیں کوہ سینا پر عطا کیے گئے تھے۔ ان میں پہلا حکم یہ تھا۔ میں تمہارا مالک ہوں۔ تمہارا خدا تم میرے ہو کسی کو معبود نہیں مانو گے مگر عیسائی تین خدا کی پرستش کرنے لگے۔

پھر دوسرا حکم یوں شروع ہوتا ہے تم اپنے لئے کوئی بت نہیں تراشو گے نہ ہی ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گے۔ لیکن یہاں مریم و عیسیٰ کے بت بنائے گئے اور ان کی اعلانیہ پرستش ہونے لگی۔ میں نے مزید تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اگرچہ مارٹن لوتھر نے رومن کیتھولک چرچ کے خلاف بغاوت کر کے کئی کافرانہ رسموں کو ختم کرایا تھا۔ مگر یہ مذہب کلی طور پر ان اندیشوں سے پاک نہ ہو سکا اور آج تک بہت سی کفریہ روایات پروٹسٹ فرقے میں بھی موجود ہیں اور بنیادی طور پر دونوں فرقوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ خیال بھی تنگ کرتا رہتا کہ آخر حضرت مسیح کی زندگی یا موت نے فلسطین کے یہودیوں، رومنوں یا عام لوگوں پر فوری اثرات کیوں نہ مرتب کیے۔ تاریخ میں حضرت موصوف کے مفصل حالات کیوں نہیں ملتے چنانچہ یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ اسکول میں بائبل کے اشوک پڑھائے جاتے ہیں۔ مگر مسیح علیہ السلام کی زندگی مکمل طور پر پردۂ اخفا میں رکھی جاتی ہے یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ عیسائیت کی اشاعت حضرت مسیح کی وفات کے صدیوں بعد ہوتی تھی۔

مذہب کے بارے میں یہ تھی وہ ذہنی حالت جس کے تحت مجھے ۱۹۱۹ سے ۱۹۲۳ کے دوران میں ایسے جہازوں میں رہنا پڑا جو ترکی کے پانیوں میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ پہلے پہل مسلمانوں سے تعارف ہوا اور اسلام کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا خصوصاً اس تعلیم نے میری توجہات کو

اپنی طرف کھینچ لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ میں نے اسلام کے بارے میں کتابیں خرید لیں ان میں غالب تعداد ایسی تھی جن میں اسلام کے خلاف سخت تعصب کارفرما تھا پھر گذشتہ تین صدیوں سے عثمانی خلفاء یورپ کے ساتھ جو کچھ کرتے رہتے تھے اور ترک سیاستدان اور حکام جس قسم کے کردار کے مالک تھے۔ اس نے میرے اندر اسلام کے لئے جوش و سرگرمی کا جذبہ کم کر دیا میں نے یہ معاملہ ترک کر دیا خدا سے میرا تعلق قائم رہا کم وبیش ایک سال اور گذر گیا میں نے دوبارہ اسلام کو سمجھنے کی کوشش شروع کر دی۔ اب میں نے مسلم مشن لندن سے براہ راست رابطہ قائم کیا وہاں سے مجھے مسلمان مصنفین کی لکھی ہوئی کتابیں بھجوائی گئیں ان کتابوں نے مغربی عیسائی علمی دیانت کی قلعی کھول دی۔ بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کا جو کھیل یورپ کے مصنفین رچاتے ہیں ان پر دکھ ہوا اور حیرت بھی۔ عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اور مطالب کو مسخ کر کے من مانے ترجمے کرنا ان دانشوروں کا دل پسند مشغلہ ہے۔ ان کتابوں نے یہ بھی بتایا کہ یورپ اسلام کے خلاف کیوں اور ادھار کھائے بیٹھا ہے۔

مختصر یہ کہ مجھے میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے مجھے سکون قلب کی دولت مل گئی اور میں مسلمان ہو گیا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام ہی وہ تنہا مذہب ہے جو فکر وعمل ہر دو اعتبار سے سچا مذہب ہے اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جو ہمیں بلاشک وشبہ خالق اکبر تک لے جا سکتا ہے۔

شیخ بشیر احمد شاد (پاکستان)

میں ۱۹۲۸ میں ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں دھیان گالو کے ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا۔ میرے والد متھیاس صاحب مشہور پادری تھے اور تبلیغی خدمات کے سلسلے میں اپنے آبائی ضلع گورداسپور سے شیخوپورہ منتقل ہو گئے۔ میرے دادا مسمی جھنڈے مل بھی پختہ اعتقاد عیسائی تھے اور تبلیغی خدمات انجام دیتے تھے۔

میرے والد صاحب مجھے بھی ایک کامیاب مبلغ اور پادری بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ابتداء ہی سے میری تعلیم اور ترتیب مذہبی سطح پر ہوئی پرائمری تعلیم میں نے ایس ڈی اے مشن سکول چوہڑکانہ منڈی میں حاصل کی یہاں شروع ہی سے کوشش کی جاتی تھی کہ ہر بچہ بڑا ہو کر ایک اچھا مبلغ عیسائیت بن سکے میں اپنی پڑھائی میں بڑا تیز تھا۔ سکول کے مذہبی کاموں کے علاوہ تبلیغی لڑیچر تقسیم کرنے والی پارٹیوں میں بھی شامل ہوتا۔ مجھے تقریریں کرنے اور تبلیغی خدمات انجام دینے کا بہت شوق تھا اور اس شوق کو سارے اساتذہ اور پادری قدر اور شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

پرائمری کے بعد میں نے ایس ڈی اے مشن ہائی سکول اڑکی چلا گیا وہاں بھی میری تعلیمی تبلیغی کارکردگی نمایاں رہی۔ یہاں میں نے عیسائیت کے بنیادی اصولوں مثلاً تثلیث، مسئلہ الوہیت، مسئلہ ابنت مسیح مثلاً کفارہ مسیح اور الٰہیات کے بعض مسائل کی تربیت حاصل کی سکول کے تمام اساتذہ خصوصاً ایچ سی الیگزینڈر میرے معاملے میں بہت خوش اور مطمئن تھے۔ ایلین بجا طور پر میری صورت میں مستقبل کا کامیاب مبلغ اور پادری نظر آ رہا تھا۔

اسی اثنا میں میرے والد کا تبادلہ راولپنڈی ہو گیا اور ساتھ ہی وہ حادثہ رونما ہوا جس نے میری دنیا تک ہلا دی۔ یعنی ۱۹۴۴ میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا والد صاحب نے دوسری شادی کر لی تاہم ہماری نئی والدہ نے سارے بچوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا اور آخر دم تک اس میں کمی نہ آئی۔

۱۹۴۷ میں میرا تعلیمی اور تبلیغی کورس ختم ہو گیا اور میں نے اسی سال مسیحی کلیسا کے خادم کی حیثیت سے لاہور میں اپنی خدمات کا آغاز کیا میں رومن کیتھولک مشن کے ساتھ وابستہ تھا۔

۱۹۴۷ کے اواخر میں میری شادی شرق پور کے ایک پروٹسٹ پادری گھرانے میں ہوئی میری بیوی ایک راسخ العقیدہ عیسائی خاتون تھی۔

تبلیغی میدان میں میرا انداز بڑا جارحانہ تھا جہاں میں عیسائیت کو دین حق کے طور پر پیش کرتا وہاں اسلام سے اس کا مقابلہ بھی کرتا اور زور وشور سے اسلام پر عیسائیت کی برتری ثابت کرتا اس ضمن میں متعدد مسلمان علماء سے میری بحثیں ہوئیں تاہم یہ بات عجیب ہے دوران گفتگو میرے منہ سے عموماً اسلامی تراکیب واصلاحات نکل جاتیں جس پر میرے ساتھی مجھے ٹوکتے اور خود میں بھی شرمندہ ہو جاتا۔ مثلاً الہامی کتب کا ذکر آتا تو میں بے ساختہ کہہ جاتا کہ الہامی کتابیں چار ہیں۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید۔ خدا کے بجائے اللہ کا اور حضرت مسیح کی بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ نکل جاتے عبادت کو نماز کہہ جاتا وغیرہ وغیرہ۔

میری عیسائی خدمات کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دو مشنری حضرات جن کے ساتھ میں کام کرتا تھا اپنے وطن بیلجیم چلے گئے میں نے ترقی دیہات کے سرکار محکمہ میں شمولت اختیار کر لی اور شیخوپورہ چلا گیا۔ خان انور طہماسپ خان پی سی ایس ضلع شیخوپورہ کے ڈویلپمنٹ آفیسر تھے انہوں نے خاص شفقت کا برتاؤ کیا اور دفتر ہی میں خدمت کا موقعہ عنایت فرمایا چونکہ میرا نام مسلمانوں جیسا تھا اس لئے مجھے بعض احباب مسلمان سمجھتے مگر جب انہیں پتہ چلتا کہ میں عیسائی ہوں تب بھی ان کے سلوک میں کوئی فرق نہ آتا اور ان کا برتاؤ مہر ومروت میں گندھا ہوا ہوتا۔ خصوصاً خان انور طہماسپ خان میاں غلام سرور، نواز رومانی بھائی صاحب اور چوہدری صفدر علی صاحب کا لطف وکرم مثالی تھا۔ ان حضرات کی وجہ سے اسلام کے بارے میں میرے شکوک وشبہات دور ہوئے میرے دل میں اسلام کے لئے نرم گوشہ پیدا ہوتا گیا اور میرے دل کی دنیا ایک صالح انقلاب کی طرف مائل ہونے لگی۔

اسی دوان بیلجیم والے مشنری واپس آگئے اور مجھے دوبارہ تبلیغی خدمات انجام دینے کی دعوت دی۔ مگر میں نے ان کیساتھ کام کرنے سے انکار کر دیا اس ضمن میں میری بیوی باپ اور سسر نے بہت زیادہ زور دیا بلکہ خفگی اور برہمی کا اظہار کیا میں اپنی ضد پر قائم رہا۔ مسلمانوں کے اتنے

قریب رہنے کے بعد اب مشنری خدمات انجام دینے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

لیکن ۱۹۵۹ میں ترقی دیہات یا ویلیج ایڈ کا محکمہ ختم ہوگیا تو تبلیغی خدمات انجام دینے کے لئے مجھ پر زیادہ زور ڈالا گیا اور اس مرتبہ میں دیر تک مزاحمت نہ کر سکا تاہم یہ ارادہ ضرور کر لیا کہ اب عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے اسلام پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کروں گا بلکہ خدا نے موقع دیا تو اسلام کے خلاف ان تمام اعتراضات کو حقیقت و تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کروں گا۔

پھر میں سوچنے لگا کہ اگر عیسائیت سچا مذہب ہے اور اسی کی تقلید ہر انسان کی نجات ہے تو یہ مذہب زوال کی طرف کیوں جا رہا ہے حالانکہ کہا جاتا ہے کہ اس کی تبلیغ اخلاق اور محبت پر ہے۔ اس کے برعکس اسلام کو ہر عیسائی جھوٹا خیال کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد ظلم، تشدد اور تلوار پر قائم ہے۔ پھر یہ اس قدر ترقی کیوں کرے گا۔ جبکہ ظلم و تشدد انسانی فطرت کے منافی ہیں۔

انہی دو بنیادی مسائل کا تقابل مجھے راہ تحسین پر دور تک کھینچتا چلا گیا اور میں ذہنی اور قلبی اضطراب کو لئے ہوئے تلاش حق کے لئے اِدھر اُدھر سرگرداں رہا۔ علمائے کرام کے اعتراضات کی صورت میں گفتگو کا ایک ہی مقصد ہوتا اور علمی و تحقیقی طلب اور جستجو کا بھی ایک ہی مدعا تھا یعنی اس دل کی خلش کا علاج جو متذکرہ بالا مسائل نے پیدا کر دی تھی۔

تجسس کی یہ مدت دس سال کے عرصے پر محیط ہوگئی حتیٰ کہ الحمدللہ اندھیرے کے تمام پردے ایک ایک کر کے نگاہوں سے ہٹتے گئے ذیل کے سارے شکوک دور ہوگئے اسلام ایک جگمگاتا ہوا سورج بن کر میرے سامنے آگیا اور اب اس سے انکار کرنا ممکن نہ رہا چنانچہ ۲۳ تاریخ ۱۹۶۸ کا مبارک دن تھا جبکہ میں اپنے دس افراد خانہ کیساتھ گوجرانوالہ کی مکی مسجد میں گیا اور مولانا محمد یوسف کاشمیری کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ الحمدللہ

یہاں پر ایک دردناک حادثے کا ذکر بہت ضروری ہے میں روحانی سکون کے آخری مراحل طے کر رہا تھا کہ میری دیرینہ رفیقہ حیات ایک طویل بیماری کے بعد فوت ہوگئی میں نے دوسری

شادی کرلی اوراس خدا کی بندی سے جوں ہی میں نے اسلام کی بات کی اس نے تائید کردی اور تلاش حق کے سلسلے میں میری سرگرم مؤید ومونس بن گئی اسے اللہ جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

پیکی راڈرک (ہندوستان)

میں ہندوستان میں برطانوی راج کے دوران ایک اینگلوانڈین خاندان میں پیدا ہوا میں نے ابتدائی تعلیم ایک مشن سکول میں حاصل کی جہاں مذہب پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ میں مسیح علیہ السلام کی زندگی سے بہت متاثر ہوا مگر ابتداء ہی سے مجھے احساس ہونے لگا کہ انجیل کی تعلیمات انسانی فطرت اور حقیقت کے خلاف ہیں نچانچہ اگر ہم انہیں بروئے کار لائیں تو انسانی تہذیب کا جنازہ نکل جائے اس ضمن میں ذیل کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے آپ اور ماں، بیوی، بچوں، بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ (لوقا ۱۴،۱۳)

پس اسی طرح تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے تو وہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ (ایضاً) کیونکہ بعض خوج ایسے ہیں جو کہ ماں باپ کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے خوجہ بنایا جو قبول کرسکتا ہے قبول کرے۔ (متی ۱۹،۱۲)

لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اگر کوئی تجھ پہ نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اس کے حوالے کردو اور اگر کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جائے۔ (متی۔۵،۲۹،۴۱)

ظاہر ہے یہ تعلیمات یا تو خانقاہوں میں رہنے والے راہبوں کے لئے ہوسکتی ہے یا تارک الدنیا صوفیوں کیلئے روزمرہ کی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی مرد یا عورت اپنے معمولات میں ان کی اتباع کرسکتا ہے چنانچہ عہد حاضر میں اگر کوئی حکومت ان اصولوں

کے مطابق قانون سازی کرے اور افراد اپنی زندگی میں ان پر عمل کریں تو ہر طرف لاقانونیت اور افراتفری کا سماں پیدا ہو جائے گا۔

دوسری چیز پر مجھے کسی طرح اطمینان نہیں ہوتا تھا وہ عیسائیت میں مذہب اور سیاست کی تفریق ہے۔ یہ نہ سمجھو میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ (متی ۱۰، ۲۴)

چنانچہ اس نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی جس کے پاس تلوار نہ ہو وہ پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔ (لوقا ۲۲، ۳۶)

مگر خرابی یہ ہوئی کہ عیسائیوں کو تلوار کا جائز استعمال نہ سکھایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کے ہاتھ میں ہمیشہ تلوار نظر آتی ہے۔ یہی تلوار تھی جس کا صلیبی جنگوں میں بار بار استعمال کیا گیا اور غیر مسیحی علاقوں میں بے گناہ انسانوں کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک مسیحی فرقے نے دوسرے مسیحی فرقے کا بے دریغ قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور شمالی امریکہ کے قدیم باشندوں کو بالکل ہی ملیامیٹ کر دیا۔

میری زندگی کا فیصلہ کن موڑ اس وقت آیا جب ۱۹۴۵ء میں امریکیوں نے جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے لاکھوں کی تعداد میں مرد، عورتیں اور بچے لقمہ اجل بن گئے بلکہ ان گنت تعداد ایسے لوگوں کی تھی۔ جو بدقسمتی سے موت کے منہ سے تو بچ گئے مگر ناقابل اذیتوں اور عقوبتوں میں مبتلا ہو کر رہ گئے تھے۔ میرا دل خوف سے بھر گیا اور اس وقوعہ کے بعد کئی راتوں تک اطمینان کی نیند نہ سو سکا۔ پھر جب میں نے پڑھا کہ امریکی فوجیوں نے جاپان میں کیا کہرام مچایا ہے تو میرے جذبات میں آگ لگ گئی۔

جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو مختلف عقیدے کے مردوں اور عورتوں سے میرا تعارف تھا مجھے بتایا گیا کہ تمام غیر عیسائی لوگ کافر اور گمراہ ہیں مگر میں ان لوگوں کے فریب میں نہ آیا اور غور

سے ان کے رہن سہن اور نظریات کا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا یہ کافر لوگ اور غلط مذاہب عیسائیوں اور یہودیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ رواداری، مروت اور احسان واحترام کے قائل ہیں میرے دل میں ان مذاہب کے لئے خوشگوار جذبات پیدا ہونے لگے۔ خصوصاً ایک مسلمان میرا گہرا دوست تھا اس نے مجھے عقیدے کے بارے میں ضروری تفصیلات بتائیں تو میں نے بہت جلد نتیجہ اخذ کر لیا کہ عیسائیت کے مقابلے میں اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسانی فطرت اور عقل کو مطمئن کرتا ہے۔

اسلام میں نظریہ جہاد، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نہتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں ہسپتالوں، سکولوں، عبادت گاہوں اور رہائشی مکانوں پر بمباری کی کہیں گنجائش نہیں۔ انسان صرف انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دینے کیلئے لڑتا ہے یا پھر اس وقت تلوار اٹھاتا ہے جب تبلیغ دین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں یا دشمن جارحیت پر اتر آئے مگر یہاں کسی غیر مسلم ک و اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔

میں اسلام کے نظریہ اخوت سے بے حد متاثر ہوا ہوں جو رنگ، نسل، قبیلے کے امتیازات سے بلند ہو کر سب کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے اسلام میں سب لوگ برابر ہیں اور مساوات کے اس عمل نے بین الاقوامی اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کو خدا کا کنبہ بنا دیتا ہے۔ جس کا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی ساری مخلوقات اس کا کنبہ ہے اور خدا کو سب سے زیادہ وہی محبوب ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے۔ (یہ تفصیلات انگریزی پندرہ روزہ ''یقین'' ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ سے ترجمہ کی گئی)

تھامس اِرونگ (کینیڈا)

قبول اسلام سے قبل اور بعد میں، میں جس قسم کے ذہنی و جذباتی تجربے سے گذرا ہوں اسے بیان کرنے سے پہلے بتاؤں کہ کینیڈا اور امریکہ کے ہزاروں نوجوان اسی قسم کے خیالات سے

گذرر ہے ہیں۔ مجھے یقین ہے اگر مناسب اور موثر طریقے سے وہاں اسلام کا پیغام پہنچادیا جائے تو وہ اسے قبول کرنے کیلئے اس موقعہ اور بہانے کی تلاش میں ہیں۔

جہاں تک اسلام قبول کرنے کی داستان کا تعلق ہے مجھے بچپن کا وہ زمانہ ابھی تک یاد ہے جب میں عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت مسیح کی زندگی کے حالات دہرایا کرتا تھا۔ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں ہمیشہ راسخ العقیدہ عیسائی رہا ہوں لڑکپن میں اگرچہ میں بائبل کی کتنی ہی کہانیوں کو اپنے ذہن میں اتار چکا تھا لیکن یہ سوچ کر اکثر حیرت میں ڈوب جاتا کہ بائبل پڑھنے کے باوجود لوگ عموماً مذہب سے دور کیوں ہیں ایک ہی کتاب بائبل کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں کا نقطہء نظر اس قدر مختلف کیوں ہے اور پھر گمراہ اور بے دین لوگوں کو کیوں ملامت کی جاتی ہے جبکہ وہ بائبل ہی کے بقول پیدائشی گنہگار ہیں اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں یہ خیال بھی عموماً تنگ کرتا کہ عیسائی اور یہودی اپنے آپ کو دیگر ساری قوموں سے افضل و برتر سمجھتے ہیں پھر یہ نیکی اور خدا پرستی پر کاربند کیوں نہیں ہوتے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے ہندوستان سے ایک پادری کینیڈا آئے تو انہوں نے نہایت بیزاری سے فرمایا۔ وہاں ''محمڈن'' لوگ اپنے مذہب پر سختی سے کاربند ہیں اور ان پر ہمارا کوئی جادو نہیں چلتا۔

اسلام سے یہ میرا پہلا تعارف تھا۔ میں چونک اٹھا تحسین کا بے اختیاز جذبہ تھا۔ جس سے میرے دل میں اسلام کیلئے نرم گوشہ بیدار ہو گیا اور تمنا کروٹیں لینے لگی کہ اس مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں یہ تمنا اس وقت پوری ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں جاکر مشرقی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا خدا کا تصور اپنی مکمل صورت میں اختیار کرنے کے لئے انسان کوشش اور ترقی کے جن مختلف مرحلوں سے گذرتا ہے ان سے واقفیت ہوئی تو ذہن کی گرہیں کھلنے لگیں۔

حضرت مسیح نے ایک شفیق وحلیم خدا کا تصور دیا تھا مگر میں نے دیکھا کہ یہ نظریہ تو ہمانہ گرد وغبار میں گم ہو کے رہ گیا ہے اور بت پرستی نے اس کا ثر زائل کر دیا ہے۔ کیا ایک طرف یہ یقین دہانی کہ خدا رحیم و کریم ہے اور انسانوں سے محبت کرتا ہے اور کجا چرچ کا یہ عمل کہ بغیر زبردست سفارش اور واسطے کے کوئی انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذہن میں یہ بات پختہ ہوگئی کہ عیسائیت خدا کا سچا مذہب نہیں ضرورت کسی ایسے نظریے کی ہے جو مبنی برحق ہو اور انسان کو خدائے واحد کی طرف لے جانے کی طاقت رکھتا ہو اس مقصد کی خاطر میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا تو حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سات سو سال بعد اس وقت خدائے واحد کی دعوت دی۔ جبکہ پورا یورپ نیم وحشی حالت میں زندگی گزار رہا تھا۔ مریم وعیسیٰ کی پرستش ہو رہی تھی اور عقل وشعور پر مبنی کوئی تحریک نو سو سال کی دوری پر کھڑی تھی اس عالم نے حضرت موصوف نے دنیا کو نیا پیغام دیا۔ عقل وفکر کی تائید اس کی پشت پر تھی اور واقعی اس دعوت نے تاریخ میں ہمہ نوع انقلاب برپا کر دیا۔

اس زمانہ میں، میں نے اسلام کے بارے میں بہت سی کتابیں پڑھ ڈالیں پھر بمبئی کے ایک سماجی کارکن نے اسلام پر ایک کتاب بھیج دی اور ساتھ ہی مولوی محمد علی کا ترجمہ قرآن اور دیگر کئی کتابیں بھیج دیں میں نے اسلام پر بہت سا لٹریچر پڑھ ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے سارے سوالوں کے جواب مل گئے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہ رہا بالآخر میں اس یقین پر پہنچ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی تھے اور ان کی سخت ضرورت بھی تھی میں نے اب تک جو نتائج اخذ کئے تھے مکمل طور پر اختیاری نوعیت کے تھے سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن پاک کا تقدس اور پاکیزگی میں ڈوبا ہوا انداز اور حضور کی حد درجہ نفیس تعلیمات نے میرے دل میں ہجوم کر لیا۔ آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر میرے سامنے آ گیا اور میں نے اسے قبول کر لیا۔

سرجلال الدین لارڈ برنٹن (انگلستان)

سرجلال الدین آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے وہ انگلستان کے ممتاز جاگیردار گھرانے سے تعلق رکھتے تھےاورزبردست عزت ووقاراورنیک نامی کے حامل تھے۔

قبول اسلام کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکرادا کرتا ہوں آج میرادل مسرت وانبساط کے ایسے جذبات سے بھرپور ہے جنہیں میں بیان کرنے پر آپنے آپ کوقادرنہیں پاتا۔

میرے والدین عیسائی تھے وہ مجھے ابتداء ہی سے پادری بنانا چاہتے تھے چنانچہ میں نے عیسائیت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور فارغ ہونے کے بعد چرچ آف انگلینڈ سے وابستہ ہو گیالیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اس کام میں کبھی گہری دلچسپی نہ لے سکا۔کچھ عرصہ گذرنے کے بعد مجھے جس عقیدے نے سخت پریشان کیا وہ انسان کے ازلی گنہگار ہونے کا عقیدہ تھا پھراس پر یہ تصور کہ معدودے چندافراد کے سواباقی ساری مخلوق دائمی عذاب سے دوچار ہو گی۔یہ نظریات اتنے مکروہ تھے اور مجھے ان سے گھن آنے لگی کہ کچھ عرصہ گذارنے کے بعد میں تقریباً بے دین ہوگیا۔مذہب کا سارا ڈھانچہ میری نظروں میں مشکوک ہوگیا میں اکثر سوچتا تھا کہ انسان خدا کا شاہکار ہے۔ساری مخلوق پر برتری رکھتا ہے پھراسے ازلی گنہگارقرار دینااور ہمیشہ کے لئے عذاب کا مستحق قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔یہ تصور براہ راست خالق کائنات پر اتہام کی حیثیت رکھتا ہےاوراس آئینہ میں اس کی تصویر کچھ ایسی پسندیدہ نہیں ہے۔بس اگرچہ اب بھی موہوم انداز میں خدا پریقین رکھتا تھا۔مگر خدا تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کے لئے میں نے دوسرے مذاہب کا مطالعہ شروع کیا۔

اسلام کے مطالعے کے ابتداہی سے یہ راز مجھ پر کھل گیا کہ یہ مذہب انسانی فطرت کے قریب ہے۔شکوک وشبہات کی گرہیں کھلتی گئیں میرے اندر سچے خدا کی عبادت اور خدمت کا جذبہ

پیدا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا عیسائیت کے سارے عقائد کی بنیاد بائبل کی تعلیمات پر استوار پائی جاتی ہے مگر ان میں تو زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بائبل اور حضرت عیسیٰ کی تعلیمات تحریف کا شکار ہو چکی ہیں۔ اس سوال کا جواب پانے کے لئے میں نے بائبل کا گہرا اور ناقدانہ مطالعہ جاری رکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ واقعی یہ کتاب تغیر و ترمیم سے محفوظ نہیں ہے اور اس میں بہت سے لوگوں کے خود ساختہ راہ پا گئے ہیں۔

اسلام کے مطالعے نے مجھے بتایا کہ انسان میں ''روح'' نام کی ایک غیر مرئی قوت ہوتی ہے جو کبھی نہیں مرتی۔ گناہوں کی اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی اور اگر انسان خلوص دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی ساری رحیمی اور کریمی کے ساتھ گناہوں کو معاف کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔

اب میں نے تمام وقت صرف اسلام کے مطالعے کے لئے وقف کر دیا اور اس نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ تلاشِ حق کے لئے میں نے جو مطالعہ اور غور و فکر کیا وہ رائیگاں نہیں گیا اور میں نے اپنے اندر دین کے لئے بے پناہ کشش محسوس کی۔ یہی کشش مجھے برصغیر کے ایک شہر لاہور میں لے گئی۔ یہاں میں نے ایک نواحی بستی اچھرہ میں قیام کیا جہاں کی بیشتر آبادی اسلام کے ماننے والوں پر مشتمل تھی۔ میرے شب و روز انہی لوگوں کے درمیان گذرتے تھے جو جفاکش اور سادہ تھے اور غربت و افلاس کے باوجود صابر، قانع اور خوش و خرم تھے میں نے ان سے عملی سبق سیکھ لیا دین داری اور بھائی چارے کا احساس یہاں کے سارے ماحول پر حاوی تھا۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ بذات خود خون پسینہ ایک کیا اور خاصے عرصے تک ان کے ساتھ رہ کر ان کی عبادات اور عقائد کا بغور مشاہدہ کیا۔

اب تک میں پیغمبر اسلام کی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا مجھے معلوم تھا کہ عیسائی رسول عربی کے شدید مخالف اور نکتہ چین ہیں۔ بہر حال میں نے اس طرف توجہ کی اور محمد صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا اور بہت جلد محسوس کیا کہ آپ حق کا روشن مینار ہیں اور خدا تک آپ کو مکمل رسائی حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ انسانیت پر اس بشر کامل کے اتنے احسانات ہیں کہ ان کے خلاف بغض کا اظہار کرنا ظلم عظیم ہے۔ وہ لوگ جو وحشی تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جرم و گناہ اور بے حیائی میں سرتا پا ڈوبے ہوئے تھے آپ نے ان کو عزت نفس، وقار، احترام، انسانیت اور پاکیزگی کا درس دیا اور ان ساری صفات کے ساتھ خدائے واحد کے حضور لا کھڑا کیا۔ اعلیٰ انسانی قدروں نے فروغ پایا۔ شراب نوشی کا قلع قمع کیا اور اسلامی معاشرہ پاکیزگی اور تقدس کی اس سطح تک پہنچایا کہ تاریخ میں کہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں نے سوچا ان عدیم النظیر کارناموں کے علاوہ پیغمبر اسلام کی اپنی ذات جس قدر بے عیب و منزہ تھی اس کی موجودگی میں ان پر عیسائیوں کی بدترین شقاوت اور سیاہ قلبی کے سوا کچھ نہیں۔ عیسائیت کے خلاف میری بغاوت ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھی اور میں اکثر غور و فکر کی حالت میں رہتا تھا کہ ایک دن ایک مسلمان میاں امیر الدین سے میری ملاقات ہوئی اسلام کے موضوع پر ان سے باتیں ہوئیں، میں نے بہت سے سوال کر ڈالے میاں صاحب نے ہر بات کا جچے تلے انداز میں جواب دیا مجھے کامل اطمینان اور یکسوئی حاصل ہو گئی۔ میاں امیر الدین نے میری چنگاری کو شعلے میں تبدیل کر دیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دین حق اور مکمل ضابطۂ زندگی ہے تو میں نے ایک روز اس کے حلقہ بگوش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ الحمد للہ اب میں مسلمان ہوں اور اسلام کی روحانی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں میں نے عزم کر لیا ہے ان نعمتوں سے دوسری انسانیت کو بھی فیض یاب کروں۔ انشاء اللہ

حسین روف (انگلستان)

جب کوئی شخص اپنے آبائی اور نسلی مذہب کو چھوڑ کر کوئی نیا دین اختیار کرتا ہے، تو اس کے پس پردہ عموماً جذباتی، فکری یا سماجی، عوامل کارفرما ہوتے ہیں لیکن جہاں تک میری افتادِ طبع کا تعلق

ہے، اس معاملے میں کبھی جذباتیت کا شکار نہیں ہوا بلکہ خالص فکری اور سماجی بنیادیں تھیں جنہوں نے بالآخر مجھے اسلام کی آغوش میں لا ڈالا۔ جبکہ اس سے قبل میں نے دنیا بھر کے تمام مذاہب کے دعاوی، الہامی کتب اور نتائج فکر کا ایک ایک پہلو کھنگال ڈالا تھا۔

میرے والد رومن کیتھولک تھے جبکہ والدہ یہودی تھیں تعلیم اور تربیت چرچ آف انگلینڈ کے اصولوں کے مطابق ہوئی۔ یوں بیک وقت تین مذاہب سے میرا تعارف ہو گیا میری تشکیک کا آغاز اس وقت ہوا جب میں نے یہودیت اور عیسائیت کے عقائد کا موازنہ کیا۔ میرے وجدان نے مقدس اوتار کے تصور اور کفارے کے عقیدے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا بلکہ میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی ذہین انسان نہ تو بائبل کے بلند آہنگ اور تہ در تہ دعاوی سے مطمئن ہو سکتا ہے نہ وہ خدا کے روایتی تصور پر مبنی چرچ آف انگلینڈ کی ان تعلیمات کو قبول کر سکتا ہے جن پر عقل و شعور پر مبنی کسی زندہ نظریہ عبادت کا وجود نہیں۔

جہاں تک یہودیت کا تعلق ہے اگرچہ بائبل کی مختلف کتابوں میں اس کا تناسب گھٹتا بڑھتا رہتا ہے تاہم یہاں میں نے خدا کا خاصا باوقار تصور پایا اور اس کی قدیم اصلیت ابھی برقرار ہے۔ چنانچہ میں نے یہودیت کے کئی اجزاء کو قبول کر لیا مگر بعض کو یکسر مسترد کر دیا مثال کے طور پر اگر اس کے تمام اصولوں اور سفارشوں کو قبول کر لیا جائے تو دنیاوی اور مادی زندگی کے لئے بہت کم گنجائش رہ جاتی ہے۔ ثانیاً دین کو رسوم و روایات اور مصنوعی تصورات کے ایک لمبے سلسلے کا پابند بنانا پڑتا ہے اور سب سے بڑی قباحت تو یہ ہے کہ یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اور محدود طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ انسانی گروہوں کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع کرتا ہے۔

یہ بات آپ کو خاصی عجیب لگے گی کہ عرب ممالک میں رہنے کے باوجود اسلام سے میرا تعارف بس سرسری اور سطحی نوعیت کا تھا اور میں نے حقیقی گہری توجہ دوسرے مذاہب پر صرف کی اسلام کا حصہ اس میں صفر کے برابر ہے۔ میں نے اس وقت تک صرف راڈویل کا ترجمہ

قرآن پڑھا تھا۔ اور اس سے کوئی خاص اثر نہیں لیا تھا۔ معاملہ تو اس وقت آگے بڑھا جب لندن میں میرے ایک بہت اچھے مسلمان مبلغ سے ملاقات ہوئی اس وقت مجھے احساس ہوا کہ غیر مسلموں کو اسلام کے قریب لانے کے لئے عرب ملکوں میں کچھ نہیں ہوا حالانکہ اگر اس سمت میں کام ہوتا تو اس کے بڑے خوشگوار نتائج سامنے آسکتے تھے۔

بہر حال میں نے مسلمان مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ایک مسلمان کا ترجمہ قرآن پڑھا تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ مجھے میری منزل مل گئی ہے اور میں سالہا سال سے اسی گوہر مقصود کی کوشش میں تھا۔

۱۹۴۵ء کی ایک عید کے موقع پر مجھے دعوت دی گئی کہ میں مسلمانوں کے طریق عبادت کا مشاہدہ کروں اور بعد میں ان کے کھانے میں بھی شرکت کروں۔ میں نے دیکھا کہ دنیا بھر کے مختلف رنگوں، زبانوں اور تہذیبوں کے مسلمان بھائیوں کی طرح یکجا ہیں۔ ایک ہی زبان اور ایک ہی طریقے سے عبادت کر رہے ہیں یہاں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ یہاں میں نے ایک ترک شہزادے کو بالکل عام لوگوں سے گلے ملتے ہوئے دیکھا یہاں کسی امیر میں نہ دولت کا نشہ نظر آیا اور نہ کسی نخوت کا مشاہدہ ہوا جو ایک انگریز سیاہ فام پڑوسی سے عموماً روا رکھتا ہے۔ یہاں مجھے کسی میں مضحکہ خیز قسم کا غرور نظر نہ آیا اور نہ ہی زہد و تقویٰ کی کوئی جھلک دیکھی۔ ساری فضا وقار، توازن اور اعتدال کا حسین امتزاج پیش کر رہی تھیں۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ اسلام نے اس باقاعدہ اور عملی تعارف نے میرے دل و دماغ پر کیا تاثرات چھوڑے یہاں مجھے وہ سب کچھ نظر آیا جو کسی بھی دوسرے مذہب میں نہیں تھا۔ آپ میری سوچوں کا اندازہ اس امر سے لگا سکتے ہیں میں نے دنیا بھر کے مذاہب کا مطالعہ کیا مگر کسی میں بھی کشش نظر نہ آئی مگر اسلام نے تھوڑے عرصے میں مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں مسلمانوں کی عظیم عالمی برادری کا باقاعدہ رکن بن گیا۔

متذکرہ بالا تصریحات سے یہ بات تو سامنے آگئی کہ میں مسلمان کیوں ہوا اور یہ وضاحت

نہیں ہوئی کہ مجھے مسلمان ہونے پر فخر کیوں ہے۔ دراصل فخر و ناز کا احساس مجھے وقت اور تجربے نے عطا کیا میں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعلیم ایک انگریزی یونیورسٹی میں حاصل کی یہاں مجھے پتہ چلا کہ یورپ کو قرون مظلمہ سے نکالنے والا اسلام تھا تاریخ نے بتایا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں نے کتنی عظیم و پرشوکت سلطنتیں قائم کیں اور آج کے سائنسی علوم اور ایجادات دراصل اسلام کی ہی مرہون منت ہیں۔ (تلخیص)

ڈاکٹر حمید مارکوس (جرمنی)

ڈاکٹر حمید مارکوس ایک سائنسدان، مصنف اور صحافی کی حیثیت سے جرمنی میں خاصی شہرت اور عزت کے مالک تھے۔ آپ مشہور جرمن رسالے ''مسلم ایوبو'' کے ایڈیٹر تھے۔

یہ میں نہیں جانتا کہ کیوں؟ مگر بچپن ہی سے میرے اندر اسلام کو سمجھنے کی لگن موجود تھی۔ چنانچہ دیگر لٹریچر کے علاوہ میں نے ہوش سنبھالنے پر قرآن کا توجہ سے مطالعہ کیا قرآن کی یہ جلد ۱۷۹۰ میں چھپی تھی اور ہمارے آبائی قصبے کی لائبریری میں موجود تھی۔ یہ وہی نسخہ تھا جس سے مشہور جرمن مفکر گوئٹے نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔

میں یہ دیکھ کر ششدرہ رہ گیا اور مسرت کے گہرے احساس سے آشنا ہوئے کہ قرآن کے حوالے سے اسلام کی اپروچ سراسر منطق اور استدلال پر مبنی ہے اور پھر اسلامی تعلیمات اپنے مزاج کے اعتبار سے فطری بھی ہے اور حیرت انگیز حد تک مرعوب کن بھی۔ میں اس بات سے بھی بے حد متاثر ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں میں زبردست روحانی اور سماجی انقلاب پیدا کیا جس کا سلسلہ مسلمانوں کی کوتاہیوں کے باوجود اب تک چلا آرہا ہے۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ انہی ایام میں مجھے جرمنی میں مسلمانوں کے ہمراہ رہنے اور کام کرنے کا موقعہ ملا اور ان کے عادات و اطوار سے خاصا متاثر ہوا ساتھ ہی میں برلن مسجد کے بانی اور جرمن مسلم مشن کے بانی سے متعارف ہوا اور قرآن پر ان کے تفسیری درس میں شریک ہونے

لگا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ کئی برسوں تک میں نے اس غیر معمولی انسان کا قریب سے مطالعہ کیا ان کی روحانی پاکیزگی اور جسمانی مجاہدے نے میرے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی اور میں نے انہیں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اسلام قبول کرنے اور اپنے نئے مذہب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد جس بات نے مجھے مسرت اور حیرت سے دوچار کیا وہ یہ ہیں۔

کہ نوع انسان کے بارے میں، میں غور فکر کے بعد جن خیالات تک پہنچا تھا اسلام نے انہیں احسن طریقے سے تکمیل کر دی مجھے اس حقیقت نے بھی روحانی مسرتوں سے نوازا کہ اسلام میں خدا پر ایمان بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اس نے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جسے جدید سائنس جھٹلانے کی جرأت کر سکی ہو۔ چنانچہ اسلامی عقائد اور سائنس کے ماڈرن نظریات میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ صورت حال مجھ جیسے ایک ایسے شخص کے لئے لازوال نعمت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو بنیادی طور پر سائنسدان ہو اور سائنسی تحقیقات کا شیدا۔ دورِ حاضر کے ایک انسان کے لئے اسلام کا یہ پہلو بھی زبردست افادی نتائج کا حامل ہے کہ یہ مذہب سماجی زندگی کی حد تک خشک اور بے لچک رویہ نہیں رکھتا۔ یہ زندگی کے ساتھ چلنے کے قابل ہے۔ بلکہ اسے فطری اور باوقار نظام کا پرچار کرتا ہے۔ جو پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ اسلامی قوانین جائز انسانی آزادیوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتا بلکہ اس طرح کے رہنما اصول دیتا ہے جو انسانی عزت وشرف اور وقار میں اضافہ کرتا ہے۔

برسوں سے میں اس حقیقت کو دیکھتا چلا آرہا ہوں کہ اسلام توازن وتناسب کا حسین امتزاج ہے۔ یہ فرد کی ذات کا تحفظ واحترام بھی کرتا ہے اور سماج کے اجتماعی تقاضوں سے بھی آنکھیں بند نہیں کرتا یہاں تعصب کا کہیں گذر نہیں اور رواداری کی وہ شان ہے کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اسے قبول کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

ڈاکٹر خالد شیلڈرک (انگلستان)

ڈاکٹر خالد شیلڈرک نے ۱۹۰۳ میں اس وقت اسلام قبول کیا جب ان کی عمر صرف سترہ برس تھی اور وہ مذہب عیسوی کی تبلیغ وتربیت حاصل کر رہے تھے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان پر عیسائی مصنفین کے خلاف اسلامی کتابوں کی وساطت سے اسلام کی حقانیت واضح ہوئی جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کے والد نے انہیں گھر سے نکال دیا لیکن نوجوان خالد نے راہِ حق میں ہر طرح کی صعوبتوں کا پامردی سے مقابلہ کیا اور تن دہی سے اسلام کی روشنی کو دوسرے ذہنوں میں اتارنے کی مہم شروع کردی چنانچہ ان کے اخلاص طرز تبلیغ اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ انگلستان کے بہت سے ذہین اور معروف لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ایسے خوش نصیب میں سے چند نام یہ ہیں۔ ولید نبلڈ ۱۹۰۴، احمد براؤننگ ۱۹۰۵، عمر فلانٹ ۱۹۰۶، عمر رچرڈسن ۱۹۱۵، ایک روسی جرنیل، میرن ہوون ۱۹۲۰، ایل جے محمد ہل ۱۹۲۰، ایوزنڈ جے منیارڈ آف نیویارک ۱۹۲۴، عبداللہ ڈے ۱۹۲۵، بلال اینڈ ریو ۱۹۲۶، وائل فورس کے ولید ڈاٹسن ۱۹۲۷، سارا واک کی شہزادی ہر ہائی نس خیر النساء گلیڈریا ۱۹۳۲، خالد کنزاڈ سیمسن ۱۹۳۲ انجینئرنگ کالج بنڈونگ جاوا کے پروفیسر کمال شومیکر ۱۹۲۴۔

ڈاکٹر خالد زبردست صلاحیتوں کے حامل معروف صحافی بھی تھے اسلامی جرائد میں ان کے بے شمار مقالات شائع ہوئے انہوں نے ''مینارہ'' کے نام سے خود بھی ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا جو ڈاکٹر صاحب موصوف کے مسلسل تبلیغی سفروں اور مالی دشواریوں کی وجہ سے چند سال کے بعد بند ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مشرق بعید ہندوستان اور مشرق اوسط کے بہت سے سفر کئے اور لندن میں ایک مستقل تبلیغی ادارہ ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن کے نام سے جاری اور قائم کیا۔ ڈاکٹر شیلڈرک اس کے تاحیات صدر رہے بہت سی نامور مسلم ہستیاں ان کی رکن تھیں ذیل میں ڈاکٹر صاحب کی ایک تقریر کا متن دیا جا رہا ہے جس میں انہوں نے اپنے

قبول اسلام کی وجوہ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ تقریر انہوں نے قاہرہ میں جمعیت شبان المسلمین کے اجتماع میں کی تھی۔

میں اپنے خطبہ کا آغاز کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے کرتا ہوں۔ میرے جذبات اور مسرت کا تقاضا یہی ہے۔ میں نے دین اسلام کافی غور وفکر کے بعد قبول کیا ہے اور آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ میں نے اس دین کی تعلیمات پہلے پہل اس کے موافقین کی کتابوں سے نہیں بلکہ اس کے مخالفین کی تصانیف سے حاصل کی ہیں۔

میں برطانوی والدین کے گھر پیدا ہوا جو پروٹسنٹ چرچ سے وابستہ تھے میرے والد کی آرزو تھی کہ وہ مجھے اس چرچ کا پادری دیکھے اس لئے مجھے دینی کتب کا مطالعہ اور مذہبی موضوعات پر مباحثہ میں مصروف دیکھ کر انہیں مسرت ہوتی۔

یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان بظاہر عیسائیت کا پیرو ہے لیکن ۹۰ فیصد انگریز عیسائیت سے ناواقف ہیں اور میں بلند آہنگی کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ میں خود اپنی زندگی میں ایک دن کیلئے بھی عیسائیت کے عام اصولوں کا قائل نہ ہو سکا۔ آپ جانتے ہیں کہ عیسائیت کی بنیاد اس عقیدہ پر قائم ہے کہ خدا کی ذات واحد۔ تین شخصیتوں کا مجموعہ ہے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ عقل قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ باپ اور بیٹا ہر زمانے میں ساتھ ساتھ موجود ہوں جس کسی زمانے میں باپ کا وجود فرض کر لیا جائے بیٹے کا وجود بھی اس کے ساتھ لازم ہو۔ یہ ایک ناقابل فہم عقیدہ ہے جسے کوئی عقل سلیم کا مالک قبول نہیں کر سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ عیسائی اس عقیدے کو سمجھے بغیر سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عیسائی ۲۵ دسمبر کو مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں حالانکہ اس خیال کی تائید میں وہ مسیح کی ہم عمر یا کم از کم قریب العصر شخصیت کی سند پیش نہیں کر سکتے یہ دراصل پوپ کی ایک دماغی اختراع ہے۔ جس کی کوئی تاریخی اصلیت نہیں بلکہ اصول

حساب کی شہادت اس کے برخلاف ہے۔

بات یہ ہے کہ ۲۵ دسمبر قدیم بت پرستوں کا ایک مقدس دن تھا۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے پجاری تھے۔ چنانچہ جب ان کا دیوتا۔۔۔۔سورج۔۔۔ جسے یہ مصدرِ وجود اور چشمۂ حیات سمجھتے تھے۔ زمانہ انقلاب سرمائی کو ختم کر لیتا تھا تو اس سے اگلے دن وہ عید مناتے تھے اور اسے اپنے دیوتا کا یوم ولادت مانتے تھے اسی عقیدہ ولادت شمس کو عیسائیوں نے عہد ولادت مسیح میں تبدیل کر دیا اور بت پرستوں کے قدیم دستور کے مطابق ۲۵ دسمبر کو یوم عید قرار دیا ہے اسی طرح بت پرست موسم سرما کے خاتمے کے اگلے دن بھی عید مناتے تھے کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ آج ان کے خدا سورج دیوتا نے اس تاریکی پر فتح پائی ہے جو اس کے راستے میں حائل ہوگئی تھی اور اب اس کی طاقت اور روشنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ بت پرستوں کی پیروی میں جس طرح عیسائیوں نے یوم ولادت مسیح میں تبدیل کر کے اسے منانا تھا اسی طرح انہوں نے یوم اعتدال ربیع کو جو دراصل سورج دیوتا کے طاقت پانے کا دن تھا مسیح کے طاقت پانے کا دن قرار دے کر اسے عہد القیامہ ایسٹر بنالیا۔

قدرتاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ واقعی اسلام ایسا بے حقیقت مذہب ہے جیسا کہ ہمارے بعض مصنفین ظاہر کرتے ہیں تو پھر اس پر اس قدر اعتراضات، طعن و تشنیع اور شور و واویلا کی اتنی ضرورت کیوں ہے اس کا مقابلہ اور مدافعت پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے اس احساس نے غور و فکر کی راہیں کھول دیں اور یہ بات میرے دل میں بیٹھتی چلی گئی کہ اگر عیسائی مصنفین مذہب اسلام سے خائف نہ ہوتے اور اس کی قوت و حرکت سے مرعوب نہ ہوتے تو اس سے مقابلہ و مجادلہ کی اس قدر فکر نہ کرتے نہ اٹھتے بیٹھتے اس کی توہین و تذلیل کے درپے ہوتے چنانچہ اب میں نے طے کر لیا کہ اسلام پر خود مسلمانوں کی کتابیں پڑھوں گا اور اسے اسکے صحیح آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کروں گا۔

چنانچہ میں نے سارا وقت اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے میں لگا دیا اور خدا کا شکر ہے کہ حقیقت تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہ لگی۔ میں نے خوب دیکھ لیا کہ اسلام کے خلاف اعتراضات کی جو بوچھاڑ کی جاتی ہے وہ قطعی بے بنیاد ہے اسلام ہی دین فطرت ہے اور سلیم الطبع رکھنے والا کوئی فرد بھی اس سے زیادہ عرصے تک دور نہیں رہ سکتا چنانچہ میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ ترکی کے دارالخلافہ استنبول میں ایک مسجد باصوفیہ ہے اور وہ اسلامی تبلیغ کا مرکز ہے۔ میں نے اس مسجد کے پتے پر اپنے حالات استنبول لکھ بھیجے میرا یہ خط سلطان عبدالحمید کی خدمت میں پیش کیا گیا اور سلطان المعظم کے سیکرٹری نے مجھے جواب دیا کہ میں مشہور نومسلم انگریز شیخ عبداللہ کوئیلم (بیرسٹر) سے ملاقات کروں۔

برادران اسلام۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک انگریز مسلمان سے مل کر میرے جذبات مسرت کا کیا عالم ہوا ہو گا میں نے ان سے اپنے دل کا حال بیان کیا اور آزادی کے ساتھ اپنے عقائد اور خیالات کا اظہار کیا شیخ عبداللہ کوئیلم نے مجھے سینے سے لگا لیا۔

اور تھوڑی دیر بعد میں اسلامی برادری کا رکن بن چکا تھا۔ شیخ موصوف کی شخصیت اور محنت کے نتیجے میں انگلستان میں پانچ سو سے زائد انگریز مسلمان ہوئے۔

میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے قبول اسلام کی اطلاع اپنے والد کو دوں۔ عجیب بات ہے کہ انہیں عیسائیت کو خیرباد کہنے سے تو کوئی رنج نہ ہوا مگر میرے قبول اسلام کی خبر سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگی اور ان کے سارے خاندان نے شدید صدمہ محسوس کیا انہوں نے بہت کوشش کی کہ میں اپنے فیصلے کو واپس لے لوں مگر میں نہایت مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے اسلام کے دامن کو تھامے ہوئے ۳۵ سال گذر گئے ہیں اور اسلام پر میرا یقین بڑھتا ہی چلا گیا آج میں پہلے کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات کا زیادہ معتقد اور اس کے محاسن وفضائل کا زیادہ معترف ہوں الحمدللہ میں اسکے احکام پر عمل بھی کرتا ہوں میں ولی اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں

کرتا مگر یہ ضرور ہے کہ اسلامی فرائض ادا کرنے میں حتی الامکان کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔

آخر میں اپنے اس یقین کا اظہار کروں گا کہ انشاءاللہ تمام دنیا اسلام کا پرچم تھام لے گی مگر یہ صرف اس امر پر موقوف ہے کہ اسلام کے نام لیوا اسلام کا عملی نمونہ بنیں اور اسلام کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کریں۔

اگر دنیا کے مختلف ملکوں کے مسلمان اپنے دین کی پیروی کریں اور ان کی سیرت پر اسلام کی عظمت کے آثار نمایاں ہوں تو یہ اسلام کی عملی تبلیغ ہوگی جو غیر مسلم اقوام عالم کو اسلام کے اصولوں کا گرویدہ بنا دیگی۔(برہان دہلی بحوالہ کشکول از مفتی محمد شفیع صاحب کراچی)

خالد لطیف گابا (ہندوستان)

خالد لطیف گابا آبائی نام کنہیالال گابا تھا وہ ضلع مظفر گڑھ کے قصبے لیہ میں پیدا ہوئے ان کے والد لالہ ہرکشن لال بیسویں صدی کے اوائل میں وہ کارخانہ دار ماہر مالیات تھے۔ پنجاب کی کابینہ میں سالہا سال تک شامل رہے ہیں وہ کارخانہ دار اور صفِ اول کے تاجر کی حیثیت سے لکھ پتی آدمی تھے۔

۱۹۱۷ میں سینئر کیمرج کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایل اے گابا انگلستان گئے اور ۱۹۲۱ میں قانون کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ وطن واپس آکر لاہور ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی اور گہرے مطالعے اور طویل غور وخوض کے بعد ۱۹۳۳ میں ہندو مت ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ممتاز ماہر قانون کے ساتھ ساتھ کے ایل گابا زبردست تحقیقی و تصنیفی صلاحیتوں کے حامل بھی تھے ان کی اولین کتاب ۱۹۲۷ میں ''انکل سام'' کے عنوان سے شائع کی جو مس میو کی مشہور کتاب ''مدر انڈیا'' کے جواب میں لکھی گئی تھی اسلام قبول کرنے کے ایک سال بعد ۱۹۳۴ میں ان کی محرکۃ الآراء کتاب ''پرافٹ آف دی ڈیزرٹ'' (پیغمبر صحرا) کے نام سے شائع ہوئی جو نبی اکرم کی سیرت پر مبنی ہے اور سند اور ثقاہت کے اعتبار سے علمی حلقوں میں

خاصی قدر ومنزلت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ ۱۹۳۶ میں گابا کے خاندان پر مصائب کا ایک نیا دور شروع ہوا پنجاب ہائی کورٹ کا چیف جسٹس سر جان ڈگلس ینگ ان کا دشمن ہو گیا اور نہایت گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے نہ صرف ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی بلکہ دونوں باپ بیٹوں کو جیل بھیج دیا۔ قید و بند کا یہ سلسلہ بار بار دھرایا گیا حتیٰ کہ ۱۹۳۷ میں لالہ ہرکشن لال اسی کسمپرسی میں وفات پا گئے۔

اس ظلم و ستم اور اپنے والدین کی مظلومانہ ہلاکت سے متاثر ہو کر خالد لطیف گابا نے نیومیگنا کارٹا کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں سر ڈگلسن ینگ کے نجی اور معاشرتی کردار کے بارے میں نہایت گھناؤنے انکشاف تھے اس کتاب نے برطانوی عدلیہ اور محکمہ انصاف کے کھوکھلے پن کو بھی عیاں کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ گابا صاحب کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ دائر ہو گیا مگر جسٹس ینگ کے خلاف ماحول میں نفرت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے پاس استعفیٰ دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

خالد لطیف گابا ۱۹۳۴ سے ۱۹۳۷ تک پنجاب اسمبلی میں عوامی نمائندگی کا فرض ادا کرتے رہے۔ انہوں نے ۳۰ سے زیادہ نہایت دقیع کتابیں لکھیں جن میں بعض برطانوی سامراج کے کچے چٹھے پر مبنی تھیں کیونکہ گابا صاحب قیام پاکستان کے معاملے میں مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے اس لئے تقسیم ہند کے بعد وہ بمبئی منتقل ہو گئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔ وہاں انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی حالت زار پر ایک مبسوط، مستند اور دستاویزی کتاب (مجبور آوازیں) لکھی جس نے ایک طرف دنیا بھر میں بھارتی مسلمانوں کی مظلومی بے چارگی کو عیاں کیا اور دوسری جانب نام نہاد سیکولرازم کا پردہ چاک کیا اور جرأت مندی اور حق گوئی گابا صاحب کی زندگی کا مستقل شعار رہا ہے جس پر وہ آخر وقت تک قائم رہے۔

ان دنوں خالد لطیف گابا سر ڈگلس ینگ کے زیر عتاب تھے اور جیل میں تھے۔ ضمانت پر رہائی

کے لئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ زرِ ضمانت کے طور پر طلب کئے روز نامہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' نے مسلمانانِ ہند سے بار بار اپیل کی کہ رقم کا بندوبست کر کے بے گناہ نومسلم کو قید سے رہائی دلائی جائے مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی بڑی رقم جمع نہ کرا سکا۔

اسی اثناء میں سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر ہدایت فرمائی کہ لاہور میں ایک نومسلم خالد لطیف گابا قید میں پڑا ہے۔اس نے ہمارے بارے میں کتاب لکھی ہے۔ جو ہمیں بہت پسند ہے اس لئے تم ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا انتظام کرو اور لاہور جا کر اسے ضمانت پر رہا کراؤ۔

ملک سردار علی چند برس ہوئے ہیں وفات پا چکے ہیں وہ فخر اور شکریہ کے ساتھ خواب سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ملک سردار علی حضور کا حکم سنتے ہی لاہور پہنچے جائیداد کے کاغذات تیار کئے اور ضمانت کے لئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں پہنچے مگر متعصب جج نے انہیں ڈرایا دھمکایا کہ گابا باہر جائے گا اور تمہاری جائیداد قرق ہو جائے گی لیکن ملک صاحب بضد رہے کہ وہ ان کی ضمانت ضرور دیں گے۔

جج کے انکار پر ملک صاحب نے بھاگ دوڑ کر کے ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع کئے اور نقد زرِ ضمانت پیش کر کے گابا صاحب کو رہا کرا لیا۔

ذیل کی تقریر خالد گابا نے قبول اسلام کے بعد لاہور کی بادشاہی مسجد میں سامعین کے بہت بڑے اجتماع میں کی تھی اس اجتماع میں علامہ اقبال بھی موجود تھے۔

خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس نے اپنے لاکھوں گمراہ بندوں میں سے مجھے منتخب کیا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت دے کر دوسروں کے لئے مثال قائم کی تاکہ سب لوگ یہ جان لیں کہ صداقت کا سیدھا راستہ اسلام کے سوا کوئی نہیں۔

حضرات۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو کئی درجوں سے گذر کر مکمل ہوتا ہے پہلے درجے میں اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی ہے چہرے پر دلکش معصومیت برس رہی ہوتی ہے وہ چھو سکتا ہے سونگھ سکتا ہے مگر ابھی عقل وخرد سے بہرہ یاب نہیں ہوتا۔

حضرات۔ انسان کی روحانی زندگی کا بھی بچپن ہو سکتا ہے۔ انسان برسوں کے بعد بھی اپنی روحانی منزل کو پہچانتا ہے۔ میرے قبول اسلام پر ہندو جاتی میں بہت غیظ وغضب کا اظہار کیا گیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ ہندوؤں نے مجھ پر یہ گولہ باری من حیث القوم شروع کی ہے البتہ ایک امر میں مجھے ہندو پریس سے پورا اتفاق ہے کہ ہندو اخبارات نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ میں کبھی راسخ العقیدہ ہندو نہیں تھا۔

برادران اسلام! اس وقت میری مثال ایسے دل باختہ عاشق کی ہے جسے کسی شہزادی سے محبت ہو گئی ہو سنگدل دنیا اسے کیا کچھ نہیں کہتی کوئی اقتدار اور بادشاہی تمنا کو اس کے عشق کا محرک گردانتا ہے کوئی دماغ کا خلل بتاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عشق کی حقیقت خشک منطق سے دریافت نہیں ہو سکتی اور سماوی کی بارش خردبینوں سے نہیں دیکھی جا سکتی جذبات کے بڑھتے ہوئے سمندر کو استدلال کے پیمانوں سے ناپنا ناممکن ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

حضرات۔ میرا یہ مشن نیا نہیں میرے قلب میں اس آگ کی پہلی چنگاری آج سے پندرہ برس پہلے چمکی تھی میں ان دنوں مصر میں تھا۔ اسلامی تہذیب وتمدن نے میرے دل میں ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑا۔ میں اسلامی معاشرت کی سادگی، باوقار، باہمی مہر ومحبت، احترام انسانیت اور مساوات کے ایک خاص انداز ے سے بے پناہ متاثر ہوا یہ چنگاری آہستہ آہستہ سلگتی رہی آخر اس نے میرے دل کے خس وخاشاک کو جلا کر رکھ دیا اور آج اللہ کے فضل وکرم سے میرا دل و

دماغ اسلام کی صداقت سے تابندہ ہے۔ مصر سے واپس آنے کے بعد جب میں کبھی کسی مسجد کے سامنے سے گذرا ہوں میرا سر ہمیشہ کی عظمت و جبروت کے سامنے جھک گیا مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ مسجد کے مینار مجھے انگلیوں کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہے ہیں اور مؤذن مجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ آؤ نماز کی طرف۔ آؤ نماز کی طرف۔ میرا دل سینے سے نکل کر ایمان والوں کی صفوں میں شریک ہونا چاہتا تھا کہ میں خدائے رحمٰن ورحیم کے اطاعت گذار بندوں میں داخل ہو جاؤں اور یہ احساس پیدا ہونے کے بعد عرصہ تک اس کو نہ روک سکا تاہم اگر باہر کی دنیا کے لوگ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ میں نے اسلام کو دوسرے مذاہب پر کیوں ترجیح دی ہے تو میں چند مختصر باتیں پیش کرتا ہوں۔

پہلی چیز جس نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ اسلام کی سادگی اور ہدایت ہے اسلام کے ارکان انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں ان سب کی بنیاد اصولوں پر ہے اور وہ اس قدر واضح ہیں کہ ایک عام عقل وفہم کا انسان بھی انہیں سمجھ سکتا ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اس خدا کی وحدانیت جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ بیٹا۔ جو مٹی میں ڈھالا جا سکتا ہے نہ پتھر میں۔ وہ ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔

برادران ملت۔ میری آخری گذارش یہ ہے کہ اسلام دور حاضر کی ضروریات کے عین مطابق ہے آخر دنیا اخوت اور مساوات چاہتی ہے اسلام کے سوا یہ نعمتیں کہاں ہیں۔

اخوان الاسلام۔ بنی نوع انسان کے لئے مناسب ترین مذہب اسلام ہے۔ گرجے خالی ہیں اور مساجد اہل ایمان سے آباد ہیں آؤ اس مقصد اور غرض کو سرانجام دینے کے لئے جسے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہمارے پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہم سب اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

عزیز بھائیو۔ سلسلہ کلام ختم کرنے سے پہلے میں اپنی مسرت کا پھر اعلان کرنا چاہتا ہوں جو

میرے دل میں قبول اسلام سے موجزن ہے۔ میں خدائے برتر و بالا کے سامنے دست بدعا ہوں کہ وہ مجھے اسلام کی کسی ایسی خدمت کا موقعہ عطا کرے جو آپ کی محبت واخلاص کی طرح عظیم اور رفیع المرتبت ہو۔

وضاحت۔ گابا صاحب ۲ نومبر ۱۹۸۱ کو بمبئی میں وفات پا گئے ہیں وفات سے چند ماہ قبل وہ صدر جنرل ضیاء الحق کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تھے اور سیالکوٹ جا کر اپنے محسن سردار علی مرحوم کے لواحقین سے ملنا چاہتے تھے مگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔

(تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۰۸)

داؤد آپسن (انگلستان)

داؤد آپسن انگریز تھے اور زبردست صحافیانہ صلاحیتوں کے مالک تھے بمبئی میں اسلام قبول کرنے کے بعد وہ لاہور منتقل ہو گئے اور مشہور انگریزی جریدے ''مسلم آؤٹ لک'' کا اجرا کیا علامہ اقبال مرحوم سے ان کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے علامہ موصوف کے اصرار پر جناب داؤد آپسن نے اپنے قبول اسلام کا عجیب وغریب واقعہ بیان کیا اسے علامہ مرحوم نے روایت کیا ہے اور یہ ''کتاب زندہ باد'' میں شامل ہے۔

میرے مسلمان ہونے کا قصہ نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر میں عرض کروں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ میرا اسلام کے متعلق کوئی مطالعہ نہیں تھا نہ مجھے کسی مسلمان عالم وفاضل کی صحبت میسر آئی تھی کہ مجھ پر اسلام کی خوبیاں واضح ہوتیں میں انگلستان سے آیا اور بمبئی میں رہنے لگا۔

ہندوستان میں میرے سب سے پہلے دوست وہ لوگ تھے جو سیاسی تحریکات سے وابستہ تھے۔ بمبئی کے مذہبی حلقوں میں میرا تعارف تھا نہ تعلق۔ جب میں نے ملکی سیاسی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا تو بعض مقامی مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی اور میں ان کے ہاں آنے جانے لگا۔

ایک مرتبہ ایک معزز مسلمان نے مجھے کھانے پر بلایا اس وقت جو چیزیں میرے سامنے لائی گئیں ان میں ایک پلاؤ تھا۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ میری زبان اس بہشتی نعمت سے لذت اندوز ہوئی۔ میں پلاؤ کھا رہا تھا اور مسحور ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کچھ غور کر رہا تھا جس قوم کا مذاق کھانے کے معاملے میں اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے دین اور روحانیت کے معاملہ میں اس کا معیار کتنا کچھ پاکیزہ اور لطیف نہیں ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ مجھے نہ کسی ملاّ نے مسلمان کیا اور نہ کسی صوفی نے۔ میں تو صرف پلاؤ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا ہوں۔ بہت خوب ڈاکٹر صاحب میں نے پلاؤ کی رکابی کے سامنے بیٹھ کر مسلمانوں کی خوش مذاقی اور اسلام کی لطافت کا جو اندازہ کیا تھا بعد کے مطالعہ اسلام سے وہ بالکل صحیح ثابت ہوا میں نے دیکھا کہ زندگی کے ہر میدان میں اسلام صرف بلندی اور برتری کا علمبردار ہے۔

اسلامی کی سلطنت میں کہیں بھی بد مذاقی اور پستی نہیں ہے جس قدر اسلام کی عبادت بلند ہے اسی قدر اس کی تہذیب بھی بلند ہے۔ جس قدر اسلام کے طعام ولباس بلند ہیں اسی قدر اسلام کے اعمال اور اخلاق بلند ہیں۔ میرے نزدیک کسی شخص کے قبول اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ ساری دنیا سے اونچا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں جس قدر بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ بھی دنیا بھر کے عملوں سے اونچے ہوتے ہیں۔

سلیمان شاہد مفسر (امریکہ)

ایک دنیا جانتی ہے کہ امریکہ میں سیاہ فام باشندوں نے تلبیک پاور کے نام سے کیا طوفان برپا کر رکھا ہے۔ تقریباً تین صدیوں تک یہ لوگ سفید فاموں کے غیر انسانی سلوک اور ظلم وتشدد کا نشانہ بننے کے بعد بالآخر ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ کی قیادت میں اٹھ کھڑے ہوئے مگر بہت جلد موصوف کی اعتدال پسند رہنمائی سے رسی تڑوا کر مسلح اور انتہا پسندانہ سرگرمیوں پر اتر آئے اور بلیک پینتھر نامی تنظیم کے ذریعے سفید فاموں کے لئے پیغام اجل بن گئے۔ دونوں طرف

سے تشدد، قتل اور لوٹ مار کی دوڑ شروع ہوگئی اور پوری امریکی قوم ۱۹۶۵ سے ۱۹۶۸ تک پورے تین سال لوٹ مار اور نسلی فسادات سے دوچار رہی جس میں انسانی خون کی ارزانی رہی اور دارالحکومت واشنگٹن میں کچھ حصے جلا کر راکھ کے ڈھیر کردیئے گئے۔

اسلام سے میرا تعارف اسی زمانے میں ہوا۔ مجھے شدت سے احساس ہوا کہ دونوں قومیں ایک ہی مذہب، عیسائیت سے تعلق رکھتی ہیں مگر سفید فام عیسائی سیاہ فام عیسائیوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اور اب ردعمل کے طور پر دوسری جانب بھی یہی کیفیت ہے۔ میں عیسائیت سے سخت ناراض ہوگیا بلکہ بدظن ہوگیا خوش قسمتی سے میری ملاقات مشہور انقلابی ملک الشہباز (میلم ایکس) سے ہوگئی۔ موصوف اب صحیح العقیدہ مسلمان ہوچکے تھے اور نہایت خلوص اور سرگرمی سے اسلام کی تبلیغ میں مصروف تھے میں ان سے بے حد متاثر ہوا۔ یوں میں سوشلزم، کمیونزم یا کیپٹل ازم سے بال بال بچ گیا جملہ مسائل کے سلسلے میں سیاہ فاموں کی نظریں اِدھر اٹھ رہی تھیں تاہم میلکم ایکس کی تحریک میں شامل نہ ہوا۔

خوش قسمتی سے میری ملاقات ایک ایسے دوست سے ہوئی جسے میں نے کئی برسوں سے نہیں دیکھا تھا۔ میرا یہ دوست بھی ایک زمانے میں مبلغ کی حیثیت سے کام کرتا تھا مگر اب وہ نیکی اور پرہیزگاری کا مجسمہ تھا گفتگو ہوئی تو اس نے زندگی بھر بھرپور اور محکم یقین کا اظہار کیا اور حقیقی آزادی اور سچی خوشی کی نعمت سے مالا مال نظر آتا تھا۔ عام سیاہ فاموں کی طرح اس کے رونے یا باتوں میں دور دور تک مایوسی کا نشان تک نہ تھا۔ قدرتی طور پر میں نے اسکی رجائیت اور مسرت کا راز دریافت کیا کہ یہ نعمت تو اب عنقا ہوگئی تھی اس کا جواب تھا 'اسلام'۔ وہ اب راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اس نے بتایا کہ اسلام قبول کرکے اللہ کی اطاعت اختیار کی جائے تو سارے مسائل حل ہوسکتے ہیں جو تبیک پاور کبھی حل نہیں کرسکتی اس نے بڑے اعتماد سے بتایا کہ اللہ کی محبت انتہائی قسم کی نفرت اور تشدد کے مظاہرے سے زیادہ قوی ہے۔ اس نے مجھے

واشنگٹن کے اسلامک سینٹر میں آنے کی دعوت دی۔ میں سکون اور عظمت کے اس امتزاج کو بیان نہیں کر سکتا۔ جو اس مقدس اور پاکیزہ مقام پر چھایا ہوا تھا۔ میں جلال و جمال کے اس حسین پارۂ تعمیر سے بھی مرعوب ہوا اور قرآن کا دلنواز حسن بھی میرے دل میں اترتا چلا گیا مگر جس چیز نے مجھے زیادہ متاثر کیا وہ عبادت کا مسحور کن منظر اور نظم و ضبط کا شاندار مظاہرہ جو آنکھوں کے راستے دل میں اتر گیا میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ مساوات کی بنیاد پر کوئی معاشرہ وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ مگر یہاں کے ماحول میں میرا یہ خیال وہم بن کر اڑ گیا آنکھ کے پردوں میں نفرت کا جو احساس رچ گیا تھا۔ وہ یکسر مٹ گیا۔ میں نے سیاہ و سفید چینی و افریقی اور امریکی لوگوں کو بھائیوں کے مانند ایک خدا کے حضور میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو خدا اور انسانیت پر میرا اعتماد بحال ہو گیا میں نے اسلام قبول کر لیا اور اس وقت سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام کا نظریہ اخوت کوئی بے جان تصور نہیں ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نسل و رنگ کے اندھیروں میں ڈوبنے سے بچا لیا میری دعا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کی توفیق عطا کرے اور میں بنی نوع انسان کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دیتا رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے ہر باشندے کو اسلام کی صحیح صورت دکھانے کی ضرورت ہے۔ مغرب میں اسلام کو اس کی حقیقی شکل میں نہیں دکھایا گیا۔ آج لوگ عیسائیت اور یہودیت کے بے جان مذہب سے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھ رہے ہیں۔ مگر انہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام کی دعوت حکمت اور جرأت سے دی جائے۔ تب یہ امر یقینی ہے کہ مغرب کا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے۔ (تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۴۹)

سیف الدین ڈرگ والٹر موسگ (ارجن ٹائن)

میں ۱۹۴۳ میں برلن (جرمنی) کے ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا یہ وہ پر آشوب دور تھا جب دوسری جنگ عظیم نے عذاب خداوندی کی مانند پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس عذاب کے خوف سے میرے والدین نے ۱۹۴۳ میں وطن چھوڑا اور سپین چلے گئے یہاں سے ۱۹۴۸ میں ارجن ٹائن (جنوبی امریکہ) میں منتقل ہو گئے میں نے پرائمری اور ثانوی کی تعلیم ارجن ٹائن کے شہر قرطبہ کے ایک رومن کیتھولک سکول میں حاصل کی۔ چنانچہ جیسا کہ ہونا چاہیے تھا میں نوعمری ہی میں کٹر کیتھولک بن چکا تھا بلکہ خود بذات پادری بننے کے خواب دیکھنے لگا اس کے لئے میں روزانہ کیتھولک مذہب پر لیکچر سنتا اور کبھی کبھی مذہبی امور میں پادریوں کی اعانت کرتا۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا یہ سراسر اس کا فضل و کرم ہے کہ ایک روز میرے دل میں قرآن پاک کو دیکھنے اور پڑھنے کی تمنا پیدا ہوئی میں نے قرآن پاک کا ایک ہسپانوی ترجمہ لیا اور کھول کر پڑھنے لگا میرے والد نے کوئی اعتراض نہ کیا ان کا خیال تھا کہ مطالعہ میرے لئے میرے مذہبی عقائد کو مزید پختہ کرے گا لیکن انہیں اور خود مجھے بھی کوئی خبر نہ تھی کہ آئندہ تھوڑی دیر میں کیا انقلاب آنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کر لیا ہے یوں سمجھئے کہ جبکہ میں نے قرآن کو کھولا تھا تو متعصب تھا لیکن اس کے مطالعہ کے مکمل ہونے تک میں اسلام کی آغوش میں جا چکا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا مطالعہ کرنے سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے ہرگز اچھی نہ تھی میں نے اس کتاب کو ہاتھ میں لیا تو تجسس غالب تھا کھولا اور اس کا مطالعہ شروع کیا تو طبیعت پر ہچکچاہٹ کا عالم طاری تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ کیفیت اشتیاق کی صورت اختیار کر گئی اور آخر میں یہ حالت شدید پیاس کی شکل میں سامنے آ گئی۔ یوں لگتا تھا کہ اگر صداقت کا چشمہ ساقی کو نہ ملا تو میری جان نکل جائے گی پھر اللہ جل شانہ نے مجھ پر خاص

کرم کیا اور جلد ہی وہ لمحہ آیا جب اس نے خود میری رہنمائی فرمائی۔ میں نے قرآن پاک کے مقدس و مطہر اوراق میں اپنے مسائل کا حل پا لیا میری ساری روحانی حاجتوں کی تسکین ہوگئی اور میرے سارے شکوک و شبہات ہوا میں تحلیل ہو گئے اور یقین کی صورت اختیار کر گئے۔ اللہ نے اپنے نور کی طرف کچھ اس انداز سے میری رہنمائی فرمائی کہ مجھے مزاحمت کا یارا بھی نہ رہا میں نے نہایت خوش دلی سے سر تسلیم خم کر دیا قرآن کے حکیمانہ انداز نے ہر چیز نکھار کر رکھدی میں نے اپنے آپ کو پہچان لیا کائنات کی حقیقت سمجھ میں آنے لگی اور اس کے خالق و مالک کی حیثیت متعین ہو کر سامنے آ گئی۔

قرآن نے مجھے اس امر سے آگاہی بخشی کہ میں اب تک گمراہیوں میں بھٹک رہا تھا یہ سوچ کر مجھے بے حد دکھ ہوا کہ مذہب کے نام پر مجھے دھوکہ دیا جا رہا تھا اور میرے محبوب اساتذہ کے الفاظ سفید جھوٹ کے علاوہ کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ میرے خیالات اور تصورات کی دنیا ایک آن میں تہ و بالا ہو گئی جس پر میں نے تائید ایزدی سے نئی عمارت کھڑی کر لی مجھے اس بات نے لاثانی مسرتوں سے ہمکنار کیا بالآخر میں نے اپنے مالک حقیقی کو پہچان لیا۔ میں دلی محبت و احسانمندی کے جذبات سے بھر گیا میں کسی طرح بھی اس کے فضل و کرم کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا اگر اس کی رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو میں ساری عمر جہالت و حماقت کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتا رہتا۔

بہر حال میں جوں ہی اسلام کی حقانیت سے آگاہ ہوا خوشی اور ولولے بے پایاں احساس کے ساتھ میں اپنے والدین، اساتذہ، ہم مکتب ساتھیوں، عزیزوں، واقف کاروں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور باری باری انہیں اس نعمت عظمیٰ سے آگاہ کیا۔ میری خواہش تھی کہ یہ لوگ بھی جہالت و تعصب سے چھٹکارا پا کر اس روشنی کو اپنے سینوں میں بھر لیں۔

مگر آہ۔ افسوس میں نے دیکھا کہ میرے اور ان کے درمیان بہت موٹی اور اونچی دیواریں

حائل ہیں۔ یہ تنگ نظری اور کور باطنی کے ایسے قلعے میں بند ہیں جہاں میری آواز نہیں پہنچ سکتی ان کے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں یہی نتیجہ اخذ کیا کہ ہدایت صرف اللہ کے پاس ہے۔

آخر میں یہ عرض کرتا چلوں کہ معلومات کی خاطر میں نے دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اعتبار ہی سے اسلام کو ہی مکمل اور قابلِ عمل ضابطہ حیات پایا ہے۔ میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص بھی قرآن کو سمجھ کر پڑھے گا وہ انشاء اللہ اسلام قبول کر لے گا۔

صلاح الدین بورڈ (امریکہ)

یہ ۱۹۲۰ کے لگ بھگ کی بات ہے میں ایک دن ایک ڈاکٹر کے کلینک میں بیٹھا تھا جہاں میں نے لندن سے چھپنے والے ایک رسالے "افریقن ٹائمز اور رینٹ ایویو" کا ایک شمارہ دیکھا اس میں اسلام کے بارے میں ایک مضمون تھا۔ جس نے میری توجہات کو بے اختیار اپنی طرف کھینچ لیا ایک لمحے میں میری زندگی کا دھارا بدل گیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اس مضمون کا ایک ہی فقرہ میرے دل میں کھب گیا اور وہ تھا لا الہ الا اللہ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مختصر سا کلمہ مسلمانوں کی وہ انمول متاع ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

میں نے اسلام قبول کیا تو صلاح الدین کے نام سے نوازا گیا میرا محکم یقین ہے کہ اسلام سچا اور سیدھا راستہ ہے کیونکہ یہ خدا کے اقتدار اعلیٰ میں کسی کو شریک نہیں کرتا اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا کے بغیر کوئی ہماری فریاد نہیں سنتا نہ گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور پھر یہ مذہب کامل آہنگی بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ ہمارا شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ کارخانہ ہو یا کھیت دفتر ہو یا کاروبار شہر ہو یا ریاست کسی بھی معاملے میں بیک وقت دو سربراہ نہیں چل سکتے۔ اس حقیقت نے بھی مجھے بہت متاثر کیا کہ یہ اسلام ہی کا پیغام تھا جس نے عربوں کو حیات نو عطا کر دی وہ لق و دق صحراؤں سے اٹھ کر دنیا پر چھا گئے اور انسانیت کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم و تہذیب

کی روشنی میں لا کھڑا کیا یہ عرب ہی تھے جنہوں نے اندلس میں محبت اور فتح کے شادیانے بجائے اور بنجر و ویران ملک کو لہلہاتے گلستانوں میں تبدیل کر دیا۔ میں جان ڈبلیو ڈریپر کا شکر گذار ہوں جن کی کتاب نے مسلمانوں کی عظمت کو میرے دل میں مزید نقش کیا اسلام نے عصری علوم اور تہذیب کو ترقی دینے میں جو زبردست رول ادا کیا جان ڈریپر نے اس کا نقشہ بڑی منصف مزاجی اور صاف گوئی سے کھینچا ہے وہ اندلس میں مسلمانوں کی آمد کے وقت یورپ کے عمومی حالات کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

یورپ کے مقامی باشندوں کے وحشیانہ طور طریقے سے یوں اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے یہ حیوانی زندگی گذار رہے ہوں ان کے جسم صفائی کے تصور سے نا آشنا تھے ذہنوں میں جہالت کے اندھیرے لمبی تانے سو رہے تھے وہ جھونپڑیوں میں رہتے تھے جن کے فرش پر اگر کی لمبی گھاس بچھی ہوئی تھی اور دیواروں کیساتھ تنکوں کی چٹائی چڑھی ہوئی ہوتی تو مکین کو خاصا صاحب سمجھا جاتا تھا ان کی مرغوب غذاؤں میں لوبیا، گوارا کے بیج اور پودوں کی جڑیں تھیں اکثر حالات میں درختوں کی جڑیں بھی چٹ کر جاتے تھے۔ جانوروں کی کھالوں کو سکھا کر لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے جو اس وقت تک جسم سے جدا نہ ہوتا جب تک خود ہی دھجیوں کی صورت میں نہ اڑ جاتیں۔ مسلمانوں نے یورپ کے لوگوں کو شخصی آرام و دولت اور سہولت سے بھی آشنا کیا اور انہیں کھانے پینے اور لباس پہننے اور مہذب زندگی کے طریقے بھی سکھائے چنانچہ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے یورپ کو جہالت، مایوسی، جرأتمندی اور توہمات کے اندھیروں سے نکالا اور انہوں نے وہ علوم و فنون دیئے جن کی بدولت آج ساری دنیا کا چوہدری بنا بیٹھا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ عربوں میں یہ انقلاب ان کے خدا نے قرآن نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے پیدا کیا تھا اور یہی نسخہ کیمیا تھا جس نے انہیں صدیوں تک عزت و شرف کی مسند پر بیٹھائے رکھا۔ (اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۵۶)

ڈاکٹر طارق احمد راشد (انگلستان)

ڈاکٹر طارق احمد راشد کا پرانا نام ڈاکٹر کیلتھ کریک تھا۔ قبول اسلام سے قبل وہ انگلستان میں عیسائیت کے ایک زبردست عالم اور مبلغ تھے اسلام کی طرف حیرت انگیز طور پر انہوں نے اس وقت پیش قدمی کی جب وہ ۱۹۷۶ میں ملازمت کے سلسلے میں چین میں مقیم تھے اور دیگر مذاہب کی طرح اسلام پر بھی مکمل پابندی عائد تھی ان کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان انہی کی زبان سے سنیئے۔

میں ۱۹۳۵ میں امریکہ میں پیدا ہوا عام ماحول کے مطابق میرے ماں باپ محض نام کے عیسائی تھے اور انہیں مذہبی رسوم کی چنداں پرواہ نہ تھی تاہم مجھے رواج کی خاطر رومن کیتھولک طریقے سے بتسمہ دیا گیا۔

میری عمر چند ہی برس تھی جب میرے والدین چین میں منتقل ہو گئے اور میرے لڑکپن کے کئی سال شنگھائی میں بسر ہوئے قدرتی طور پر مجھے چین کے لوگوں سے پیار ہو گیا اور کمیونزم کی تحریک چلی تو تمام چینی بچوں کی طرح ماؤزے تنگ میرے بھی محبوب رہنما بن گئے۔ میں نے چیئرمین ماؤ کے علاوہ کارل مارکس انجلز اور لینن کی تحریروں کا خوب مطالعہ کیا اور ساری امیدیں پیرو القاری انقلاب سے وابستہ کرلیں لیکن انقلاب کا ماحول ان گنت قسم کی پابندیاں اور گھٹن ہمارے خاندان کو راس نہ آئی اور میرے والدین تین چار سال کے اندر چین سے انگلستان چلے گئے۔ جہاں میں نے سیکنڈری سکول کی تعلیم ختم کی ہی تھی کہ بدقسمتی سے میرے ماں باپ دونوں وفات پا گئے اور میں دنیا میں تنہا و اکیلا رہ گیا۔

اس وقت خدا نے مجھے سہارا دیا اور اس کی یاد اور عبادت میری تنہائیوں میں مونس و ہمدم بن گئی۔

چنانچہ میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو مذہبی تعلیمات کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کے لئے میں نے فلاسفی علم اور الٰہیات کے مضامین اختیار کئے میں چاہتا تھا کہ مستقبل میں عیسائیت کی تعلیم و

تبلیغ تخصص حاصل کروں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں نے پوسٹ گریجویشن کے بعد میں ہی پی ایچ ڈی بھی کر لی اور عیسائیت کے ایک مستند مبلغ کی حیثیت سے چرچ میں خدمات انجام دینے لگا۔

لیکن خدا کا کرنا ایسے ہوا کہ عین اس دور میں جب میں مبلغ کی حیثیت سے اپنی خدمات جوش وخروش سے انجام دے رہا تھا میں عیسوی عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گیا اور شک کی یہ لہر بڑھتی ہی چلی گئی۔ مسیح کا خدا ہونا، عقیدۂ تثلیث یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک ہونا اور سب سے بڑھ کر "خدا" کا دشمنوں کے ہاتھوں مصلوب ہونا ان عقائد نے مجھے سخت پریشان کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ جوں جوں مطالعہ کیا اور رفقاء سے باتیں کیں یہ گتھی الجھتی چلی گئی تنگ آ کر مقابل ادیان کی ٹھانی اور اسلام کا مطالعہ کیا اگرچہ یہ معلومات تعصب سے آلودہ تھیں پھر بھی ذہن بے اختیار اس اجنبی مذہب سے خاصا متاثر ہوا۔ میں نے چرچ سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ سول زندگی اختیار کی پہلے انگلستان پھر جرمنی کے مختلف تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس ذہنی تبدیلی کے باوجود خدا پر میرا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ میں ہفتہ وار عبادت کے لئے اتوار کو گرجے میں جایا کرتا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں لندن کے چینی سفارتخانے نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور پیش کش کی کہ میں چین کے ایک لسانیاتی ادارے اور پیکنگ یونیورسٹی میں انگریزی زبان کی تعلیم دیا کروں میں بہت خوش ہوا۔ گویا خوابوں کی تعبیر مل گئی میں نے پیشکش قبول کر لی اور پننگ یونیورسٹی میں وابستہ ہو گیا زبانوں کے متعلقہ انسٹیوٹ میں بھی مجھے خدمات انجام دینی تھیں۔

چین میں اس دفعہ نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اور مذاہب کو مکمل طور پر کچل دیا گیا تھا۔ عبادت خانے یا تو مسمار کر دیئے گئے یا انہیں سرکاری تحویل میں لے لیا گیا تھا جبکہ چرچ سے تعلق منقطع ہونے کے باوجود میرا خدا سے رابطہ بڑھ گیا اور میں عبادت کے بغیر اپنے آپ کو گھٹن کی کیفیت سے دوچار پاتا تھا اس لئے اتوار کو پابندی سے گرجا میں حاضری دیتا۔

مایوسی کا یہ آخری درجہ تھا جب اللہ نے ہاتھ بڑھایا اور مجھے حیرت انگیز طور پر دہریت و الحاد کی تاریک پستیوں میں گرنے سے بچالیا۔ ہوایوں کہ میرے شاگردوں میں دو نوجوان ایسے تھے جن کا مجموعی رویہ باقی سب طلبہ سے مخالف تھا۔ وہ بڑے خوش اخلاق، ملنسار اور باوقار تھے۔ ان سے کوئی چھچھوری حرکت کبھی سرزد نہیں ہوئی خصوصاً اساتذہ کا وہ بڑا ہی احترام کرتے تھے۔ انہوں نے میری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ راہ و رسم پیدا ہوئی انہوں نے بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اس طرح اسلام سے میرا براہ راست تعلق قائم ہوا۔ میں نے ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان نوجوانوں سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کیں اور پہلی بار مجھ پر یہ راز کھلا کہ یہ مذہب عقل و شعور اور وجدان و ضمیر کے مطالبات کے عین مطابق ہے اسلام کے بارے میں میری دلچسپی بڑھتی چلی گئی میں نے پاکستان اور مصر کے سفارت خانوں سے بھی رابطہ قائم کیا اور وہاں سے مجھے بہت سا کارآمد لٹریچر مل گیا۔

خصوصاً مولانا مودودی کی تحریروں سے مجھے ان سارے سوالوں کے جوابات مل گئے جو مذہب کے بارے میں میرے دل و دماغ میں پیدا ہوئے تھے اور وہ سارے اعتراضات بھی رفع ہو گئے جو مجھے گھیرے ہوئے تھے۔

مولانا مودودی کے علاوہ مولانا قطب اور حمودہ عبدالعاطی کی تحریروں نے بڑا کام کیا اور میں مکمل طور پر یکسو ہو گیا اور جی چاہنے لگا کہ مسلمانوں کے انداز میں عبادت کیا کروں۔ میرے مسلمان شاگردوں نے بتایا کہ پیکنگ کے نواح میں تونکسی کے مقام پر ایک مسجد جمعہ کے روز صرف ایک گھنٹہ کے لئے کھلتی ہے۔ یہاں ایک چینی امام غیر ملکی مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے اور میری خواہش پر وہ مجھے جمعہ کے روز اپنے ساتھ مسجد میں لے جائیں گے اور اسلامی طریق عبادت اور اس کے فلسفے نے میری ساری روحانی پیاس بجھادی۔

اسلامی کتب کے مطالعہ اور مسلمانوں سے رابطے کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا حتی کہ میں

نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرلیا ۱۲ دسمبر ۱۹۸۲ کو وہاں کے اسلامک سینٹر میں جا کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور غفور و رحیم کی رحمت کا فضل و شکر کس زبان سے ادا کروں۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم (ہم کیسے مسلمان ہوئے ص ۱۵۸)

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس (ہنگری)

الحاج ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس ہنگری کے مستشرق اور بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے وہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران ہندوستان آئے تھے کچھ عرصہ ڈاکٹر ٹیگور کے شانتی نکتین میں گذار کر جامعہ ملیہ دہلی گئے جہاں انہوں نے انشراح صدر کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ خصوصاً ترکی میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ مشرقی علوم کا مطالعہ اسلام کی طرف ان کی رہنمائی کا سبب بنا تھا موصوف کے یہ تاثرات اردو ڈائجسٹ ۱۹۶۴ء سے ماخوذ ہیں۔

جوانی کا زمانہ تھا میں برسات کی ایک خوشگوار اور خوبصورت سہ پہر کو ایک مصور رسالہ پڑھ رہا تھا اس کے صفحات پر عصر حاضر مباحث کے ساتھ دلچسپ افسانے اور دور دراز ملکوں کے حالات پھیلے ہوئے تھے میں رسالے کے ورق الٹ پلٹ رہا تھا کہ نگاہ ایک تصویر پر جم کر رہ گئی۔ یہ تصویر کچھ چھت دار مکانوں کی تھی۔ جا بجا گنبد اور مینار آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے اور بہت سے لوگ زرق برق لباس پہنے سیدھی صفوں میں دو زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ تصویر کا منظر ہمارے مغربی مناظر سے بالکل مختلف تھا اس لئے میری توجہ اس میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ایک نامعلوم سی بے چینی ہوئی کہ اس تصویر کا اصل مفہوم معلوم کیا جائے۔

بعد میں تھوڑی سی کوشش سے پتہ چل گیا یہ تصویر مسلمانوں کی عبادت نماز کی ایک جھلک پیش کرتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مسلمان ایک الگ طرز زندگی رکھتے ہیں تجسس تو تھا ہی میں نے ترکی زبان پڑھنی شروع کی مجھے جلد یہ معلوم ہو گیا ترکی ادب میں اس کے اپنے الفاظ کم ہیں

اس کی نثر میں فارسی اور نظم میں عربی کا اثر غالب ہے اب میں نے ترکی کے ساتھ عربی اور فارسی کی تحصیل بھی شروع کر دی۔ مقصد محض یہ تھا کہ زبانوں کے ذریعے اپنے آپ کو اس روحانی دنیا میں داخل ہونے کے قابل بنا سکوں جس کی تابنا کیوں نے انسانیت کی تقدیر کو جگمگا دیا ہے۔

خوش قسمتی سے ایک مرتبہ گرما کی تعطیلات میں مجھے بوسنیا کے سفر کا اتفاق ہوا۔ یہ یورپی ملکوں میں ہمارا سب سے قریبی پڑوسی ہے وہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور جیتے جاگتے چلتے پھرتے مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے لگا۔ رات کا وقت تھا مدھم سی روشنی سڑکوں پر پڑ رہی تھی۔ میں ایک کم حیثیت کیفی میں داخل ہوا اندر سٹولوں پر بیٹھے ہوئے دو بوسینی قہوے کا لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ ترکوں کے کچھ دار پاجامے پہنے ہوئے تھے۔ جو کمر پر پیٹیوں کے ذریعے بندھے ہوئے تھے۔ ہر ایک پیٹی پر ایک خنجر لٹکا ہوا تھا پوشاک اور وضع قطع سے وہ فوجی معلوم ہوتے تھے۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ ان سے کچھ دور ایک سٹول پر دبک کر بیٹھ گیا۔ دونوں نے میری طرف تجسس سے دیکھا میری رگوں میں خون منجمد ہو کر رہ گیا اور وہ تمام قصے ذہن میں تازہ ہو گئے جو کتابوں میں مسلمانوں کے متعصبانہ تشدد اور عدم رواداری کے بارے میں پڑھ چکا تھا۔ وہ دونوں آپس میں کچھ سرگوشیاں کر رہے تھے اور جہاں تک میں سمجھ سکا موضوع سخن کیفی میں اس وقت میری غیر متوقع موجودگی تھی مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں اس خطرناک ماحول سے میں نے نکل جانے کا ارادہ کر لیا لیکن بعد میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔ میں اسی پریشانی میں مبتلا تھا کہ ہوٹل کے ملازم نے خوشبودار قہوے کی ایک پیالی لا کر میرے آگے رکھ دی اور ان خوفناک آدمیوں کی طرف اشارہ کیا کہ انہوں نے بھیجی ہے میں نے ان آدمیوں پر گہری نگاہ ڈالی۔ اس پر ان میں سے ایک مبتسم چہرے کے ساتھ نرم اور شیریں آواز میں مجھے سلام کیا میں نے بادل نخواستہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کا جواب دیا میرے دونوں مفروضہ دشمن اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئے۔

مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ مجھے کیفی سے نکال کر باہر کریں گے۔ لیکن انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ شیریں لہجے میں دوبارہ سلام کیا اور میری چھوٹی میز کے سامنے بیٹھ گئے ایک نے تپاک کے ساتھ سگھار پیش کیا ان کے اس شریفانہ برتاؤ سے مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس فوجی لباس کے اندر خلیق اور متواضع روح پوشیدہ ہے انہوں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا میں قدیم ترکی میں ان کو جواب دیتا رہا۔ پھر دن مہینے برس گونا گون واقعات و حادثات اپنے دامن میں لے کر آتے رہے اور گذرتے گئے میں نے علم کے خشک وتر ذخیرے کا بڑا حصہ حاصل کر لیا جو صدیوں سے جمع ہوتا رہا۔ ہزار ہا کتابوں کی ورق گردانی کر ڈالی لیکن کتابی معلومات کا سرمایہ مجھے قلب کی تسکین کا سامان نہ دے سکا دماغ سیراب تھا مگر روح تشنہ تھی۔

میں ہندوستان میں تھا کہ ایک رات میں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کی ریش مبارک حنا شدہ تھی لباس سادہ اور پاکیزہ اور اس میں روح پرور خوشبو مہک رہی تھی۔ آپ نے نہایت دلپذیر لہجے میں فرمایا۔ تم اتنے پریشان کیوں ہو سیدھا راستہ تمہارے سامنے کھلا ہے اٹھو اور یقین وایمان کے ساتھ اس پر گامزن ہو جاؤ۔

اس کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی میں نے کراہتے ہوئے کہا کہ اب مجھے نیند نہیں آئے گی میرے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی رگوں میں خون منجمد ہو کر رہ گیا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا زبان گنگ تھی جوڑ جوڑ میں درد ہو رہا تھا اور تنہائی کا احساس ہو رہا تھا۔

دوسرے جمعہ کو جامع مسجد میں آنکھوں نے ایک نیا منظر دیکھا یکا یک آذان کی صدا بلند ہوئی دوسرے مکبروں نے جو خاص مقامات پر کھڑے تھے اپنی صداؤں سے مسجد کے گوشے گوشے تک پہنچا دیا اس الٰہی حکم پر تقریباً چار ہزار مسلمان فوجی سپاہیوں کی طرح ایک دم کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کے پیچھے صفیں باندھ کر بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ یہ نظارہ پر کیف اور روح پرور تھا نماز پڑھنے والوں میں، میں بھی شامل تھا۔ نماز ختم ہونے کے بعد ایک

صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر منبر کے قریب لے گئے۔ پگڑیوں سے آراستہ ہزاروں لہلہاتے سر چمن زار کی طرح جنبش میں آ گئے سفید ریش علما نے میرے گرد حلقہ باندھ لیا اور مجھے سب کے سامنے حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ

(تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۷۰)

عبداللہ بیٹر زبلی

کم و بیش تیس برس کا ذکر ہے میں برما میں مقیم تھا کشتی میں سوار ہو کر ندیوں اور دریاؤں میں گشت کرنا میرا سرکاری معمول تھا۔ کشتی کا ملاح چٹا گانگ کا ایک مسلمان شیخ علی تھا۔ شیخ علی زبردست قسم کا ملاح اور باعمل مسلمان تھا۔ نماز کا وقت آتا تو وہ سارے کام چھوڑ کر نہایت وقار اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا۔ نیکی اور فرض شناسی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ان خوبیوں نے میرے دل میں اس کے لئے عزت اور عقیدت کے جذبات پیدا کر دیئے تھے۔ ساتھ ہی مجھ میں یہ احساس بیدار ہونے لگا تھا کہ اس مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ جس نے ایک عام آدمی کو اعلیٰ انسانی واخلاقی اقدار کا پیکر بنا دیا ہے۔

میں جب کبھی شیخ علی سے کچھ جاننے کی کوشش کرتا تو مجھے بڑی مایوسی ہوتی وہ بے چارہ اپنے مذہب کی ان خوبیوں کو بیان کرنے پر قادر نہ تھا حالانکہ انہی خوبیوں نے اس کی شخصیت کو میرے نزدیک بے حد احترام ومحترم بنا دیا تھا تاہم میں شیخ علی کے پیکر میں اسلام کو مجسم صورت میں دیکھا تھا۔

اپنی دلچسپی اور تجسس کی تسکین کے لئے میں نے اسلام اور تاریخ اسلام کے بارے میں کچھ کتابیں خریدلیں میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ بھی کیا۔

مزید وضاحت کیلئے میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے بھی گفتگو کی تلاشِ حق کا یہ مرحلہ طے

نہیں ہوا تھا کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور میں فوج میں شامل ہو کر عراق کے محاذ پر چلا گیا۔اب میں ایک ایسے علاقے میں تھا جسے عرب مسلمانوں کا قلب کہا جائے۔یہ لوگ قرآن کی زبان عربی میں باتیں کرتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے درمیان مبعوث ہوئے تھے اسلام کو سمجھنا اب میرے لئے کہیں زیادہ آسان تھا میں نے عربی زبان سیکھ لی اور مسلمان اور قرآن سے براہ راست تعلق قائم کر لیا اسلامی طریق عبادت کے تواتر اور تسلسل نے مجھے خصوصی طور پر متاثر کیا یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ اسلام خدا کی وحدانیت کا قائل ہے۔عیسائیت کے نظریہ تثلیت سے مجھے خود بھی الجھن ہوا کرتی تھی۔چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دنیا کا سچا مذہب ہے اور لا الہ الا اللہ میں فطری اپیل ہے۔میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا گرجے میں جانا چھوڑ دیا جب کبھی پولیس آفیسر کی حیثیت سے ڈیوٹی لگتی میں مسجد میں چلا جاتا۔

۱۹۳۵ سے ۱۹۴۲ تک مجھے فلسطین میں رہنا پڑا۔یہیں میں نے اسلام قبول کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور ایک روز بیت المقدس کے محکمۃ الشرعیہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا میں اس وقت جنرل سٹاف آفیسر تھا۔چنانچہ میرے اعلان پر خاصے خوشگوار ردعمل کا اظہار کیا گیا۔مگر میں نے کسی کی پرواہ نہیں کی۔الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور کروڑوں افراد کی ایک متحد برادری کا فرد ہوں۔میں خدا کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے کفر کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور ایمان کے اجالوں میں لا کھڑا کیا ہے۔اس کے لئے میں اس بوڑھے ملاح شیخ غلام علی کا دل کی انتہائی گہرائیوں سے شکر گذار ہوں جس کے عمل اور شخصیت نے اسلام کی روشنیوں کی طرف میری رہنمائی کی میں ہر نماز کے وقت اس کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا کرے اور اس کے درجات بلند فرمائے۔آمین

(ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۷۶)

پروفیسر عبداللہ بینل (امریکہ)

پروفیسر عبداللہ بینل ہیوٹ امریکہ کے ایک نامور مفکر اور اہل قلم ہیں ان کا شمار حالیہ برسوں میں اسلام پر ایمان لانے والے چند اہم امریکی دانشوروں میں شمار ہوتے ہیں اب ان کا اسلامی نام عبداللہ حسن بینل ہے اس مضمون میں انہوں نے اسلام کی ان خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے انہیں اپنا گرویدہ بنالیا۔

میرا اسلام قبول کر لینا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے اور نہ اس میں کسی ترغیب یا لالچ کا دخل ہے۔ میرے خیال میں یہ ذہن کی قدرتی تبدیلی اور ان مذاہب کے وسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ جو انسانی عقلوں پر قابض ہے مگر یہ تبدیلی اس شخص میں پیدا ہوسکتی ہے جس کا دل اور دماغ مذہبی تعصب سے پاک ہو اور صاف دل کے ساتھ اچھے اور برے میں تمیز کرسکتا ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ عیسائیت میں کچھ سچے اور مفید اصول موجود ہیں اور اگر اس مذہب سے وہ تمام بدعتیں الگ کردی جائیں جو پادریوں نے ایجاد کردی ہیں تو یہ بھی انسان کے لئے ایک مفید مذہب بن سکتا ہے بات یہ ہے کہ ان بدعتوں نے اسکی صورت کو بگاڑ دیا ہے اور اسے بالکل بے جان کر ڈالا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام اسی ابتدائی شکل میں ہے جس میں وہ جلوہ گر ہوا تھا اور چونکہ میں ایک ایسے مذہب کا متلاشی تھا۔ جو آمیزش سے پاک ہو اس لئے میں نے اسلام قبول کرلیا۔

کسی کلیسا میں چلے جائیں وہاں نقش ونگار، تصویروں اور مورتیوں کے سوا آپ کو کچھ نہیں ملے گا اسکے علاوہ پادریوں کے زرق برق لباس پر نظر ڈالئے پھر ان بطریقوں، راہبوں اور ننوں کے ہجوم کو دیکھئے تو ان کا روحانیت سے دور کا بھی تعلق دکھائی نہیں دیتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی عبادت خانے میں نہیں بلکہ ایک ایسے بت خانے میں کھڑے ہیں جو صرف بتوں کی پوجا کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد مساجد پر نظر ڈالئے وہاں آپ کو نہ کوئی مورت دکھائی

دے گی اور نہ تصویر۔ پھر نمازیوں کی صفوں پر نظر ڈالیے۔ ہزاروں چھوٹے بڑے انسان شانہ سے شانہ ملائے کھڑے نظر آئیں گے امام کو دیکھئے تو ان کا لباس نہایت سادہ نظر آئے گا سچ تو یہ ہے کہ جس نماز میں رکوع وسجود کا منظر اس قدر جاذب نظر آتا ہے کہ کوئی انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مسجد کی پوری فضا اور اس کی تمام چیزیں روحانیت کی جانب انسان کی رہنمائی کرتی ہیں۔ وہاں نہ تصنع ہے اور نہ بناوٹ اور نہ غیر ضروری آرائش۔ اسکے برخلاف گرجا کے تمام چیزوں میں مادی دنیا کا مظاہرہ بہت زیادہ ہے ممکن ہے بعض لوگ اعتراض کریں کہ پروٹسنٹ مذہب تو ان عیوب سے پاک ہے اس نے اپنے گرجوں سے بت اور تصویریں نکال پھینکی ہیں۔ تم نے اسلام کے بجائے اسے قبول کیوں نہ کیا۔ بلاشبہ پروٹسنٹ مذہب حقیقی مسیحیت سے قریب ضرور ہے۔ مگر میں باوجود اس اعتراف کے کہ مسیح علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے ہرگز ان کی الوہیت کا قائل نہیں وہ میری ہی طرح کے انسان تھے اور میرا یہ عقیدہ کوئی نیا نہیں بلکہ اسلام اسی عقیدے کا پرچار کرتا ہے۔ اسلام نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کا پورا احترام سکھاتا ہے۔ بلکہ دنیا کے تمام مذاہب اور بانیانِ مذہب کے احترام کی دعوت دیتا ہے۔

میں عرصہ دراز سے اسلام کی جانب مائل تھا لیکن میرا ایمان اتنا قوی نہیں ہورہا تھا کہ میں بے دھڑک اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کروں یہ تذبذب کسی انسان یا سوسائٹی کے خوف کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں پوری طرح اسلام کی خوبیوں سے واقف نہیں تھا۔ لیکن اسلام کے بارے میں جوں جوں میں علمائے کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرتا گیا۔ میری آنکھیں کھلتی گئیں اور مجھے صاف طور پر اس دین متین کی خوبیاں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نوع انسان پر احسان معلوم ہوگیا تو میں نے اس دین فطرت کو اپنا مذہب بنالیا۔

اسلام میں جیسی توحید پرستی میں نے دیکھی ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں اور

اسلام کی اسی توحید پرستی نے مجھے سب سے پہلے اس مذہب کی جانب مائل کیا۔ اسلام میں سب سے بڑی خوبی جو میں نے پائی ہے وہ یہ ہے۔ وہ صرف روحانی ترقی کا ہی حامی نہیں بلکہ وہ دنیاوی ترقی میں بھی بہت بڑا مددگار اور معاون ہے۔ وہ انسان کو گوشہ نشینی اور راہبانہ زندگی گذارنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ انسان کو کارگاہِ حیات میں آگے بڑھنے کا موقعہ اور ترغیب دیتا ہے۔ وہ دینی معاملات میں بھی انسان کی رہنمائی نہیں کرتا بلکہ دنیا کے ہر معاملے میں سیدھا اور متوازن رستہ بتاتا ہے اور قدم قدم پر بنی نوع انسان کو روشنی دکھاتا ہے۔ اسلام نے دنیا کو عاقبت کی کھیتی قرار دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ دینی فرائض ادا کرنے کے ساتھ دنیاوی فرائض سے بھی غافل نہ ہو۔

اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تنگ نظری اور تعصب کا شدید مخالف ہے سچ تو یہ ہے کہ اس نے پہلی مرتبہ انسان کو انسانیت کا سبق پڑھایا ہے۔

میں گذشتہ پانچ سال سے مذہب اسلام کا پیرو ہوں جس چیز نے میرے ایمان کو تقویت دی وہ اسلام کے بلند اور پاک اصول ہیں اس کی عالمگیر اخوت ہے۔ اس کی بے نظیر مساوات ہے۔ یہ اس کا علم و عرفان ہے۔ جس نے میرے دل و دماغ میں ایک نئی روشنی پیدا کر دی ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو سراپا علم و عمل ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ اسلام ایک ایجابی دین ہے۔ کوئی فرد اگر صحیح معنوں میں عیسائی بننا چاہتا ہے تو اسے دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنی ہو گی لیکن اسلام میں رہ کر ہم دنیا کی تمام مسرتوں اور راحتوں سے مستفید ہو سکتے ہیں نہ ہمیں مسجد کا گوشہ تلاش کرنا ہو گا اور نہ ویرانوں میں زندگی بسر کرنے کی مجبوری ہو گی۔

اگر انسان کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر کے اسے برباد کر دے تو اسکی پیدائش کا مقصد سمجھ میں نہیں آتا انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ وہ صرف اسلام نے بتایا ہے کہ اسلام اس کارگاہِ حیات میں رہ کر ہر چیز سے فائدہ اٹھائے۔ میں نے جب سے اسلام

قبول کیا ہے قلبی سکون محسوس کرتا ہوں ۔میری دنیا بھی درست ہو گئی اور آخرت بھی ۔ (الحمدللہ)(بشکریہ وفاق یکم جون ۱۹۷۶)(ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۷۸)

سرعبداللہ آرکیبالڈ ہملٹن (انگلستان)

یوں ہی میرے شعور نے آنکھیں کھولیں اسلام کے حسن اور سادگی نے مجھے متاثر کرنا شروع کر دیا اگر چہ میں ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا تھا اور اسی ماحول میں پروان چڑھا تھا لیکن اس کے توہمانہ پرستی نے مجھے کبھی اپیل نہیں کیا میں اندھی عقیدت کے مقابلے میں دلیل اور عقل عام کو فوقیت دیتا تھا مگر عیسائیت میں اس کا کہیں گذر نہ تھا۔

جوں جوں عقل پختہ ہوتی گئی میرا جی چاہنے لگا کہ اپنے خالق سے میرے تعلقات خوشگوار اور امن وسلامتی پر استوار ہوں ۔مگر چرچ آف روم یا چرچ آف انگلینڈ دونوں میں یہ اہلیت نہ تھی کہ وہ ایسی فضا قائم کر سکیں ۔ یہاں خدا تک پہنچنے کی راہیں بڑی پیچیدہ اور نا قابل عبور یقین اس لئے ان کے تصور ہی سے گھن آنے لگی اور میں بڑی بے چینی کے ساتھ کسی ایسے صراط مستقیم کی جستجو کرنے لگا جو مجھے میری منزل تک لے جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ جسے اسلام کی صورت میں یہ سیدھا راستہ مل گیا پہلی ہی نظر میں اس کی دلکشی اور رعنائی نے گھائل کر دیا اور پھر تو معاملہ یہ ہوا کہ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو دراصل اس کے پیچھے دل اور ضمیر کا پرزور اصرار شامل تھا۔میں پھر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس وقت سے میں اپنے آپ کو پہلے کے مقابلے میں بہتر اور سچا انسان سمجھتا ہوں یہ امر اپنے اندر دلچسپی کے بہت سے پہلو رکھتا ہے کہ جاہل اور متعصب لوگ جتنا اسلام سے بدکتے ہیں کسی اور مذہب سے نہیں بدکتے لیکن کاش یہ لوگ جانتے کہ اسلام ہی وہ دین رحمت ہے جو کمزور کے لئے طاقتور سہارا اور غریب کا امیر دوست ہے۔انسانیت عموماً تین طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ایک وہ طبقہ جو مالدار اور صاحب ثروت ہوتا ہے اور دوسرا جسے زندگی گذارنے کیلئے سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور

تیسرا بے روزگار تہی دست اور کنگال ہوتا ہے اور اس تیسرے طبقے کی دنیا میں غالب اکثریت ہے۔

اسلام یوں تو ان تینوں طبقوں کے لئے رحمت و برکت کا موجب ہے۔ مگر مؤخر الذکر طبقے پر اسکی خاص نظر شفقت ہے۔ یہ صرف انسانیت کا علمبردار ہے اور فرد واحد کا بڑا احترام کرتا ہے اس کا عمل سراسر تعمیری ہے۔ تخریب کا یہاں گذر نہیں مثال کے طور پر ایک ایسا زمیندار جو پہلے ہی بہت امیر ہوا سے زمین کاشت کرنے کی ضرورت بھی نہ ہو اگر وہ زمین کو کچھ مدت کیلئے یونہی بغیر کاشت کے چھوڑ دے تو یہ زمین سرکاری ملکیت میں چلی جاتی ہے اور اسلامی قانون کے مطابق ان لوگوں کو دیدی جاتی ہے جو اسے کاشت کرسکیں۔

اسلام بڑی باوقار اور متوازن زندگی کا علمبردار ہے یہ تو نہ انسان کو مجبور محض سمجھتا ہے اور نہ وہ مادر پدر آزادی کا قائل ہے جو کہ سعی ءجدو جہد احتیاط اور عقل و فہم کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں وہ ایسا معاشرہ پیدا کرتا ہے جہاں قوانین کی سیادت تسلیم کی جاتی ہے اور ذہانت اور سوجھ بوجھ کے ساتھ ان پر عمل درآمد ہوتا ہے۔

اسلام انسان کو یہ خوشخبری سناتا ہے کہ وہ معصوم اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک ہی مادے سے پیدا ہوتے ہیں ایک ہی طرح کے روح کے حامل ہوتے ہیں۔

جہاں تک اسلام کی عالمی برادری کا تعلق ہے اس پر مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں یہ مسلمہ امر ہے جس سے ہر شخص واقف ہے۔ بندۂ صاحب ومحتاج وغنی اسلام کی نظروں میں سب برابر ہیں۔ خود میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ میرے مسلمان بھائی میرے لئے عزت و شرف کا ایک خاص احساس رکھتے ہیں اور میں ان کی کسی بھی بات پر اعتماد کرسکتا ہوں انہوں نے ہمیشہ مجھ سے غیر معمولی محبت و مؤدت کا برتاؤ کیا اور جب بھی میں ان کے درمیان ہوتا ہوں انہیں اپنے سگے بھائیوں کی طرح پاتا ہوں۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۸۲)

شیخ عبدالمجید سندھی (ہندوستان)

شیخ عبدالمجید سندھی ان رجالِ عظیم میں سے ہیں جنہوں نے جنگ آزادی کو حقیقی معنوں میں لڑی۔ انہوں نے روایتی ہندو مذہب کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کیا۔ ہم نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس داستان کو قلمبند کیا اور پھر اس مواد کو سنا کر ان کی منظوری حاصل کی اس طرح یہ داستان گویا خود ان کی نوشت ہے۔ (محمد ایوب قادری)

میں سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں ۷ جولائی ۱۸۸۹ کو پیدا ہوا میرا نام جیٹھا نند رکھا گیا میرے والد کا نام لیلا رام تھا ہم لوگوں کی ذات عامل ہے جو سندھ کے ہندوں میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔ یہ لوگ عموماً تعلیم یافتہ اور سرکاری ملازم ہوتے تھے میرے والد پہلے گورنمنٹ ملازم تھے اور کراچی میونسپل بورڈ میں ملازم ہو گئے تھے وہ نہایت نیک اور مذہبی آدمی تھے اور اکثر مذہبی مجلسیں اور اجتماعات منعقد کرتے رہتے تھے۔ جن میں میمن عورتیں خاص طور سے شرکت کرتی تھیں۔ غالباً ۱۹۰۵ یا ۱۹۰۶ میں میرے باپ فوت ہو گئے اس زمانہ میں ٹھٹھہ میں صرف پانچویں انگریزی جماعت تک سرکاری سکول تھا ٹھٹھہ کی تعلیم ختم کر کے کراچی آ گیا اور یہاں کے سرکاری سکول این جے ہائی سکول میں داخلہ لے لیا اس وقت یہ سکول اس جگہ تھا جہاں آج کل میڈیکل کالج ہے۔ میں قریب ہی ٹھٹھائی کمپاؤنڈ میں رہنے لگا پہلے یہ وسیع علاقہ تھا اور بٹل رام کی ملکیت تھا اس میں زیادہ عامل ہندو رہتے تھے اس وقت میرے بڑے بھائی گیان چند کراچی میونسپل بورڈ میں ملازم تھے لہذا والدہ بھی کراچی آ گئی تھیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جس کا نام داؤدل تھا۔

کراچی میونسپل بورڈ میں ایک صاحب مولوی تاج محمد بلوچ بھی ملازم تھے جو نہایت نیک اور دیانتدار شخص تھے ان سے میرے بھائی گیان چند کے گہرے روابط تھے مولوی صاحب کے ذریعہ سے میرا بڑا بھائی اسلام سے متعارف ہوا اور آہستہ آہستہ وہ اسلام کی طرف راغب ہو

گیا جب میں کراچی آیا تو میرے بھائی نے مجھے بھی آہستہ آہستہ اسلام کی طرف رغبت دلائی اور کچھ دنوں تاج محمد بلوچ صاحب سے متعارف کرا دیا اس طرح میں توحید و رسالت سے آشنا ہو گیا۔

مولوی تاج محمد صاحب نے مجھے سیل کا ترجمہ قرآن کریم اور بائبل دی تا کہ میں ان کتابوں کا تقابلی مطالعہ کروں میں ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنے لگا تا کہ آنکہ اسلام نے میرے دل میں پوری طرح قبضہ کر لیا سکول میں ہندو طلباء سے جب مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی تو میں اسلام کی تائید کرتا اس لئے ہندو طلباء نے مجھے بطور طنز و تحقیر مسلا (مسلمان) کہنا شروع کر دیا۔

اتفاق کی بات کہ میری میز پر سیل کا ترجمہ قرآن اور بائبل دونوں اکھٹی رکھی ہوئی تھیں کہ میرے چچازاد بھائی آ گئے انہوں نے قرآن کریم کو دیکھ کر کہا یہ کتاب یہاں کیوں رکھی ہے۔ میں نے کہا پڑھنے کیلئے لایا ہوں اس بات کو انہوں نے پسند نہ کیا حالانکہ بائبل پر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن وہ ٹھٹک گئے وہ میرے طرز عمل سے پہلے ہی پریشان تھے۔

مجھے اس سکول کے طلباء کا طرز عمل پسند نہ آیا اور میں نے یہ سکول چھوڑ دیا موجودہ پاکستان چوک کے پاس ہندوں کا ایک سکول تھا اس میں داخلہ لے لیا کچھ دنوں کے بعد وہاں کے طلباء اور اساتذہ کو میرے متعلق کچھ معلومات ملیں تو وہاں بھی سابقہ صورت پیش آئی کہ لڑکے اور اساتذہ مجھ پر انگشت نمائی کرنے لگے اور جدھر سے بھی میں گذرتا مجھے مسلمان کہہ کر آوازیں کستے۔

بالآخر ایک روز میں نے طے کر لیا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ جس عقیدہ اور مذہب کو میں حق سمجھتا ہوں اسے لوگوں کے خوف سے پوشیدہ رکھوں مجھے علی الاعلان اسے قبول کرنا چاہیے جب میں نے اپنے ارادے کا اظہار مولوی تاج محمد سے کیا تو انہوں نے نہایت مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا اسی روز رات کو میں نے ایک خط اپنے رشتہ داروں کے نام لکھا۔

میں اسلام کو دین حق سمجھتے ہوئے برضا و رغبت قبول کرتا ہوں اب آپ لوگوں سے جدا ہوتا

ہوں۔ میرے پاس تیس روپے ہیں وہ رکھے جاتا ہوں میرے بدن پر جو کپڑے ہیں صرف وہی پہنے جا رہا ہوں میرے لئے پریشان نہ ہوں۔ یہ تحریر چھوڑ کر میں مولوی تاج محمد کے پاس آ گیا انہوں نے مجھے حیدر آباد سندھ شیخ ابراہیم کے پاس بھیج دیا جو کانگریس کے سابق صدر جیوت بھگوان داس اچاریہ کرپلانی کے بڑے بھائی تھے انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ میرے گھر چھوڑنے کے بعد جب میری تحریر میرے تکیہ کے نیچے سے برآمد ہوئی تو تمام اعزہ اور رشتہ داروں میں تہلکہ مچ گیا چونکہ ہندوؤں کی عامل برادری سندھ میں بہت با اثر تھی لہذا انہوں نے بہت دوڑ دھوپ کی لوگ تلاش کرتے ہوئے حیدر آباد پہنچے جس وقت میرے رشتہ دار میرے ٹھکانے پر پہنچے تو میں نماز پڑھ رہا تھا۔

شیخ عبدالرحیم نے مجھے نماز سے روک دیا میں نے فوراً اسلام پھیرا انہوں نے اسی وقت مجھے صدر کی مسجد کے پیش امام کے حجرے میں پہنچا دیا اس طرح رشتہ دار مجھے نہ پا سکے۔

اسکے بعد شیخ عبدالعزیز مالک الحق پریس حیدر آباد سندھ مجھے لاہور لے گئے اور ایک سٹیشن کے قریب ایک شاندار ہوٹل میں ٹھہرے میں نے ان سے کہا یہ ہندو ہوٹل ہے اور اگر میرے رشتہ دار یہاں آئے تو وہ ہم کو یہاں سے آسانی سے پکڑ سکیں گے شیخ صاحب نے کہا فکر نہ کرو اسی لئے میں اس ہوٹل میں ٹھہرا ہوں تاکہ ہمیں فوراً معلوم ہو جائے کہ تعاقب کرنے والوں کے عزائم کیا ہیں۔

اس کے بعد میں لدھیانہ پہنچا اور وہاں شیخ احمد صاحب کے یہاں رہا پھر انہوں نے مجھے ایک مسجد کے حجرے میں رکھا میں نے دل میں سوچا کہ میں نے کون سا گناہ کیا ہے چنانچہ اسی مضمون کا ایک خط میں نے مولوی تاج محمد کو لکھدیا کہ میں کراچی واپس آ رہا ہوں۔

میں لدھیانہ سے لاہور پہنچا ٹرین میں مجھے لاہور کے رہنے والے ایک صاحب عبدالرحمٰن چشتی مل گئے جن کی انارکلی بازار میں ترکی ٹوپیوں کی دوکان تھی وہ بڑے ملنسار اور با اخلاق شخص تھے۔

جب ان کو میرے حالات کا علم ہوا تو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور بڑے آرام سے رکھا۔ دوسرے دن میں کراچی کے لئے روانہ ہوا وہ سٹیشن تک پہنچانے آئے۔ کراچی پہنچنے پر مولوی تاج محمد صاحب سے ملا۔ انہوں نے مجھے جونا مارکیٹ میں ایک ہوٹل میں ٹھہرا دیا۔

میرے رشتہ داروں سے بھائی کی طرف سے عدالت میں مقدمہ درج کرایا لہذا میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا اور پولیس تلاش میں تھی جب مولانا عبیداللہ صاحب کو اس صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا۔ پولیس مولانا صاحب کے پاس آئی ان سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ شیخ عبدالمجید صاحب یہاں آئے تھے اور فلاں مکان میں ٹھہرے تھے اب نہیں معلوم کہاں ہیں۔ اس کے بعد چند روز کراچی رہا پھر لاڑکانہ چلا گیا وہاں انگریز کلکٹر تھا اس کے یہاں میں نے درخواست دی اور کہا کہ میں عاقل بالغ ہوں میں نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا ہے میں آپ کے سامنے اس کا اظہار کرتا ہوں اس امر کا مجھے سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا جائے حسب ضابطہ کلکٹر نے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا۔ اس کے بعد میرے اعزہ اور دوسرے رشتہ دار مجھے ملے اور چچا زاد بھائی نے پوچھا اب کیا صلاح ہے میں نے فوراً جواب دیا۔ اب یہ صلاح ہے کہ تم بھی مسلمان ہو جاؤ یہ سن کر سب لوگ مایوس ہو گئے۔

الحمدللہ اب میں مسلمان ہوں اور اس پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں اور کفر سے نکال کر اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی۔ الحمدللہ علی ذالک

مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری بشکریہ الولی حیدر آباد سندھ اکتوبر ۱۹۷۲ء (تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۸۷)

شیخ عبید اللہ سندھی (ہندوستان)

جید عالم دین تحریک آزادی ہند کے صف اول کے رہنما، مفکر اور مصلح مولانا عبید اللہ سندھی چنداں محتاج تعارف نہیں۔ آبائی طور پر آپ ایک سکھ گھرانے میں سے تعلق رکھتے تھے مگر قبول اسلام کے بعد ساری صلاحیتیں اسلام کے فروغ اور اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور آزادی وطن کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور اس سلسلے میں ملکوں ملکوں کی خاک چھانتے رہے۔ چنانچہ افغانستان، ترکی، روس، سوئزرلینڈ اور حجاز میں برسوں مقیم رہے اور غلامی سے نجات پانے اور مسلمانوں کو زوال و ادبار سے رہائی دلانے کی عملی تدبیریں کرتے رہے آخری عمر میں انہوں نے دہلی میں مستقلاً رہائش اختیار کر لی تھی ۱۹۴۴ میں وفات پائی۔

میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ کو ضلع سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد رام سنگھ میری پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے تو میری والدہ مجھے میرے ماموں کے پاس جام پور (ڈیرہ غازی خان) لے گئیں میرے ماموں وہاں پٹواری تھے میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار (نمبردار) تھے۔ میری تعلیم ۱۸۷۸ سے جام پور کے اردو مڈل سکول سے شروع ہوئی خدا کے فضل سے پڑھائی میں بہت اچھا تھا اور میرا شمار ممتاز طالب علموں میں سرفہرست تھا۔ ۱۸۸۴ میں جبکہ میری عمر صرف بارہ برس تھی مجھے سکول کے ایک آریہ سماج ہندو لڑکے کے ہاتھ میں ''تحفۃ الہند'' نظر آئی میرے اشتیاق پر اس نے مجھے یہ کتاب دیدی جسے میں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا خصوصاً اس حصے نے بہت متاثر کیا جو نومسلموں کے حالات پر مشتمل تھا اسلام کی صداقت نے میرے دل و دماغ پر ایک نقش سا قائم کر دیا۔

ڈیرہ غازی خان مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور عام مسلمان مذہب کے سچے شیدائی اور راسخ العقیدہ تھے اس ماحول نے وہاں کے غیر مسلموں کو خاصا متاثر کر رکھا تھا چنانچہ نزدیکی گاؤں

کوٹلی مغلاں کے چند ہندو دوستوں نے میری طرح تحفۃ الہند کے گرویدہ تھے۔ یہ میرا ذاتی تجزیہ اور احساس تھا اور متذکرہ کتابوں نے اس جانب میری رہنمائی کی تھی میں نے دیکھا کہ سکھ بھی خدا کو ایک جانتے ہیں اور مسلمان بھی مگر اسلام کا تصور توحید سکھوں سے بالا تر ہے۔ مساوات انسانی دونوں مذہبوں میں موجود ہیں لیکن اسلام نے جس مساوات کو جس طرح عملی شکل دی ہے۔ وہ سکھ مذہب سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ سماج کی نمائشی رسوم سے دونوں کو نفرت ہے۔ مگر میں اکثر محسوس کرتا ہوں کہ سکھ مت نے اپنے آپ کو ان رسوم میں بری طرح جکڑ رکھا ہے اور اس مذہب میں بابا گرونانک کی پاکیزہ تعلیمات سے بس برائے نام تعلق ہے۔

میں ان باتوں پر عرصے تک غور و فکر کرتا رہا کتنی ہی راتیں میں نے آنکھوں میں کاٹ دیں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ جس مذہب کو میری ماں بہنیں اور ماموں مانتے ہیں وہ صداقت پر مبنی نہیں جب کہ اسلام غیروں کا مذہب ہے وہ بہر حال سچا اور مبنی برحق ہے اب کروں تو کیا کروں جاؤں تو کہاں جاؤں۔

ان ہی دنوں ایک مولوی صاحب مولوی محمد لکھوی کی کتاب ''احوال الآخرت'' (پنجابی) پڑھنے کو دی۔ تحفۃ الہند اور احوال الآخرت کے بار بار مطالعے نے مجھے حتمی فیصلے تک پہنچا دیا میں نے نماز سیکھ لی اور تحفۃ الہند کے نام پر اپنا نام عبیداللہ رکھ لیا۔ یہ ۱۸۸۷ کا ذکر ہے اور اس وقت میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا اور ارادہ تھا کہ جب اگلے سال کسی ہائی سکول میں تعلیم کے لئے جاؤں گا تو قبول اسلام کا اعلان کروں گا۔ مگر جذبات نے سمجھایا کہ مزید تاخیر مناسب نہیں کیا خبر موت اس وقت تک کی مہلت دے یا نہ دے۔

چنانچہ ۱۵ اگست ۱۸۸۷ کی صبح جب میری والدہ باہر رسوئی میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھیں میں کسی بہانے چپکے سے باہر نکلا اور زندگی کے نئے سفر پر چل پڑا منزل نامعلوم تھی۔ میرے ساتھ کوٹلی مغلاں کا ایک رفیق عبدالقادر تھا۔ ہم دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کی معیت میں

کوٹلہ رحم شاہ (مظفر گڑھ) پہنچے وہاں ۹ ذوالحج ۱۳۰۴ ہجری کو میری سنت تطہیر ہوئی وہیں معلوم ہوا میرے رشتہ دار میری تلاش میں چھاپے مار رہے ہیں۔ چنانچہ میں سندھ کی طرف روانہ ہو گیا اور بھرچونڈی شریف میں حافظ رفیق صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ جو اپنے وقت کے جنید لاثانی اور سید العارفین تھے۔

چند ماہ بھرچونڈی شریف میں حافظ صاحب کی صحبت میں گذارے فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔

پھر بھرچونڈی شریف سے میں تحصیل علم کے لئے نکل کھڑا ہوا پہلے بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا۔ پھر دین پور (خان پور) پہنچا وہاں سید العارفین کے خلیفہ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ میں نے ہدایت النحو تک کی کتابیں مولانا عبدالقادر صاحب سے پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے میری والدہ کو خط لکھا وہ آ گئیں اور مجھے واپس لے جانے کے لئے بہت زور لگایا مگر الحمد للہ میں ثابت قدم رہا۔

شوال ۱۳۰۵ ہجری میں دین پور سے کوٹلہ رحم شاہ چلا گیا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر دیوبند جا پہنچا جہاں شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی رہنمائی میں ایک نئی تعلیمی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ والحمد للہ علی ذالک (تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۱۹۴)

ڈاکٹر علی سلمان نبواسٹ (فرانس)

میں اگرچہ مذہبی اعتبار سے فرنچ کیتھولک خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر ڈاکٹر آف میڈیسن کی حیثیت سے میری سوچ اور ٹھوس فکر سائنسی اور منطقی رنگ میں رنگ گئی تھی۔ زندگی کے کسی معاملے کو توہمانہ انداز میں بغیر سوچ سمجھے قبول کرنا منظور نہ تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں خدا کا منکر تھا لیکن عیسائیت اور خصوصاً کیتھولک فرقے کے عقائد خدا کے احساس کو متشکل نہیں ہونے دیتے تھے میرا وجدان کہتا تھا کہ خدا ایک ہے اور تثلیث اور حضرت عیسیٰ کی

الوہیت کے عقائد سب بے کار ہیں۔

تاہم میں ابھی تک اسلام سے براہ راست متعارف نہ ہوا تھا لیکن ایک مرتبہ کسی طرح سے پتہ چلا کہ اسلام میں توحید باری تعالیٰ بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے تو میں چونک اٹھا مزید جستجو کی تو پتہ چلا کہ میں اسلامی کلمہ کے ایک جزو لا الہ الا اللہ پر تو پہلے ہی قائل تھا کہ قرآن کے اس قول فیصل پر مکمل یقین رکھتا تھا۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

ان معلومات سے مجھے وجدانی اعتبار سے جو تسکین ہوئی اس کا اندازہ شائد آپ نہ لگا سکیں ایک روشنی تھی جو اندھیروں میں میری رہنمائی کے لئے لپک رہی تھی میرے دل میں اسلام کے لئے عقیدت و ہمدردی کے جذبات پیدا ہو گئے اور میں نے ارادہ کر لیا کہ اسلام کا وسیع مطالعہ کیا جائے۔

عیسائیت میں پادری حضرات جس طرح زبردستی خدائی اختیارات کے مالک بن جاتے ہیں معاوضہ لیکر لوگوں کے گناہوں کی بخشش کرتے ہیں اس سے میں شدید برگشتہ تھا۔ میں نے دیکھا اسلام میں ایسی کوئی فضول بات نہیں۔ عیسائیت کا دوسرا نکتہ جس نے مجھے اس مذہب سے دور کر دیا وہ شرکت منشائے ربانی کا عقیدہ ہے ایک روٹی کو نہ صرف مقدس بلکہ حضرت عیسیٰ کو کافر قرار دیکر اسے کھانا اتنا ہی مضحکہ خیز ہے جتنا افریقہ کے وحشی قبائل کا وہ عمل جس کے تحت وہ اپنے مذہبی رہنما کو یہ سمجھ کر کھا جاتے ہیں اسکی شخصیت و کردار کی تمام خوبیاں اس گوشت کھانے والوں میں محلول کر جائیں گی ظاہر ہے اس سائنسی دور میں ان خرافات کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

مذہب عیسوی میں بدنی صفائی کے متعلق بھی خاموشی پائی جاتی ہے اور عبادت سے پہلے ہی اس کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا میں اکثر سوچتا یہ دراصل خدا کے خلاف نفرت کا ایک اظہار ہے۔

مگر اسلام کے مطالعے کے بعد مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ یہاں بدنی طہارت پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور اس کے بغیر عبادت کو بے کار سمجھا جاتا ہے اسی طرح کیتھولک عقیدے میں تجرد

کو خاص پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور پادری حضرات کے لئے تو ازدواجی زندگی قطعاً حرام سمجھی جاتی ہے مگر اسلام اس غیر فطری انسانی طرز عمل کا سخت مخالف ہے اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں سمجھا جاتا۔

اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے کے لئے میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا اسی ضمن میں، میں نے قرآن کے بارے میں قابل قدر فرانسیسی کتاب بھی پڑھ ڈالی مجھے یقین ہو گیا کہ قرآن خدا کی سچی کتاب ہے چنانچہ مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ اگرچہ قرآن کو نازل ہوئے تیرہ صدیاں گذر گئیں لیکن اس کی بعض آیتیں مختلف معاملات میں ہو بہو وہی رائے دیتی ہے۔ جو جدید ترین فکر کے حامل محقق دے سکتے ہیں۔ ان حقائق نے میرے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی اور میں نے اسلامی حصے کے دوسرے کلمے کو محمد رسول اللہ کو پڑھ کر اقرار کر لیا۔

یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر میں نے ۲۰ فروری ۱۹۵۳ کو پیرس کی مسجد میں حاضری دی اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسجد کے مفتی نے مجھے علی مسلمان کے اسلامی نام سے موسوم کیا اور میں نے اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے رجسٹر کرا لیا۔

میں اللہ کی اس عنایت پر بے حد شکر ادا کرتا ہوں اور مسرت کے ساتھ دوبارہ اعلان کرتا ہوں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ

(ہم کیسے مسلمان ہوئے ص ۲۱۳)

علی محمد موری (جاپان)

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں منچوریا میں تھا ان دنوں منچوریا میں جاپان ہی قوت کی حیثیت سے قابض تھا وہیں پائی چنگ کے قریب ایک صحرائی نخلستان میں مجھے پہلی مرتبہ مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ نیکی اور پارسائی کے حسین مرقع تھے میں ان کی معاشرت خصوصاً اس بے حد متوازن نقطۂ نظر سے بہت متاثر ہوا جو وہ زندگی کے بارے میں رکھتے ہیں۔ جوں

جوں منچوریا کے اندرونی علاقے میں سفر کرتا رہا میرا یہ تاثر گہرا ہو کر خوشگوار صورت اختیار کرتا گیا۔ جنگ ختم ہوئی تو میں ۱۹۴۶ کی گرمیوں میں واپس وطن آ گیا جاپان اب ایک شکست خوردہ ملک تھا جس کی صورت حال مکمل بدل چکی تھی اور خیالات میں زبردست انقلاب آ گیا تھا بدھ ازم ملک کا اکثریتی مذہب تھا مگر اب اس کی صورت پہلے سے بھی زیادہ مسخ ہو چکی تھی اور چہ جائیکہ کہ وہ ہزیمت خوردہ ذہنوں کا کوئی شافی علاج پیش کرتا اس نے معاشرے کو الثابدی اور بے اطمینانی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ عیسائیت نے جنگ کے بعد جاپان میں خاصا نفوذ کیا بلکہ کم وبیش ایک صدی سے جاپان میں اس کا وجود قائم چلا آ رہا تھا۔ مگر اس کی حیثیت ایک رسمی مذہب سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ شروع شروع میں کچھ سادہ دل، مخلص اور نیک سیرت نوجوانوں نے بدھ ازم کو تج کر اسے قبول کر لیا لیکن انہیں جلد پتہ چل گیا اور ان کی مایوسی کی انتہا نہ رہی کہ عیسائیت مذہب کے لبادے میں دراصل برطانوی اور امریکی سامراج کے لئے جال مہیا کرتی ہے۔ عیسائیت تمام یورپی اور امریکی ممالک میں ناکام ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے ممالک میں محض سامراجی عزائم کے تحت اس کی تبلیغ واشاعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

جغرافیائی طور پر جاپان کے ایک طرف روسی عفریت پھنکار رہا ہے اور دوسری طرف امریکہ واقع ہے۔ جو دونوں اپنی اپنی توفیق کے مطابق جاپانی عوام کو متاثر کرنا چاہتے ہیں مگر کسی کے پاس کوئی ایسا مرہم نہیں جو جاپان کی زخمی روحوں کو تسکین بخش سکے۔ بظاہر ان سے ایسی امید ہی عبث اور فضول ہے۔

بہر حال ۱۹۶۰ کی گرمیوں کا ذکر ہے کہ پاکستان سے تین مسلمان ہمارے شہر ٹاکس مشن آئے منچوریا کے مسلمانوں کی وساطت سے میں پہلے ہی اسلام سے واقف تھا پاکستانی مسلمانوں کے کردار نے اور بھی متاثر کیا اور میں نے ان کے قریب ہو کر اسلام کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ زندگی کے سارے دکھوں کا علاج اسلام کی اطاعت

میں ہے اور یہی وہ مذہب ہے جو سارے مسائل کا قابل عمل حل مہیا کرتا ہے۔
خصوصاً میں اسلام کے نظام اخوت سے بہت متاثر ہوا سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور خدا نے انہیں باہمی طور پر محبت اور ہمدردی سے رہنے کی تاکید کی ہے میرا یقین ہے دنیا کو اسی قسم کی اخوت کی اشد ضرورت ہے الحمد للہ مزید اور اطمینان کے لئے کوبی سے مسٹر موتی والا اور ٹوکیو سے مسٹر سیتا میرے پاس آئے اور میں نے انہیں مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ دنیا کو اسلام کی جتنی ضرورت آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی اگر دنیا اسلام کی نعمت کو قبول کرے تو سرزمین ارضی امن وراحت کا لازوال نمونہ بن سکتی ہے اور دکھوں اور بلاؤں میں گھرا ہوا یہ باغ جنت میں بدل سکتا ہے۔
(ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۲۱۶)

ڈاکٹر عمر فاروق عبداللہ (امریکہ)

ذیل میں ہم ایک امریکی نومسلم بھائی عمر فاروق عبداللہ کی ریڈیو تقریر شائع کر رہے ہیں جو انہوں نے اینگور کینیڈا کے ریڈیو اسٹیشن سے اردو پروگرام میں نشر کی۔ عمر فاروق عبداللہ نے یونیورسٹی آف شکاگو سے علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور ان کا خاص موضوع اصول فقر ہے ان کی تقریر میں جو سچے مسلمان کا جذبہ اور جوش ہے وہ ہم سب کے لئے مثالی نوعیت کا حامل ہے اور سب سے دلچسپ اور ایمان افروز بات یہ ہے کہ عمر فاروق نے خود اپنے مطالعہ سے اور اپنی روحانی جدوجہد کی بنیاد پر وہ راستہ اختیار کیا جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت کے نور سے نوازا اسلام کی حقیقت اور اس کی ابدی اور عالمگیر پیغام کی سچائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔
ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تقریر انہوں نے خود اردو میں لکھی ہے اسلام اور اسلامی علوم سے ان کی محبت اور دلچسپی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے پانچ سال کی قلیل مدت میں نہ

صرف یہ کہ عربی زبان پر عبور حاصل کیا بلکہ اب بڑی تیزی سے یونیورسٹی آف شکاگو کے ساؤتھ ایشیاڈیپارٹمنٹ سے اردو سیکھ لی ہے۔عمر عبداللہ حج کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ سعودی عرب، مصراور نائجیریا میں جاچکے ہیں اور پاکستان سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے وہ شادی شدہ ہیں اور ایک پیاری بچی (ایمان) کے باپ ہیں۔تفصیل ان کی زبانی سنیئے۔

میں ۱۹۷۰ میں مسلمان ہوا اس سے پہلے میں کورنیل یونیورسٹی میں انگریزی ادب کا طالب علم تھا۔کالج کے ابتدائی سالوں میں میں تاریخ کا بھی طالب علم رہا ہوں مجھے عیسائیت کی ابتدائی تاریخ سے بے حد دلچسپی تھی خصوصاً اریاؤں وغیرہ کے بارے میں جن کے ہاں وحدانیت یعنی ایک خدا کا تصور تھا چنانچہ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ عیسائیت میں تین خداؤں کا تصور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیا ہوا نہیں۔میرے والد خود ایک معلم رہے ہیں انہوں نے (حیاتیاتی کیمیا) اور علم الحیوانات میں ڈائریکٹ کی تھی وہ ایک خدا کو مانتے ہیں اور تین خدا کے تصور کے خلاف تلقین کرتے ہیں۔فلسفہ اور ادب کے مطالعہ نے میرے خیالات میں گہرائی پیدا کی اس دوران میں مجھے کئی کتابوں کو پڑھنے کا موقع ملا۔ان کے پاس جو توحید کا تصور تھا اس نے مجھے متوجہ کیا۔انگریزی ادب میں میں جان ملٹن سے کافی متاثر رہا۔ملٹن کو میں انگریزی کا بہت بڑا شاعر تسلیم کرتا ہوں۔اس وقت تک مجھے اسلام کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں بلکہ سچ کہیے کہ اسلام کے بارے میں میرے غلط تصورات تھے کہ یہ ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننے والا مذہب ہے۔اس کے بعد جب میں نے مطالعہ کیا تو سارے الزامات بے بنیاد ثابت ہوئے میں یہ جان کر متعجب ہوا کہ یہ تو حضرت ابراہیم کا مذہب ہے اور اسلام صرف عربوں کا نہیں بلکہ پاکستان، ہندوستان، انڈونیشیا، یوگوسلاویہ اور کئی دوسرے ممالک کے لوگوں کا مذہب ہے۔میں نے قرآن پاک کے ایک انگریزی ترجمے کا مطالعہ کیا جو غنیمت تھا۔جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی کے حالات بھی درج تھے۔ مجھے

یقین کرنا پڑا کہ آپ بے شک پیغمبر اور رسول ہیں۔ کیونکہ بائبل میں پیغمبروں کی جو خصوصیات درج تھیں ان پر آپ پورا اترتے تھے۔ اتفاق سے ایک جمعہ تھا جس دن میں ایمان لایا اور مسلمان ہوا۔ ہاں میں بغیر کسی مسلمان کی مدد سے اور دعوت سے مسلمان ہوا یہ صرف اپنے ذاتی مطالعہ کی وجہ سے ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد M.S.A سے اور دوسرے مسلمانوں سے میری جان پہچان ہوئی M.S.A کے سالانہ کنونشن میں شرکت کرنے کے بعد مجھے اسلام کی حقیقی روح کا اندازہ ہوا جہاں مختلف ممالک کے اور مختلف زبانیں بولنے والے مسلمانوں کو ایک ساتھ دیکھنے اور رہنے کا موقع ملا۔ (تلخیص ہم کیوں مسلمان ہوئے ص ۲۳۲)

پروفیسر غازی احمد۔ سابق کرشن لال۔ (پاکستان)

پروفیسر غازی احمد ایم اے عربی (گولڈ میڈلسٹ) ایم اے علوم اسلامیہ (گولڈ میڈلسٹ) ایم او ایل (عربی آنرز) (گولڈ میڈلسٹ) فاضل درس نظامی بی ایڈ سابق لیکچرار شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج بوچھال کلاں (جہلم) آج کل اپنے آپ کو تبلیغ دین کے لئے وقف کر چکے ہیں حال ہی میں انہوں نے قبول اسلام کے مفصل حالات پر مشتمل ایک کتاب شائع کی ہے جو تاثر سے بھرپور اور بڑی ایمان افروز ہے۔

میں ۱۹۲۴ ضلع جہلم کے ایک دور افتادہ گاؤں میانی میں ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوا۔ والدین نے میرا نام کرشن لال رکھا میرے خاندان کے تمام افراد سناتن دھرمی عقائد کے مالک تھے شروع شروع میں میں ان کے نظریات کا پابند تھا لیکن آٹھویں جماعت میں پہنچا تو میرا رجحان خود بخود اسلام کی طرف ہونے لگا اسی زمانے میں میری ملاقات بوچھال کلاں کے ایک عالم دین مولانا عبدالرؤف صاحب سے ہوئی انہوں نے متعدد نشستوں میں مجھ پر اسلام کی حقیقت واضح کی۔ میں ان کے مواعظ سے بہت متاثر ہوا۔ لیکن ابھی زمانہ بچپن کا تھا اس لئے اپنے آبائی مذہب اپنے خاندان، اپنے بہن بھائی اور خصوصاً والدین کو چھوڑنے کا

خیال میرے ننھے سے دل میں قیامت برپا کر دیتا میرا معصوم ذہن ایسی سوچ ہی سے لرز جاتا تھا۔ جب بھی اسلام قبول کرنے کا خیال آتا دل میں والدہ اور بھائیوں کی محبت کا بہاؤ تیز ہو جاتا۔ بچپن کی ناپختگی اور ناتجربہ کاری آڑے آتی اور میں کسی حتمی فیصلے تک نہ پہنچ پاتا۔ یکم مارچ ۱۹۳۱ کی رات تھی جبکہ میں نے ایک سہانا اور مبارک خواب دیکھا میں مکہ معظمہ میں عین بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہوں سید الاولین وآخرین فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوار کعبہ سے تکیہ لگائے میرے سامنے جلوہ افروز ہیں اردگرد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں میں والہانہ شوق و جذب کے عالم میں صحابہ کرام کے درمیان سے گذرتا ہوا سید الانبیاء کی بارگاہ اقدس میں پہنچتا ہوں مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر میرا ہاتھ تھام لیتے ہیں میرے بدن کے رگ و پے میں مسرت وشادمانی کی لہریں دوڑ جاتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دریافت فرماتے ہیں۔ کہو کیسے آئے ہو عرض کرتا ہوں مشرف با اسلام ہونے کیلئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے انور روفور مسرت سے چمک اٹھتا ہے آپ میرا ہاتھ اپنے مقدس ہاتھ میں تھام کر کچھ پڑھتے جسے میں سمجھ نہ سکا پھر فرماتے ہیں بس اب تم دولت ایمان سے بہرہ ور ہو گئے۔

حسب معمول جب میری آنکھ کھلی تو میرا دل خوشی کے بے پایاں مسرت اور خوشی سے معمور تھا جب میں والدہ محترمہ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تو انہوں نے مجھ سے خلاف معمول اس قدر خوش خوش نظر آنے کی وجہ پوچھی تو میں بات گول کر گیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج بوچھال پہنچ کر قبول اسلام کا اعلان کروں گا۔ والدہ محترمہ نے حسب معمول جب صبح کو کھانا تیار کیا اور میں ان کے پاس بیٹھ کر کھانے لگا تو جذبات میں تلاطم پیدا ہو گیا کہ آج آخری مرتبہ ماں کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہوں اور والدین اور بھائیوں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہوں۔ آج کے بعد اس گھر میں جہاں زندگی کی بہت سی بہاریں میں نے دیکھی

ہیں شائد ہی دوبارہ قدم رکھنا نصیب ہو۔ میں نے بہانے سے بھائیوں کے سر پر آخری مرتبہ ہاتھ پھیرا اور شفقت اور محبت کا اظہار کیا اسی طرح بہانے سے پیاری ماں کے قدم چھو کر ہدیہ عقیدت و احترام پیش کیا اور بستہ اٹھا کر اپنے تینوں بھائیوں پر اور ماں پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور پرنم آنکھوں سے شہر کی راہ لی۔ ۴ مارچ ۱۹۳۸ کو جمعہ کا مبارک دن تھا اور محرم کی پہلی تاریخ جب میں نے غسل کیا اور سیدھا مسجد میں جا کر مولانا عبدالرؤف صاحب کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہو گیا میرا اسلامی نام غازی احمد تجویز ہوا۔

میرے اسلام لانے کی اطلاع جب گھر پہنچی تو کہرام مچ گیا سب نے رونا پیٹنا شروع کیا ۔والد صاحب کشمیر میں ملازم تھے انہیں اور دوسرے رشتہ داروں کو بذریعہ تار مطلع کیا گیا چنانچہ چار دن کے اندر ہی اندر میرے والد اور رشتہ داروں نے مولانا عبدالرؤف اور سکول کے ہیڈ ماسٹر ملک محمد طفیل پر مقدمہ دائر کر دیا کہ انہوں نے ہمارے نابالغ بچے کو ورغلا کر زبردستی مسلمان بنالیا ہے۔ ایس ڈی ایم کی عدالت میں میرے بیان ہوئے میں نے بتایا کہ میں برضا و رغبت مسلمان ہوا ہوں۔ میرے قبول اسلام میں کسی فرد بشر کا ہاتھ نہیں میں مسلمانوں کے پاس ہی رہوں گا۔ والدین کے پاس مجھے جان کا خطرہ ہے۔

عدالت نے فیصلہ میرے حق میں دے دیا مسلمان خوشی سے نعرہ لگانے لگے میں فرحان و شاداں ان کے ساتھ واپس آ گیا میرے والد بھلا کب چپ بیٹھنے والے تھے انہوں نے مختلف عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر کامیابی نہ ہوئی آخر انہوں نے سیشن جج جہلم کی طرف رجوع کیا وہاں پیشی ہوئی تو محسوس کیا کہ جج کا رویہ میرے خلاف ہے۔ میرا خدشہ درست ثابت ہوا اور مجھے دوسری پیشی تک والدین کے حوالے کر دیا گیا مگر میں نے جانے سے انکار کیا مگر مجھے زبردستی کار میں بٹھا دیا گیا اور دریا کے کنارے ایک مندر میں لایا گیا والدہ بھی وہیں آ گئیں انہوں نے دھمکی دی اگر میں اپنی روش سے باز نہ آیا تو وہ دریا میں کود کر جان گنوا

دیں گی دوسرے ہندو بھی طرح طرح کے لالچ دیتے تھے۔

دراصل والد صاحب نے مل ملا کر ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر جہلم سے میرے نابالغ ہونے کا سٹوفکیٹ حاصل کر لیا تھا اور اسی کی بنیاد پر سیشن جج نے میرے والد کے حق میں فیصلہ دیا اور مجھے ان کے حوالے کر دیا ستم ظریفی دیکھئے کہ جج مسلمان تھا والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے جج کو رشوت دیکر فیصلہ اپنے حق میں کرایا تھا۔

فیصلے کے دن ہی والد صاحب مجھے ساتھ لے کر کشمیر روانہ ہو گئے راستے میں جموں اور بنوٹ میں ٹھہرتے تھے۔ چوتھے دن ہم بھدرواہ پہنچ گئے تو وہاں پہنچ کر دوسرے ہی دن والد صاحب مجھے ایک پنڈت کی صحبت میں گاؤں سے باہر ایک بلند پہاڑی پر لے گئے اور رو رو کر مجھے راہ راست پر لانے کی کوشش کرنے لگے انہوں نے کہا کہ میں اس مقدمے پر دس ہزار روپیہ خرچ کر چکا ہوں میری عزت خاک میں مل گئی ہے۔ میں خاندان میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ میرا دل لرز گیا مگر رحمت ایزدی نے سہارا دیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مناظر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے میں نے ادب سے جواب دیا۔

مجھے آپ کی ساری پریشانی کا خوب احساس ہے مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں میں اب ترک اسلام کا تصور بھی نہیں کر سکتا چنانچہ اگر آپ مجھے اسلام پر قائم رہنے کی بخوشی اجازت دیدیں تو میں زندگی بھر آپ کا غلام رہوں گا۔ یہ سنتے ہی والد صاحب غصے میں آ گئے انہوں نے چھڑی اٹھالی اور مجھے نہایت بے رحمی سے پیٹنے لگے یہ مار اتنی شدید تھی کہ بدن کے ہر حصے سے خون بہنے لگا میں تڑپ تڑپ جاتا تھا مگر والد کو رحم نہ آتا تھا وہ پورے زور سے بے تحاشا ضربیں لگا رہے تھے۔ آخر تھک گئے تو پنڈت سے کہنے لگے کیوں نہ میں اسے دریا میں دھکیل دوں شائد اس طرح کلنک کا ٹیکہ میرے ماتھے سے اتر جائے۔

پہاڑی کے دامن میں بپھرتا ہوا دریا میرے سامنے تھا موت کے خوف سے میں لرز گیا مگر لاکھ

لاکھ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا میرے قدموں میں لغزش نہ آنے دی۔ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ والد نے اگر مجھے دریا میں پھینکا تو میں اپنے پیارے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کروں گا۔ میرے آقا آپ نے مجھے جو اسلام کی دولت بخشی ہے میں اس کو صحیح سالم لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔

چھڑی کی مار اور بوٹوں کی ان گنت ٹھوکروں سے جسم کا رواں رواں زخمی تھا تقریباً ہفتہ تک بستر پر ہی دراز رہا۔ والد خود ہی مرہم پٹی کرتے رہے۔ حالت کچھ سنبھلی تو انہوں نے مجھے بھدرواہ ہائی سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ میں ہندو لڑکوں کی نگرانی میں سکول آنے جانے لگا مسلمان طلباء کو میرے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی ہندو لڑکے اور استاد مجھے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے یہ سکول میرے لئے جہنم سے کم اذیت ناک نہ تھا۔

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک مسلمان لڑکے دوست محمد سے تعلقات بڑھائے اور اسکے توسط سے میں نے مولانا عبدالرؤف کو خط لکھا خط ملتے ہی مولانا نے قصبے کے لوگوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ کوئی ہے جو جان پر کھیل کر ایک مسلمان لڑکے کو کافروں کے چنگل سے چھٹکارا دلائے اس پر ایک مسکین اور باغیرت شخص اٹھا اور اس نے اپنی خدمات پیش کر دیں اس کا نام جان محمد تھا۔

پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق جان محمد سکول کے اوقات میں ہی بھدرواہ پہنچے دوست محمد نے مجھے آگاہ کیا تو میں ۹ بجے روتا روتا اپنے ماسٹر صاحب کے پاس پہنچا اور شدید پیٹ درد کا بہانہ کیا ماسٹر صاحب نے مجھے چھٹی دیدی میں نے بستہ سنبھالا اور آنکھ بچا کر سکول سے نکل گیا۔

جان محمد صاحب نے ایک مقامی مسلمان رہبر کو ساتھ لیا اور ہم بھدرواہ سے بھاگ کر راتوں رات کشمیر کی سرحد پار کر کے ریاست چمبہ میں آگئے مسلمان راہبر واپس چلا گیا اور ہم دونوں تقریباً ۶۰ میل کا سفر پیدل کر کے سرحد پار ڈلہوزی پہنچے سفر سے برا حال تھا پاؤں متورم تھے اور کپڑے میلے چکیٹ۔ شام کو براستہ پٹھان کوٹ امرتسر پہنچے میں نے لباس تبدیل کیا اور براستہ کھیوڑہ بوچھال کلاں

پہنچا لاری اڈے پر ایک ہجوم پذیرائی کے لئے موجود تھا۔

۱۹۴۱ میں میٹرک کا امتحان میں نے سکول میں اول رہ کر امتیازی حیثیت سے پاس کر لیا اس کے بعد میں نے علوم دینیہ کی طرف توجہ دی چنانچہ ۱۹۴۳ سے ۱۹۴۸ تک میں نے مدرسہ خادم الشرعیہ پنڈی گھیب، مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن گجرات اور دارالعلوم دیوبند سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ ۱۹۴۸ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور صوبے بھر میں اول رہا اس کے بعد میں نے بتدریج ایف اے۔ بی اے، بی ایڈ اور ایم اے کیا اللہ کے فضل سے ہر امتحان میں فسٹ ڈویژن حاصل کی۔ ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات میں تو صوبے بھر میں اول رہا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ ساری کامرانیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

۱۹۴۷ میں میرے والدین اور بھائی بہن وغیرہ ہندوستان چلے گئے تو میں اپنے آبائی گاؤں اور مکان میں منتقل ہو گیا۔ ۱۹۴۸ سے محکمہ تعلیم میں ملازمت کی ابتداء ہوئی۔ ۱۹۵۸ میں سنٹر ٹرینگ کالج لاہور میں لیکچرار بنا۔ ۱۹۶۲ میں شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں کام کرتا رہا اور اب گورنمنٹ کالج بوچھال کلاں ضلع جہلم میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اپنے اندر بہت بڑا ذہنی اور روحانی انقلاب محسوس کیا ورنہ اس سے پہلے میں متوسط ذہن کا مالک تھا اسلام کے سایہ عاطفت میں آنے کیساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دینی اور دنیاوی ترقی کے دروازے کھول دیئے۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا اثر عملی طور پر یوں محسوس کیا کہ آج تک کسی امر میں مجھے ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا آپ ہی میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ انشاء اللہ قیامت کے دن بھی یہی دعا میری نجات کا ذریعہ بنے گی۔

نوٹ: جب یہ مضمون تحریر کیا گیا تو موصوف محترم اس کالج میں لیکچرار تھے پھر ترقی پا کر یہیں پرنسپل ہوئے اور ۱۹۸۰ میں ریٹائر ہوئے۔

فارض رحمت اللہ (وینز ویلا)

یہ ہیں فارض رحمت اللہ۔ اسلام لانے سے پہلے دنیا دوایوان جفریز کہلاتے تھے۔ (وینز ویلا) جنوبی امریکہ کے شہر کارالماس میں پیدا ہوئے عمر ستائیس اٹھائیس سال کے لگ بھگ ہے کولمبیا یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اور فلمی صنعت کے ماہر۔ اپنی زندگی کے اوراق پلٹتے ہوئے کہا۔

میرا خاندان وینز ویلا سے ترک وطن کر کے امریکہ چلا گیا جہاں میں نے اعلیٰ درسگاہوں میں تعلیم پائی۔ پھر میں نے اٹلی کی راہ لی یہاں روما یونیورسٹی کے شعبہ فنون لطیفہ میں داخلہ لے لیا کچھ مدت بعد امریکہ واپس آ گیا اور کولمبیا یونیورسٹی میں فلمی صنعت کے شعبے میں داخل ہو گیا۔ اب میرا شعور کافی پختہ ہو چکا تھا۔ مجھے امریکی معاشرے اور طلبہ کی زندگی میں شدید تناقض محسوس ہوا اس تناقض میں جتنا غور کرتا میرا احساس اسی قدر شدید ہو جاتا۔

یونیورسٹی سے نکل کر عملی زندگی میں قدم رکھا نیویارک ہالی وڈ کیلیفورنیا اور شکاگو میں کام کیا جہاں بھی گیا وہاں کے شب و روز میں غرق ہو گیا۔ یہ زندگی مکمل عیش و عشرت کی زندگی تھی۔ کوئی مادی آسائش ایسی نہ تھی جو میسر نہ ہو۔ یہاں ایک اور بات کا تجربہ ہوا امریکی فلمیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ لوگ جب انہیں دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں یہ آرزو مچلنے لگتی ہے کہ امریکہ جیسی زندگی بسر کریں اور اب بھی جب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ میں امریکہ سے آیا ہوں تو ان کے پردۂ ذہن پر فلموں میں دیکھی ہوئی زندگی کے مناظر ابھرتے ہیں۔

مگر مجھے یہ زندگی یوں لگی جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ ایسا خواب جو اپنے پیچھے ہولناک تعبیر چھوڑ جاتا ہے۔ مجھے دنیا کی ہر متاع حاصل تھی۔ اس کے باوجود میری زندگی کھوکھلی اور بے بنیاد تھی مجھے چاروں طرف دھوکے اور فریب کی دنیا پھیلی ہوئی تھی۔ میرا جی چاہتا اس فریب زدہ زندگی کو چھوڑ کر کہیں دور نکل جاؤں۔ مگر کہاں اس کا کوئی جواب میرے پاس نہ تھا اس بے چارگی کا شدید ردعمل ہوا اور میں لہو ولعب اور شہوت نسوانی میں مزید ڈوب گیا اور ایسی

پستیوں میں جا پہنچا کہ احساس ہونے لگا کہ میں فی الواقعی جہنم میں آگرا ہوں۔ وہ جہنم جس میں داخل ہونے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ اب میرے سامنے صرف دو راستے رہ گئے تھے اس جہنم زار میں بدستور زندگی بسر کرتا رہوں یا کوئی اور طرزِ حیات بنالوں۔ لیکن وہ طرز حیات کون سا ہوسکتا ہے۔ اس سوال نے مجھے ایک تکلیف دہ صورت حال سے دوچار کردیا اور پھر ایک روز دل کی گہرائیوں سے روشنی کی ایک کرن نمودار ہوئی جو رفتہ رفتہ سرگوشی میں ڈھل گئی۔ زندگی کے جس راستے کی تمہیں تلاش ہے وہ مذہب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ میں پیدائشی کیتھولک تھا میں نے نیویارک کے مختلف مدارس میں کیتھولک تعلیم حاصل کی تھی۔ اب جو اس مذہب کا پختہ شعور کے ساتھ مطالعہ کیا تو مجھے اس سے نفرت ہوگئی۔ پھر بدھ مت، ہندومت اور مختلف اصنام پرست مذاہب کا مطالعہ کرتا رہا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے ذہن و قلب کے اضطراب کا مداوا نہ کرسکا۔ رہا اسلام تو اس مدت میں مجھے اس کی خبر نہ ہوسکی۔ امریکہ میں آپ کو اسلام کے سوا ہر مذہب کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ اسلام پر کوئی کتاب کیوں آسانی سے نہیں مل سکتی اس کے دو سبب ہیں۔ اول یہ کہ یہودی تنظیمیں، ذرائع ابلاغ، صحافت، سینما تھیٹر اور لائبریریوں ہر شے پر چھائی ہوئی ہیں۔ وہ پوری کوشش کرتی ہیں کہ اسلام کی تعلیمات لوگوں تک اپنی حقیقی شکل وصورت میں نہ پہنچنے پائیں۔

دوم۔ یہاں پر زیادہ تر مسلمان کالے ہیں اور کالوں کو امریکی گورے شیطان یا موت سے کم نہیں سمجھتے یونیورسٹیوں میں بھی کالے ہی اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں وہی امریکہ میں انقلاب کے ہراول بنے ہوئے ہیں۔ جن سے عام امریکی خائف ہیں اس طرح وہ اسلام کو بھی خطرناک دین سمجھتے ہیں۔ بہرحال میں نے جن مذاہب کا مطالعہ کیا ان کے دامن میں مجھے اپنی بیمار روح کی شفایابی کا کوئی سامان نہ ملا۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا اور اس سے دعائیں مانگنے لگا کہ وہ مجھے ہدایت بخشے اور گمراہی کی اس ہولناک دلدل سے نکالے۔ دعا مانگتے مانگتے

(شائد اپنی فطرت کے تقاضے سے) سجدے میں گر جاتا ایک دفعہ میں اسی طرح سجدے میں پڑا دعا مانگ رہا تھا۔ تو لوگوں نے دیکھ لیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو مسلمان وہی کچھ اپنی نماز میں کرتے ہیں۔

تجسس کا شعلہ میرے دل میں بھڑک اٹھا ذرا اسلام کا مطالعہ بھی کر دیکھوں مطالعے کا آغاز ناقدانہ انداز سے کیا پھر رہ رہ کر مایوسی آلیتی۔ دوسرے مذاہب کی طرح اس کے دامن میں کچھ ملیگا یا نہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ مایوسی کی جگہ امید اور ناقدانہ انداز کی جگہ خوشگوار حیرت نے لے لی۔ علامہ یوسف علی کا ترجمہ قرآن پڑھا۔ تو مجھے اپنے نفس کی گرہیں کھلتی ہوئی دکھائی دیں۔ قرآن کے معانی دل کی گہرائیوں میں نقش ہوتے چلے گئے یوں محسوس ہوا جیسی میری فطرت اسی طریق زندگی کی تلاش میں تھی۔ قرآن کے مطالب پر غور تدبیر میں اضافے کے ساتھ ساتھ واضح ہوتا چلا گیا کہ اسلام کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

اب وقت کا زیادہ حصہ قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے میں گذرنے لگا میں نے دیکھا اس مقدس کتاب ہدایت میں میری روح کی ہر احتیاج کا سامان موجود ہے۔ چنانچہ میں مسلمان ہو گیا اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اسلامی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا یہ مطالعہ جیسے جیسے بڑھتا گیا نئے نئے حقائق منکشف ہوتے گئے اور اسلامی نظام زندگی پر میرا یقین محکم ہو گیا۔ جس معاشرے میں پیدا ہوا پروان چڑھا اس نے میری اخلاقی اور روحانی زندگی تباہ کر کے رکھ دی تھی۔ لیکن اسلام جو معاشرہ قائم کرتا ہے وہ نہ صرف روح کی احتیاج پوری کرتا ہے۔ بلکہ ساری زندگی کو بھی معقول معتدل اور متوازن بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور وہ انسان کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہے۔ اسلام کے اس پہلو نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

میری والدہ نے جب سنا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے انہیں اسلامی تعلیمات بتائیں تو وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

میں نے ناراض بھائی سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو کوئی پیغام دیں گے تو کہنے لگے کہ میں انہیں صرف ایک بات کہوں گا کہ مادی زندگی کی طرف دیکھنے کے بجائے اللہ نے انہیں دین حق کی صورت میں جو سرمایہء حیات دیا ہے وہ اسکی طرف دیکھیں اس کی تعلیمات اور احکام پر عزم وثبات سے عمل پیرا ہوں اور اس کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کریں مادی زندگی اور اس پر تمام نظریہء حیات ناپائیدار اور ستم کش ہیں۔ اور محض شیطان کے پیدا کردہ۔ وہ موسیقی میں گم ہونے کی بجائے ان مترنم آواز کی طرف متوجہ ہوں جو مؤذن دن رات میں پانچ مرتبہ بلند کرتا ہے اور انہیں اللہ کی کبریائی اور فوز وفلاح کی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح

ایک ہندو جوڑے کا قبول اسلام

یہ ایک ہندو جوڑے کی قبول اسلام کی سچی اور واقعاتی کہانی ہے جسے تنویر احمد صاحب سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر میں رقم فرمائی اس کہانی پر مصنف کو انعامی مقابلے میں دوسرا انعام ملا تھا۔ سیارہ ڈائجسٹ کے شکریہ کے ساتھ قرآن پاک کے اس روح پرور معجزے کو ہدیہء قارئین کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

نیز یہ روح پرور کہانی ماہنامہ حکایت لاہور ”تعویذ“ کے عنوان سے بھی شائع ہوئی ہے۔ (مؤلف)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب تقسیم ہند کا فیصلہ ہو گیا تھا اور ہندوستان سے مسلمان اور پاکستان سے غیر مسلم نقل مکانی کی تیاریاں کر رہے تھے یہ قصہ سندھ کے ایک قصبے کا ہے جہاں میاں بیوی پر مشتمل ایک ہندو گھرانہ رہتا تھا۔ ان کے پڑوسی مسلمان تھے دونوں خاندانوں کے آپس میں بڑے اچھے تعلقات تھے۔

فرقہ وارانہ فسادات کی شدت بڑھنے لگی کہ ایک روز ہندو گھرانے کے سربراہ نند لال نے اپنے مسلمان پڑوسی احمد سے کہا۔ بھائی میرا ارادہ ہے کہ اب ہمیں ہندوستان چلے جانا چاہیے

اگرچہ دل تو نہیں مانتا کہ اس جگہ کو چھوڑیں جہاں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے ہیں لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے حالات بہت بگڑ گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا کچھ نقصان ہو جائے۔
احمد نے کہا کہ نندلال کیسی باتیں کرتے ہو ہمارے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر نندلال کا دل خوف وہراس کی شدید لپیٹ میں آچکا تھا وہ احمد کی باتوں سے مطمئن نہ ہوا اس نے گھر میں اپنی بیوی سے کہدیا کہ ہم موقعہ ملتے ہی بھارت چلے جائیں گے تم تیاری مکمل کر لینا۔
اس گفتگو کو کئی روز گذر گئے ایک روز نندلال کے برادرِ نسبتی کا خط آیا کہ ہم لوگ بھارت جا رہے ہیں آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے اگر تیار ہوں تو اکٹھے چلیں گے نندلال کا برادرِ نسبتی خاصہ دور رہتا تھا۔ نندلال نے اس کا خط اپنے پڑوسی احمد کو بھی دکھایا اس سے رائے طلب کی کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ احمد نے مشورہ دیا کہ تم لوگ گھر میں مکمل تیاری رکھو اور خود سالے کے پاس جا کر صلاح مشورہ کر آؤ پھر جو پروگرام ہو اس پر عمل کرو نندلال نے یہ تجویز پسند کی اور بیوی کو مکمل تیار رہنے کا حکم دے کر خود اپنے سالے سے ملنے چلا گیا۔
نندلال کی بیوی (موہنی) بہت خوبصورت تھی عمر اس کی پچیس سال تھی مگر اولاد نہ ہونے اور اچھی صحت ہونے کی وجہ سے سولہ سترہ سال کی لگتی تھی۔ احمد عرصہ سے اس پر نگاہ رکھتا تھا مگر اس سے کوئی ایسی ویسی بات کرنے کی کبھی جرأت نہ کر سکا تھا اب اسے ایک موقعہ مل گیا نندلال اپنے سالے سے ملنے چلا گیا اور اپنی بیوی کو تیار رہنے کا کہہ گیا۔ تو احمد نے فائدہ حاصل کرنے کا پروگرام بنا لیا اس نے ایک تانگہ لیا اور شام کو ہانپتا کانپتا نندلال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اندر سے نندلال کی بیوی موہنی نے پوچھا کون ہو کیا کام ہے۔
میں احمد ہوں بھابھی۔ احمد نے جواب دیا۔ بھائی نندلال آٹھ بجے والی گاڑی سے آرہے ہیں ان کے ساتھ ہی آپ کے بھائی بھی ہیں ان کا ارادہ سیدھے کھوکھرا پار جانے کا ہے۔ وہ یہاں نہیں رکیں گے۔ انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ میں آپ کو ریلوے سٹیشن پر پہنچا دوں۔

آپ ضروری چیزیں زیورات، نقدی اور کپڑے وغیرہ لے لیں اور تیار ہو کر باہر آ جائیں۔

مونی احمد کو عرصہ سے جانتی تھی دونوں پڑوسی تھے اور ان کے باہمی تعلقات بھی بہت اچھے تھے پھر بھارت جانے کی باتیں بھی روز ہوتی تھیں اس نے احمد کی باتوں کو سچ جانا اور ضروری تیاری کے بعد باہر آ کر تانگے پر بیٹھ گئی۔

ریلوے سٹیشن زیادہ دور نہیں تھا مگر تانگہ بہت دیر سے چل رہا تھا اس سے مونی کو شک گذرا اس نے منہ سے پلو ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو راستہ بدلا ہوا نظر آیا اس نے احمد سے پوچھا بھائی ہم کدھر جا رہے ہیں یہ تو اسٹیشن کا راستہ نہیں ہے۔

گھبراؤ نہیں بھابھی۔ احمد نے عیاری سے جواب دیا ہم نے جان بوجھ کر جنگل کا راستہ اختیار کیا ہے۔ تاکہ عام سڑک پر سے لوگ دیکھ نہ سکیں اور کوئی آپ کو پریشان نہ کر سکے ہم تھوڑی دیر میں سٹیشن پہنچنے والے ہیں۔

مونی یہ سن کر خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد تانگہ اچانک رک گیا احمد نے ہولناک لہجے میں کہا۔ پیاری اب اتر آؤ۔ کب تک دل تڑپاتی رہو گی۔ تم نہیں جانتی ارمان اس وقت کا کتنے سالوں سے انتظار کر رہے ہیں۔ مونی نے گھبرا کر دیکھا چاروں طرف خوفناک جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ وہ سارے معاملے کو سمجھ گئی اور لجاجت سے بولی میں نے تمہیں بھائی اور تم نے مجھے بہن بنایا ہوا ہے کچھ شرم کرو اور اس مقدس رشتے کی لاج رکھ لو۔ مگر احمد پر شیطان سوار تھا اس نے جھٹکے کے ساتھ مونی کو کھینچ کر تانگے سے اتارا اور دست درازی شروع کر دی مونی نے اس کے چنگل سے بچنے کی بہت کوشش کی اور پورے عزم کے ساتھ اپنی عزت کو بچانے کی تگ و دو کرنے لگی اس نے رحم طلب نگاہوں سے تانگے والے کی طرف دیکھا مگر اسکی نگاہوں میں بھی ہوس کے شعلے ناچ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر احمد سے درخواست کی احمد خدا کے واسطے مجھے برباد نہ کرو میں کہیں کی نہ رہوں گی تمہیں تمہارے پیارے رسول کا

واسطہ میری عزت نہ لوٹو میرے زیورات لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔

لیکن احمد مستی کا شکار تھا اس نے موہنی کی درخواست پر کان نہ دھرے اور اسے وحشیانہ انداز میں اٹھا کر ایک ٹیلے کے پیچھے چلا گیا موہنی نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر احمد کے طاقتور بازوں کے سامنے اس کی کوئی پیش نہ گئی آخری چارہ کار کے طور پر اس نے احمد کے کندھے پر اپنے دانت گاڑ دیئے وہ بلبلا اٹھا اور اس کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی موہنی ایک طرف کو بھاگ اٹھی۔ احمد نے تھوڑی دیر توقف کی پھر زخمی بھیڑیے کی مانند اس کی پیچھے بھاگ کھڑا ہوا اور تھوڑی دور جا کر اسے دوبارہ دبوچ لیا اور وحشیانہ انداز میں اسکے کپڑے پھاڑنے لگا۔ اب موہنی برہنہ ہو گئی تھی۔ مگر عزت بچانے کا احساس اب تک اس میں زندہ تھا اچانک اس نے اپنی گردن میں ہاتھ ڈالا اور ایک تعویذ نوچ کر احمد کے سامنے کر دیا احمد۔ اس میں تمہاری پاک کتاب کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ تمہارا قرآن ہے۔ اسی کے صدقے میں مجھے معاف کر دو اور میری عزت برباد نہ کرو۔ مگر احمد نے وہ تعویذ موہنی کے ہاتھ سے چھین کر دور پھینک دیا اور لپک کر موہنی کو پکڑ لیا۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ناپاک عزائم کو عملی صورت دے ڈالے کہ اچانک اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کے جسم میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی اور موہنی کے جسم پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑھ گئی۔ موہنی آزاد تھی۔

اس نے حیرت اور اچھنبے کے ساتھ دیکھا کہ احمد کا بدن ایک طرف کو ڈھلک رہا ہے اس کی نظروں کے سامنے ایک لمبا سیاہ ناگ احمد کی ٹانگ سے لپٹا ہوا ہے اور اسکی پنڈلی سے خون بہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں احمد تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا سانپ اپنا کام ختم کر کے جا چکا تھا۔ (مارن والے موئے محمد قدرت رب دی ہوئی) یہ منظر تانگے والے نے بھی دیکھا وہ بھاگتا ہوا آیا اور تعویذ کو اٹھا کر چومنے لگا پھر اس نے اپنی چادر موہنی کے ننگے جسم پر ڈال دی اس سے رو رو کر معافی مانگی اور اسے تانگے میں بٹھا کر واپس شہر کی طرف چل پڑا۔

راستے میں موہنی نے بتایا کہ سات سال سے میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی میری ایک مسلمان سہیلی نے یہ تعویذ لا کر دیا تھا اور اس نے بتایا کہ اس میں سورہ یٰسین اور پانچ اور آیتیں لکھی ہوئی ہیں موہنی عقیدت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی کہ اسے قرآن کی عظمت کا اندازہ ہو گیا ہے۔ قرآن عزتوں کا محافظ ہے وہ اس وقت دستگیری کرتا ہے جب سارے سہارے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اتفاق سے آٹھ بجے والی ٹرین سے نند لال واپس آ گیا وہ بڑا پریشان تھا کہ موہنی کہاں گئی اور اسے پتہ چل گیا تھا کہ احمد اسے ٹانگے میں بٹھا کر کہیں لے گیا ہے۔ مگر پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں گئے اسی جستجو میں رات کافی گذر گئی تھی کہ موہنی واپس گھر پہنچی اور اپنے خاوند کو ساری کہانی سنائی۔

دوسرے ہی دن نند لال اور موہنی نے ہندوستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا انہوں نے قرآن کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا چنانچہ وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور ان کے اسلامی نام محمد علی اور عائشہ رکھے گئے اب ان کے چار بچے ہیں اور وہ بڑی ہی پرسکون زندگی گذار رہے ہیں۔

عزیمت کی چٹانیں

تیس نومسلم خواتین کی آپ بیتیاں

اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا گزری

انتہائی رقت آمیز روح پرور اور ایمان افروز

ڈاکٹر پروفیسر عبدالغنی فاروق کی کتاب
ہمیں خدا کیسے ملا
سے تیس نومسلم خواتین کی آپ بیتیاں
تلخیص کے ساتھ

وہ آئے روشنی بن کر شبستانِ محبت میں
اندھیرا ہی اندھیرا تھا اجالا ہی اجالا ہے

ڈاکٹر پروفیسر عبدالغنی فاروق کی کتاب ''ہمیں خدا کیسے ملا'' جس میں انہوں نے ۸۱ نومسلم خواتین کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ راقم نے ان سے تیس نومسلم خواتین کے حالات تحریر کیے ہیں اس کے علاوہ ایک خاتون ''عیسائی مبلغہ کا قبول اسلام'' ماہنامہ حکایت شمارہ فروری ۲۰۰۰ میں شائع ہوا وہ ۸۱ نومسلم خواتین میں شامل نہیں ہے شائد ڈاکٹر فاروق صاحب کی نظر سے نہ گذرا ہو۔ میں نومسلم خواتین میں سے اسی نومسلم عیسائی مبلغہ ابتداء سے کرتا ہوں جس کا نام حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہ کی نسبت سے ہے۔

عیسائی مبلغہ کا قبول اسلام (خدیجہ) فلپائن

رات کا وقت تھا میں بستر پر لیٹی تھی نیند نے آنکھوں کو بوجھل کر رکھا تھا اچانک مجھے عجیب سا احساس ہوا میرے دل مین ایک شمع سی جل اٹھی میں فوراً اٹھ بیٹھی اور پکار کر کہا۔ میرے رب میں تجھ پر ایمان لائی۔ اسلام کی حقانیت کا ایک ثبوت ملاحظہ فرمائیں کہ فلپائن جیسے متعصب ملک جہاں کے مسیحی حکمران ''مورو'' مسلمانوں کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے آتش و آہن سے کام لے رہے ہیں کی ایک ممتاز مسیحی خاتون نے اسلام قبول کر لیا ہے اس خاتون کا نام ''میری واٹسن'' تھا۔ فلپائن کی ایک یونیورسٹی میں الٰہیات (تھیالوجی) کی پروفیسر تھیں وہ پہلے اگر غیر عیسائیوں کو عیسائی بنانے میں مشغول تھیں تو اب وہ اسلام کی مبلغہ ہیں۔

وہ ان دنوں قسیم سعودی عرب میں نئر ادنو کی رہنمائی کے مرکز میں کام کر رہی ہیں آیئے ان کے قبول اسلام کے ایمان افروز حالات پڑھیں۔

میری امریکہ کی ریاست اوہاہیو میں پیدا ہوئیں۔ جوانی کا زیادہ تر حصہ لاس اینجلس اور فلپائن میں گذارا زیادہ تر تعلیم امریکہ میں حاصل کی۔ فلپائن میں علم الٰہیات میں بی اے کیا دو کالجوں میں تھیالوجی کی پروفیسر رہیں۔ فلپائنی شوہر سے سات بچے اور بچیاں ہیں۔ شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مسیحی تبلیغ کی ماہر تھیں اس سلسلے میں کئی عیسائی مذہبی ریڈیو سٹیشنوں پر کام کیا۔

ٹیلیویژن کے کئی پروگراموں میں مہمان بنیں اسلام کے خلاف متعدد مقالے لکھے عیسائیت کی زبردست اور پرجوش حامی رہیں۔ چالیس سال کی عمر میں دولت ایمان واسلام سے مشرف ہوئیں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نیا نام خدیجہ رکھا۔ حضرت خدیجہ سے بہت متاثر تھیں۔

قبول اسلام اور بعد کے حالات

میری فلپائن میں ایک مشنری اجتماع میں لیکچر دینے گئی ہوئی تھی کہ اچانک ایک فلپائنی پروفیسر سے ملاقات ہوئی۔ موصوف ایک عرب ملک سے ہو کر آئے تھے انہوں نے میری کے بہت سے سوالوں کے جواب دیئے۔ میری سمجھ گئی کہ وہ در پردہ مسلمان ہو چکے ہیں مگر اپنے اسلام کا اظہار ابھی تک نہیں کیا۔ ذہن میں کئی سوال پیدا ہوئے یہ کیوں مسلمان ہوئے۔ انہوں نے اپنا دین کیوں چھوڑا اس کا مطلب ہے اسلام میں ضرور کوئی ایسی خاص بات ہے جو مسیحیت میں نہیں اب میری ایک نومسلم خاتون سے ملیں جو ان کی پرانی سہیلی تھی اور اب سعودی عرب میں کام کرتی تھیں ان سے کئی سوالات کیے۔ عورتوں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات پوچھیں کیونکہ پادری کہتے تھے کہ مسلمان عورتوں کے حقوق نہ ہونے کے برابر ہیں مسلمان عورتیں گھروں میں رہنے پر پابند ہیں وغیرہ وغیرہ اپنی اس دوست کی باتوں سے بہت متاثر ہوئی ان سے اللہ اور پیغمبر اسلام کے بارے میں بہت کچھ پوچھا میری کے اپنے الفاظ ہیں۔

جب میری سہیلی نے مجھے اسلامک سنٹر جانے کے لئے کہا تو میں ہچکچائی۔ اس نے حوصلہ دیا تو میں نے خداوند سے دعا کی کہ وہ رہنمائی فرمائے۔ میں اسلامک سینٹر پہنچی تو وہاں کے لوگ عیسائیت کے بارے میں میری معلومات جان کر بہت حیران ہوئے انہوں نے اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کی اصلاح کی مجھے کچھ کتابیں دیں۔ جو میں ہر روز پڑھتی میں ایک ہفتے تک ان حضرات سے روزانہ تین گھنٹے گفتگو کرتی اس ایک ہفتے میں۔ میں نے ۱۲ کتابیں پڑھ ڈالیں۔ میں نے اسلام کے بارے میں پہلی بار غیر مسلم مصنفین کی جو کتابیں پڑھیں وہ اسلام

کے بارے میں غلط فہمیوں اور مخالفتوں سے پر تھیں۔

خیر ہفتے کے بعد مجھ پر اسلام کی حقانیت واضح ہو گئی کہ یہی دین حق ہے اللہ وحدہٗ لاشریک ہے وہی غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ وہی ہمارا تنہا نجات دہندہ ہے۔

شکوک وشبہات تو رفع ہو گئے مگر اسلام ابھی تک میرے دل میں جاگزیں نہیں ہوا تھا کہ شیطان برابر خوف اور بے قراری پیدا کرتا تھا اِدھر اسلامک سینٹر نے میرے لئے کئی لیکچروں کا اہتمام کیا اور اُدھر میں اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتی تھی کہ وہ مجھے ہدایت دے۔

اسلام کا مطالعہ کرتے میرا دوسرا مہینہ تھا رات کا وقت تھا میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی نیند نے میری پلکوں کو بوجھل کر رکھا تھا کہ اچانک مجھے عجیب سا احساس ہوا میرے دل میں دفعتاً شمع اسلام جلی میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی اور پکار کر کہا۔ میرے رب میں تجھ پر ایمان لائی میں نے کلمہ پڑھا اس کے بعد میں نے ایسا اطمینان اپنے پورے وجود میں سرایت کرتے ہوئے محسوس کیا کہ میری پوری زندگی میں مثال نہیں ملتی۔ میں اس لمحے پر پھر کبھی نہیں پچھتائی۔ پشیمان ہونا تو ایک طرف میں تو اسے اپنا لمحہ پیدائش قرار دیتی ہوں۔

محترمہ نے قبول اسلام کے بعد بطورِ پروفیسر اپنی ملازمت ترک کر دی اور چند ماہ بعد فلپائن کے اسلامک سینٹر میں عورتوں کے لئے اسلامی تعلیمات عام کرنے کے پروگرام شروع کر دیئے۔ یہاں ڈیڑھ سال تک کام کرنے کے بعد وہ سعودی عرب میں تقسیم کے مرکز رہنمائی برائے نثر ادنو، عورتوں کے شعبے میں بطور مبلغ وداعیہ کام کرنے لگیں وہ اب وہاں انگریزی اور فلپائنی دونوں زبانوں میں اسلام کے بارے میں لیکچر دیتی ہیں۔

محترمہ خدیجہ سے چند سوالات

س۔اسلام کے حوالے سے آپ کے بچوں کا مستقبل کیا ہے؟

ج۔میں جب فلپائن کے ایک اسلامک سینٹر میں کام کرتی تھی تو گھر میں ایک میز پر کچھ کتابیں اور رسالے رکھ دیتی کہ اللہ میرے بیٹے کرسٹوفر کو اسلام کی توفیق دے صرف یہی میرا بیٹا ساتھ رہتا ہے۔میرا بیٹا اور اس کا دوست میز سے یہ لٹریچر اٹھاتے، پڑھتے اور پڑھ کر وہیں رکھ دیتے میرے پاس ایک آذان آلارم تھا میں گھر نہ ہوتی تو میرا بیٹا اسے بار بار سنتا رہتا اس کے بعد بیٹے نے مجھے بتایا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہے مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی ۔اسلامک سینٹر کے کئی بھائی ہمارے گھر آئے اور اسلام کے بارے میں کرسٹوفر سے گفت وشنید کرتے بالآخر اس نے بھی اسلام قبول کرلیا یہ میرا واحد بیٹا ہے جس نے اب تک اسلام قبول کیا ہے اس نے اپنا نام عمر رکھا ہے۔میری دعا ہے کہ میری باقی اولاد کو بھی نعمت اسلام سے سرفراز فرمائے۔

س۔وہ کون سی آیت قرآنی ہے جس نے آپ کو قرارِ قلب اور سکون دل بخشا ہو؟

ج۔ہم درجات عند الله. والله بصير بما يعملون (آل عمران ۱۶۳) ترجمہ اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہ فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔یہ آیت کریمہ سختی اور مصیبت کی گھڑیوں میں میرے بہت کام آتی ہے۔اس نے مجھے بہت سہارا دیا ہے۔

س۔آپ نے کس قسم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے؟

ج۔مجھے مطالعہ کا بے حد شوق ہے میں نے حدیث شریف کی کتابوں میں بخاری اور مسلم پڑھیں ۔سیرت نبوی اور کچھ صحابہ اور صحابیات کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا ہے اس کے ساتھ تفسیر قرآن اور دیگر کتب بھی پڑھی ہیں۔

س۔نئی فضا اور نئے ماحول میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے آپ کو کن مشکلات سے واسطہ پڑا؟

ج۔میں امریکہ اور فلپائن میں رہی ہوں میری سب بیٹیاں شادی شدہ ہیں اور وہیں پر رہتی ہیں۔میں مسلمان ہوئی تو میری تین بیٹیوں کا ردعمل نہایت سخت تھا باقی بیٹیوں نے اسے شخصی آزادی کا عمل قرار دیا۔

میرے گھر اور ٹیلیفون کی نگرانی ہوتی رہی میں نے فلپائن میں اپنے عزم کا اظہار کیا مگر میرے مرحوم خاوند کے گھر والوں نے اسے پسند نہ کیا میں قبول اسلام سے پہلے انہی کے ساتھ وابستہ تھی کیونکہ میرے اپنے والدین فوت ہو چکے ہیں میں اپنے سسرال والوں کی اس حرکت پر تین دن روتی رہی۔میں جب اسلامی لباس میں ملبوس ہو کر گھر سے سڑک پر نکلتی تو بچے مجھ پر آوازیں کستے ''خیمہ، خیمہ''۔

قبول اسلام سے پہلے جتنے بھی جان پہچان کے لوگ تھے سب نے مجھ سے مکمل کنارہ کشی کر لی مگر میں نے ان سب باتوں کو اسلام کی طرف دعوت کا حصہ قرار دیا۔

س۔کیا قبول اسلام کے بعد آپ نے کانفرنسوں میں شرکت کی ہے؟

ج۔جی نہیں۔البتہ میں نے فلپائن کے کئی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلام پر لیکچر دیئے۔

کچھ ممالک کے سربراہوں نے مجھے دعوت دی تا کہ وہ کسی عیسائی مبلغ کے ساتھ میرا مناظرہ کروائیں مگر میں اسے پسند نہیں کرتی۔اس سے صرف ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔میں دعوت اسلام میں اس انداز کو پسند نہیں کرتی بلکہ اصل اسلوب پر سکون رہ کر اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ ہم ایک ایک شخص پر پہلے ذاتی توجہ دیں اسے مانوس کرنے کے بعد پھر اسے اسلام کی طرف بلائیں۔

س۔عیسائیت کے اس منصوبے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اکیسویں صدی کے

پہلے ربع میں مسلمانوں کو عیسائی بنالیا جائے گا؟

ج۔ اسلام کا درست مطالعہ کرنے کے بعد اور اسلام میں آنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام پر اتنا دباؤ کیوں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عالمی پیمانے پر سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب دین اسلام ہے۔ دینی لحاظ سے مسلمان سب سے زیادہ طاقتور ہیں کیونکہ وہ اپنا دین چھوڑتے نہیں اور نہ ہی اسے تیاگ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں اس لئے کہ یہی دین حق ہے اور جو کچھ انہیں یہ دین بتاتا ہے دنیا کا کوئی دوسرا مذہب انہیں وہ کچھ نہیں دے سکتا لہٰذا عیسائیوں کا یہ منصوبہ بالکل ناکام رہے گا۔

س۔ اپنے لئے اور اسلام کے لئے آپ کے آئندہ عزائم کیا ہیں؟

ج۔ میں انشاء اللہ افریقہ جاؤنگی تاکہ وہاں پڑھاؤں اور دعوتِ دین کا کام کروں میری آرزو ہے کہ میں مصر جاؤں اور جا کر اس فرعون کی لاش دیکھوں جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے لئے عبرت بنادیا ہے۔

اسلام کے لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے صحیح ہونے کا اظہار کریں اس کے جمال اور اس کی قوت کو ظاہر کریں۔ یہ عمل ہمیں ان ماحولوں اور معاشروں میں رہ کر ادا کرنا ہے جہاں کے لوگ اسلام سے بے خبر ہیں یا جہاں ذرائع ابلاغ انہیں اسلام سے برگشتہ کر رہے ہیں۔ ہمیں مضبوط ایمان و کردار کے حامل مسلمانوں کی ضرورت ہے جن کا عقیدہ مضبوط اور ایمان راسخ ہو یہ لوگ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیں۔

(ماخوذ ماہنامہ حکایت لاہور شمارہ فروری ۲۰۰۰ ترتیب ظہیر الدین بھٹی)

آیتہ حریری (امریکہ)

جنگ خلیج ۱۹۸۹ء کے جلد بعد نارتھ کیرولینا (امریکہ) کی چھاونی فورٹ بریگ میں مسلمان فوجیوں کی تعداد ایک سو تھی جن میں ایک خاتون آیتہ حریری بھی تھی موصوفہ ان افواج میں

شامل تھی جو خلیج کی جنگ میں شریک ہو کر سعودی عرب کے فوجی اڈے دمام میں مقیم رہی تھی اور وہیں اسے اسلام کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ تیس سالہ آیۃ حریری جن کا عیسوی نام (PECK) تھا سٹاف سارجنٹ تھی اور اسے اسلام سے اتنی وابستگی اور محبت تھی کہ وہ ملازمت میں رہتے ہوئے بھی سر پر سکارف اوڑھتی تھی اور یہ حق حاصل کرنے کے لئے اس نے قانونی طور پر خاصی تگ ودو کی تھی اس کے قبول اسلام کی کہانی اسی کی زبان سے سنیئے۔

عراق نے کویت پر قبضہ کرلیا اور سعودی عرب کی درخواست پر امریکی فوجیں وہاں پہنچیں تو خوش نصیبی سے میں بھی ان دوسو خواتین میں شامل تھی جو اس فوج کا حصہ تھیں اور دمام چھاؤنی میں تعینات ہوئیں میں وہاں کوارٹر ماسٹر کی خدمات سرانجام دے رہی تھی ہماری بٹالین پانچ کمپنیوں پر مشتمل تھی۔ جو ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی ان میں دوسو خواتین تھیں کوارٹر ماسٹر کی حیثیت سے میری ڈیوٹی فوجیوں کے لئے لباس، غذا اور رسد کا انتظام کرنا تھا۔ اس لحاظ سے ہمیں مقامی طور پر مختلف اشیاء کی خریداری کرنی ہوتی تھی چنانچہ اس مقصد کے لئے معاون کے طور پر ایک مقامی باشندہ ملازم رکھنا پڑا یہ لبنان کا ایک مسلمان حسین حریری تھا۔ یہی شخص اسلام سے میرے تعارف کا سبب بنا بعد میں میرا رفیق زندگی قرار پایا۔

ہوا یوں کہ چند ہی روز میں میں نے اندازہ کرلیا کہ حسین حریری منفرد کردار اور اخلاق کا مالک ہے۔ میرا اب تک مشاہدہ تھا کہ امریکی مردوں کی غالب اکثریت عورت کے معاملے میں بہت ہی غیر سنجیدہ ہے۔ حسین حریری کا بیشتر حصہ میرے ساتھ گزرا لیکن کبھی بھول کر بھی کوئی چھچھوری حرکت نہ کی۔

وقار اور سنجیدگی اس کی شخصیت کا لازمی جزو تھا۔ میں نے اسکی آنکھوں میں امریکی مردوں کی طرح جنسی بھوک نہیں دیکھی۔ وہ کبھی بے باکی سے مجھ سے نگاہیں چار نہ کرتا اور عموماً نظریں جھکا کر وقار کے ساتھ پیش آتا۔ اس حوالے سے میں نے بات کی تو اس نے بتایا کہ اسلام غیر

عورتوں سے بے تکلف ہونے سے منع کرتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کو چھونا حرام ہے۔

حریری کی یہ باتیں سن کر مجھے بڑی ہی خوشگوار حیرت ہوئی میں نے تو عام امریکیوں کی طرح سن رکھا تھا کہ مسلمان بڑے ہوس پرست ہوتے ہیں اور گوری چمڑی کی خوبصورت عورت کو دیکھتے ہی ان کی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں۔ لیکن حسین حریری تو مختلف کردار کا مظاہرہ کر رہا تھا اور عورت کے حوالے سے اس نے مجھے جن اسلامی تعلیمات سے متعارف کرایا تھا وہ اسلام کی بالکل جدید تصویر پیش کر رہی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے دل میں حسین حریری کے ساتھ ساتھ اسلام کے لئے بھی نرم گوشہ پیدا ہوتا گیا میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تو وہ مجھے اسلام کے بارے میں اسلامی اور تعارفی لٹریچر فراہم کرے۔ چنانچہ حسین حریری نے مجھے قرآن کا ایک انگریزی ترجمہ لا دیا اور جب میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو اس کتاب کا اسلوب مجھے اپنے ساتھ بہا لے گیا میں ے دیکھا کہ قرآن کی تعلیمات بڑی سادہ ہیں اور فطری بھی۔ عیسائیت میں تثلیث کا عقیدہ کبھی میری سمجھ میں نہیں آیا تھا اب جو قرآن مجید کو پڑھا تو بالکل ہی نئی دنیا نظر آئی یہاں توحید کا تصور بڑا ہی واضح تھا۔ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہر طرح اختیارات اور کائنات کا اقتدارِ کل اسی کے ہاتھ میں ہے۔

قرآن کے مطالعے اور حسین حریری کی گفتگو کی نتیجے میں جب مجھے اسلام کی سمجھ آ گئی تو ایک روز میں نے اسے قبول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حسین بہت خوش ہوا اس نے مجھے تین بار کلمہ شہادت پڑھایا۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا اس طرح میں اسلام کی مقدس و مبارک چھتری کے اندر آ گئی اس نعمت پر میں اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کروں کم ہے اس کے جلد ہی بعد میں اور حسین باہم شریک حیات بن گئے۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۴۲)

محترمہ آمنہ (امریکہ)

قبول اسلام کی یہ روح پرور سرگزشت ماہنامہ حکایت لاہور شمارہ فروری مارچ ۱۹۸۰ء میں دو قسطوں میں شائع ہوئی تھی اور اسے ستار طاہر مرحوم نے مرتب کیا تھا میں نے پہلے قصے کی تلخیص کی ہے میں نے صرف دوسرا حصہ ہی شامل کتاب کیا ہے۔بشکریہ مدیر حکایت ومترجم محترمہ آمنہ پچاس سالہ لکھتی ہیں۔میں مسلمان کیوں ہوئی۔

یہ بات کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھی ہے اور میں کئی بار جواب دے چکی ہوں اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس سوال کا جواب بڑے سکون اور اطمینان سے دینا چاہیے۔میرے گھریلو حالات کی مجموعی حالت سے بھی زیادہ میری معذوری اور اپاہج پن نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا اس کی تفصیل بھی سن لیں۔

ایک اخبار میں کام کرنے کی وجہ سے میں ہر روز ''میلکم ایکس'' اور مسلمان ہونے والے حبشیوں کی اصلاحی تحریک کے بارے میں پڑھتی تھی چونکہ پولیو کی وجہ سے میں اپاہج اور معذور ہو چکی تھی اور سوائے مطالعہ کے میرا اور کوئی مشغلہ نہ تھا اس لئے مجھ میں غور وفکر کی عادت پڑ گئی تھی جب میں پڑھتی کہ میلکم ایکس اور اس کے رضا کار ساتھی لوگوں سے منشیات کی عادت چھڑانے میں کامیاب ہو رہے تھے۔تو مجھے بڑی حیرت ہوتی میں سمجھتی یہ بھی ایک خبر ہے۔ جس میں صداقت نہیں ہے لیکن پھر میں سوچتی کہ یہ خبر کس طرح جھوٹی ہو سکتی ہے۔

میرے پاس میرے اس اپنے سوال کا کوئی جواب نہ تھا مگر اس زمانے میں میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پڑھنا چاہیے میں نے کچھ کتابیں حاصل کیں اور پڑھنے لگی اسلام کے بارے میں ان کتابوں نے مجھے بہت متاثر کیا جب میں نے یہ کتابیں پڑھ لیں تو میرے دل میں قرآن پاک پڑھنے کا خیال پیدا ہوا میں نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ حاصل کر لیا قرآن پاک کے اس ترجمے نے مجھے عجیب طرح کا روحانی سرور بخشا جسے

میں بیان نہیں کرسکتی آج میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی بھی شخص دلچسپی انہماک اور لگن سے قرآن پاک کا مطالعہ کرے تو وہ اس مقدس کتاب کی حقانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن پاک کے مطالعے نے مجھے کئی دن بے چین رکھا میرے دل میں ایک عجیب طرح کا جذباتی مدوجزر ہو گیا تھا جی چاہتا تھا کہ اب میلکم ایکس سے ملوں مگر وہ اس شہر سے بہت دور تھے۔ میں نے اخبار کے ذریعے سے پتہ چلایا کہ یہاں ہمارے شہر میں کون سا ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا پتہ مجھے جلد ہی چل گیا میں نے اس شخص محمد یوسف کو فون کیا اور اس سے ملاقات کے لئے وقت مانگا دوسری طرف سے مجھے بڑی ہمدرد اور نرم آواز سنائی دی۔ مجھے محمد یوسف نے کہا کہ میں جس وقت چاہوں اسے مل سکتی ہوں میں نے انہیں بتایا کہ میں کل بعد دوپہر ان سے ملوں گی وقت طے ہو جانے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

جب میں اگلے دن محمد یوسف سے ملنے گئی تو وہ مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئے میں نے ان کی پریشانی کے سبب کو بھانپ لیا وہ کسی صحت منداور توانا لڑکی سے ملنے کی توقع رکھتے تھے۔ جب انہیں وہیل چیئر میں بیٹھی حرکت سے معذور مجھ جیسی لڑکی دکھائی دی تو وہ کچھ پریشان ہو گئے مگر میری مسکراہٹ اور خوشدلی نے ان کی پریشانی کو جلد ہی ختم کر دیا۔

محمد یوسف میری ہی طرح تھے ''حبشی'' کبھی ان کا نام جانی بلیکڈن تھا۔ اب وہ محمد یوسف جیسے خوبصورت نام کے مالک تھے وہ اس شہر کے مسلمانوں کے سربراہ یا امام تھے وہی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے وہی قرآنی تعلیمات کا درس دیتے تھے وہ ہمدردی کے لہجے میں مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ باتوں باتوں میں بڑے غیر محسوس انداز میں انہوں نے مجھ سے اور میرے کنبے کے بارے میں سب معلومات حاصل کرلیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے تو محمد یوسف مسکرادیئے۔ پھر انہوں نے دھیمے اور اچھے لہجے میں

جواب دیا کہ میں اس لئے مسلمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھا دے ان کا وہ جواب میں آج تک نہیں بھولی اور نہ زندگی بھر بھول سکوں گی کیونکہ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو سیدھے راستے پر لانا چاہتا ہے اس کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

اسلام کے ساتھ ان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ ایک برس میں انہوں نے قرآن مجید عربی میں پڑھ لیا اس راہ میں انہیں بہت سی دقتیں اور پریشانیاں پیش آئیں مگر وہ کسی پریشانی سے نہ گھبرائے قرآن مجید کی تعلیم کے بعد وہ اسلامی قواعد اور طرز زیست کو اپنانے میں کامیاب ہو گئے چار سال کے بعد انہیں اس علاقے میں مسلمانوں کا امام مقرر کر دیا گیا۔

امام بننے کے بعد انہوں نے اپنی تگ و دو سے زمین کے لئے چندہ جمع کیا اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرا دی اس مجد کی تعمیر میں خود انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں نے حصہ لیا وہ خود مزدوری کرتے اور معاوضہ نہ لیتے تھے۔

میں محمد یوسف کی زندگی اور ان کی باتوں سے بے حد متاثر ہوئی اور ان سے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں محمد یوسف صاحب نے پہلی بار مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا اور بولے خدا مبارک کرے مگر مسلمان ہونا بہت مشکل ہے۔

میں ہر مشکل پر قابو پالوں گی۔ الحمدللہ۔ انہوں نے کہا کیا تمہیں کلمہ اور نماز آتی ہے میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ تو انہوں نے مجھے ایک چھوٹی سی کتاب دی اس میں رومن حروف میں کلمہ اور نماز لکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے اسے یاد کر لو۔ میں نے چند دنوں میں نہ صرف کلمہ اور نماز از بر کر لی بلکہ ان کے معنی بھی سمجھ لئے اس دوران میں محمد یوسف سے بھی ملتی رہی اور ان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات بھی حاصل کر لیں۔

جمعہ کا دن تھا مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے میں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی۔ میرا نام

آمنہ رکھ دیا گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ شراب چھوڑ دی۔ سگریٹ بھی چھوڑ دیا اور مسلمان عورتوں جیسا لباس میں نے سینے کے لئے دیا۔ میں سمجھتی تھی کہ میں جب مسلمان عورتوں کی طرح لمبے چغے میں اپنا جسم چھپاؤں گی اور سر کو ڈھانپوں گی تو مضحکہ خیز دکھائی دوں گی میں نے ہر طنز اور مذاق کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ جب میں پہلی بار عورتوں کا لباس پہن کر گھر سے نکلنے لگی تو میری ماں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ سنتھیا یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے۔ ممی میں نے کہا یاد رکھیے میرا نام آمنہ ہے۔ سنتھیا نہیں۔

میں نے اپنی والدہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں انہیں بتا چکی ہوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اب میں مسلمانوں کی طرح باقاعدہ زندگی کا آغاز کررہی ہوں۔

آہستہ آہستہ میں نے اپنی زندگی اسلام کے قوانین وضوابط کے مطابق ڈھال لی وہ لوگ جو پہلے مجھ پر انگلیاں اٹھاتے تھے مجھ سے بے پرواہ ہوگئے۔

عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی مجھ سے ملنے آئے انہوں نے میری بہت تعریف کی صدر فورڈ نے مجھے وائٹ ہاؤس بلایا اور میری تعریف کی اس شہرت اور عزت کے باوجود مجھ میں تکبر پیدا نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام نے میری زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا میں اسے ساری دنیا میں پہنچانا چاہتی ہوں۔ پچھلے چند برسوں میں میری کوشش کی وجہ سے ساڑھے تین سو افراد نے منشیات سے توبہ کی اور اکیس مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

میں ایک اپاہج عورت ہوں مگر میں اپنے آپ کو اپاہج نہیں سمجھتی کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص مسلمان ہوجائے وہ اپاہج نہیں ہوسکتا خدا اس کا سہارا بن جاتا ہے میری زندگی اسلام کے لئے وقف ہوچکی ہے۔ میں اسلام کے لئے کام کروں گی کیونکہ اسلام کی روح سارے انسانوں میں پھونک دینا چاہتی ہوں تو یہ ہے میری کہانی سنتھیا سے آمنہ بننے کی۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۵)

ڈاکٹر امینہ کاکسن (انگلینڈ)

ڈاکٹر امینہ کاکسن کا آبائی نام این کاکسن ہے۔ وہ پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر اور ماہر علم الانسان اور لندن کے قریب یعنی قلب میں ہارٹ سٹریٹ میں ان کا کلینک ہے انہوں نے طویل مطالعہ اور غور وخوص کے بعد ۱۹۸۵ میں اسلام قبول کیا۔

ریاض (سعودی عرب) میں مقیم مشہور پاکستانی مصنف جناب حنیف شاہد نے ان سے بذریعہ ڈاک قبول اسلام کی وجوہ دریافت کیں اور اس کا جواب اچھی قابل قدر کتاب میں محفوظ کر دیں۔ ذیل کا مضمون اسی انٹرویو کا نتیجہ ہے۔ کتاب کا نام

" WHY ISLAM OF RONKY CHOICE "

جبکہ والد برٹش امریکن ٹوبیکو کمپنی کے ڈائریکٹر تھے ہم دو بہن بھائی ہیں۔ دونوں نے کیتھولک بورڈنگ سکولوں میں تعلیم حاصل کی بھائی آج کل امریکہ میں ایک معروف تاجر ہے۔ اس کے تین بچے ہیں اور وہ کیتھولک عیسائی کی حیثیت سے آج بھی پابندی سے گرجے میں جاتا ہے۔ میرے والد ٹوبیکو کمپنی کی ملازمت کے سلسلے میں ۱۹۴۵ سے ۱۹۵۳ تک آٹھ سال کا عرصہ مصر میں گزارا۔ اس طرح بچپن کے دو سال تک مجھے بھی اس مسلمان ملک میں رہنے کا موقع ملا اور غیر شعوری طور پر میں اہل مصر کی سماجی زندگی، عمومی اخلاق اور رسم و رواج سے بہت متاثر ہوئی۔ قاہرہ کی خوبصورت مسجدوں، ان کے میناروں، خصوصاً آذان کی آواز نے میرے دماغ پر گہرے اثرات مرتب کیے اور غیر محسوس طریقے سے میرا دل ان کی طرف کھنچتا چلا گیا۔

۱۹۴۷ میں واپس انگلینڈ آ گئی اور یہاں ایک پرائمری سکول میں داخل کرا دی گئی۔ ۱۹۵۳ء میں میرے والد بھی مصر سے لندن واپس آ گئے اور ان کی راہنمائی میں میں زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھنے لگی میں طبعاً محنتی واقع ہوئی ہوں چنانچہ میں نے ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور ایم بی بی ایس کے بعد رائل کالج آف میڈیسن اور یونیورسٹی آف لندن سے نیو

اولوجی میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری بھی حاصل کرلی اس کے ساتھ ہی نفسیاتی تجزیے کا کورس بھی مکمل کرلیا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر این کاکسن سے شادی کرلی لیکن بدقسمتی سے شادی کامیاب نہ ہوسکی کہ ان کا خاوند مطلب پرست اور خودغرض انسان تھا وہ بیوی بچوں کو اخراجات کے لئے کچھ نہ دیتا۔ الٹا دھونس جماتا رہتا نتیجہ یہ ہوا کہ چند سال کے بعد انہوں نے اس شخص سے طلاق لے لی۔ میں آبائی طور پر کیتھولک تھی۔ ۱۹۸۳ میں ان کا تعارف اومان کے سلطان قابوس کی والدہ محترمہ سے ہوا۔ موصوفہ ذیابیطس کی مریضہ تھیں۔ لیکن صبر، وقار اور حوصلہ مندی ان پر ختم تھی۔ وہ شاندار شخصیت کی حامل ایک خوبصورت خاتون تھیں۔ لیکن محبت، شفقت اور علم کا پیکر مجسم تھیں حالانکہ بے رحم مرض نے انہیں نچوڑ کر رکھ دیا تھا لیکن باوجود اس کے ان کی زبان پر کبھی بھول کر بھی حرف شکایت نہ آیا اس بزرگ بیمار خاتون کی روش نے ڈاکٹر امینہ کاکسن کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا اس حوالے سے وہ سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے بارے میں سوچنے لگیں اور کچھ عرصے کے مطالعے اور غور و فکر کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے اپنا آبائی مذہب عیسائیت کو کیوں ترک کیا تو انہوں نے بتایا کہ آبائی طور پر کیتھولک تھی والدہ اور والد دونو کیتھولک تھے مجھے بھی بچپن میں ایک کیتھولک سکول میں داخل کرایا گیا جہاں میرے والد کی خالہ اور متعدد ہم زاد (کزن) لڑکیاں ننوں کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی تھیں میں بھی بیس سال کی عمر تک اپنے آبائی عقائد پر سختی سے قائم رہی لیکن جب غور و فکر کی عمر شروع ہوئی تو ان عقائد کے بارے میں شکوک و شبہات سر اٹھانے لگے مضبوط دیواروں میں دراڑیں پیدا ہونے لگیں۔ چنانچہ یہ سوچکر مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی کہ یہ میرے بدترین گناہ تھے جن کی پاداش میں حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا اور وہ نہایت ہی دردناک موت سے دوچار ہوئے۔ پھر

خیال آتا کہ میں کہیں گمراہ تو نہیں ہو رہی۔ کہیں میں اپنے مذہب سے دور تو نہیں جا رہی پریشان ہو کر بے اختیار خدا سے دعا کرنے لگی کہ خدایا میری رہنمائی فرما حق کا راستہ مجھ پر واضح کر دے اگر تو نے میری دادرسی نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سن لیں۔ میری دستگیری فرمائی اور سوتے میں یکے بعد دیگرے میں نے واضح تین خواب دیکھے جن میں کوئی ابہام نہ تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ ہدایت کے لئے میری سب بے قراری اور تجسس کے نتیجے میں خدا میری رہنمائی کر رہا ہے خواب میں مجھے بتایا گیا (۱) کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے مجھے کسی پادری کے سہارے کی ضرورت نہیں (۲) اسلام ہی سچا دین ہے اور سچا راستہ ہے (۳) حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپس میں یگانگت رکھتے ہیں دونوں جنت میں اکھٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ نے مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحویل میں دیدیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں تلاش حق میں بڑی پریشان اور مضطرب تھی تاہم یہ بھی خیال آتا تھا کہ مجھے اپنے آبائی مذہب سے دور نہیں ہونا چاہیے لیکن متذکرہ خوابوں نے جس منزل کی طرف اشارہ کیا وہ راستہ اسلام کا تھا میرے مسلمان مریضوں نے میرے دل میں اسلام کے لئے مزید نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ بالخصوص ان کا یہ عقیدہ کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں بالخصوص اومان کے سلطان قاموس السعید کی والدہ محترمہ سے بے حد متاثر ہوئی محترمہ میری مریضہ تھیں۔ ضعیفی اور صحت کی خرابی کے باوجود وہ ہر ایک سے مسکرا کر ملتیں اور ہر ضرورت مند پر کھلے دل سے دولت نچھاور کرتیں وہ شدید تکلیف میں مبتلا تھیں۔ انہوں نے کبھی شکوہ شکایت کا انداز اختیار نہیں کیا بلکہ وہ بات بات پر اللہ کا شکر ادا کرتیں اور میں جب پوچھتی کہ بیماری کی انتہائی تکلیف میں کون سی چیز انہیں اطمینان اور امید سے وابستہ کئے

ہوئے ہے۔تو وہ محبت اور احترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیتیں کہ وہی ذات گرامی ہے جس کا فضل وکرم انہیں مایوس نہیں ہونے دیتا وہ کمال یقین کے ساتھ فرماتیں کہ اللہ تعالیٰ ''الرحمٰن الرحیم'' ہے۔ وہی انسان کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے اور وہی کسی حکمت کے ساتھ تکلیف سے بھی دوچار کرتا ہے۔ واقعتاً سلطان قابوس کی والدہ محترمہ ایک مثالی خاتون تھیں۔ انہوں نے مجھے اسلام کے بہت قریب کر دیا اگرچہ تین خواب واضح دیکھنے کے باوجود بھی ابھی تک اپنے آپ کو قبول اسلام پر آمادہ نہ کر پاتی تھی۔لیکن رمضان آیا تو میں محترمہ موصوفہ کی ترغیب پر روزے رکھنے لگی اور پہلی بار سچے روحانی سکون سے آشنا ہوئی۔

ایک سال اسی طرح گذر گیا دوسرا رمضان آنے والا تھا کہ کویت کے ایک مسلمان خاندان سے میرا تعارف ہوا۔ یوسف الزواری سربراہِ خانہ بہت بیمار تھا۔لیکن خدا پر یقین اور باقی خاندان کا یقین وایمان دیکھ کر میں دنگ رہ گئی یہ لوگ بھی حوصلہ مندی، صبر واستقامت، محبت اور خلوص کا بہت خوبصورت نمونہ تھے۔ مغربی گھرانوں کے برعکس سب ایک دوسرے پر جان چھڑکتے اور سربراہ خانہ کی صحت یابی کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے میں نے اپنے پیشے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مریض کا خاص خیال رکھا ایک روز ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے یوسف الزواری نے کہا میں آپ کی خدمت اور احسانات کا شکریہ کیسے ادا کروں۔جی چاہتا ہے ساری دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کردوں جی چاہتا ہے کہ آپ کو اپنی بہو بنالوں آپ کو اپنے گھر کا ایک فرد بنالوں لیکن میں تو ان سے زیادہ چیز کی طلبگار ہوں۔

میں نے جواب میں تجسس پیدا کیا وہ کیا۔یوسف اور اس کا سارا خاندان پریشان ہوگیا۔آپ مجھے مسلمان بنالیں اپنے دین میں شامل کرلیں میری یہ بات سن کر اس خاندان کا عجب حال ہوا۔خوشی سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔یوسف کی آنکھیں بے اختیار چھلک پڑیں اور سب لوگ مسرت کے غیر معمولی احساس سے نہال ہوگئے دوسرے دن میں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور ایک

مسلمان کی حیثیت سے رمضان المبارک کے سارے روزے رکھے الحمدللہ مجھے اپنی منزل مل گئی۔ ایک گرا ہوا انسان اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی روح روشن صاف اور سیدھی راہ پر آگئی اور یوسف کے گھر کا ایک فرد بن گئی اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکر کیسے ادا کروں وہ زبان کہاں سے لاؤں جو اس کی حمد وثناء کرے۔ تلخیص (ہمیں خدا کیسے ملا۔ ص ۸۰)

بیگم امینہ لاکھانی

بیگم امینہ لاکھانی کا تعلق امریکہ سے ہے۔ انہوں نے ۱۹۹۱ میں اسلام قبول کیا جب میری طرح کوئی خاتون اسلام قبول کرتی ہے تو پہلے پہل اسے ذہنی اور عملی طور پر غیر معمولی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کی تفصیل ناقابل بیان ہے۔ تبدیلی مذہب کے نتیجے میں جس زندگی کا آغاز ہوتا ہے اس سے انسان بے شمار نئی معلومات حاصل کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک خاتون پر اس نئی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ اللہ کی اس وسیع کائنات میں عورت کی کیا اہمیت اور حیثیت ہے۔

یورپی کلچر عورتوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس سلسلے میں ٹی وی کے اشتہارات سے بہت کام لیا جاتا ہے ان اشتہارات میں ان گنت طریقوں سے خصوصاً خواتین کو ترغیب دی جاتی ہے کہ زندگی حسن و دلکشی اور تفریح کا کام ہے اور اس حوالے سے انہیں اپنی خواہشات کی پرورش کرنی چاہیے۔ چنانچہ سمارٹ رہنا گویا یورپ میں آئیڈیل کہا جاتا ہے اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ دبلی پتلی سمارٹ عورت جب لباس زیب تن کرتی ہے تو اس کا ہر ظاہری عضو نمایاں ہو کر دیکھنے والوں سے داد تحسین وصول کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی ذہانت اس کی داد طلبی کے نیچے دب کر دم توڑ دیتی ہے۔ چنانچہ یورپ میں ایسی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں جن کے عنوان اس طرح کے ہوتے ہیں۔ دوستیاں کیسے لگائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتابیں عام طور پر وہ بدنصیب لڑکیاں خریدتی اور

ان سے استفادہ کرتی ہیں جو حسن اور شخصیت کے اعتبار سے نسبتاً کم تو ہوتی ہیں اور معاشرے کے نارمل حالات میں اپنی قیمت وصول کرنے کی اہلیت نہیں رکھتیں یورپ میں عیش و تفریح کی ہر چیز کی خواہش کی جاتی ہے اور ایک چیز کی ایک قیمت ہے اس ماحول اور نظام میں عورت مادی اعتبار سے خوب استعمال ہوتی ہے اور جواب میں وہ بھی مردوں کو خوب استعمال کرتی ہے۔ سارا نظام ہی اسی ڈھب پر چلتا ہے اور میں بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی رو میں بہتی چلی جا رہی تھی۔

سچی بات ہے کہ ساری عیش و تفریح کے باوجود میری روح کو سکون میسر نہ تھا یوں لگتا تھا جیسے میں ایک خلا میں معلق ہوں اور کسی بھی وقت زمین پر گر کر میرا وجود پاش پاش ہو جائے گا۔ ضمیر پکار پکار کر کہتا تھا کہ اس کائنات کا کوئی خالق و مالک ہے۔ اور میری روح کو حقیقی طمانیت سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ لیکن عیسائیت کے عقائد ایک ملغوبہ سے کم نہ تھے اور کسی طرح عقل کو اپیل نہ کرتے تھے تنگ آ کر میں نے دیگر مذاہب کے مطالعے کا فیصلہ کیا اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے جلد ہی گوہر مقصود پا لیا۔ چنانچہ خوش نصیبی سے میرا پہلا تعارف قرآن حکیم سے ہوا اور پھر میں نے اسلام کے بارے میں دیگر کتب کا مطالعہ کیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اسلام کی تعلیمات تو بڑی سادہ ہیں اس کے برعکس مختلف مصنوعی ضرورتوں اور جھوٹی خواہشات نے یورپ کے کلچر میں زندگی کو آخری حدوں تک مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ابتداء میں مجھے اسلام مغربی عورت کے لئے ناقابل عمل محسوس ہوا اس لئے کہ اس ماحول میں ہر شخص خودنمائی کو ظاہری چمک دمک اور شان و شوکت اور عشرت اور مسرت ہی کو زندگی کے لوازم میں شمار کیا جاتا ہے اور جس زندگی میں یہ سہولتیں نہ ہوں یورپ میں اسے فاسد اور احمقانہ زندگی سمجھا جاتا ہے چنانچہ اندازہ کیجئے کہ اسلام کو اپنانے کے لئے مجھے فکر و عمل کے سارے ڈھانچے کو بدلنا پڑا۔

اگر ایک مسلمان خاتون اپنے عمل و کردار سے اپنے ایمان کامل اور یقین محکم سے کسی ایک

عورت کو بھی اسلام کے حصار میں لے آتی ہے تو دنیا و آخرت کے نقطۂ نظر سے یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اللہ کا شکر ہے کہ میں اس ماحول میں ایک مسلمان خاتون کا کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہوں اللہ اپنی توفیق سے نوازے۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۸۶)

لیڈی بارنس (انگلستان)

اس واقعے کی روایت علامہ اقبال نے کی ہے یہ بصیرت افروز داستان علامہ مرحوم کی فرمائش پر لکھی جانے والی کتاب ''اسلام زندہ باد'' میں چھپی تھی اور وہیں سے نقل کی جا رہی ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا

مسز داؤد آپس کی طرح لیڈی بارنس کا قبول اسلام بھی اپنے اندر تعجب کے کئی پہلو رکھتا ہے۔ آپ ایک نومسلم فوجی انگریز کی بیوی تھیں۔ چند سال کا ذکر ہے یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے میں ملوث ہو کر میرے پاس آئے چونکہ الزامات سراسر جھوٹے تھے اس لئے عدالت نے انہیں باعزت بری کر دیا۔ چونکہ وکالت کے فرائض میں نے انجام دیئے تھے اس لئے چند روز بعد لیڈی بارنس میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے لاہور تشریف لائیں اس وقت میں نے سوال کیا۔ لیڈی صاحبہ آپ کے مشرف با اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کی پختگی ڈاکٹر صاحب۔ لیڈی موصوف نے جواب دیا اور وضاحت میں ایک واقعہ سنایا۔

ڈاکٹر صاحب میں نے دیکھا ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس کا مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو بس اسی چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا۔ لیڈی بارنس نے تھوڑا سا تامل کیا اور کہا۔ ڈاکٹر صاحب میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بوڑھا مسلمان ملازم تھا اس بوڑھے کا فرزند نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا۔ ایک وبائی بیماری میں یہ لڑکا چل بسا مجھے بے حد صدمہ ہوا میں بوڑھے کے پاس تعزیت کے لئے گئی اسے تسلی دی اور دلی رنج و غم کا اظہار کیا بوڑھا نہایت غیر متاثر حالت میں میری باتیں سنتا رہا۔ اور میں

جب خاموش ہوگئی تو اس نے نہایت شاکرانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا میم صاحب۔ یہ خدا کی تقدیر ہے خدا کی امانت تھی خدا لے گیا اس میں غم زدہ ہونے کی کیا بات ہے ہمیں تو ہر حالت میں خدائے غفور کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

ڈاکٹر صاحب بوڑھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کیلئے میرے دل میں پیوست ہوگیا میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الٰہی اس دنیا میں اس قسم کے صابر، شاکر اور مطمئن دل بھی موجود ہیں۔ جستجو ہوئی کہ بوڑھے نے ایسا پر استقامت دل کیسے پایا۔ اسی غرض سے پوچھا کہ مرحوم کے اہل وعیال بھی ہیں وہ کہنے لگا کہ ایک بیوی ہے اور ایک چھوٹا بچہ۔ بوڑھے کے اس جواب نے میری حیرت کو کم کر دیا میں نے اسکے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چونکہ پوتا موجود ہے۔ اس واسطے وہ اسکی زندگی اور محبت کا سہارا بنے گا۔

اس واقعہ کو زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی بوڑھے کی بہو کا غم عقل پر چھا گیا۔ تعزیت کے لئے اس گاؤں روانہ ہوئی سوچتی تھی اس تازہ مصیبت نے بوڑھے کی کمر توڑ دی ہوگی اور ہوش وحواس کھو چکا ہوگا۔ یتیم بچے کی کم سنی اسے نڈھال کر رہی ہوگی۔ میں انہی خیالات میں غلطاں بوڑھے کے گھر پہنچی تو وہ سر جھکائے لوگوں کے ہجوم میں بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا بوڑھا وہی ہمدردانہ باتیں بڑے سکون سے سنتا رہا لیکن اب اسکے جواب کی نوبت نہ آئی تو اس نے پھر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا۔ میم صاحبہ خدا کی رضا میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا اس کی شے تھی وہی لے گیا ہمیں ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب؟ لیڈی بارنس نے حد درجہ حیرت انداز میں کہا میں جب تک بوڑھے کے پاس بیٹھی رہی نہ اس کے سینے سے آہ نکلی نہ آنکھ سے آنسو گرا اور وہ اس طرح اطمینان کی باتیں کرتا

تھا کہ گویا اس نے اپنے اکلوتے بیٹے اور بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ کوئی فرض ادا کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس لوٹ آئی مگر سارے راستے اس بوڑھے کی پختگی ایمان پر غور کرتی رہی یہ خیال مجھے تنگ کرتا تھا اور حیرت زدہ بھی کہ اس درجہ مصیبت میں کسی انسان کو یہ استقامت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

شومئی قسمت چند روز بعد بوڑھے کا معصوم پوتا بھی وفات پا گیا اس اطلاع کے بعد میں نے اپنی اندازہ شناسی کی تمام قابلیتوں کو از نو سرِ سے جمع کیا اور بے قراری کے عالم میں اس کے گاؤں پہنچی مجھے یقین تھا کہ اب لاوارث بوڑھا صبر و قرار کھو چکا ہوگا اس کا دل و دماغ معطل ہو چکا ہوگا اور ناامیدی اس کی امیدوں کے تمام اشتے منقطع کر چکی ہوگی مگر یہ دیکھ کر خود میرے حواس جواب دینے لگے کہ بوڑھا اسی سکون کی حالت میں ہے۔ جس کا تجربہ میں دو دفعہ کر چکی تھی میں نے نہایت دل سوزی کے ساتھ اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا وہ سر جھکائے میری باتیں سنتا رہا کبھی کبھی اس کے سینے سے آہوں کی صدا بھی آتی وہ سخت غمگین بھی تھا مگر میرے خاموش ہونے پر اس نے کمال صبر و تحمل سے جواب دیا۔ میم صاحبہ یہ سب خدا کی حکمت کے کھیل ہیں اس نے جو کچھ دیا تھا خود ہی واپس لے لیا ہے اس میں ہمارا تھا ہی کیا پھر ہم اپنے دل کو بے صبر کیوں کریں۔ بندے کو ہر حال میں خدا کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ کی رضا پر صبر کریں۔

لیڈی بارنس درد دل کی کیفیتوں سے لبریز تھیں اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ڈاکٹر صاحب بوڑھے کا یہ جواب میرے لئے قتل کا پیغام تھا اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی مگر نشتر بن کر میرے دل سے آر پار ہو گئی میں نے اس مرد ضعیف کی پختگی ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے میرا سر جھکا دیا۔ مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ بوڑھے کا یہ اطمینان قلب مصنوعی نہیں حقیقی ہے اب وہ گاؤں میں اکیلا تھا میں نے اسے ساتھ چلنے کی

دعوت دی اس نے شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل میں چلا آیا۔ یہاں وہ دن بھر ہوٹل کی خدمت کرتا اور رات خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتا تھا کچھ عرصے کے بعد ایک روز بوڑھے نے قبرستان جانے کا ارادہ کیا تجسس کا جذبہ مجھے اس کے ساتھ لے گیا۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اب اس کے جذبات کیا صورت اختیار کرتے ہیں قبروں پر پہنچ کر وہ شکستہ قبروں کو درست کرنے لگا وہ مٹی کھود کھود کر لاتا اور قبروں پر ڈالتا پھر وہ پانی لاتا اور قبروں پر چھڑکاؤ کرنے لگا اس کے بعد اس نے وضو کیا ہاتھ اٹھائے اور اہل قبرستان کے حق میں دعا کر کے واپس چل دیا میں نے اس تمام عرصے میں نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے میرے دل میں وہ چنگاری جو ایک مدت سے آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی۔ یکا یک بھڑک اٹھی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بوڑھے کی خوبی نہیں بلکہ یہ اس دین حق کا کمال ہے جس کا یہ بوڑھا پیروکار ہے۔
میں نے اسی وقت مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا اور ہوٹل میں پہنچ کر اسے کہا کہ وہ کسی ایسی عورت کو بلا لائے جو مجھے اسلام کی تعلیم دے۔ بوڑھا فی الفور اٹھا اور اپنے ملا کی لڑکی کو بلا لایا اس نے مجھے خدا اور رسول پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق سکھایا۔
ڈاکٹر صاحب۔ لیڈی بارنس نے روح پرور لہجے میں کہا کہ اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہوں اور وہی عظیم الشان قوت ایمان جس سے بوڑھے کا دل سرشار تھا اپنے دل میں پاتی ہوں اللہ استقامت عطا فرمائے۔ (آمین) (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۹۰)

محترمہ اسماء (سویڈن)

سویڈن کے معاشرے کو مسلمان بنانے بالخصوص خواتین کو دین فطرت کے قریب لانے میں وہاں کی خواتین سرگرم کردار ادا کر رہی ہیں ان میں معروف سویڈش نو مسلم خاتون محترمہ اسماء بھی شامل ہیں وہ اپنے قبول اسلام کے حوالے سے بتاتی ہیں۔

اسلام کی جس نمایاں خوبی نے مجھے اس طرف کھینچا وہ اس کا قانون حجاب ہے لیکن مسلمان خواتین کا مسئلہ یہ ہے کہ اتنا اچھا نظام زندگی رکھتے ہوئے بھی خود کو اس سے دور کئے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں کی جس طرح کی سوسائٹی چاہتا ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسی سوسائٹی کہیں بھی نہیں ہے۔ مسلمان ممالک بھی ایسی مثالی سوسائٹی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمان دونوں خسارے سے دوچار ہیں اور اس کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام کے دامنِ رحمت میں نہیں آ رہے ہے۔

محترمہ اسماء نے اس ضمن میں اپنی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں کی حالت دیکھتے ہوئے شائد میں کبھی بھی راہ ہدایت نہ پاسکتی۔ لیکن میری خوش بختی ہے کہ تقابل ادیان کے لئے میرا مطالعہ میرے لئے باعث رحمت بن گیا اس مطالعے کے دوران میں نے اسلام کے قانون حجاب کا بغور مطالعہ کیا جس سے میرے اندر قبول اسلام کی خواہش پیدا ہوئی۔

محترمہ اسماء پھر اپنے سابقہ موضوع کی طرف پلٹیں اور کہنے لگیں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے معاملات کو بہتر بنائیں کرپشن اور بددیانتی کے جو بدترین مظاہر مسلمانوں کے درمیان پائے جاتے ہیں وہ قطعی ناقابل برداشت ہیں ان کے مکمل انسداد کی ضرورت ہے اسلام کے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ اس طرح کی بددیانتی ذرا بھی اچھی نہیں لگتی معاملات میں کمزوری تباہ کن ہے۔

یہ کمزوری آگے چل کر بڑی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ قرآن میں اس جانب متوجہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے اہل ایمان تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

محترمہ اسماء نے علمائے کرام، ماہرین تعلیم اور خواتین کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ نسل نو کی بہتر تربیت کا اہتمام کریں آخر بچوں کی ناقص تعلیم کے ساتھ ہم اپنے مستقبل کی درخشندگی کو کیونکر دیکھ سکتے ہیں۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ اور دورِ عظیم کی عظیم خاتون

زینب الغزالی کا کردار اپنائیں۔

محترمہ اسماء ۱۹۹۲ میں پاکستان بھی تشریف لائی تھیں ہمیں خود بھی ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا ہے۔ ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا ایک لگن اور تڑپ ہے جو انہیں اشاعت دین کے لئے ہمہ وقت سرگرم کئے ہوئے ہے۔ فروری ۱۹۹۲ میں لاہور میں ایک اجتماع سے جس میں خواتین اور مرد دونوں شریک تھے انہوں نے خطاب کرتے ہوئے مسلمان قائدین پر زور دیا دوسرے نظریات کے مقابلے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اندر فروغ پذیر نیشنلزم کا خاتمہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ یورپ کے اندر نیشنل سٹیٹ کا تصور اپنی موت آپ مر رہا ہے اور ہمارے ہاں اسے فروغ حاصل ہو رہا ہے اس طرح مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خود انحصاری حاصل کریں اور دوسروں کا سہارا لینے والے شدائد حیات میں کبھی ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔

(بشکریہ ایشیاء لاہور ۲۳ جون ۱۹۹۵ مرتبہ عباس اختر اعوان۔ بحوالہ ہمیں خدا کیسے ملا ص ۴۷)

برّہ اسلام (نیو برٹن امریکہ)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے میں نے عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں نے یقیناً بہت بڑا فیصلہ کیا ہے اور مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ میرے عیسائی دوست اور عزیز اس کا ادراک نہیں کریں گے کہ میں نے حضرت مسیح کی ربوبیت کا انکار کیوں کیا ہے۔ کاش وہ احساس کر لیں کہ عقیدہ توحید تک پہنچنے کے لئے میں نے کس قدر مطالعہ کیا ہے اور کتنے لمبے عرصے تک غور و فکر کیا ہے۔

دراصل عیسائیت نے نظریاتی اور عملی اعتبار سے کبھی بھی مجھے مطمئن نہیں کیا آبائی طور پر میرا تعلق کیتھولک فرقے سے تھا اور باشعور ہونے پر اس فرقے کی کمزوریوں کا احساس ہونے لگا تھا۔ لیکن ان کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت نہیں ملتی تھی اور چرچ کے ذمہ دار

حضرات گھور کر اور ڈانٹ کر خاموش رہنے کی تاکید کرتے۔ مثال کے طور پر تثلیث کا عقیدہ میری عقل سے ماورئی تھا جس کے مضحکہ خیز دلیل کے ذریعے قابل فہم بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یعنی 1+1+1 جمع ۳

اسی طرح عیسوی طریق عبادت نے بھی کبھی مجھے متاثر نہ کیا میرے سکول ٹیچرز نے اصرار کے ساتھ ترغیب دی کہ میں عیسائی روایت پسندوں سے وابستہ ہو جاؤں لیکن میرے ذوق اور وجدان نے اس طرز عبادت کو پسند نہ کیا۔ کہ بے ہنگم شور، مصنوعی قسم کی خود شکن موسیقی اور جذباتی نوعیت کی شاعری جس کا جزو لازم تھا جب میں ان لوگوں کو بے قابو ہو کر گاتے ہوئے دیکھتی اور قیمتی گٹاروں پر انگلیاں چلاتے ہوئے بھی یہ آنسو بہاتے تو مجھے اچھے نہ لگتے۔

کیتھولک فرقے کے لوگ میرے اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ جب پروٹسٹنٹ بھی تین خداؤں کے پرستار ہیں تو میں ان کے ساتھ ملکر عبادت کیوں نہ کروں۔

میں نے سب سے پہلے ہندومت کا مطالعہ کیا اور پھر بدھ ازم کا لیکن دونوں نے مجھے ذرا بھی متاثر نہ کیا دونوں میں شرک اور بت پرستی اور توہم کا کم و بیش وہی انداز پایا جو عیسائیت میں کارفرما تھا۔

آخر میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس نے مجھے واقعی بے پناہ متاثر کیا۔ مطالعہ تحقیق کے دوران اس امر کا انکشاف ہوا کہ ضمیر دراصل ایک ایسے مذہب کی تلاش میں تھا۔ جس میں توحید اور خالق کائنات کی وحدانیت کارفرما ہوتی اور اسلام کی صورت میں مجھے وہ گوہر مقصود مل گیا اسلام کی ادا مجھے بڑی پسند آئی کہ اس نے نہایت دو ٹوک الفاظ میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان کیا جبکہ عیسائیت، بدھ مت، ہندومت۔ یہ بنیادی نظریہ ابہام کے دبیز پردوں میں لپٹا ہوا تھا۔ کتنا بے مثل صاف ستھرا نکھرا ہوا ہے یہ عقیدہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہی عقیدہ عقل کو اپیل کرتا ہے۔

اسکے برعکس پوری کوشش اور جستجو کے باوجود عیسائیت میں توحید کا عقیدہ تلاش کرنے میں

ناکام رہی۔ لیکن وہ جو مسیح نے فرمایا ہے دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔ میں نے جی جان سے حق کی تلاش کی اور حق مجھے مل گیا ورنہ بائبل کا تو یہ حال ہے کہ اس کے مختلف نسخوں کے متعلق ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں اس کے برعکس اگر تحقیق کریں تو حضرت مسیح بھی توحید خالص کے پرچارک تھے۔

بہرحال مجھے اسلام کی جس تعلیم نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ عقیدہ توحید ہے اسلام زندگی گذارنے کا ایک مکمل اور بھرپور ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود عطا فرمایا ہے اور اپنے آخری پیغمبر کے ذریعے مرتب و منظم صورت میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے مرحمت فرمایا ہے چنانچہ اسلام ایسا زندہ معجزہ اور جیتا جاگتا انقلاب ہے۔ جو انسانوں کو دنیا و آخرت کی بہترین بھلائیاں عطا کرتا ہے اس طرح جب میں نے اسلام کو دریافت کیا تو دراصل حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کو پالیا۔ ابہام سے یقین تک پہنچ گئی اور اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا۔ ص ۹۴)

محترمہ ثریا (امریکہ)

جناب ریحان خان امریکہ کی ایسٹرن مشی گن یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ان کی ایک نوجوان سفید فام شاگرد ثریا نے حال ہی میں اسلام قبول کیا ہے اور اپنے آپ کو اسلامی لباس سمیت یعنی تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ ریحان صاحب اس لڑکی کے لباس اور باوقار دینی اطوار سے بہت متاثر ہوئے اس سے انٹرویو کی صورت میں گفتگو کی اور شمالی امریکہ میں مسلمانوں کے ایک ماہوار جریدہ میں ''یونٹی ٹائمز'' شمارہ مارچ ۱۹۹۰ میں شائع کرا دیا۔ انٹرویو کا یہ تراشہ جناب سید وقار علی قاری صاحب (مقیم امریکہ) نے بھجوایا ہے۔

اس کا ترجمہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

سوال:۔قبول اسلام سے قبل آپ کے مذہبی رجحانات کیا تھے؟

جواب:۔میرا تعلق ایک پروٹسنٹ عیسائی خاندان سے ہے۔جس کے سب افراد مذہب سے دور ہیں لیکن میں بچپن ہی سے مذہب کی جانب رجحان رکھتی تھی۔چنانچہ میری عمر دس سال کی تھی جب میں نے اپنے پڑوسیوں سے فرمائش کی کہ اتوار کو چرچ جایا کریں تو مجھے بھی ساتھ لے جایا کریں۔چنانچہ میں وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ گرجا جانے لگی اور جب ہائی سکول میں پہنچی تو عیسائیت کی مختلف شاخوں اور فرقوں کے بارے میں علم حاصل کرنے لگی اس سے میں کیتھولک مذہب کا وسیع اور گہرا مطالعہ کیا اور دوسرے مذاہب کے بارے میں بھی ضروری مطالعہ کیا مگر افسوس کہ میری روح پیاسی کی پیاسی رہی میرا وجدان جو کچھ طلب کرتا تھا مجھے کہیں نہ ملا مثال کے طور پر میرا ضمیر کہتا تھا کہ اس کائنات کا خالق و مالک وحدہٗ لاشریک ہے جبکہ عیسائیت کے سب فرقے ابہام کا شکار ہیں۔

سوال:۔اس صورت حال میں دین اسلام کا تعارف کیسے اور کب ہوا؟

جواب:۔میں ہائی سکول میں پڑھ رہی تھی جب مجھے مشرق وسطیٰ کے بارے میں خاصی تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور اسی حوالے سے پہلے پہل ''اسلام اور مسلم'' کے الفاظ سے میری شناسائی ہوئی مگر سکول کے زمانے میں میری معلومات کا دائرہ بس یہیں تک محدود رہا۔کالج میں پہنچی تو خوش قسمتی سے وہاں مشرق وسطیٰ سے تعلق رکھنے والے مسلمان طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ان سے ملاقاتیں ہوئیں تو اسلام سے تعارف ہوا اور اس دور میں اس مذہب کے اس پہلو سے بہت متاثر ہوئی کہ یہ عیسائیت اور یہودیت کی طرح جزوقتی (پارٹ ٹائم) مذہب نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے اسلام چونکہ دن اور رات کے ایک ایک لمحے میں رہنمائی کرتا ہے اور جب ایک شخص عملی طور پر اختیار کر لے تو اسکی زندگی میں نظم و ضبط، سلیقہ اور استحکام پیدا ہو جاتا ہے اور اسلام کی دوسری خوبی یہ تھی جس نے مجھے متاثر کیا

مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ایک مکمل دین اور فطرت کے عین مطابق ہے چنانچہ میں نے اسے دل و جان سے قبول کر لیا۔

سوال:۔ اور اس کا ردعمل آپ کے خاندان پر کیا ہوا؟

جواب:۔ خاندان کے ہر فرد کا ردعمل مختلف نوعیت کا تھا میرے والد کا سلوک مجھ سے انتہائی مشفقانہ تھا چنانچہ اگرچہ میں نے اسلام قبول کرنے کے ساتھ لباس بھی تبدیل کر لیا اور عام طرز زندگی کو یکسر نیا رنگ دے ڈالا۔ مگر ان کی محبت اور سلوک میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ایسا ہوا کہ ایک بار میری ایک پھوپھی آئی تو اس نے مجھے خوب برا بھلا کہا مجھے سکی اور قنوطی کے طعنے دیئے تو میرے والد نے میری مدافعت کی تاہم میری والدہ کا طرز عمل خوشگوار نہ تھا وہ میری زندگی کے انقلاب سے قطعی خوش نہ ہوئی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دشواریوں کے باوجود میں خوش نصیب ہوں کہ اپنے والدین کے ہاں رہ رہی ہوں اور مجھے ان پریشانیوں سے سابقہ نہیں پڑا جس کی عموماً توقع کی جاتی ہے۔

سوال:۔ میں حیران ہوں کہ آپ کے اندر اتنا بڑا اقدام کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

جواب:۔ آپ کی بات درست ہے کہ جو امریکہ کے اس ماحول میں جہاں مادیت کا دور دورہ ہے۔ عیش پرستی اور تفریح پسندی ہی کو زندگی کی معراج سمجھا جاتا ہے وہاں اسلام قبول کرنا اور تعلیمات پر عمل کرنا بے حد مشکل کام ہے چنانچہ یہ فیصلہ کرنے سے پہلے میں نے ہزار بار سوچا کہ میرے والدین مجھ سے کیا سلوک کریں گے میری تعلیم کا کیا بنے گا اور میں اپنے حلقہء احباب میں کیسے زندہ رہوں گی۔ چنانچہ اس نوعیت کے احساس نے مجھے بہت پریشان کئے رکھا مگر طویل اور گہرے غور فکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ ایک وقتی اور عارضی پریشانی کے مقابلے میں جو اسلام قبول کرنے میں پیش آسکتی ہیں مسلمان نہ ہونے کے نتائج اور روحانی طور پر زیادہ گھمبیر ہو سکتے ہیں چنانچہ میں نے اللہ سے خوب دعائیں کیں اور اس سے مدد اور

اعانت طلب کی اور واقعی اللہ نے میری دعائیں سن لیں اور حیرت انگیز طور پر مجھے وہ ہمت اور حوصلہ عطا ہوا کہ میں اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے قابل ہو گئی۔

سوال:۔ آپ تو ابھی نوعمر ہیں آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ واقعی اس فیصلے پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں گی؟

جواب:۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوگی اندازہ کریں کہ جب میں قبول اسلام کے لئے ایک مسجد میں گئی تو وہاں کے خطیب اور امام نے مجھ پر ذرہ بھی دباؤ نہ ڈالا۔ بلکہ مشورہ دیا کہ میں پہلے اسلام کے بارے میں خوب مطالعہ کروں اور اگر اس بارے میں کوئی معمولی سا بھی اعتراض ہے تو سوالات کر کے اسے رفع کر دوں پھر اسلام قبول کروں اس کے برعکس جن دنوں میں کیتھولک مذاہب کا مطالعہ کر رہی تھی ایک دفعہ میں کیتھولک چرچ میں گئی تو میرے چاہنے والوں نے بہت اصرار کیا کہ میں اس مذہب کو فوراً قبول کرلوں۔

مجھے اس امر کا بھی اعتماد ہے کہ چونکہ میں نے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے اور میرے شعور نے انہیں مسترد کر دیا ہے اس لئے میں نے جس مذہب کا انتخاب کیا ہے وہ ہر لحاظ سے بہترین اور عقل کے عین مطابق ہے اس طرح یہ بھی بتاتی چلوں کہ میں نے دو سال سے زائد عرصے تک خوب جم کر اسلام اور اس کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہے اور بہت سے لوگوں سے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے اس لئے سمجھ لیجئے کہ اسلام قبول کرنے میں نہ تو کسی جذباتیت اور عجلت پسندی کا عمل دخل ہے نہ اس میں کوئی دنیاوی مفاد وابستہ ہے۔ میں نے فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے اور انشاء اللہ اس پر عمر بھر ثابت قدم رہوں گی۔

سوال:۔ آپ نے اسلام قبول کر کے کیا حاصل کیا ہے اور آپ نے اپنے بالوں کو ڈھانپا ہے۔ امریکہ کے عریاں ماحول میں آپ کو یہ کیسا لگتا ہے؟

جواب:۔اس ضمن میں میرے وہی احساسات ہیں جو ایک باعمل مسلمان عورت کے ہو سکتے ہیں۔ میں نے اپنا سر ڈھانپ کر دراصل اس ماحول کی آلودگیوں کے خلاف تحفظ حاصل کیا ہے اور عام عورت نیم برہنگی کی وجہ سے جس خوف اور سراسیمگی میں مبتلا رہتی ہے اس سے خاصی حد تک نجات پائی ہے۔ پھر سر ڈھانپنا ایک قسم کا اعلان بھی ہے کہ میں مسلمان ہوں اور سب سے اہم بات یہ ہے اس سلسلے میں اللہ نے جو حکم دیا ہے میں اس کی پیروی کر رہی ہوں۔

سوال:۔آپ کے نزدیک اس کا سبب کیا ہے کہ امریکہ میں جو لوگ اپنا مذہب تبدیل کرتے ہیں ان کی غالب اکثریت اسلام کی آغوش میں آ جاتی ہے؟

جواب:۔میرا یقین ہے کہ جو بے شمار لوگ اسلام کی طرف لپکتے چلے آ رہے ہیں انہیں اس امر کا احساس ہو گیا ہے کہ موجودہ مغربی طرز زندگی نہ تو اخلاقی قدروں کی پرورش کرتا ہے نہ یہ باوقار اور صاف ستھرے اسلوب حیات کو پروان چڑھاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اسلام کی صورت میں وہ ایسی صداقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جو انہیں بلند ترین اخلاقی معیار عطا کرتی ہے۔ اور ان معیارات کو حاصل کرنے کا وہ مطمح نظر دیتی ہے۔ جو حقیقت پسندی پر مبنی ہے فطری بھی ہے اور باوقار بھی خاص اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اسلام مغرب کی تنگ نظری سے بہت بلند و بالا ہے۔

سوال:۔امریکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی اکثریت سیاہ فاموں پر مشتمل ہے آپ کے خیال میں یہ مبارک پیغام سفید فاموں تک رسائی حاصل کرنے والوں میں کامیاب نہیں ہو سکا؟

جواب:۔اس معاملے میں میں کوئی ماہرانہ رائے نہیں دے سکتی تاہم میرا ایک نقطۂ نظر ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں وہ بالعموم موجودہ نظام کے ستم زدہ ہوتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ میں بے چارے سیاہ فام بڑے ہی مظلوم ہیں اور جب وہ دائرہ اسلام میں آتے ہیں تو انہیں حقارت اور ظلم و جور کی بجائے، محبت، مساوات اور احترام ملتا ہے تو ان

کے پریشان اور افسردہ روحوں کو قرار مل جاتا ہے۔
سیاہ فاموں کے اسلام کی طرف لپکنے کا ایک سبب اور بھی ہے کہ وہ جہاں گئے ہیں افریقہ میں ان کے آباؤ اجداد کا مذہب اسلام تھا اور جب انہیں زبردستی اغواء کر کے امریکہ لایا گیا تو ان سے یہ نعمت چھین لی گئی چنانچہ اسلام قبول کر کے وہ دراصل اپنے دین کی طرف لوٹتے ہیں۔

سوال:۔ امریکہ کے اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ یہ واویلا کرتے نہیں تھکتے کہ اسلام کا رویہ عورت کے معاملے میں غیر مناسب ہے آپ ایک تعلیم یافتہ سفید فام خاتون ہیں اس کے بارے میں آپ کا تاثر کیا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب اس تھوڑے سے وقت میں نہیں دیا جا سکتا یہ موضوع تو ایک کتاب کا متقاضی ہے۔ مختصراً کہوں گی کہ یہ بات حقیقت کے برعکس ہے یہ الزام عموماً ان لوگوں کی طرف سے دہرایا جاتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے یکسر بے خبر ہیں وہ فرض کر لیتے ہیں کہ اسلامی معاشرت میں مرد اور عورت کا میدان کارزار الگ الگ ہے تو یقیناً عورت ظلم کا شکار ہوتی ہے حالانکہ معاملہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔
اس کے برعکس میں اپنے ملک کی صورت حال پیش کرتی ہوں یہاں برابری اور مساوات کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ معاشرے میں عورت وہ سب کچھ کرے جو مرد کرتا ہے۔ لیکن عموماً یہ ہوتا ہے کہ عورت مرد کی طرح کماتی ہے اور گھر کا بھی سارا کام کرتی ہے۔ یہاں مرد اس کے ساتھ شراکت نہیں کرتا پھر ظاہر ہے کہ مساوات کہاں رہی اور جن گھرانوں میں ماں اور باپ دونوں کام کرتے ہیں وہاں بچوں کا جو حال ہوتا ہے وہ ظلم اور استیصال کی افسوس ناک مثال ہے۔ اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے یورپ کے ذرائع ابلاغ اور اخبارات عام طور پر عالم اسلام کی حکومتوں کے طرز عمل اور مختلف افراد کے ذاتی رویے سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہی کچھ اسلام کی تعلیم ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے چنانچہ

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر اور اس کی صحیح روح کے ساتھ عمل کریں اور غیر مسلموں کے سامنے اسلام کے سچے فرمانبردار بنیں۔

سوال:۔امریکہ میں جو غیر مسلم عورتیں اسلام قبول کرنا چاہتی ہیں ان کے نام آپ کا کیا پیغام ہے؟

جواب:۔ان بہنوں کے لئے میرا مشورہ ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور خوب توجہ سے غور و فکر کریں میں اسی راستے سے اسلام کی منزلِ مقصود پر پہنچی ہوں دوسری بات یہ ہے کہ خوف زدہ نہ ہوں اگر آپ نے صراطِ مستقیم تک پہنچنے کا ارادہ کرلیا تو اللہ اپنے فضل سے آپ کی مدد فرمائیگا۔

سوال:۔آپ میری لائق شاگرد ہیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مستقبل میں آپ اپنی صلاحیتوں کو خدمتِ دین کیلئے کس طرح کام میں لائیں گی؟

جواب:۔میرا ارادہ ہے کہ میں کسی اسلامک سکول میں ٹیچر بن جاؤں اپنے شاگردوں تک اسلام کی سچی تعلیم منتقل کردوں اور دوسرے لوگوں تک بھی اسلام کا سچا پیغام پہنچاؤں مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ میں اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔(ہمیں خدا کیسے ملا ص ۱۰۵)

دو جاپانی بہنیں

قبول اسلام ذیل کی کہانی ایک ایسے مبلغ اسلام نے بیان کی ہے جو جاپان کی ٹوکیو یونیورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں اور فارغ اوقات میں تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ کہانی دمشق کے مشہور رسالہ ''حضارۃ الاسلام'' میں شائع کی تھی اس کا انگریزی ترجمہ کویت سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں شامل کیا گیا جس کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

مسٹر نکاموران چھ جاپانیوں میں شامل تھے جن کا تعلق بدھوں کے مشہور مرکز نیجی سے تھا اور جو ہمارے تبلیغی گروپ کی کوشش سے مسلمان ہوئے تھے۔نیجی ٹوکیو سے تقریباً ایک سو کلومیٹر

جنوب مغرب میں افزان شہر کے قریب واقع ہے۔ نکارا مورا کا اسلامی نام سعد رکھا گیا یہ صاحب خاصے امیر تھے۔ ذاتی حیثیت میں بھی بہت اچھی شہرت کے حامل تھے اور صوبہ یا منشی میں خاصا اثر ورسوخ رکھتے تھے اسلام سے ان کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے محض دینی تعلیمات کو سمجھنے اور اسلامی معاشرت کا ادراک کرنے کے لئے پہلے پاکستان اور پھر ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور دونوں ملکوں میں معقول وقت گذارا۔

مسٹر سعد کی تین بیٹیاں تھیں بڑی شادی شدہ تھی اور اس کا شوہر ایک پریس کا مالک تھا جبکہ دونوں چھوٹی بیٹیاں غالباً جڑواں تھیں اور ٹوکیو یونیورسٹی میں آخری سال کی طالبات تھیں۔ دونوں انگریزی ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی تھیں اور سعد کی انتہائی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ دونوں لڑکیاں اسلام قبول کرلیں اور پھر دیگر جاپانی خواتین میں اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بنیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ ان کی بیٹیوں سے ملاقات کروں اور انہیں اسلام کی ترغیب دوں۔

چنانچہ فون پر دن اور وقت طے پا گیا اور ہم ایک روز جناب سعد کی بیٹی کے گھر پہنچ گئے۔ جہاں دونوں چھوٹی بہنوں سے ہماری ملاقات ہوئی اور اسلام کے بارے میں انتہائی گفتگو ہوئی لیکن ہم نے محسوس کیا کہ اس گھر کا ماحول اسلام پر گفتگو کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے اس لئے ہم نے ملاقات ملتوی کر دی اور انہیں دعوت دی کہ وہ اگلے جمعہ کو ہماری رہائش گاہ پر تشریف لائیں جہاں انہیں پرتکلف پاکستانی ڈنر بھی کھلایا جائے گا دونوں بہنوں نے ہماری دعوت قبول کر لی۔

پروگرام کے مطابق اگلے جمعہ کے روز ٹامور مسٹرز ہماری رہائش گاہ پر آ گئیں ان کے والد سعد نکارا مورا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ہمارے گروپ لیڈر الحاج پاکستانی تھے۔ جو بے پناہ دینی اخلاص وعمل کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے میں مشغول تھے اور ماہر تھے انہوں نے کئی طرح کے

مزیدار کھانے تیار کر لئے لیکن دونوں بہنوں نے صاف کہدیا کہ وہ اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گی جب تک اس امر کی وضاحت نہ کردی جائے کہ اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ پتہ چلا کہ انہیں کسی شخص نے ورغلایا کہ اسلام میں عورت پر تشدد کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اس مذہب میں عورت کے کوئی حقوق نہیں ہیں اور مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں بلکہ اسے تفریح اور مسرت کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے ہم اس صورت حال پر تیار نہیں تھے اور سچی بات ہے کہ دو بہنوں کے اس سوال اور اعتراض سے نپٹنا بہت مشکل تھا لیکن جیسا کہ ہمارا اصول ہے کہ ہم نے اللہ سے دعا کی اور اسی کے فضل و کرم سے میرے ذہن میں بجلی کی طرح کچھ باتیں آگئیں میں نے دونوں لڑکیوں سے کہا کہ کیا آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا پسند کریں گی کہ خود اللہ کائنات نے آپ کے اس سوال کا کیا جواب دیا ہے۔ دونوں نے جواب دیا کہ بالکل اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

تب میں نے قریب پڑے ہوئے ایک شیلف سے پکھتال کا انگریزی ترجمہ قرآن اٹھایا اور سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کا ترجمہ ان کو سنانے لگا ترجمہ یوں ہے۔

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں اطاعت گذار مرد اور اطاعت گذار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صابر مرد اور صابر عورتیں اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ میرے مشاہدے کے مطابق یہ پہلا موقع تھا کہ جب میں کسی غیر مسلم پر قرآن پاک کے مقدس الفاظ کا حیرت انگیز طور پر فوری اثر دیکھ رہا تھا۔ دونوں بہنوں کے چہرے پر سکون اور مطمئن تھے۔ دونوں نے بیک وقت کہا کیسی مکمل مساوات ہے مرد و زن میں۔

تب میں نے انہیں بتایا کہ اسلام کی رو سے دنیا و آخرت میں عزت و عظمت پانے میں عورت کا کوئی ثانی نہیں جنت تک اس کے قدموں میں ہے اور اس کا ہر رشتہ محترم و مقدس ہے تاہم چونکہ مرد اور عورت کی عضویاتی ساخت ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لئے یہ کار مختلف ہے۔ اس لئے یہ کہنا سراسر حماقت ہے کہ روزمرہ کے فرائض کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے اور اسلام چاہتا ہے کہ دونوں اپنے اپنے دائرہ کار میں وقار اور عزت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں لیکن نیکی کو پانے اور جنت حاصل کرنے میں عورت مرد پر سبقت بھی حاصل کر سکتی ہے میں نے دونوں بہنوں کو بتایا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سب مسلمان اس حقیقت کو جان گئے تھے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مرد اور عورت سب کوشاں رہتے تھے میں نے دونوں جاپانی بہنوں کو سورہ حجرات کی آیت کا ترجمہ بھی سنایا۔ لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے۔ دونوں بہنیں اپنے باپ کی طرح سلیم الفطرت تھیں اور اس گفتگو سے خصوصاً قرآنی تعلیمات سے بہت مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ بات ختم ہوئی تو دونوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کچھ دیر کے لئے انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ باہم مشورہ کر سکیں۔ چنانچہ دونوں دوسرے کمرے میں چلی گئیں اور چند ہی منٹ کے بعد واپس آ کر انہوں نے کہا کہ ہم دونوں اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ سارے مذاہب میں صرف اسلام ہی سچائی کا علمبردار ہے اور اس نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں اور جو عزت عطا کی ہے۔ وہ بڑی ہی خوش آئند ہے اور مسرت انگیز ہے اس لئے ہم خوش دلی کے ساتھ اسلام قبول کرتی ہیں امید ہے کہ آپ حضرات اس معاملے میں ہماری رہنمائی کریں گے۔

اور پھر سب لوگ بہت خوش ہوئے میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا ہم نے اللہ کی حمد وثنا کی اور دونوں بہنوں کی خواہش پر ہر کھانے سے پہلے دونوں کو کلمہ شہادت پڑھایا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئیں انہوں نے بڑے جوش وخروش اور محبت واحترام سے کلمہ شہادت کے الفاظ ادا کئے ہم گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہیں اور ہم گواہی دیتی ہیں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

ہم نے ان کے اسلامی نام رکھے جو انہوں نے بہت پسند کئے ایک کا نام بھول گیا ہوں جبکہ دوسری کا نام آمنہ تھا۔ اس مقدس فریضے کے بعد ہم نے کھانا کھایا۔ اگرچہ پہلے ہی لذیذ تھا لیکن موقعہ کی مناسبت سے مزید زیادہ لذت دار محسوس کر رہے تھے۔

مسٹر سعد نکارا مورا سب سے زیادہ خوش تھے ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۱۲۶)

راج کماری جاوید بانو بیگم (ہندوستان)

کلکتہ کی مشہور مسلم خاتون محترمہ جاوید بانو بیگم بنگال کے ایک ہندو راجہ کی صاحبزادی تھیں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں انہوں نے کامل تحقیق کے بعد اسلام قبول کیا اور اس سلسلہ میں بہت سی تکالیف برداشت کیں ذیل کی تقریر انہوں نے قبول اسلام کے بعد کلکتہ کے ایک جلسہ میں کی۔ جو ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔

برادران اسلام وخواہرانِ دین میں ایک نو مسلمہ ہوں اور میں ایک سچے اور عالمگیر مذہب کو پا کر بہت خوش ہوئی ہوں۔ میرا دل حقیقی خوشی سے لبریز ہے اور میری دلی آرزو ہے کہ میں ہر انسان سے جس تک میری رسائی ہو اپنے آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق اور تعلیمات کا ذکر کروں شائد آپ میرے تجربات کا مختصر خلاصہ جو مجھے تحقیق مذاہب کے سلسلے میں پیش آئے سن کر مسرور ہوں گے۔ میں ہندو والدین کے گھر پیدا ہوئی مگر ہماری

پرورش عیسائی اثر کے تحت ہوئی ہندو مذہب کی مطلقاً کوئی واقفیت نہ تھی۔

میں نے ۱۹۲۴ میں مذہب اور فلسفہ کا وسیع طور پر مطالعہ کیا میں یہ مطالعہ عالم فاضل بننے کے لئے نہ کرتی تھی بلکہ تحقیق حق میرا منشا تھا میرے دل میں خدا تعالیٰ کے ایک مخلص اور صادق بندے کی طرح عبادت کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی تھی میں نے بدھ مذہب کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا سامنا ہوا۔ پھر عیسائیت کی طرف رجوع کیا۔ جو سمجھنے میں نہایت سیدھی سادی معلوم ہوتی ہے رجوع کیا۔ اس سلسلے میں میں نے عیسائی پادریوں سے رابطہ قائم کیا تاہم مجھے کوئی ایسا راستہ نہ ملا جس سے میں دور حاضر میں ایک مخلص اور صادق مبلغ بن سکوں۔ مجھے بڑے بڑے دلائل اور براہین پیش کئے جاتے تھے لیکن میں عیسائی گرجوں کی لاتعداد فرقہ بندیوں میں ذاتی اغراض اور شخصی مطلب کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکی اور بالکل ناامید ہو کر ہندو مذہب اختیار کر لیا کیونکہ ویدوں کا فلسفہ ایک ایسے دماغ کے لئے جو مذہب کی کمزوریوں سے مضطرب اور متنفر ہو چکا ہو۔ ایک کافی وشافی سہارا تھا لیکن ویدوں کی فلسفی بھلا ہندوں کے لئے کیا مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جہاں تک عملی زندگی اور حقائق کا تعلق ہے۔ ہندو منو جی مہاراج کے زمانے سے لے کر آج تک ویدا تنت سے اتنے ہی دور ہیں جتنا اس فرضی مخلوق سے جس کا چاند میں ہونا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔

ویدوں کی پیروی کے لئے ایک ہندو پر لازم ہے کہ یا تو وہ موجودہ ہندو مذہب سے کنارہ کش ہو جائے یا تمدنی مصلح بن کر ان بے شمار فرقوں میں ایک اور فرقے کا اضافہ کرے۔

مندرجہ بالا حقائق سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے سچے مذہب اسلام کو قبول کرنے میں کیسی خوشی ہوئی ہوگی اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس کے عقائد کو اس کے پیروکار ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ آخر کار میں نے صداقت کو پا لیا میں بہت ہی خوش ہوں اور میری روح مطمئن ہے۔ صرف اسلام ہی انصاف وانسانیت

اور آزادی کا مذہب ہے جس کی مثال اور کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

ہمیں کونسل و قانون کے دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں وہ تمام قوانین اب سے ۱۴۰۰ سال قبل مسلمانوں کے لئے اتارے گئے تھے آج کل مذاہب عالم جس مقصد کو اپنا نصب العین بنا کر اخلاقی، تمدنی، معاشرتی فوائد کے لئے سرگرداں ہیں وہ تمام فوائد مسلمانوں کے لئے جس دن سے قرآن مجید نازل ہوا ہے موجود ہے۔ ہمارے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ میں ایسے مذہب میں رہوں جو ہماری موجودہ روزمرہ کی زندگی سے کوسوں دور ہے۔ میں کس طرح ایک ہندو یا عیسائی ہو سکتی تھی۔ جبکہ انسانی حقوق اور تہذیب مجھے ان مذاہب کی تعلیمات سے بالکل مختلف کھڑا کرتے ہیں۔ میں نے اس صورت حال کو محسوس کیا اور اس پر غور کیا تو میرے لئے اسلام قبول کرنا ضروری ہو گیا۔ کیونکہ میں نے اس میں تمام صداقتیں دیکھ لی تھیں۔ میں یقین واثق سے کہتی ہوں کوئی دوسرا مذہب اصلاح اور خوشی کا موجب نہیں بن سکتا سوائے اسلام کے جو خدا کی سچی محبت، انسانیت کی سچی الفت اور حقانیت پر مبنی ہے اسلام کو کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہیں اسلام کے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت اور اخوت و مساوات، بے حد معقول مؤثر اور فطری ہیں۔

محترمہ ڈاکٹر خدیجہ (آسٹریلیا)

محترمہ ڈاکٹر خدیجہ نے جولائی ۱۹۸۰ میں منصورہ لاہور میں میاں محمد طفیل سابق قائد تحریک اسلامی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا دو ماہ کے بعد وہ واپس آسٹریلیا چلی گئیں اور اگست ۱۹۸۱ میں دوبارہ پاکستان آئیں اور یہیں ۲۹ ستمبر کو وفات پا گئیں۔ ان سے ایک انٹرویو لیا گیا جو نذرِ قارئین ہے۔ وہ مکمل باپردہ اسلامی لباس میں ملبوس تھیں۔

سوال:۔ براہ کرم سب سے پہلے آپ اپنا تفصیلی تعارف کرائیں؟

جواب:۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میرا نام مس مارلینا گارسیا تھا۔ میرا آبائی وطن برازیل

تھا مگر میرے والد ڈاکٹر آرتھر ایڈورڈ گارسیا جو ایک ماہر معالج تھے۔ برطانوی فوج کے میڈیکل کور میں اعلیٰ افسر تھے۔اور برما میں تعینات تھے وہیں ۱۹۲۹ میں میں پیدا ہوئی میٹرک تک تعلیم رنگون میں حاصل کی پھر والد صاحب نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور کیلیفورنیا میں رہائش اختیار کر لی۔انہوں نے وہاں پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی جو بڑی کامیابی سے چلنے لگی مگر افسوس جلد ہی انہیں موت کی طرف سے بلاوا آ گیا۔اس قت میری عمر اٹھارہ انیس برس کے درمیان تھی والدہ اس صدمے سے جانبر نہ ہوسکیں اور وہ بھی تین سال کے اندر اندر وفات پا گئیں میں دنیا میں یک وتنہا رہ گئی میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔بہن بھائی کوئی نہ تھا تاہم میں نے ہمت نہ ہاری میں ہمیشہ سے ایک اچھی سٹوڈنٹ تھی والد مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے چنانچہ میں نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور یونیورسٹی آف میڈیسن کیلیفورنیا سے گریجویشن کر لی۔

لکھنے پڑھنے کا شوق بھی تھا اس لئے مختلف اخبارات میں وقائع نگاری اور مضمون نویسی کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور پرائیویٹ پریکٹس کے ساتھ ساتھ شراب، تمباکونوشی اور دیگر منشیات کے خلاف لیکچر دینے لگی ان لیکچروں کے سلسلے میں مجھے امریکہ اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا میں نے دنیا بھر کی سیاحت کی بالآخر آسٹریلیا کے شہر سڈنی میں مستقل رہائش اختیار کر لی وہیں کلینک بنا لیا اور فری لانسر صحافی کا مشغلہ بھی جاری رہا اس سے مجھے خاصی آمدنی ہوتی تھی۔

سوال:۔اسلام سے کب اور کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب:۔میرا آبائی مذہب عیسائیت ہے میں کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتی تھی مگر سچی بات یہ ہے کہ اس مذہب نے مجھے کبھی متاثر نہ کیا۔ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے تھے اور میں پادریوں اور دیگر متعلقہ لوگوں سے بحث بھی کرتی تھی مگر کہیں سے بھی کوئی تسلی بخش

جواب نہ ملتا تھا۔ مثال کے طور پر تثلیث کا عقیدہ اتنا مہمل اور مضحکہ خیز ہے کہ کوئی باہوش انسان اسے قبول نہیں کرسکتا۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی بتاتی چلوں میرے ضمیر نے مجھے شراب نوشی اور عیش پرستی سے دور رکھا ہے میں نے کبھی گوشت نہیں کھایا۔ کافی تک نہیں پی سبزیوں اور پھلوں کے جوس پر گذرا کرتی رہی ہوں۔ میرا وجدان کہتا تھا کہ زندگی گذارنے کا جو انداز یورپ نے اختیار کر رکھا ہے یہ خلاف فطرت ہے۔ چنانچہ تلاشِ حق کی خاطر میں نے دیگر مذاہب کا مطالعہ شروع کیا مثلاً جوڈا ازم، کنفیوزم اور ہندومت مگر کسی سے بھی تسکین نہ ہوئی۔ اس ضمن میں میں نے اسلام کے بارے میں بھی کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا اس کے اچھے اصولوں سے میں متاثر ہوئی کہ شائد ان کتابوں کے مصنف یورپ کے متعصب عیسائی تھے۔ اس لئے میں اپنے دل میں اسلام کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کے باوجود اس سے دور رہی اس حالت میں ایک عرصہ گذر گیا۔

میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے محترمہ مریم جمیلہ کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۶۰ کے لگ بھگ ایک صحافیوں کے وفد کے ساتھ پاکستان آئی اور مریم جمیلہ سے ملی تو میں ان کی سادی شخصیت سے بہت متاثر ہوئی انہوں نے ایک ایسے شخص سے شادی کی جو پہلے ہی شادی شدہ تھا اور اس کے بچے بھی تھے۔ وہ اپنی ضعیف العمر ساس کی خوب خدمت کرتیں اور خاموشی اور وقار سے خدمت دین میں مصروف رہتی۔ مریم جمیلہ نے مجھے مولانا مودودی صاحب سے بھی تعارف کروایا اور ان کی ایک کتاب ''گوورڈز اینڈ شیڈنگ'' پڑھنے کو دی۔ اس کتاب سے مجھے اسلام کا بھرپور تعارف حاصل ہوا میں نے اندازہ کرلیا کہ اسلام ایک وسیع اور فطری مذہب ہے۔ توحید کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے اور نظر آنے والی ہر چیز خدا کی وحدانیت پر شاید عادل ہے آسٹریلیا واپس جا کر میں اپنے آپ کو اسلام کے لئے تیار کرنے لگی مگر بدقسمتی سے ایک روز ایک حادثہ رونما ہوا میں گر پڑی اور ٹخنے کے قریب سے میری ٹانگ کی ہڈی

ٹوٹ گئی میں عرصے تک ہسپتال کے بستر پر پڑی رہی اس عالم میں صرف خدا کی یاد اور دعا ہی ایک سہارا تھا جس نے مجھے دوبارہ صحت یاب کیا۔ میں دوسری مرتبہ پاکستان آئی مریم جمیلہ سے ملی قبول اسلام کی خواہش ظاہر کی اور انہیں کے مشورہ پر پاکستان آکر منصورہ کے مقام پر میاں طفیل محمد کی وساطت سے اس مقدس اور عظیم نعمت سے سرفراز ہوئی اس سعادت پر میں اللہ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

سوال:۔آپ کے اس فیصلے کا آپ کے خاندان اور سوسائٹی پر کیا ردعمل ہوگا؟

جواب:۔جیسا کہ میں بتا چکی ہوں میرا کوئی خاندان نہیں میں نے شادی نہیں کی اور اس کا سبب یہ تھا کہ یورپ کے معاشرے میں مرد عورت سے خلوص کا رشتہ نہیں رکھتے وہ عورت کو کھلونا اور تفریح وعیش پرستی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور مجھے ان کی ان حرکتوں سے ہمیشہ بیزاری رہی ہے مجھے مخلص اور انسانی قدروں کا حامل انسان نظر ہی نہیں آیا اس لئے میں شادی نہیں کر سکی۔

سوال:۔آپ کے خیال میں تبلیغ اسلام کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔صرف ایک اور وہ یہ کہ مسلمان اپنے کردار اور عملی زندگی کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھال لیں یورپ کا انسان اندھیروں میں بھٹک رہا ہے اس کے مذہب میں اتنی سکت نہیں کہ اس کی رہنمائی کر سکے اس کی تہذیب نے پوری زندگی کو جہنم میں ڈال دیا ہے اس کی روح پیاسی ہے اور یہ پیاس اسلام اور صرف اسلام ہی بجھا سکتا ہے۔

سوال:۔کوئی ایسی اسلامی شخصیت جس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو؟

جواب:۔میں محترمہ مریم جمیلہ سے بے حد متاثر ہوئی ہوں انہوں نے اپنی قدیم خاندانی ملکی روایات کو ترک کر کے مکمل اسلامی انداز اپنا لیا ہے وہ بہت ہی سادہ اور خاموش زندگی بسر کرتی ہیں اور ان کی نوے سالہ بوڑھی والدہ کی خدمت کرتی ہیں بچوں کی شفقت اور محبت سے پرورش کرتی ہیں اور ملنے والیوں سے بہت ہی تپاک سے پیش آتی ہیں اور سب سے بڑھ کر

انہوں نے ایسی گرانقدر کتابیں لکھی ہیں جنہوں نے ایک طرف مغربی تہذیب کا ملمع اتار پھنکا ہے اور دوسری جانب اسلام کی حقانیت واضح اور روشن کر دی ہے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ محترمہ مریم جمیلہ ٹی وی نہیں دیکھتیں میں نے اس خاتون کی عظمت کی انتہائی بلندیوں پر دیکھا ہے اور انہی کی کتابوں اور شخصیت سے متاثر ہو کر اسلام کے حلقے میں آئی ہوں میں اس عظیم عورت کی شکرگزار ہوں۔

سوال:۔ مولانا مودودی کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب:۔ میرے خیال میں مولانا کا بے حد احترام ہے میں نے قبول اسلام سے پہلے ان کی کتابیں پڑھی تھیں اور اسلام کی صحیح تصویر انہی کی تحریروں سے واضح ہوئی تھی میری مخلصانہ رائے ہے کہ مولانا نے اسلام کی غیر معمولی خدمت انجام دی اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں ان کے احترام میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

سوال:۔ کوئی پیغام جو آپ پاکستانی مسلمانوں کو دینا چاہتی ہیں خصوصاً خواتین کو؟

جواب:۔ میں اپنی مسلمان خواتین بہنوں تک یہ پیغام پہنچانا چاہتی ہوں خصوصاً خواتین کو نظام عدل کو اختیار کریں جو طریق زندگی پیغمبر اسلام نے ان کے لئے وضع کی ہے۔ وہی اختیار کریں۔ میں نے شلوار قمیض اور چادر اور برقع سے اچھا لباس عورت کے لئے نہیں دیکھا میں ان تک یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ یورپ میں عورت کا لباس انتہائی لچر اور توہین آمیز ہوتا ہے خدا کے لئے ان کی نقالی سے بچیں اور پردے کا وہ انداز اختیار کریں جس کی تلقین اسلام نے کی ہے۔

وضاحت:۔ محترمہ ڈاکٹر خدیجہ کے بارے میں یہ خاصا ایمان پرور ہے کہ ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ انہیں نیم بیہوشی کی حالت میں یونائیٹڈ کرسچن میں داخل کرایا گیا تو کہا مجھے اس ہسپتال سے نکالو کیا میں نے اس لئے عیسائیت ترک کی تھی کہ میری موت عیسائی ہسپتال میں ہو

چنانچہ انہیں وہاں سے نکال کر سول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں ۱۹ ستمبر ۱۹۸۱ کو خالق حقیقی سے جاملیں اور اسی شام منصورہ میں میاں طفیل محمد نے نماز جنازہ پڑھائی اور عقیدت و احترام کے ساتھ قریبی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

دیانگر کی شہزادی

ذیل کا مضمون حکیم خواجہ شوکت علی نے قلم بند کیا اور ماہنامہ ضیاء حرم لاہور کے شمارہ دسمبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔

دیانگر کے مہارجہ ان چند والیانِ ریاست سے تھے جو وضع داری اور تعلیم کے بظاہر متضاد اوصاف کے مالک تھے ان کے مذہب کو علوم جدید کی روشنی نے کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا لہذا ان کے لئے نہایت آسان تھا کہ شیلے اور کیسٹ کی نظموں کا مطالعہ کرنے کے بعد مندر میں جا کر بت پرستی کریں۔

وہ ویدانتت کے عمیق فلسفہ کے اوہام پرستی کے منافی خیال نہیں کرتے تھے اور پنسر اور براڈس کے مقالات پڑھکر بھی چاترک کے حامی تھے ان کی بیٹی اندر کماری تھی جو اپنے نام کی تفسیر تھی حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی شامل تھا مجسمہ حسن و معصومیت جہاں پہنچتی تھی اپنے شعلہ افروز نگاہوں سے لوگوں کے خرمن دل کو جلا دیتی تھی۔

یہ مجسمہء حسن ایک باہوش راجکمار کے قلب کی تسکین کا باعث ہوئی اور شادی کی مقدس زنجیر میں اس سے وابستہ ہوگئی۔ شہزادہ بھی قسمت کا ایسا ہی تھا جیسا ہونا چاہیے۔ حسین، شریف، سمجھدار، نیک اور مخلص اس کا دل محبت سے لبریز تھا اور سندر کماری کے دل کے جذبات کو بھی سمجھتا تھا دونوں کو ایک دوسرے کی بدولت عزت حاصل تھی اور ان کی اس چھوٹی سی دنیا میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

مگر یہ کب ہوا کہ دو دلوں کو راحت نصیب ہوئی ہو اور تفرقہ پرواز فلک چین سے بیٹھا ہو۔

راجکمار اور سندر کماری اس دنیا کے فانی انسان تھے یہ بھی ان قوانین ابدی کے ماتحت تھے جن سے کسی کو چارہ نہیں غرض سندر کماری کو راجکمار کی فرقت کا صدمہ سہنا پڑا اور قدرت نے اس کے محبوب شوہر کو اس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا کر دیا۔

سولہ برس کی سن میں ایک پیکر حسن و جمال کی بیوگی اور پھر ہندو قانون کے مطابق اس کا مدت العمر ایک زہرہ گداز سانحہ کے رنج والم کے لئے وقف ہو جانا۔ اب حالت یہ ہے کہ سندر کماری کو دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں ہے۔ وہ زیب و زینت جو نسوانی حسن کا تتمہ ہے اس کے جسم سے نا آشنا ہے وہ راحتیں جو جوانی کے لئے پیدا ہوتی ہیں وہ اس سے کوسوں دور ہیں اس کے دل کی روشنی تاریکی سے تبدیل ہوگئی ہے اور اب تمام دنیا اس کی نظر میں اندھی ہے۔ وہ اکثر کہتی اور سچ کہتی ہے کہ کاش میں مر جاتی مگر موت کی آرزو کا پورا ہونا آسان نہیں آرزو جس چیز کی بھی ہو مدعا کے حصول کو دشوار بنا دیتی ہے۔

وہ غم جو گلا گھونٹتا ہے اور دل میں دھواں پیدا کرتا ہے اکثر انسان کو دنیا کی طرف سے مایوس کر کے ان ابدی حقیقتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جس کو ہم روحانیت یا مذہب کہتے ہیں روح دنیا کی مسرتوں سے بیزار ہو کر ان مسرتوں کے اکتساب کی تلاش میں گم ہو جاتی ہے۔ جن کو فنا نہیں۔

سندر کماری نے بھی دنیا کی طرف سے بیزار ہو کر مذہب کی طرف رجوع کیا اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر بنارس روانہ ہوگئی اس کے ضعیف باپ نے ہر چند کوشش کی کہ اسے کچھ دولت دے دے کہ وقت پر کام آئے یا کوئی اور ایسا بندوبست کر دے کہ اسے تکلیف نہ ہو لیکن اس نے قبول نہ کیا کہ میں دھرم کے لئے باہر نکلی ہوں بھگتی میں مایا کا کیا کام۔ راجہ صاحب کو مجبور ہونا پڑا اس لئے وہ جانتے تھے کہ ان کی بیٹی کا ارادہ کس قدر مضبوط ہے اس کے علاوہ اس کے مذہبی ارادوں میں خلل ڈال کر اپنی عاقبت خراب نہیں کرنا چاہتے تھے۔

دنیا کی وہ مقدس چیزیں جو ہمیں دور سے دلفریب نظر آتی تھیں اکثر بہت ہی مکروہ اور خراب ہوتی ہیں کتنے مذاہب ایسے ہیں جو فی الحقیقت راہب ہوں اور کتنے ہادی ہدایت کا کام کرتے ہوں جب سندر رکماری بنارس پہنچی تو اسے بھی ان تلخ حقیقتوں کا احساس ہوا۔ اس کے رنج والم نے اس کی فطری کشش کو کم نہ کیا تھا اس کا زہد فریب حسن اب بھی تارک الدنیا راہبوں کو اپنا گرویدہ بنالیتا تھا وہ بنارس جاتے ہی ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئی۔ اس دنیائے تقدس میں جہاں گناہ کا نام لینا بھی گناہ تھا۔

سندر رکماری کو ہر درودیوار سے گناہ کی آواز آنے لگی اور حیران تھی کہ میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں اس سرزمین میں جہاں دینوی کثافتوں سے بالاتر ہونے کی آرزومند ہوں میرا امتحان اس قدر شدید کیوں لیا جاتا ہے کہ کیا دنیا نیکیوں سے خالی ہے کیا تقدس ورہبانیت کا خاتمہ ہوگیا کیا کوئی ایسا متنفس نہیں ہے جو صحیح ہدایت کرے اور مجھے وہ راستہ دکھا سکے جہاں میں پہنچ کر دنیا کو فراموش کردوں۔

ایک روز اسی خیال میں مستغرق گنگا کے کنارے ایک تنہا مقام پر بیٹھی تھی اس کی آنکھوں میں کاشی میں آنے کے بعد سے اس وقت تک کے تمام نظارے پھر گئے۔ اکثر پنڈتوں کی بد اخلاقی اور اس کی عصمت کے شدید خطرہ میں پڑ جانے کے تمام واقعات اس کی نظروں میں سامنے آگئے اور اس کی آنکھوں کے سامنے ان پجاریوں کی بھیانک تصویریں بھی آگئیں جو معصوم عورتوں کو تہہ خانے میں رکھنے ان کی عصمتوں پر ڈاکہ ڈالنے اور ناجائز بچوں کے مار کر پھینکنے کے ہولناک جرائم میں ۱۹۰۳ میں گرفتار ہوئے تھے اس مقدمہ میں بنارس کے تہہ خانہ میں تقریباً ستر بچوں کی کھوپڑیاں نکلی تھیں جن کو چھپانے کے لئے مار کر وہاں ڈال دیا تھا۔

اس نے اپنے قلب کی حالت کو دیکھا اور اس پر یہ حقیقت اور بھی واضح ہوگئی اس نے سوچا مجھے بہت اچھی طرح عبادت کرنی چاہیے شائد اس سے مجھے اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جائے اور

فطرت کے مقابلے میں کامیاب ہو جاؤں لہٰذا وہ تمام مندروں میں گئی اور نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ دعائیں مانگیں کہ اسے دیوتا قدرت پر نہ سہی کم از کم اس کے نفس پر فتح دلا دیں یہ عمل ایک عرصہ تک جاری رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اور سندر کماری کے شکوک و شبہات ترقی کرتے رہے۔

ایک دن وہ مندر سے نکل رہی تھی اس نے دیکھا ایک غریب آدمی مندر میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن کوئی اسے اندر جانے نہیں دیتا۔ جب اس نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اچھوت ہے اور اگر وہ اندر گھس گیا تو مندر ناپاک ہو جائے گا۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کیا یہ بے چارہ ان دیوتاؤں کو ماننے والا نہیں پھر دیوتا کے پجاری اسے اپنے معبود تک کیوں نہیں جانے دیتے اس نے قریب جا کر اس شخص سے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں میں دیوتا کے درشن کرنا چاہتا ہوں مگر مجھے اندر نہیں جانے دیتے کیونکہ میرے اندر جانے سے مندر ناپاک ہو جائیگا۔

سندر کماری نے پوچھا کیا تم انسان نہیں ہو اس نے جواب دیا میں انسان ضرور ہوں لیکن پنڈت کہتے ہیں کہ میرے چھونے سے ہر چیز خراب ہو جاتی ہے۔ سندر کماری زیادہ نہ سن سکی وہ خیالات میں ڈوب گئی اور وہاں سے چلی گئی۔

چاندنی کی روشنی میں بنارس کی عالمگیری مسجد نے ایک دل آویزی اختیار کر رکھی تھی اس کے بلند میناروں پہ ایک سکوت سا عالم طاری تھا اور اس کے گنبدوں کا شکوہ اور بڑھ گیا تھا۔ سندر کماری اس نظارے کو دیکھ رہی تھی اور تعجب کر رہی تھی۔ کیا یہ عمارت بھی خود غرضیوں اور نفس پرستوں کا ویسا ہی مرکز ہے وہ جانتی تھی کہ دنیا کی آبادی کا ایک حصہ مندروں سے علیحدہ ہے اور مسجدوں میں جا کر عبادت کرتا ہے۔ اب اس کے دل میں ایک خیال آیا کہ اس کے اندر عبادت کا طریقہ کیا ہے اور اس کے اندر کس کی عبادت ہوتی ہے۔ کیا اس میں وہ لوگ جمع ہوتے ہیں جو میری طرح مندروں سے بیزار ہیں۔ ان خیالات میں مستغرق وہ اپنے وجود سے بے خبر وہ

اس جگہ کھڑی رہی اور سوچتی رہی کہ یکا یک اس نے آذان کی آواز سنی تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک صفائی کرنے والا جھاڑو رکھ کر زینہ پر چڑھا اور مسجد میں داخل ہو گیا سندر کماری کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب لوگ اس کو روکیں گے لیکن اسے کسی نے بھی اندر جانے سے نہ روکا۔سندر کماری بہت حیران ہوئی اور وہ بھی مسجد میں داخل ہو گئی اور صحن کے ایک گوشے میں بیٹھ گئی۔حلال خور نے مسجد میں جا کر وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گیا۔

سندر کماری نے خیال کیا کہ لوگوں نے اسے پہنچانا نہیں اگر میں بتا دوں تو یہ مسجد سے نکال دیا جائے گا وہ ہمت کر کے اٹھی مسجد کے اندر گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے کہا یہ اچھوت ہے میرے سامنے اس نے جھاڑو رکھا اور اس نے مسجد کو خراب کر دیا۔حلال خور نے کہا کہ میں مسلمان ہوں مسلمانوں نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ سندر کماری کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تو کون ہے جو اس شخص کو روکتی ہے۔وہ حلال خور ضرور ہے۔مگر ہمارا بھائی اور خدا کا پرستار ہے وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس میں کسی قسم کا حرج نہیں کیونکہ اسلام ایک فطری مذہب ہے اس میں جو شخص داخل ہو جاتا ہے وہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔

سندر کماری کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے دل میں سوچا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو اچھوتوں کو برا نہیں سمجھتے لہذا اس نے اور جرات کی اور ایک سفید پوش بزرگ کے پاس گئی جو امام تھے۔وہ بولی۔

مسجد کے پادری مجھے اپنا دیوتا تو دکھا دو جو سب آدمیوں کو برابر سمجھتا ہے اور کسی سے نفرت نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ اس مسجد کے دیوتا کو کوئی نہیں دیکھ سکتا وہ ہر شخص کے دل میں ہے۔

صرف عبادت سے نظر آتا ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے دنیا کی کوئی چیز اسکے قبضہ سے باہر نہیں وہ ایک ہے نہ اس جیسا کوئی ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے۔تو کون ہے۔جو خدا کو دیکھنا چاہتی ہے۔

سندر کماری۔بزرگ انسان کیا تم اسے پوجتے ہو جسے تم نے دیکھا تک نہیں ہاں وہی ایک

پرستش کے قابل ہے جس کا ہر چیز پر قابو ہے۔ اور وہ اپنے وجود کے لئے کسی کو دیکھنے کا محتاج نہیں۔

سندر کماری۔ کیا وہ دل کے گناہ کو معاف کر دے گا ہاں اس میں سب طاقت ہے۔ جس طرح کوئی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجاتا ہے اور یکا یک روشنی کو دیکھ کر اس کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں اسی طرح راجکماری نے اس مقدس انسان کی پاک نظروں میں کچھ دیکھا اور حیران رہ گئی لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے کہا مجھے اپنے پاس رکھو اور اپنے خدا کی باتیں مجھے بتاؤ مجھے تمہاری باتوں سے بہت اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔

امام صاحب نے اس سے کہا تو اپنے عزیزوں سے اجازت لے لے اگر وہ اجازت دیں تو یہاں آکر مجھ سے پوچھ لینا میں کسی اجنبی عورت کو بلا اجازت اپنے گھر نہیں رکھ سکتا۔

سندر کماری نے کہا کہ مجھ بدنصیب کا یہاں کوئی نہیں ہے مجھے آپ کے چہرے میں تقدس کی چمک معلوم ہوتی ہے۔ جوں جوں میں آپ پر نظر ڈالتی ہوں مجھے یقین ہو رہا ہے کہ آپ میں کوئی روحانی کشش ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھیں گے اور میرے شکوک و شبہات رفع کر کے مجھے اطمینان اور نجات کا راستہ دکھائیں گے۔ سندر کماری اب امام صاحب کے ہاں رہنے لگی وہاں اس کے ساتھ عزیزوں جیسا سلوک اور برتاؤ ہوا۔ امام صاحب کی بہو بیٹیاں اسے بہن کہتی تھیں اور وہ یہ محسوس کرتی تھی کہ وہ ایک نئی دنیا میں آگئی ہے۔ آہستہ آہستہ اس نے توحید کا سبق سیکھا اس کے بعد اسلام کی مساوات اور مسلمانوں کے اخلاق کی گرویدہ ہوگئی۔

باالآخر اس نے ایک دن اسلام قبول کرنے کی تمنا ظاہر کی اور اپنی خوشی سے خدائے واحد کی پرستار ہوگئی۔ اس نے یہ اصول بھی معلوم کر لیا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ کسی مرد یا عورت کو فطرت کے خلاف نبرد آزمائی پر مجبور نہیں کرتا چنانچہ جب ایک دن امام صاحب کی بیوی نے اسے نکاح کی تلقین کی تو وہ ان کے الفاظ سن کر حیرت میں آگئی۔ انہوں نے کہا کہ

ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ سندر کماری کو سادھو کے الفاظ یاد آ گئے کہ فطرت کے خلاف جنگ ناممکن ہے اور وہ عمیق خیالات میں کھو گئی۔

جب دیا نگر کو بیٹی کی خبر ملی تو وہ خود بنارس آئے اور انہوں نے بیٹی کو تلاش کیا اس وقت تک وہ مسلمان ہو چکی تھی راجہ صاحب پر اس کا گہرا اثر ہوا لیکن شفقت پدری غالب آئی اور وہ اس سے محبت سے ملے سندر کماری نے انہیں معقول طریقہ پر تمام باتیں سمجھائیں اور اس طرح آپ بیتی سنائی کہ وہ بھی مشرف با اسلام ہو گئے۔ سندر کماری جواب حسینہ بیگم ہے اسلامی شریعت کے مطابق اپنے باپ کی جائیداد کی مالک ہوئی اور اس کا نکاح باپ کی مرضی کے مطابق ایک سید زادہ بیرسٹر سے کیا گیا شادی کے موقعہ پر راجہ صاحب نے بہت سا روپیہ اسلامی تحریکات خصوصاً تبلیغ کی امداد کے لئے دیا اور کچھ جائیداد اس کے لئے وقف کر دی کہ حضرت عالمگیر شہنشاہ کی روح کو ثواب پہنچانے کا اہتمام کیا جائے کہ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ بنارس کی عالمگیری مسجد میں نومسلموں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مدرسہ کھولا جائے نیز نو مسلم عورتوں کے لئے ایک آشرم بنایا جائے جس کی نگرانی حسینہ بیگم سابق سندر کماری کریں گی۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۱۷۳)

رقیہ راشد (جرمنی)

جرمنی کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون امریکہ سیفرٹ نے اسلام قبول کیا اور شادی کے بعد کراچی میں مقیم ہوئیں تو مقامی خواتین نے ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی اس تقریب کی روئیداد عشرت جہاں احمد نے مرتب کی اور رام پور (بھارت) کے رسالہ ''ذکریٰ'' میں شائع ہوئی۔

برلن یونیورسٹی میں زیر تعلیم ایک جرمن لڑکی امریکہ سیفرٹ سوشل سٹڈیز آنرز کی طالبہ تھیں وہ

لڑکپن ہی سے اپنے ماحول سے بیزار تھی اسے مغرب کی خیرہ کردینے والی چمک دمک اور ننگ دھڑنگ مذہب معاشرہ سے بیزار تھی۔ وہ آزادی حقوق نسواں کے نام پر ملنے والی بے حیائی، عزت و ناموس کو کھلونا سمجھے والی اور پھر انسانیت کی معراج کا دعویٰ کرنے والی تہذیب سے ہمیشہ نالاں و پریشان رہتی تھی امریکہ سیفرٹ کو پاکیزگی کی تلاش تھی وہ سچائی اور حق پرستی کی طلبگار تھی مہذب اور مساوات سے جوہر انسانیت حاصل کرنا چاہتی تھی وہ حقائق کی تلاش میں سرگرداں اور طرح طرح کی کتب کا مطالعہ کرتی رہتی تھی ایسے میں اسے مولانا مودودی کی کتاب ''دینیات'' انگریزی ترجمہ مل جاتا ہے وہ اس کا گہرائی سے مطالعہ کرتی ہے اور پھر اس کے اندر کا انسان جو مسلمان پیدا کیا گیا ہے ایک دم جاگ اٹھتا ہے اس کی روح میں تھر تھراہٹ پیدا ہونے لگتی ہے وہ بے چینی سے مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتی ہے۔ اسلامی لٹریچر اس کی دلچسپی کا مرکز بن جاتا ہے۔

امریکہ سیفرٹ حق کی تلاش میں پاکستان کا مطالعاتی دورہ کرتی ہے اور پھر لندن میں اس کی ملاقات مولانا نثار احمد سے ہوتی ہے ان کے ذریعہ امریکہ سیفرٹ کو مزید رہنمائی ملتی ہے اس کے بعد وہ زندگی کا وہ بڑا اہم فیصلہ کرتی ہے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۸۱ کو سہارک بروک اسلامک سینٹر برمنگھم (انگلینڈ) میں منعقدہ ایک تقریب میں امریکہ سیفرٹ کلمہء حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ روح کی تمام گہرائیوں کے ساتھ قبول کر کے رقیہ بن جاتی ہے وہ جرمن لڑکی اپنی مرضی سے اور اپنے ماضی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رشتہ کاٹ دیتی ہے۔

مولانا نثار احمد سماجی تحفظ فراہم کرنے کے لئے اپنے بھتیجے راشد زبیر سے رقیہ کا نکاح کر دیتے ہیں۔ رقیہ راشد آج کل کراچی میں اپنے سسرال میں مقیم ہیں اور انہیں دیکھ کر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ نومسلم خاتون ہے۔ جسے صرف اسلام قبول کے لئے صرف تین ماہ کا عرصہ گذرا

ہے۔ رقیہ راشد کے تعارف کے سلسلے میں ۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ کو ادارہ فلاح خواتین لانڈھی کورنگی کے زیر اہتمام ایک پروگرام منعقد کرایا گیا جس کی مہمان خصوصی رقیہ راشد تھیں۔ وقت کی انتہائی پابندی کرتے ہوئے رقیہ ٹھیک گیارہ بجے اپنی ساس بیگم مولانا عبدالحی کے ساتھ سیاہ برقع میں تشریف لائیں ادارے کی تمام خواتین اپنی اس نئی مہمان بہن کے استقبال کے لئے موجود تھیں۔ بارہ بجے تک رقیہ سے سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ ظہرانہ کے بعد نماز ادا کی گئی پھر چائے سے فارغ ہو کر تین بجے سہ پہر اجتماع عام شروع ہوا۔ جس میں راولپنڈی سے تشریف لانے والی مہمان محترمہ رضیہ راشد نے سورہ بقرہ کے رکوع ۴ کا درس دیا آپ نے فرمایا کہ شرک وہ گناہ ہے جس کی بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ درس قرآن کے بعد ادارے کی ایک خاتون بیگم منظور اقبال صاحبہ نے رقیہ کو انگریزی میں خوش آمدید کہتے ہوئے ایک حدیث انگریزی ترجمہ کے ساتھ سنائی اس کے بعد شمیم صاحبہ اور عشرت جہاں احمد نے انکی جرأت جذبہ ء جہاد اور ہجرت پر انگریزی میں خراج تحسین پیش کیا۔ آخر میں محترمہ رقیہ راشد نے انگریزی میں اپنے خیالات اور احساسات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ خواتین کے اتنے مجمع کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوئی ہوں اور خدا کا احسان مانتی ہوں کہ اس نے مجھے آپ لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں یورپ میں پروان چڑھی جرمنی میرا ملک تھا جہاں اللہ کا نہیں انسانوں کا قانون چلتا ہے وہاں مادی خیالات کا دور دورہ ہے پاکستان میں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ یہاں کے لوگ یورپ سے بہت متاثر ہیں۔ انہیں فرض شناس سمجھتے ہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں ان کی نقل کرتے ہیں لیکن ان کے اخلاقی زوال کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے بارے میں سوچتا ہے۔ شادی اپنی پسند کی کرتے ہیں۔ جب دل ایک دوسرے سے بھر جاتا ہے تو علیحدگی اختیار کر کے کسی اور کو پسند کر لیتے ہیں۔ میں نے یہاں پر کئی ٹی وی پروگرام دیکھے ہیں پاکستانی تہذیب میں یورپی رنگ نظر آتا ہے اور یہ

اسلامی ملک کا میڈیا نہیں لگتا خصوصاً اشتہارات دیکھ کر بالکل یورپ کا گمان ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام حقیقت سے پُر ایک سیدھا راستہ ہے۔ اسلام زندگی کے راستوں کو سنوارتا ہے۔ اسلام میں خصوصی طور پر خواتین کا بہت احترام ہے۔ اسلام میں خواتین اور بچوں کو خاص تحفظ حاصل ہے اور مسلمان خواتین بچوں کو خدا کی نعمت سمجھتے ہوئے ان پر خصوصی نظر رکھتی ہیں۔

مسلمان خواتین کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے اور باہر نکلنے کی صورت میں پردہ لازم ہے خواتین کے عزت و ناموس کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ عورت کی معاشی ذمہ داریاں مرد کے کاندھے پر ہیں اور گھر میں مرد کی دیکھ بھال عورت کے ذمہ ہے۔ اسلام نے دکھ درد کو بانٹ دیا ہے۔ میں قبول اسلام کے بعد اپنے آپ کو آزاد مطمئن محسوس کرتی ہوں۔ آخر میں اپنی پاکستانی بہنوں ک لئے میرا پیغام ہے کہ آپ قرآن زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور بچوں کی تربیت دینی خطوط پر کریں۔ عورت اور مرد اسلامی معاشرے کی تعمیر کے ذمہ دار ہیں آج کل سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لئے اچھا نمونہ نہیں بنتے حالانکہ ہمیں یورپ کی زندگی پر نظر رکھنی چاہیے اگر پاکستانی کہتے ہیں کہ یورپ چھوٹی جنت ہے۔ لیکن میں کہتی ہوں یورپ چھوٹا جہنم ہے اور پاکستان چھوٹی جنت ہے یہ جملہ رقیہ نے اردو میں ادا کیا۔ جوان کے منہ سے بھلا لگ رہا تھا۔

محترمہ رقیہ راشد کے بعد رضیہ صاحبہ نے دعا فرمائی کہ اللہ رب العزت ہماری اس بہن کو اسلام کی راہ میں استقامت اور حوصلہ عطا فرمائے اور ہمیں اسلامی نمونہ بننے کی توفیق بخشے۔ آمین (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۱۸۸)

مسز سعیدہ نامیئر (روس)

میں اس صدی کے آغاز میں روس کے ایک تاتار گاؤں میں پیدا ہوئی میری ماں کا تعلق مسلمان گھرانے سے تھا۔ مگر اس نے ایک عیسائی ڈاکٹر سے شادی کرلی اور اسلام ترک کر کے عیسائیت اختیار کرلی کہ اس زمانہ میں روس میں کوئی عیسائی غیر مذہب عورت سے شادی نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن ترک اسلام کے باوجود میری ماں نہ تو کبھی چرچ گئی اور نہ اس نے عیسائیت کی رسوم اور عقائد پر عمل کیا بلکہ ابتدائی بچپن میں بخوبی مجھے یاد ہے میری والدہ جب بھی کبھی اکیلی ہوتی وہ مسلمانوں والی دعائیں پڑھتی رہتی ہمارے گھر کے قریب ہی ایک مسجد تھی جہاں پابندی سے پانچ وقت آذان ہوتی اور میں لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کرتی میں نے اپنے لڑکپن میں یہ بھی دیکھا کہ تاتار مسلمان صاف ستھرے، سنجیدہ اور باوقار تھے۔ جبکہ پڑوس کے عیسائی دیہات کے لوگ شراب کے رسیا تھے اور اپنی بدذوقی اور وحشت کے اعتبار سے بدنام تھے۔ میری عمر کچھ زیادہ نہ تھی جب میرے والدین وفات پا گئے اور میری پرورش روس کے ایک سرکاری ادارے کی نگرانی میں ہونے لگی۔ جہاں کسی مذہب اور اخلاقی اقدار کا کوئی عمل دخل نہ تھا اور سچی بات تو یہ کہ مجھے بھی اس زمانے میں روحانی یا مذہبی اقدار کی چنداں پرواہ نہ تھی تاہم میری یہ خوش قسمتی ہے کہ جب انقلاب روس کے بعد میں اس ملک سے فرار ہوکر پہلے انگلینڈ اور پھر امریکہ پہنچ گئی اور آزاد فضاؤں میں سانس لینے لگی اور سوچنے سمجھنے کا موقع ملا تو میں اس نتیجے پر پہنچی کہ زندگی بے مقصد نہیں گزارنی چاہیے اس کے کچھ اصول ہونے چاہییں اور کسی نوع کا اخلاقی ضابطہ بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ میں نے عیسائیت کا مطالعہ شروع کیا لیکن عقل پسندی کے ساتھ ساتھ توہم پرستی کی آمیزش نے مجھے بہت پریشان کیا اور یہ مذہب میرے ضمیر کو مطمئن نہ کرسکا۔ عیسائیت کے بنیادی اصول فہم و شعور سے ماورئی تھے حضرت عیسیٰ کی ربوبیت، پیدائشی گنہگار ہونے کا عقیدہ اور اعتراف

گناہ کا عجیب وغریب فلسفہ یوں لگا جیسے خدا حضرت مسیح کی بھاری بھرکم شخصیت کے نیچے دب گیا ہو میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

کہ ایک شخص کی موت آخر سارے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ کیسے بن سکتی ہے خواہ وہ شخصیت بظاہر کس قدر مقدس معطر اور عظیم الشان کیوں نہ ہو جبکہ صورت حال یہ ہے کہ انسان لگاتار اور تسلسل کے ساتھ گناہ کئے جارہے ہیں مجھے یہ فلسفہ بالکل ہی بے جان اور بودا نظر آیا۔

عیسائیت سے مایوس ہو کر میں فطری طور پر اسلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ فطری طور پر اس لئے کہ ماں کی نسبت سے اسلام میرے نہاں خانہ دل میں مستور تھا۔ چنانچہ جب میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا تو گویا کھوئی ہوئی منزل کی طرف مراجعت کی اور جوں جوں میں نے قرآن کو توجہ سے پڑھا اور اسلام کے بارے میں مسلمان مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو میں اسلام کے حسن و جمال اور ان کی ان گنت خوبیوں کی قائل ہوتی چلی گئی مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی سچا دین ہے اور جو شخص بھی غیر جانبداری سے آنکھیں کھول کر اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس کی خصوصیات سے مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ میں نے دیکھا کہ اسلام زندگی کے حقائق اور سائنسی دریافتوں کو تسلیم کرتا ہے اور انسانی نفسیات اور انسانی ضرورتوں کا خاص خیال رکھتا ہے۔ جبکہ عیسائیت کے بارے میں خواہ کتنی بلند باتیں کی جاتیں یہ مذہب توازن سے محروم اور افراط اور تفریط کا شکار ہے یا تو رہبانیت کا درس دیتا ہوا نظر آتا ہے یا پھر ان تقاضوں اور مادی ضروریات سے سمجھوتے کی خاطر منافقت اور دوغلا پن پر مبنی ایسا اخلاقی نظام پیش کرتا ہے۔ جو بظاہر درست نظر آتا ہے لیکن باطن جھوٹ اور عیاری کے سوا کچھ نہیں۔ اس عمل نے ساری عیسائی قوموں کو ظلم، عیاری، مکاری، بے اصولی، بے مروتی اور مادہ پرستی میں لت پت کر دیا ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے یہ اقوام ناسور بن گئی ہے۔ اور ظاہری چمک دمک کے جلو میں انہوں نے کرۂ ارض کو جہالت اور جذبات کے سوا کچھ نہیں دیا۔

اس کے برعکس اسلام کا مطالعہ کیجئے کتنی صاف ستھری، فطری اور بے میل ہے۔ اسکی تعلیمات ان کے مطابق انسان، انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے اور اس کی تعلیمات پرعمل کرتے ہوئے سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین معیار کا حصول ہے۔

یہاں تو پوری زندگی کے لئے ایک صاف ستھرا ضابطہ اور روشن صراطِ مستقیم ہے۔ جس میں نہ انسانی تقاضوں کا انکار ہے نہ انسانوں کے فطری تقاضوں کی مخالفت کرتی ہے۔ اور میں نہیں سمجھتی کہ باشعور سوچنے سمجھنے والے انسان کی ذہنی دسترس سے یہ باتیں دور ہیں یہی سبب ہے جب اسلام کے یورپین نقادوں کو اور کوئی نہیں ملتا تو وہ مسلم ممالک کے عوام میں کیڑے نکالتے ہیں اور جان بوجھ کر اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ مسلم عوام کی اخلاقی و تمدنی برائیاں اسلامی تعلیمات کی وجہ سے نہیں بلکہ بے پناہ افلاس اور جہالت کے سبب سے ہیں جن میں مختلف عالمی و سیاسی عوامل کارفرما رہے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ میں نے خوب سوچ سمجھ کر شعوری طور پر اسلام قبول کیا اور اب اس کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہو رہی ہوں تاہم مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ میں اس چشمہ صافی پر بہت دیر کے بعد پہنچی ہوں کاش میں دین اسلام کو بہت پہلے پہچان جاتی اور وجود اسلام اور اہل اسلام کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتی۔ الحمد للہ میں بہت خوش ہوں اور ایک باعمل مسلمان کی زندگی گزارنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۱۴)

سمیّہ بارٹن کیلی (امریکہ)

ذیل کا مضمون کراچی کے ہفت روزہ ''ختم نبوت'' ۱۱۶ کتوبر ۱۹۹۲ میں شائع ہوا تھا وہیں سے اخذ کیا جا رہا ہے۔

بارٹن کیلی ایک سیدھی سادی اور نیک طبیعت لڑکی تھی وہ امریکہ کے گمراہ معاشرے میں خود کو الگ تھلگ محسوس کرتی تھی جب بارٹن کیلی کی عمر تیرہ برس تھی اس وقت اس نے اپنی ماں سے

کئی مرتبہ یہ بات کی تھی کہ وہ بڑی ہونے پر امریکہ میں نہیں رہے گی اس کی ماں ابن سے وجہ پوچھتی تو کیلی کوئی معقول وجہ یا جواب نہیں دیتی تھی اور اتنا کہتی کہ اس کو صرف اندرونی طور پر اس بات کا احساس ہے کہ یہ معاشرہ اس کے لئے مفید نہیں ہے۔

بارٹن کیلی بڑی پابندی سے گرجا جایا کرتی۔ بائبل کا مطالعہ کرتی اور بائبل پر لیکچر بھی دیتی تھی وہ گرجا گھروں اور دوسری تقریبات میں دعائیہ نغمے بھی گاتی تھی کیلی کے والدین اپنی لڑکی کی مذہب پسندی پر بہت خوش تھے وہ کہتے تھے کہ موجودہ امریکی ماحول میں جہاں نوعمر لڑکے اور لڑکیاں جنسی آوارگی اور منشیات کے ماحول میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک لڑکی اپنے آپ کو اس گندگی سے الگ رکھے ہوئے ہے اور وہ ان کی بیٹی ہے۔ بارٹن کیلی نے کبھی شراب کا ایک گھونٹ نہیں پیا تھا حالانکہ شراب کا دریا اس کے چاروں طرف بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے عیسائی مذہب پر بڑی سختی سے کار بند تھی۔ وہ شعور مند ہوئی تو اس کے ذہن میں امریکی معاشرے کی بہت سی باتوں کے خلاف سوالات ابھرنے لگے اکثر یہ سوال کرتی تھی کہ امریکی معاشرہ میں ایسی باتوں پر کھلم کھلا کیوں عمل ہو رہا ہے جو بائبل کی تعلیمات سے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے جب اپنے والدین اور پادریوں سے اس بارے میں سوالات کئے تو اس کا جواب نہ دے سکے۔

جب بارٹن کیلی یونیورسٹی میں داخل ہوئی تو اس وقت تک اسے ان سوالات کا جواب نہیں ملا تھا۔ اس کی بے چینی میں بہت اضافہ ہو گیا اور اس نے خود کو یہ کہہ کر خدا کے حوالے کر دیا کہ وہ اس کو روشنی دکھائے اسی دوران ایک روز بارٹن کیلی یونیورسٹی لائبریری میں اخبارات کا مطالعہ کر رہی تھی کہ اس کی ایک اخبار پر شائع شدہ ایک مضمون پر نظر ٹک گئی۔ مضمون کا تعلق رمضان اور روزے سے تھا بارٹن کیلی نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کبھی کوئی مطالعہ نہیں کیا تھا۔ رمضان اور روزے کے بارے میں یہ مضمون پڑھنے کے بعد بارٹن کیلی کے ذہن میں

مسلمانوں کے بارے میں جو تصور سنا ہوا تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان دہشت پسند ہوتا ہے۔ رمضان اور روزے کے بارے میں یہ مضمون پڑھنے کے بعد بارٹن کیلی کے ذہن میں اسلام کے بارے میں کافی تلاش کے بعد دو کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ دونوں کتابیں عیسائیت کی تحریر کردہ تھیں اور دونوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا پرچار تھا لیکن بارٹن کیلی تعلیم یافتہ اور ذہین لڑکی تھی۔ اس نے ان مصنفین کی رائے کو نظر انداز کر کے ان باتوں پر غور کرنا شروع کر دیا جن پر وہ تنقید اور حملے کر رہے تھے۔

بعد میں بارٹن کیلی نے اسلام کے بارے میں کچھ اور لٹریچر حاصل کر لئے اور ان کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آیا یہی وہ منزل تو نہیں جس کی تلاش میں وہ برسوں سے بھٹک رہی ہے کچھ عرصہ کے بعد کیلی کا خیال پختہ ہو گیا کہ اسے جس منزل کی تلاش تھی وہ اسلام ہے۔ اب اس کے سامنے یہ مشغلہ پیدا ہوا کہ اسلام کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ وہ واشنگٹن میں اسلامی مرکز میں پہنچی اس نے پانچ صفحات پر مشتمل سوالنامہ مرکز کے ایک ذمہ دار کے سامنے رکھا۔ اس کا ایک اہم ترین سوال حضرت عیسیٰ کے بارے میں تھا کیلی کو جب معلوم ہوا کہ اسلام میں حضرت عیسیٰ کو دوسرے انبیاء کے برابر درجہ حاصل ہے۔ تو اس کے دل میں بہت اطمینان حاصل ہوا چند روز بعد بارٹن کیلی نے اس اسلامی مرکز میں اسلام قبول کر لیا اور بارٹن کیلی سے سمیہ بارٹن کیلی ہو گئی۔

اس نے اسلام قبول کیا تو یونیورسٹی کی تعطیلات تھیں جب یونیورسٹی دوبارہ کھلی تو وہ مسلمان تھی۔ یونیورسٹی کے دوسرے طلباء کو جب بارٹن کیلی کے اسلام قبول کرنے کی خبر ملی تو فضا میں سنسنی پھیل گئی۔ اس کا ساتر لباس دیکھ کر طلبہ و طالبات کو شدید صدمہ پہنچا۔ سمیہ بارٹن کیلی ساتر لباس پہننے کے ساتھ ساتھ اپنا سر رومال سے ڈھانپ لیتی تھی اس کو نیم برہنہ امریکی لباس کی جگہ اسلامی لباس پہننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کیونکہ وہ ساتر لباس کو اسلامی عقیدہ کا

حصہ قبول کر چکی تھی۔

بطور سمیہ پانچ برس تک امریکہ میں مقیم رہی ساتر لباس کی وجہ سے اس کے حلقہ احباب نے اس کا بائیکاٹ کر دیا اور ساتر لباس کی وجہ سے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ اتفاق سے سمیہ کی ملاقات ایک سعودی خاندان سے ہوگئی اس خاندان کی ایک عورت نے انگریزی زبان کا علم نہ رکھنے کے باوجود یہ اندازہ لگالیا کہ سمیہ کو بنیادی اسلامی تعلیمات کی سخت ضرورت ہے اس خاتون نے اشاروں کی زبان سے سمیہ کو بتایا کہ نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور پردہ کس طرح کیا جاتا ہے اس خاتون نے سمیہ کو صحیح معنوں میں ایک مسلمان عورت بنا دیا اور سمیہ اس سعودی خاندان میں اس کے ایک فرد کی طرح گھل مل گئی یہ خاندان سمیہ کے لئے ایک بڑا سہارا ثابت ہوا ایک نو مسلمہ تنہا اس معاشرہ میں اپنے مذہب کا دفاع نہیں کر سکتی تھی۔ بعد میں اس خاندان اور سمیہ کے درمیان تعلقات اور قریب ہو گئے تو اس خاتون نے سمیہ سے کہا کہ وہ اس کی بہو بن جائے اور اس کے ساتھ سعودی عرب چلے۔ سمیہ نے اس نیک دل خاتون کی تجویز قبول کر لی اور وہ آٹھ سال سے سعودی عرب میں مقیم ہے۔ اب وہ بیوی ہی نہیں ماں بھی بن چکی ہے اور وہ جدہ کے ایک سکول میں شعبہ انگریزی کی استاد ہے۔ وہ اسلام قبول کرنے والے غیر ملکیوں کو انگریزی میں ابتدائی تعلیم بھی دیتی ہے۔ اس نے کئی نو مسلموں کو قرآن پاک حفظ کرایا ہے آج سمیہ ایک مطمئن بیوی، ماں اور ٹیچر ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آج وہ جو کچھ ہے صرف اللہ کا کرم ہے اللہ نے اس کو ہدایت کی راہ دکھائی اور اس کے دل کو اپنے دین کی روشنی سے منور کیا۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۲۱)

قابل تقلید مضمون

سمیر البا ہلی (مصر)

ذیل کا مضمون کسی نومسلمہ کے بارے میں نہیں بلکہ مصر کی ایک فلمی اداکارہ کی سرگذشت پر مشتمل ہے موصوفہ تیس برس تک فسق وفجور اور گناہ کی زندگی سے وابستہ رہیں آخر اللہ نے ان پر کرم فرمایا انہیں ہدایت مل گئی اور انہوں نے فلمی زندگی کو ترک کر کے سچی مومنہ کا کردار ادا کیا امید ہے یہ مضمون ہماری نوجوان طالبات اور عام خواتین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اسے ملک سیف اللہ شاہد نے مرتب کیا اور ماہنامہ خواتین میگزین کے شمارہ اگست ۱۹۹۵ میں شائع ہوا۔

تقریباً پندرہ سال قبل مقبول ترین گلوکارہ پاپ سنگر کیٹ سیونز موجودہ نام یوسف اسلام نے اسلام قبول کر کے یورپ میں بالعموم برطانیہ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ گیت صیونز وہ گلوکاری تھی جس کے پروگراموں کے تمام ٹکٹ ہفتے قبل ہی فروخت ہو جایا کرتے تھے۔ مغرب کے اس اہم فرد کے قبول اسلام نے وہاں کے معاشرے میں گہرے اثرات مرتب کئے کچھ اسی طرح کا معجزہ قدرے مختلف نوعیت کیساتھ عالم عرب کے مشہور ملک مصر میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ جس میں مصر کی فلمی صنعت سے وابستہ ایک اداکارہ "مدیحہ کامل" نے فن سے توبہ کرتے ہوئے فلمی دنیا کو خیر باد کہہ کر مصری معاشرے کو ششدر کر دیا۔ مدیحہ کامل کے اعلان توبہ کے چند ہفتوں کے بعد کئی اداکارائیں غائب ہوگئیں بس پھر کیا تھا۔ تائب ہو کر فن کو خیر باد کہنے والی اداکاروں کی لائن لگ گئی ان کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اب تک جن اداکاروں نے اس فن سے توبہ کی۔ ان میں مدیحہ کامل کے علاوہ، لیلیٰ ظاہری، سوسن بدر، شہیرہ شادیہ، عفاف شعیب، فریدہ سیف النصر، سحر حمدی، یاسمین انخیام، شمس البارودی، نسرین امبرہ، ہالہ فواد، ہالہ الصافی، مدیحہ حمدی، کمیلیا الغزالی، عبدالرزاق اور ہنا شروت،

ماجدہ حمید، ایک سابق فلم پروڈیوسر (طروب) ایک لبنانی مصنفہ اور سمیرا الباہلی شامل ہیں۔
یہ وہ فلمی اداکارائیں ہیں جنہوں نے اپنی فلموں میں ہر قسم کے کردار اپنائے۔ گندے اور فضول کردار اپنانے سے بھی گریز نہیں کیا لیکن توبہ کے بعد انہوں نے تمام کنٹریکٹ منسوخ کر دیئے اور اس معاملے میں فلمسازوں کی ایک نہ سنی ان اداکاراؤں نے ان کے تمام تر دلائل اور موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ممکن ہے بعض لوگوں کو اس پر تعجب ہو اور جسے پڑھ کر قارئین کو تعجب ہوگا اور اندازہ ہوگا کہ مصری فلمی صنعت میں کتنا بڑا انقلاب رونما ہو چکا ہے۔
سمیرا الباہلی حسن و رعنائی اور فن اداکاری میں ہمارے ہاں کی اداکاراؤں سے کہیں آگے تھی عالم عرب میں اس کے حسن اور اداکاری کا ڈنکا بجتا تھا اور اس کا نام ہی فلمی صنعت میں کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا اس کی شہرت اور حسن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ پردہ سکرین پر جلوہ گر ہوتی تو لوگ دل تھام کر کھڑے ہو جاتے غرض وہ اللہ سے بہت دور رنگ وبو کے سیلاب میں غرق تھی وہ جنت اور دوزخ اور موت کے تصور سے ناآشنا تھی۔ پھر یہ تبدیلی کیسے آئی اس سلسلہ میں الندویہ العالیہ للشباب جو مسلم نوجوانوں کی بین الاقوامی تنظیم ہے ایک عربی مجلہ میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس میں سمیرا الباہلی کے تاثرات بیان ہوئے ہیں۔ یہ تاثرات نذر قارئین ہیں۔ سمیرا الباہلی کہتی ہیں۔
جب میں چھوٹی سی بچی تھی تو مجھے ڈرامے دیکھنے کا بہت شوق تھا اور میں اس فن کی گندی دلدل میں دھنستی چلی گئی میں ''فن'' کی گندی دلدل سے نکل کر ایمان کی پاکیزہ شاہراہ پر کیسے گامزن ہوئی یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ دراصل ایمان کی طرف راغب کرنے میں میری بہن کی موت نے بہت بڑا کردار ادا کیا اس کی موت نے میرے اندر انقلاب برپا کر دیا اور میری سوچ میں اس وقت تبدیلی آئی جب میری بہن اس دنیا سے کوچ کر گئی۔
میری بہن مجھ سے کم عمر تھی زیادہ صحت مند تھی اسے اللہ تعالیٰ نے اسکو خوبصورتی سے بھی نوازا

تھا اس کی وفات کے بعد مجھے ایک دن خیال آیا کہ اگر اس کی جگہ میں ہوتی تو کیا یہ امر بعید تھا اور کیا مجھے بھی موت نہیں آئے گی ان خیالات وتفکرات نے میری کایا پلٹ دی۔ میں نے سوچا کہ اب مجھے روایتی مسلمان کے بجائے حقیقی مسلمان بننا چاہیے اس تبدیلی کے بعد میں نے ازہر یونیورسٹی قاہرہ جانا شروع کیا اور وہاں علماء سے جنت اور دوزخ کے بارے میں سوالات کرنے شروع کیے اس اثنا میں ایک کتاب بعنوان ''موت'' میرے ہاتھ لگ گئی میں نے اس کا مطالعہ کیا کہ میرے دل پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ میں بیمار ہوگئی۔ جب میری حالت سنبھلی تو میں شیخ عبدالکافی کے پاس گئی اور ان سے درخواست کی کہ وہ مجھے دین کی تعلیمات سے آگاہ کریں اس پر شیخ نے فرمایا تم نے کبھی قرآن پڑھا ہے اور اس کے معانی پر غور کیا ہے۔ میں نے شیخ سے کہا کہ مجھے اس سلسلے میں ایک سال کی مہلت دے دو تو شیخ نے کہا مہلت اللہ سے طلب کرو جب میں نے قرآن کریم کی تفہیم شروع کی تو میں اس کی گہرائی پر حیران رہ گئی مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ قرآن کی آیات اپنے معانی کے ساتھ میرے دل میں اترتی چلی جا رہی ہے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ یہ ایک ایسا شیریں کلام ہے جس نے میرے دل کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وطن واپس آکر اپنے تمام شیطانی کام سے باز آگئی اور تائب ہوگئی۔ اور پردہ کرنے لگی اور میرا یہ کردار لوگوں کو اتنا برا لگا کہ انہوں نے مجھے گالیاں دینی شروع کیں۔

میری بہن کی موت اگرچہ میرے لئے صدمے کا باعث تھی لیکن میرے لئے ہدایت کا ذریعہ بن گئی میرے خیال میں میرے خانہ دل میں یہ احساسات پرورش پانے لگے کہ رب نے جو موقع دیا ہے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو میری بدقسمتی کا کوئی مقام نہیں۔ اب بھی میں نہ سنبھلی تو شائد کبھی بھی نہ سنبھل سکوں گی اب میں اللہ رب العزت کو حاضر ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میں انشاءاللہ آئندہ کبھی بھی اس گندے ماحول میں واپس نہیں جاؤں گی۔ دروازہ بند ہو چکا ہے

اب اسے انشاءاللہ کبھی نہیں کھولوں گی۔

کیا چمنستان پاکر کوئی بھی لق ودق صحرا کی طرف دیکھنا پسند کرتا ہے۔

اب میں سمجھتی ہوں کہ میں نے ۳۰ سال جو ''فن'' میں گزارے وہ میرا دور جہالت تھا اور امن اور روشنی کا دور تو اب شروع ہوا ہے اب میں نے فن سے کیا بلکہ عریانیت، بے پردگی اور اکیلے سفر سے بھی توبہ کر لی ہے اور جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکی ہوں کہ میری توبہ توبۃ النصوح ثابت ہوگی۔ انشاءاللہ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۳۲)

شہناز خان (ناروے)

راقم الحروف نے نومسلموں کے لئے انگریزی میں ایک جامع سوالنامہ تیار کر رکھا ہے۔ جسے دنیا بھر میں پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ناروے کی محترمہ شہناز خان تک یہ سوالنامہ پہنچا تو انہوں نے اس کے جوابات تحریر کر کے بھجوادیئے ان کے شکریے کے ساتھ اس کا ترجمہ قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ (مؤلف)

سوالات اور ان کے جوابات یوں ہیں۔

سوال:۔ آپ کا اصلی نام اور اسلامی نام؟

جواب:۔ میرا اصلی نام ڈغن پیڈرسن ہے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اپنے خاوند کے حوالے سے شہناز خان بن گئی۔

سوال:۔ آپ کب اور کہاں پیدا ہوئیں اپنا اور اپنے خاندان کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کیجئے؟

جواب:۔ میں ۱۲ جون ۱۹۶۳ کو ایرنڈل ناروے میں پیدا ہوئی میرے والدین کی شادی ۱۹۶۲ میں ہوئی۔ شادی کے وقت والدہ کی عمر ۱۸ سال تھی جبکہ والد کی عمر ۲۵ سال تھی میری والدہ کا تعلق ایک لادین خاندان سے تھا جبکہ والد ایک کٹر مذہبی خاندان سے تھے مگر وہ دونوں عملاً

لا دین ہیں۔ میری والدہ نرس ہیں جبکہ والد سمندری جہاز کے کیپٹن ہیں۔ افسوس کہ کچھ عرصے سے ان میں علیحدگی ہوگئی ہے میری ایک ہی بہن ہے وہ بھی لا مذہب ہے اس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا سارا خاندان ہی مذہب سے لاتعلق ہے۔

سوال:۔ آپ کی تعلیم، غیر تعلیمی صلاحتیں اور مشاغل وغیرہ کیا ہیں؟

جواب:۔ میں نے مروجہ تعلیم کے بعد دو سال تک ایک کمرشل کالج میں تعلیم حاصل کی پھر دو سال تک ایک نرسنگ سکول میں تربیت لیتی رہی۔ آج کل ایک سرکاری طبی ادارے میں نرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہی ہوں۔

سوال:۔ آپ سب سے پہلے کب اسلام سے متعارف ہوئیں کیا کوئی کتاب پڑھی یا کسی مسلمان سے ملاقات ہوئی؟

جواب:۔ جب میری عمر چودہ سال ہوئی تو عام روایت کے مطابق والدین نے کہا کہ مجھے مذہبی معلومات کیلئے متعلقہ پادری کے پاس جانا چاہیے۔ یہ عیسائی مشنری یا معاشرے کی محض ایک رسم ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے لا دین والدین بھی اپنے بچوں کو مذکورہ مشورہ دیتے ہیں۔ میرے ذہن میں آیا اور میرے دل نے گواہی دی کہ یہ ایک محض ڈھونگ ہے میں یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں مانتی والدین کی لادینیت کے باوجود میرا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے میں نے پادری کے پاس جانے سے صاف انکار کر دیا۔ میں مطالعہ کی ہمیشہ سے شوقین رہی ہوں اور ہر طرح کی اچھی کتابیں پڑھنا میرا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔ چنانچہ یہ میری خوش بختی ہے کہ ایک روز میں ایک لائبریری میں گئی اور وہاں میں نے اسلام کے بارے میں ایک کتاب دیکھی میں نے وہ حاصل کی اس کا مطالعہ کیا تو گویا وہ میرے دل کی باتیں کرنے لگی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ہے اور کسی بھی درجے میں اس کا کوئی شریک یا ہمسر نہیں اس

تعلیم سے بہت متاثر ہوئی۔

میری مزید خوش قسمتی دیکھئے کہ انہی دنوں میں میرا تعارف ایک مسلمان خاندان سے ہوگیا اسلام سے دلچسپی تو پیدا ہو ہی گئی تھی ان کی محبت اور توجہ نے مزید کشش پیدا کی اور میں نے اسلام کے بارے میں ان سے کرید کرید کر معلومات حاصل کیں اور جب ذہنی اور قلبی طور پر مطمئن ہوگئی تو سولہ سال کی عمر میں کلمہء شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔

سوال:۔آپ نے کب اپنا مذہب ترک کیا تو کیوں کیا؟

جواب:۔ چونکہ میرے والدین کبھی مذہبی نہیں تھے اور خود میں نے بھی عیسائیت پر یقین نہیں کیا تھا اس لئے میں اس مذہب کو اپنا آبائی مذہب نہیں کہہ سکتی میں نے اللہ کے فضل و کرم سے مثبت طور پر اسلام کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس دین کو قبول کیا میرے دل و دماغ نے گواہی دی کہ اسلام ایک سچا دین ہے اور اسے قبول کرنا ہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

سوال:۔اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے دوستوں اور خاندان کا ردعمل کیا ہوا آپ نے اس کا کیسے مقابلہ کیا؟

جواب:۔ میرے والدین اور خاندان کے دیگر لوگ سخت ناراض ہوئے ان کا کہنا تھا کہ اسلام کا مزاج ہی ظلم پر استوار ہے۔ خصوصاً اس مذہب میں خواتین کے ساتھ بہیمانہ سلوک ہوتا ہے چنانچہ جب میں نے اسلامی لباس اختیار کیا اور سر پر سکارف باندھنے لگی تو انہوں نے سخت مخالفت کی ان کا کہنا تھا کہ اس طرح کے رویے سے عورت کی آزادی سلب ہو جاتی ہے تاہم میری دوستوں نے میرے قبول اسلام پر کسی سنجیدہ ردعمل کا اظہار نہیں کیا ان کے خیال میں یہ محض جذباتی ابال ہے جو ایک آدھ سال میں ٹھنڈا ہو جائے گا۔

غرض تین برس تک میرے اپنے خاندان اور ماحول سے شدید کشمکش رہی حتیٰ کہ انیس سال

کی عمر میں میں نے ایک مسلمان نوجوان سے شادی کر کے الگ گھر بسا لیا۔

سوال:۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی روزمرہ زندگی میں کیسی تبدیلیاں محسوس کیں؟

جواب:۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اللہ کی توفیق سے بہت سی تبدیلیاں پیدا کیں اسلامی شعار اختیار کرنے اور حلال وحرام کا خیال رکھنے کے بعد ہمارے غیر مسلم دوستوں کو کہہ کر مسلمان حضرات سے تعلقات استوار ہوئے میرے سسرال کا سارا خاندان مسلمان تھا ان سے نئی زندگی شروع ہوئی۔

یورپی معاشرت میں خاص تبدیلی یہ ہے کہ میں مستور لباس پہنتی ہوں۔ کلبوں میں نہیں جاتی خاتون خانہ کی حیثیت سے گھر پر زندگی گزار رہی ہوں میرے اردگرد کے لوگ گرمیوں میں نیم عریاں لباس پہن کر ساحل سمندر پر خرمستیاں کرتے ہیں لیکن میں مکمل لباس زیب تن کر کے مطمئن ومسرور اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہوں۔

سوال:۔ آپ کے خیال میں آپ کے سابق مذہب عیسائیت اور اسلام میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب:۔ موجودہ عیسائیت اور اسلام میں فرق یہ ہے کہ آپ عیسائی معاشرے میں ہر کام کرنے میں اس وقت تک آزاد ہیں جب تک آپ کا ہمسایہ پریشان نہ ہو بالخصوص جنسی اعتبار سے یہ معاشرہ مادر پدر آزاد ہے۔ کسی نوعیت کی کوئی قدغن نہیں اور جنسی تعلق کے حوالے سے کوئی ذمہ داری نہیں جبکہ اس کے برعکس اسلام معاشرتی اور جنسی حوالے سے بہت سی پابندیاں نافذ کرتا ہے۔ اسلام میں جنس تو خالص شوہر اور بیوی تک محدود ہے اور اس سے ہٹ کر اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام مرد اور خواتین کی مخلوط محفلوں کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال:۔ اسلام کے ساتھ پیدائشی اور نسلی مسلمانوں نے جو سلوک روا رکھا ہے اس پر آپ کیا تبصرہ کریں گی؟

جواب:۔ یہ واقعی تکلیف دہ ہے کہ بہت سے مسلمان اپنے رویے سے باعمل نومسلموں کے

لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں چنانچہ اکثر لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ پرانی مسلمان عورتیں تو ننگے سر آزادانہ گھومتی ہیں پھر تم سر کو سکارف سے کیوں باندھے رکھتی ہو پھر یہ بات بھی خاصی تعجب خیز ہے کہ بہت سے نسلی مسلمان اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

سوال:۔ایشیائی مسلمانوں خصوصاً جمہوریہ پاکستان کے لئے آپ کا پیغام؟

جواب:۔ میں دیکھتی ہوں کہ پاکستانی مخلص، پر جوش، مسلمان ہیں جو اسلامی حوالے سے اپنا کردار ادا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں لیکن اکثر دین کے بارے میں برائے نام معلومات رکھتے ہیں پھر عورتوں کے معاملے میں پاکستانی مسلمان ہندوؤں سے بھی متاثر ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ برائے کرم شریعت اور حدیث نبوی کا علم حاصل کیجئے اور قرآن کو سمجھ کر پڑھیے اور اس کی تعلیمات پر عمل کیجئے۔ (تلخیص خدا ہمیں کیسے ملاص ۲۵۰)

محترمہ عاصمہ صاحبہ (ناروے)

محترمہ عاصمہ صاحبہ نے میرے سوالنامے کے جو جواب بھیجے وہ درج ذیل ہیں۔

میرا آبائی نام ANNE SOEIC ROALD ہے۔قبول اسلام کے بعد بھی میں نے اپنا نام باقاعدہ سرکاری سطح پر تبدیل نہیں کیا تاہم مسلمان بہنوں میں مجھے عاصمہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں ۲۵ اگست ۱۹۵۴ کو ناروے کے شہر ALESAR میں پیدا ہوئی میرا تعلق ایک متوسط خاندان سے ہے۔لیکن میرے دادا اور نانا کے خاندان خاصے امیر تھے۔ میرے والد ایک سیکنڈری سکول میں کونسلر تھے۔ جبکہ والدہ ایک ادارے میں سیکرٹری تھیں اب دونوں ملازمت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ میری دادی جو ہمارے ساتھ ہی رہتی تھی۔ بہت مذہبی تھی ہر اتوار کو پابندی سے چرچ جایا کرتی تھیں اور مقامی مذہبی تقریبات میں بھی اہتمام سے شامل ہوا کرتی تھیں میری والدہ بھی مناسب حد تک مذہبی تھیں۔

میں آج کل سویڈن کی LUND یونیورسٹی سے مذاہب کی تاریخ اور ان پر تقابلی موازنہ پر

ہے PHD کررہی ہوں۔استاد کی حیثیت سے میری ملازمت تعلیم کے ایک ایسے محکمے میں ہے جو تعلیم بالغاں کا کام بھی کرتا ہے۔ میرا اسلام سے ابتدائی تعارف ۱۹۸۱ میں اس وقت ہوا جب میں ناروے کی اوسلو یونیورسٹی میں تقابل ادیان کے پروگرام میں شرکت کی۔اسلام کے بارے میں سب سے پہلے جو کتابیں مطالعے میں آئیں وہ سب کی سب غیر مسلموں کی لکھی ہوئی تھیں۔ بعد میں تحقیق کی خاطر میں مسلمان مصنفین کی کتب کا مطالعہ کیا تو صحیح تصویر میرے سامنے آگئی اس سلسلے میں پہلی کتاب ''دینیات'' مودودی صاحب کا نارویجن ترجمہ تھا۔اس کے بعد سید قطب کی ''دین اسلام'' کا مطالعہ کیا ان دونوں کتب نے مجھے بے حد متاثر کیا اور اسلام کے بارے میں میرا ذہن بالکل واضح ہوگیا۔

قبول اسلام کے حوالے سے جن مصنفین، مفکرین کی کتابوں سے متاثر ہوئی ہوں ان کے نام یہ ہیں۔سید مودودی،سید قطب،امام حسن البنا،علامہ محمد اقبال،محمد الغزالی۔

میرے قبول اسلام پر میرے والدین نے مجھے پریشان نہ کیا خدا کا شکر ہے کہ وہ میرے موقف کو سمجھ گئے اور اب تک میرے ان سے تعلقات معمول کے مطابق ہیں میری دوستوں کا حلقہ وسیع ہے۔جب انہیں پتہ چلا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں تو سب کو بے حد صدمہ ہوا۔

قبول اسلام کے بعد میری زندگی میں پہلی تبدیلی یہ آئی کہ میں نے حجاب اختیار کرلیا اس لئے اپنے ہی ملک اور معاشرے میں اجنبی بن گئی ہر شخص مجھے عجیب نظروں سے دیکھتا اب میں اپنے اس معاشرے میں اسلامی لباس کے ساتھ اپنے آپ کو کہیں زیادہ محفوظ اور باوقار محسوس کرتی ہوں اور عام لوگ مجھے زیادہ احترام دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور تائید سے ہوئی ہے۔عیسائیت تو محض اتوار کا مذہب ہے۔اس کے برعکس اسلام کا تعلق چوبیس گھنٹے انسانی زندگی سے ہے اور ہر شعبہ حیات کے لئے رہنما اصول پیش کرتا ہے۔اسلام کے سماجی، تہذیبی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی نظام نے مجھے بہت تاثر کیا

ہے۔ بدقسمتی سے عالم اسلام میں عدل اجتماعی کی صورت حال خطرناک حد تک خراب وخستہ ہے۔اس کے باوجود اسلامی برکات پوری دنیا میں نظر آئی ہیں۔

تبلیغ دین کے ضمن میں یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ خواہ ہم کتنے ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کیوں نہ ہوں یا مالی اعتبار سے کسی امیر خاندان سے تعلق کیوں نہ ہو ہمارے رویے میں کسی تفاخر یا احساس برتری کا اظہار نہیں ہونا چاہیے ایشیا اور پاکستانی مسلمانوں کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ اسلام کی طرف پلٹ آیئے آپ کی زندگی مختلف خرابیوں سے پاک ہو کر متوازن ہو جائے گی علم حاصل کیجئے تمہارے جملہ مسائل حل ہو جائیں گے۔

میری آخری اور اہم ترین گذارش یہ ہے کہ برائے کرم خواتین کو ان کا جائز مقام عطا کر دیجئے اور انہیں معاشرتی امور میں حصہ دار بنایئے جب تک مسلمان عورتیں اسلامی تعلیم کو سمجھ کر ان پر عمل نہیں کریں گے مسلمان ممالک صحیح معنوں میں ترقی نہیں کریں گے۔

(تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۶۶)

محترمہ عائشہ (جرمنی)

ذیل کا مضمون اور روز نامہ مشرق لاہور کے شمارہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۲ کو شائع ہوا تھا۔ میں پاکستانی عورت کو دیکھتی ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا نے تمام حقیقی نعمتیں اس پر نچھاور کر رہی ہیں۔ کاش میں نے بھی کسی پاکستانی گھرانے میں جنم لیا ہوتا۔

یہ تاثرات پچیس سالہ نومسلم خاتون عائشہ کے ہیں جن کا پہلا نام ''بر.جی پینز'' تھا۔ ان کے شوہر کا اسلامی نام فصیح الدین (سابق برمو پنیز) رکھا گیا ہے۔

عائشہ کہتی ہیں جس آدمی کو ڈوبنے کا معمولی تجربہ ہو چکا ہو یا چند غوطے کھائے ہوں تو وہی جانتا ہے کہ کشتی خواہ کیسے ہی پرانے تختے سے بنائی گئی ہو اس کے لئے عافیت کا کتنا بڑا پیغام ہے۔

عائشہ نے یورپ کے سب سے بڑے صنعتی ملک جرمنی میں جنم لیا اس کی ماں عام جرمن ماؤں

سے مختلف نہ تھی کہ اسے تجربہ نہیں ہوا تھا کہ ماں پیار سے سر پر ہاتھ پھیرتی روتی تو اسے چپ کرایا جاتا بس اتنا یاد ہے کہ ماں اور باپ اپنی اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر آیا کرتے تھے تو پھر تھوڑی دیر بعد دوبارہ چلے جایا کرتے پھر اسے سات سال کی عمر میں یتیم خانے میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں اس کی طرح کے کئی اور لڑکے اور لڑکیاں تھے جنہیں والدین کے ہوتے ہوئے بھی کو منتظمین کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ احساس محرومی کی وجہ سے وہ شدید ذہنی کوفت اور جذباتی اذیت سے دوچار تھی۔ یتیم خانے میں تربیت اور پرورش کا انداز بالکل مشینی تھا۔ اس نے بی اے تک تعلیم حاصل کی اور عملی زندگی میں قدم رکھا یہ زندگی بڑی تلخ تھی۔ اس نے ملازمت بھی شروع کر دی کیونکہ اپنا پیٹ خود پالنا تھا۔ اس نے انسانوں کو حیوانوں کی سطح سے بھی زیادہ پستی میں گرتے ہوئے مشاہدہ کیا۔ جرمنی میں جنس اور جرائم کی زندگی بہت خوفناک ہے۔ انسان کی عزت اور آبرو کے تحفظ کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ شادی جو تمدنی زندگی کی بنیاد ہے اسے کوئی تقدس نہیں طلاق لینے کے لئے میاں بیوی عدالت کے سامنے ایک دوسرے پر اتنے خطرناک الزامات لگاتے ہیں کہ انسانیت چیخ اٹھتی ہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد عائشہ کو سات آٹھ سال تک حالات کی موجوں کے رحم و کرم پر زندگی گزارنی پڑی۔ تا آنکہ اس کی ملاقات میر جونیز سے ہوگئی وہ پہلی بیوی کو طلاق دینے کے بعد ایسی رفیقہ حیات کا متلاشی تھا جو اس کی سچی ہمدرد ہو اور اس کی مونس و غمگسار ہو۔ فصیح الدین جرمنی کے عام مردوں سے یکسر مختلف تھے۔ انہوں نے نہ میرے ماضی کو کریدا اور نہ میری خطاؤں کے بارے میں پوچھا صرف یہ کہا کہ جس معاشرے نے تم پر اتنے مظالم ڈھائے ہیں کیا اس کے خلاف بغاوت کرنے پر تیار ہو میں پہلے ہی اکتائی ہوئی تھی۔ مجھے اندھیرے میں روشنی کی کرن نظر آئی میں نے اس کا ساتھ دینے کی حامی بھر لی اور خدا کے فضل سے حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ لاہور میں اپنے میزبان تہور علی خان کے گھر رہتے ہوئے اسے پاکستانی معاشرت کو

قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ فصیح الدین نے اسلام کے بارے میں جو کچھ دیکھا تھا اس کی تصدیق ہوگئی۔ اس نے اپنے میزبان سمیت پچیس تیس خاندانوں کی خواتین کے ساتھ تبادلہ خیال کیا اسے معلوم کر کے یہ خوشگوار حیرت ہوئی کہ پاکستان کے باہر سے کما کر لانا مرد اپنے فرائض سمجھتا ہے۔ اس نے معمولی معمولی مزدوروں کو بھی دیکھا کہ یہ کبھی خواہش نہیں کرتے کہ ان کی بیویاں بھی کمانے میں ان کا ہاتھ بٹائیں گھر کی چار دیواری بیوی کی سلطنت ہے۔ خاوند کے بعد وہی اس کی حکمرانی کرتی ہے۔ عائشہ نے ضروری سودا سلف خریدنے اور ملازمت کرنے والی خواتین کو بھی دیکھا وہ کہتی ہیں پاکستانی خواتین کو بازار میں احترام حاصل ہے۔ کوئی اوباش مرد غلط حرکت کر بیٹھے تو اس آدمی پر لعن طعن کرنے والے ہوتے ہیں اور بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیتے ہیں۔

برقعہ اور پردے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں عائشہ نے کہا کہ پردہ عورت کے احترام کی علامت ہے۔ یورپ کے حریص مرد نے عورت کو غیر محفوظ بنانے کے لئے سب سے پہلے باہمی فاصلے کو ختم کر دیا پاکستانی خاتون اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس کے چاروں طرف محافظ موجود ہیں۔ جب محافظ کے لفظ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے باپ بھائی بیٹے اور شوہر کے احساس غیرت مندی کا حوالہ دیا اور کہا لاپرواہ تہذیب نے یورپ کو ان اقدار سے محروم کر دیا عائشہ نے شوہر کی زیر تربیت اسلام کے بارے میں دیا سب سے زیادہ علم حاصل کرنے کا بے پناہ شوق رکھتی ہے۔ (حوالہ ایضاً ص ۲۷۷)

عائشہ بھٹی (انگلینڈ)

ذیل کا انٹرویو لندن کے مشہور اخبار گارڈین میں شائع ہوا۔ ۸ مئی ۱۹۹۷ اس کا اردو ترجمہ جناب شفیق الاسلام فاروقی صاحب نے کیا اور یہ ہفت روزہ ''ایشیا'' کے شمارہ ۲۱ جون ۱۹۹۸ کی زینت بنا۔

عائشہ بھٹی جس کا قبول اسلام سے قبل نام ''ڈیبی راجرس'' تھا ایک متین اور سنجیدہ خاتون ہے جس وقت ہم اس کا انٹرویو لے رہے تھے تو وہ گلاسگو شہر کی قریبی بستی کو کاؤ ڈیڈنز کے ایک چھوٹے سے متوسط طبقے تک ایک فلیٹ کے کمرے میں صوفہ پر تشریف فرما تھیں۔ سامنے دیوار پر آیات قرآنی آویزاں ہیں ایک خاص قسم کا کلاک بھی ایک جگہ لگا ہوا ہے۔ جو پوری فیملی کو اوقات نماز کی یاددہانی کراتا رہتا ہے۔ کئی جگہ پر کعبہ شریف کے پوسٹر نمایاں نظر آتے ہیں۔ عائشہ کی نیلگوں آنکھوں میں بلا کی چمک ہے وہ جب مسکراتی ہے تو اسکی مسکراہٹ میں ایمان کی روشنی پھوٹ پڑتی ہے۔ اس کے چہرے میں روایتی سکاٹ لینڈ کی لڑکیوں کا حسن نمایاں ہے۔ جسے حجاب نے ایک باحیا خاتون کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

ایک نیک عیسائی لڑکی کا اسلام قبول کرنا اور پھر ایک مسلمان سے رشتہ مناکحت میں منسلک ہونا ہی اپنے طور پر ایک غیر معمولی واقعہ ہے لیکن اس سے کہیں بڑھ کر اس کا اپنے والدین، خاندان، اپنی سہیلیوں اور تیس کے قریب پڑوس کے افراد کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا غیر معمولی نظر آتا ہے۔

اس کا سارا خاندان پختہ عیسائی عقائد کا مالک تھا جو باقاعدہ سے مکتی فوج کے جلسوں میں شریک ہوتا تھا جب برطانیہ میں نوعمر لڑکے لڑکیاں اپنے عقیدت کے جذبہ سے جارج مائیکل کے پوسٹروں کو بوسہ دیتے نظر آتے تھے ان کے اپنے گھر میں دیواروں پر یسوع مسیح کی تصاویر آویزاں تھیں اس تمام تر عیسائی ماحول کے باوجود اسی نوعمری میں وہ عیسائیت کے حوالے سے اپنے دل میں ایک خلا محسوس کرتی تھی اس کے ذہن میں کئی سوال ابھرتے تھے مگر کہیں سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ ملتا۔

میں محسوس کرتی تھی محض گرجا میں گڑگڑا کر دعائیں مانگنے سے سکون قلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس سے بڑھ کر کسی چیز کی ضرورت ہے۔

اسی کیفیت میں اسے مستقبل میں ہونے والا خاوند محمد بھٹہ نظر آیا جب اس کی عمر دس سال کی تھی اور ان کی سٹور کا مستقل گاہک تھا وہ دیکھتی تھی کہ یہ نوجوان بھی اپنی نماز ادا کر کے آتا ہے وہ اس کے چہرے پر نور اور سکون برستا ہے۔ اس نوجوان نے اسے بتایا کہ وہ مسلمان ہے۔

مسلمان کیا ہوتا ہے۔ میں نے سوال کیا؟

بعدازاں اس نوجوان کی مدد سے اس نے اسلام کی پوری گہرائی کے ساتھ نہ صرف پڑھنا اور سمجھنا شروع کیا بلکہ ۱۷ سال کی عمر کو پہنچنے تک عربی میں تمام قرآن پاک کی تلاوت کا ملکہ حاصل کرلیا اس کا کہنا تھا کہ میں جو کچھ پڑھ رہی تھی دل پوری طرح شرح صدر سے اسے سمجھا رہا تھا۔

سولہ سال کی عمر میں اس نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا میں نے جب یہ فیصلہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ ایک عرصہ سے میں ایک بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے پھر رہی ہوں اس فیصلہ سے وہ گراں بوجھ پھینک کر بالکل ہی ہلکی پھلکی ہوگئی ہوں اور اب میری وہ کیفیت تھی جو ایک نوزائیدہ بچے کی ہوتی ہے۔

قبول اسلام کے بعد عائشہ اور محمد بھٹہ نے باہم شادی کا فیصلہ کرلیا لیکن محمد بھٹہ کے والدین نے اس کی شدید مخالفت کی وہ اسے ابھی تک ایک مغربی لڑکی سے زیادہ توجہ دینے پر تیار نہ تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس شادی سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا وہ گمراہ ہوگا اور ان کے باعث بدنامی بنے گا۔ بھٹہ کا والد ابھی تک نومسلمہ کو ان کے خاندان کی سب سے بڑی دشمن کہنے میں ذرا باک نہ کرتے تھے۔

اپنے والد کی ناراضگی کے باوجود دونوں ایک مقامی مسجد میں گئے اور نکاح اور ایجاب وقبول کے نتیجہ میں ازدواجی رشتہ میں منسلک ہوگئے۔ رسم نکاح میں نومسلمہ عائشہ نے ہاتھ کی کڑھائی کا عروسی جوڑا زیب تن کیا جو اس کی ساس اور نندوں نے اس کے لئے تیار کیا تھا۔ بھٹہ کا والد

شادی کے خلاف تھا اس لئے اس نے رسم نکاح میں شمولیت نہ کی لیکن ساس اور نندیں اس کے باوجود شریک ہوئیں۔

دراصل اس ازدواجی رشتہ کے لئے بھٹہ کی دادی اماں نے اصل کردار ادا کیا اسی نے اس کی والدہ اور بہنوں کو رضامند کیا وہ خود پاکستان سے برطانیہ آئی حالانکہ پاکستان میں اس قسم کی شادیوں کی گنجائش نہیں مگر اس نے اس میں کوئی عیب نہ پایا۔ برطانیہ آ کر وہ سب سے پہلے وہ عائشہ سے ملی اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ عائشہ نہ صرف روانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے بلکہ اس کے ساتھ پنجابی میں گفتگو کر رہی تھی تو کیا وجہ تھی کہ اس کا اثر نہ لیتی۔ دادی اماں کی آمد کو خیر و برکت کا باعث کہا جائے گا شادی تو ہونی تھی لیکن خاندان کی نیک خواہشات اور دعاؤں سے بڑھ کر دیگر کوئی رسوم نہیں ہوتیں۔

عائشہ کے والدین مائیکل اور ماجوزی بھی اپنی بیٹی کی شادی میں پوری خوش دلی سے شریک ہوئے لیکن جس چیز سے وہ خاص طور پر متاثر ہوئے وہ ہاتھ سے کڑھا ہوا شلوار قمیض کا عروسی جوڑا تھا۔ چھ سال عائشہ اور محمد بھٹہ ازدواجی زندگی کے نہایت خوشگوار گذرے اور دونوں کے خاندان بھی شیر و شکر کی طرح ایک دوسرے سے مربوط رہے چھ سال بعد عائشہ کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی اور بعد ازاں زندگی کا مشن بن گیا کہ اپنے والدین، بہنیں اور اپنے خاندان کو دائرہ اسلام میں داخل کرا کے انہیں جہنم کی آگ سے بچاؤں میں اپنے مشن پر کام کئے جا رہی ہوں جبکہ میں نے اور میرے شوہر نے میری امی اور ابو میں آہستہ آہستہ کچھ تبدیلی محسوس کی اسلام کے بارے میں وہ ہم سے جو سوالات پوچھتے تھے ہم ان کو بڑی شائستگی سے ان کو جواب دیتے۔ والدہ کے بارے میں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی اور انہوں نے جلد اسلام قبول کر لیا مارجوزی راجرس کے بجائے انہوں نے اپنا نام سمیّہ رکھ لیا اور شعائر اسلام کے ساتھ اس شدت سے پابند ہو گئیں کہ سر پر ڈوپٹہ اوڑھنے کے ساتھ ساتھ ہر وقت نمازوں

کی پابندی کو اپنا شعار بنالیا اور تعلق باللہ کو زیادہ سے زیادہ محکم کرنا زندگی کا مقصد بن گیا اب کچھ عرصہ قبل وہ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر پکی مومنہ کے طور پر دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ میں اور میری امی دونوں بڑی دلجمعی سے ان کو دعوت دیتے رہے لیکن اپنے شوہر اور میرے والد کو مسلمان بنا کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔

باالآخر مشیت ایزدی جوش میں آئی اور میرے والد پکار اٹھے اگر کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے تو وہ کیا الفاظ ادا کرے گا۔ یہ سن کر میں اور میری امی خوشی سے اچھل پڑیں اور چند لمحوں بعد کلمہء شہادت کی ادائیگی کے بعد وہ مسلمان ہو چکے تھے۔

تین سال کے بعد عائشہ کے بھائی نے ٹیلیفون پر اپنی بہن کو خوشخبری سنائی۔ بہن میں مسلمان ہو چکا ہوں بعد ازاں اس کے بیوی بچے بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔

اس پر میرا کام ختم نہیں ہو گیا تھا اب میری توجہ کا مرکز کوکا نزدیکی بستی کے فلیٹ ہو گئے۔ گذشتہ ۱۴ سال سے ہر سوموار کو عائشہ نے بستی کی خواتین میں درس اسلام کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں اب تک تین سو خواتین مسلمان ہو چکی ہیں۔

خواتین زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف مسائل سے دوچار اس کے درس میں شامل ہوتی ہیں ایک خاتون ثروذی کا معاملہ باالکل عجیب ہے۔ یہ خاتون گاسکو یونیورسٹی میں لیکچرار تھی اور کیتھولک مذہب کی حامل اس نے محض ریسرچ کی خاطر عائشہ کی کلاس میں آنا شروع کیا لیکن چھ ماہ کا عرصہ کلاسیں اٹینڈ کی تھیں کہ مسلمان ہو گئی یہ کہتے ہوئے کہ عیسائیت منطقی تضادات کا مجموعہ ہے۔

میں صدق دل سے یہ کہتی ہوں کہ قبول اسلام سے مجھے ذرا بھی ملال نہیں ہوا ہے۔

ازدواجی زندگی کے بارے میں عائشہ کا کہنا ہے کہ بلاشبہ محمد بھٹہ ایک رومانوی شخصیت ہے عائشہ کے بارے میں اس کا کہنا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ہم صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں

اور ہم انشاء اللہ کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا ہونے والے نہیں ہے ہم صرف اس دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے کے شریک حیات نہیں بلکہ جنت میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ابدی زندگی گذاریں گے کتنی خوبصورت زندگی ہوگی۔ وہ بھی۔ (ہمیں خدا کیسے ملاص ۲۸۷)

لیلیٰ رمزی (امریکہ)

ذیل کا مضمون روزنامہ ''جسارت'' کراچی کے شمارہ ۱۸ اگست ۱۹۸۲ میں شائع ہوا۔ ترجمہ و تلخیص منیر منصوری کی ہے۔

اسلام اللہ کا بتایا ہوا وہ دین ہے کہ جس میں بندگانِ خدا کا بھلا اور مفاد ہے یہ دین عظمت اپنی سچی اور روشن تعلیمات سے دلوں کی سیاہیوں کو دور کرتا اور قلب کی میل کو دھوڈالتا ہے اور یقیناً یہی ایک دین ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد تک پہنچاتا ہے مگر خدا جسے ہدایت دے اور جس پر اس دین کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے وہ اسلام کے پرچم تلے آنے کے لئے سرگرداں ہو جاتا ہے۔ گہرے سکون اور حقیقی خوشیوں کا سچا پیام، بھائی چارے، اخوت، بے لوث ایثار اور حقیقی مساوات کا علمبردار واحد دین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دین خدا کے ہاں قابل قبول نہیں۔

اس وسیع دنیا کے وسیع اور مختلف کونوں میں اور مختلف ملکوں میں آئے دن کسی نہ کسی پر خدا کا انعام ہوتا ہے اور دلوں کو شرح صدر عطا کرتا ہے اور سکون اور حقیقی امن و مساوات کا پیاسا دل گہوارہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

یہ نوجوان امریکی لڑکی انہیں خوش نصیب لوگوں میں سے ایک ہے جسے اللہ نے ہدایت کا راستہ دکھایا اس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔ جس کے لئے اسے کافی محنت کرنا پڑی اس نے کئی سال تک مختلف آسمانی مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا اور آخر وہ اسلام کی حقانیت کی قائل ہوگئی آج کل از ہر یونیورسٹی میں عربی کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ تاکہ عربی

پر عبور حاصل کر کے قرآن و حدیث کو براہ راست پڑھ سکے اور واپس جا کر اپنے سچے مذہب کی تبلیغ کر سکے۔

لیسالوتھ وٹمن جو کہ بعد میں لیلیٰ رمزی بن گئی اس کا تعلق ایک ایسے عیسائی مذہبی گھرانے سے ہے جو خادمین چرچ کہلاتے ہیں اور مسیحی برادری میں اس خاندان کا بلند مقام ہے اس کے والد اور دادا دونوں چرچ کے خادم ہیں۔ ۲۲ سالہ لیلیٰ رمزی کی تربیت ایک کٹر مذہبی مسیحی گھرانے میں ہوئی۔ لیکن اسلام کا سچا پیغام ساری رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے اس کے دل تک پہنچ گیا چرچ میں جا کر عبادت کرنے اور انجیل پڑھنے والی لیلیٰ رمزی نے الیکٹریکل انجینئر میں سند حاصل کرنے کے بعد امریکی ٹی وی پر بطور اناونسر ملازمت اختیار کر لی۔

لیلیٰ سے اسلام قبول کرنے کے بارے میں جب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا جب سے ہوش سنبھالا کبھی شراب نہیں پی زیادہ وقت چرچ میں ہی گذرتا تھا یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے دوران مشرق وسطیٰ اس کا اختیاری مضمون تھا مشرق وسطیٰ کے مضمون کی بنیاد پر قرآن سے واقفیت ہوئی اور قرآن کے مطالعے کی خواہش پیدا ہوئی تو وہ اپنے کالج کی لائبریری میں گئی جہاں سے انگلش ترجمے والا ایک نسخہ مل گیا۔ لیلیٰ کا کہنا ہے کہ قرآن کے مطالعے سے اسے ایک عجیب وغریب کیفیت کا احساس ہوا۔

ایسا احساس کہ جی چاہتا تھا کہ کبھی بھی یہ کیفیت ختم نہ ہو۔ قرآن کے مطالعے کے بعد لیلیٰ نے اس پیغام کی سچائی کی گواہی دی تو اس نے مذہب تبدیل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خصوصی طور پر یہ ارادہ اس وقت بنا۔ جب اس نے کلام حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔ یا اہل الکتاب **لا تغلو فی دینکم ولا تقولو علی اللہ الا الحق** ۔لیلیٰ کا کہنا ہے جیسے جیسے قرآن کا مطالعہ آگے بڑھتا رہا نئے حقائق سامنے آتے گئے اور دل تقاضا کرتا گیا جتنا جلد ممکن ہو اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاؤں اسلام کے مطالعے میں کالج کی لائبریری میں موجود کتابوں کے علاوہ

مسلم سٹوڈنٹ سوسائٹی کی شائع کردہ کتابوں سے کافی استفادہ کیا۔ لیلیٰ نے اسلامی کتب کے لئے سعودی سفارت خانے سے بھی رابطہ کیا جہاں سے اسے کافی حوصلہ افزائی ہوئی ان سب مرحلوں نے اسلام کی حقانیت کو ہر طرح سے واضح کر دیا تو دل کی ایک ہی پکار تھی کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں اور برملا اقرار کروں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن بعض بشری کمزوریاں تھیں میرے اسلام قبول کرنے سے میرے باپ کی اس حیثیت کو دھچکا لگے گا۔ جو اسے مسیحی برادری اور ملک کے لوگوں میں حاصل ہے۔

لیلیٰ کہتی ہے کہ اس مشکل مرحلے پر مختلف سوچوں نے میرا گھیرا کئے رکھا۔

یہ وہ ذہنی کیفیت تھی جب لیلیٰ تعلیم کے سلسلے میں اپنے گھر والوں سے دور تھی وہ کالج کے قریب اپنے دوستوں کے ساتھ رہتی تھی۔ جہاں قریب ہی ایک مسجد موجود تھی اسلام کی سچائی واضح ہونے کے بعد سخت بے چینی کے دن گذرے میں نے آخر فیصلہ کر ہی لیا کہ میں مسجد میں جاؤں اور مسلمانوں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کروں لیلیٰ کی عمر اس وقت ۲۲ سال تھی چنانچہ مسجد میں پہنچ کر اس نے اللہ کی واحدانیت اور حضور اکرم کی رسالت کی گواہی دی۔ لیکن اپنے گھر والوں سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اسلام قبول کرنے کے ایک سال بعد لیلیٰ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے کے دو سال بعد تک لیلیٰ کے گھر والوں کو اس واقعہ کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ تیسرے سال کے ابتداء میں لیلیٰ نے قرآن پاک کا ایک نسخہ جس کا انگریزی ترجمہ تھا اپنی ماں کو بطور تحفہ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی اسے حضرت مسیح کے بارے میں قرآنی نقطۂ نظر بتایا۔ لیلیٰ کہتی ہیں کہ قرآن پاک کا نسخہ اور تحفہ قبول کرنے کے بعد اسکی ماں نے ایک ایسی بات کہی جسے وہ کبھی نہیں بھول سکے گی اس نے کہا بہت عظیم ہے یہ دین۔

جب لیلیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اور کسی مذہب کے بجائے اسلام ہی کیوں اختیار کیا تو اس نے کہا کہ قرآن اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے پر مجھ پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ یہ دین ہر

زمانے اور ہر علاقے کے لئے ہے اور یہی ایک ایسا دین ہے جو وحدانیت کا علمبردار ہے۔
لیلیٰ نے مصر کا سفر اختیار کیا تا کہ الازھر میں رہ کر عربی کی تعلیم حاصل کرے قرآن وحدیث اور دیگر عظیم تصانیف کا مطالعہ کرے شیخ الازھر کے کہنے پر لیلیٰ کی عربی تعلیم کے لئے ایک خاص استاد مہیا کر دیئے گئے۔ لیلیٰ کے بقول امریکہ میں اب بھی بہت بڑی اکثریت کا خیال ہے کہ اسلام صرف کالوں کا دین ہے۔ اس طرح امریکہ میں مسلمانوں کو نوکریاں حاصل کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ لیلیٰ دعا گو ہے کہ وہ دن جلد آئے جب اسلام ساری دنیا کا دین ہو جائے اور یہی وہ دن ہو گا جب دنیا حقیقی اور پائیدار امن کی منزل پائے گی۔ (ہمیں خدا کیسے ملا ص ۳۶۵)

محترمہ مریم (انگلینڈ)

ذیل کا مضمون۔ جو مورگاہ میں ایمان کی لہر آئی تو پوری آبادی کا ایمان تازہ ہو گیا۔ مورگاہ راولپنڈی کی ایک مضافاتی آبادی ہے یہاں کی آفیسر کالونی میں تقریباً ۱۰۰ گھرانے آباد ہیں ان میں بہت سے حاضر سروس اور ریٹائرڈ فوجی آفیسر ہیں۔

مورگاہ ایک صحت افزاء اور خوبصورت علاقہ ہے۔ کالونی سرسبز ہے۔ نشیب وفراز کے باعث یہ پہاڑی علاقہ معلوم ہوتا ہے گہرائی میں دریا سواں بہتا ہے لوگ پڑھے لکھے اور ایک ہی سطح کے ہیں اس لئے میل جول دوستانہ ہے۔ اس سال جون میں یہاں ایک نومسلمہ خاتون کچھ عرصہ کے لئے رہنے کو آئیں کہنے کو تو وہ یہاں اسلام سیکھنے آئیں مگر حقیقت میں ہمیں کچھ سکھا گئیں اور ہمیں شرمسار بھی کر گئیں ہم تو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئیں اسلام ورثہ میں ملا اس کی قدر نہیں بلکہ نئی تہذیب کی جہالت سے ہم اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ خدانخواستہ اسلام کو آج کے دور میں نا قابل عمل سمجھ بیٹھے۔

نومسلموں کا معاملہ مختلف ہے ان میں سے جو لوگ سوچ سمجھ کر مسلمان ہوئے ہیں ان کی کایا

پلٹ جاتی ہے وہ اسلام پر اتنا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ خود کو آسانی سے بدل لیتے ہیں۔ جو اس پر قائم رہتے ہیں انہیں اسلام کے عادلانہ نظام میں ایسا سکون ملتا ہے جس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے حیرت اس بات پر ہے کہ جن کاموں کو ہم ناقابل سمجھتے ہیں انہیں کاموں کو وہ کر دکھاتے ہیں یہ تبدیلی صرف پختہ یقین وایمان سے ہی حاصل ہوتی ہے کسی نومسلم نے پیدائشی مسلمان سے کتنی سچی بات کہی تھی۔ کاش ہم بھی ایسے ہی پختہ یقین کے ساتھ پیدا ہوتے۔

مورگاہ کے ہردلعزیز ڈاکٹر جناب صغیر احمد راؤ آج سے چار سال قبل برطانیہ اور امریکہ تعلیم حاصل کرنے گئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنا کاروبار برطانیہ میں شروع کیا تو ایک آئرش خاتون ان کے کاروبار میں شریک ہوئیں اسلام سے تعارف عمران راؤ کے ذریعہ ہوا اسلام کی فطری کشش نے MARE کو اسلام کے مطالعہ پر راغب کیا انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو دل کا زنگ اترنے لگا۔ قرآن پڑھتی گئی اور اس کا ذہن بدلتا گیا تیسرا پارہ مکمل کیا تو اسلام لانے کا فیصلہ کر لیا نیک روحیں ہیں جو روشنی کی پہلی کرن پر ہی لبیک کہتی ہیں۔

MARE کا اسلامی نام مریم تجویز ہوا۔

مریم کا اسلام لانا آسان نہ تھا وہ ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں جو اپنے مذہب پر سختی سے پابند تھا اسلام لانے کے بعد مریم کے لئے اپنے رہن سہن کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا اور وہ بھی برطانیہ جیسے ملک میں بہت ہی مشکل تھا لیکن اللہ جسے توفیق دے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

مریم کی والدہ عیسائیت کی مبلغہ تھیں اس کے گھر ہفتہ وار مذہبی اجتماع ہوتے تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ ہوتی تھی ایسے پرجوش مذہبی گھرانے کی لڑکی کا اسلام لانا گھر والوں کو پسند نہ آیا انہوں نے اس واقعہ کو اپنی بے عزتی سمجھا۔ بالخصوص مریم کی والدہ تو بہت ناراض ہوئیں مریم نے سکارف (حجاب) پہننا شروع کیا تو ماں کی برداشت سے باہر ہو گیا مریم کے سر سے سکارف

زبردستی اتار لیا مریم کی چھوٹی بہن ماں کی دیکھا دیکھی بدتمیزی پر اتر آئی اس نے اعتراضات کرنے شروع کئے (نقل کفر کفر نہ باشد) کہنے لگی تم نے کس کا مذہب اختیار کیا ہے جس نے نو شادیاں کیں ۹ سالہ لڑکی سے بھی شادی کی۔

مریم اب بھی آئرلینڈ میں اپنی ماں کے پاس جاتی ہے تو پہلا دن خوشگوار گزرتا ہے۔ پھر اگلے دن تقاضا شروع ہو جاتا ہے۔ چلو چرچ چلیں دوبارہ عیسائی ہو جاؤ اصرار بے نتیجہ رہتا ہے۔ تو ماں بیٹی پر غصہ نکالتی رہتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے مریم کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کو حلال گوشت کھانا چاہیے۔ تو اس پر عمل شروع کیا ماں کو حلال گوشت کھانے پر بڑی مشکل سے راضی کیا۔

باپ حلال گوشت بازار سے لے آتا ہے اب عمران نے ہوٹل کھولا ہے۔ جہاں حلال گوشت استعمال ہوتا ہے۔ جون میں مریم کچھ عرصہ کیلئے پاکستان آئی مورگاہ میں ڈاکٹر راؤ کے گھر قیام کیا تو ساری کالونی کی خواتین کا مرکز بن گئی وہ اسلام سیکھنے آئی ہے یا ہمیں سکھانے آئی ہے۔ اس بات کا فیصلہ مشکل ہے ممکن ہے دونوں باتیں صحیح ہوں۔ مریم کو جہاں سے بھی اسلام کے حوالے سے کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو اس پر فوراً عمل کرتی ہے۔ کیسی خوش نصیب ہے آمنا و صدقنا کی تفسیر ہے۔ نہ کوئی تاویل نہ کوئی قدغن نہ کوئی حجت ادھر اسلامی تعلیم کا علم ہوا اور ادھر عمل شروع ہوا۔ سبحان اللہ

مورگاہ کی خواتین ڈاکٹر مسز فرحت کے اسلامی درس سے بہت متاثر ہیں۔ ڈاکٹر فرحت جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں ایک ادارہ چلا رہی ہیں۔ جو لڑکیوں اور خواتین کیلئے مخصوص ہے اس میں قرآن مجید کی تفسیر تجوید کے علاوہ حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مورگاہ سے بے شمار خواتین بڑے شوق سے شرکت کرتی ہیں۔ مریم نے بھی وہاں جانا شروع کیا ڈاکٹر فرحت کی رہنمائی میں مریم نے دین کو سمجھا ڈاکٹر صاحبہ نے ان کو پڑھنے کے لئے کتابیں دیں مریم کو اور

کیا چاہیے تھا مطالعہ کی بہت شوقین ہیں دن رات مطالعہ میں مصروف رہتی ہیں۔عربی سیکھنے کا شوق بھی ہے صحیح بخاری کا انگلش ترجمہ پڑھ رہی ہیں۔

اسلام لانے کے بعد مریم کس طرح بدل گئی اس کا اندازہ اس کے معمولات سے لگایا جا سکتا ہے۔مریم نے ٹی وی ایک سال سے نہیں دیکھا ہمارے گھروں میں ٹی وی دیکھتی ہے تو حیران ہو جاتی ہے۔نماز پانچوں وقت پڑھتی ہے۔عصر کی نماز کے بعد باقاعدگی سے والدین کے اسلام لانے کی دعا کرتی ہے۔نماز کی عادت ایسی راسخ ہو چکی ہے کہ مریم رات کو الارم لگا کر سوتی ہیں صحیح وقت پر آنکھ کھل جاتی ہے۔

مریم جون کے گرم مہینے میں پاکستان آئی اسے دھوپ بہت پسند ہے۔کبھی گرمی کی شکایت نہیں کی۔کہتی ہے کہ پاکستان بہت پسند آیا۔

مورگاہ میں مریم کی منگنی عمران کے ساتھ ہوگئی ہے عمران کے دادا بہت خوش ہیں۔مریم جوانی میں برطانیہ واپس چلی گئی اسے واپسی پر عمرہ کا شوق تھا۔مارچ میں عمران سے شادی ہوگی۔ انشاءاللہ (ہمیں خدا کیسے ملا ص۳۸۲)

میر یولا لیلیٰ زسینی (پولینڈ)

یہ مضمون دعوہ (اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) میں شائع ہوا ترجمہ طارق انیس صاحب کا ہے۔

میں پولینڈ کے ایک چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوئی والدین سادہ مزاج اور مذہبی قسم کے لوگ تھے جنہوں نے مقدور بھر میری بہتر پرورش کی میں ایک خاص مزاج کی حامل اوسط طبقے کی لڑکی تھی اور کیتھولک مذہب رکھنے والے لوگوں میں پلی بڑھی جو میرے مزاج سے تعلق نہ رکھتا تھا گھر کی مذہبی فضا کی وجہ سے مجھ پر چرچ جانا لازم تھا۔چنانچہ رواج کے مطابق میں ہر اتوار کو اور خصوصی ہر تقریبات پر چرچ جایا کرتی تھی جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری طبیعت ذرا مختلف قسم کی تھی کم میل جول رکھنے والی شرمیلی اور اداس قسم کی لڑکی تھی۔میں اپنے

لڑکپن کے سالوں میں عملی طور پر تنہا پسند تھی کوئی بوائے فرینڈ ہونا تو درکنار میری کوئی سہیلی نہ تھی بس میں تھی یا مذہب پر غور وفکر۔

زندگی یوں ہی بسر ہو رہی تھی کہ میں اپنے خاندان کے ہمراہ کینیڈا چلی آئی یہاں ایک نئی زندگی کا مشکل اور غیر متوقع ماحول میرا منتظر تھا مجھے ہر چیز آغاز سے سیکھنی تھی۔

کینیڈا میں فروکش ہونے کے بعد جلد ہی میری ملاقات ایک لبنانی طالب علم سے ہوئی جو اس وسیع ملک میں میری طرح نووارد تھا اس کی طبیعت بھی ذرا عام مزاج سے ہٹ کر تھی مجھے سب سے پہلے اسی نے اسلام کے متعلق آگاہ کیا جسے اس وقت تک میں ایک سنکی قسم کا مذہب خیال کرتی تھی۔

ہم ایک دوسرے سے مختلف نظریات کے باعث اکثر لمبی چوڑی گفتگو اور بحث کرتے اس سے قطعی مختلف نقطہ نظر رکھنے کے باوجود اس کا ایک جملہ کہ ''خدا صرف ایک ہے'' ہر وقت میرے کانوں میں گونجتا رہتا ہے تاہم مجھے پورا یقین تھا کہ ایسی سوچ رکھنے والا یقیناً پاگل ہے اور کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ دراصل میں ہی غلطی پر ہوں۔

جب سے میں اس لڑکے سے ملی تھی زندگی انتشار کا شکار ہو گئی تھی اس لئے نہیں کہ وہ مسلمان تھا بلکہ اس لئے کہ میں اب اس سوچ تلے پسی جا رہی تھی کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے اور کون غلط۔ تقریباً دو تین ماہ تک میں اسی ادھیڑ پن میں رہی تب ایک معجزہ ظہور میں آنا شروع ہوا کہ ایک دن میں گھر والوں کے ساتھ چرچ میں تھی تو یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے میں نے اپنے آپ سے کہا۔ کس قدر بے تکی بات ہے کہ یہ چرچ والے کہتے ہیں کہ خدا اور اس کا بیٹا اور روح القدس تینوں مل کر ایک بنتے ہیں اس احساس نے مجھے جھنجوڑ دیا اور میں سوچنے لگی کہ اگر خدا ایک ہے تو اس کے بیٹے اور روح القدس کا کیا مطلب ہے۔ مجھے تو مسلمان لبنانی نوجوان کی بات ہی درست نظر آ رہی ہے۔ کہ خدا ایک ہے اور اس

کا کوئی شریک نہیں جب سے میں نے اس حقیقت کو پایا تھا میں نے یہی چرچ میں کسی سے کوئی بات کی ہو کچھ عرصے کے بعد میرے والدین کو احساس ہو گیا کہ میں نے چرچ میں جانا چھوڑ دیا وہ جان گئے۔ یقیناً کوئی گڑبڑ ہے میں نے خفیہ طور پر پولینڈ سے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا نماز سیکھی اور چپکے چپکے روزہ رکھا کہ کوئی نہ جان سکا والدین کو خوش رکھنے کے لئے میں دکھاوے کے طور پر کبھی کبھی چرچ بھی چلی جایا کرتی تھی میرے لئے قرآن کریم کا مطالعہ ایک مسرور کن تجربہ تھا۔ رات کو جب سب لوگ سو جاتے تو میں قرآن کریم کا مطالعہ شروع کر دیتی۔ میں اسے پڑھتی جاتی آنکھیں برستی رہتیں اور منہ پر تکیہ رکھ کر روتی رہتی۔

یہ فیصلہ کرنے میں مجھے ایک سال لگا اس دوران میں نے نماز ادا کرنی اور روزہ رکھنا سیکھا اب میری زندگی سراپا مسرت تھی۔ تقریباً دو سال اسی طرح گزرے اب میں مکمل طور پر مسلمان ہو چکی تھی۔ اور اہل خاندان اور میرے درمیان ایک دیوار حائل ہو چکی تھی۔ صرف والد میرے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں بدستور ان کی بیٹی ہوں اور باپ کی حیثیت سے وہ اب بھی مجھے چاہتے ہیں۔ تب سے میں الگ رہ رہی ہوں زندگی کے ہر دن کے لئے اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے ایمان کی دولت سے نوازا ہے میری دعا ہے کہ ایمان کی روشنی ان سب لوگوں تک پہنچاؤں جو اب بھی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں جن میں کبھی میں بھی ان کی ہم سفر تھی۔ (حوالہ مذکور ص ۳۶۹)

محترمہ ڈاکٹر ماریہ (امریکہ)

ذیل کا مضمون سہ روزہ ''دعوت'' دہلی شمارہ ۱۰ فروری ۱۹۹۸ میں شائع ہوا تھا جس کا ترجمہ مقبول احمد ندوی کا ہے۔

امریکہ کی اس نوجوان لیڈی ڈاکٹر نے ترجمہ قرآن پاک کا ناقدانہ نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ دوران مطالعہ اس کے اندر (مغرب کی مذعومہ) غلطیاں ڈھونڈتی تھی لیکن اس وقت اس کی

حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس لازوال کتاب میں ہر اس سوال کا جواب مل گیا جو بچپن ہی سے اس کے دل و دماغ میں گردش کیا کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ بعد ہی اس نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا اور اب اس کا اسلامی نام ماریہ ہے۔

۲۵ سال کی جوان سال امریکن ڈاکٹر اپنی سرگزشت آپ ہی بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ امریکہ کے صوبے کلیولینڈ میں میری پرورش ایک مذہبی کیتھولک گھرانے میں ہوئی۔ علم النفس میں میں نے بی اے کی ڈگری حاصل کی اس کے بعد میں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا جہاں اس وقت ایم اے کا مقالہ تیار کر رہی ہوں میں اپنے عقائد و نظریات و خیالات سے مطمئن نہیں تھی مجھے ایک مبہم سا انجانا کرب و اضطراب ستاتا رہتا تھا۔ اور تثلیث کی ماہیت و حقیقت کے متعلق میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھتے رہتے۔ مزید برآں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ اور تھوڑکس فرقوں میں بٹ کر مسیحیت کا تصور کیوں مختلف ہو جاتا ہے اور ہر ایک کے اندر اس کا ایک خاص مفہوم کیوں متعین ہو جاتا ہے میرا ایمان تو صرف ایک خدا پر تھا میں غلطی اور سچائی اور حق و ناحق کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی مگر اسلام کے متعلق سنجیدگی سے اس زاویہ نظر سے کبھی نہ سوچا کہ یہ بھی کوئی قابل قبول اور قابل تقلید مذہب ہے۔ اسلام کے متعلق میرا جو کچھ تصور تھا وہ صرف یہ تھا کہ دہشت گردی و تشدد پسندی، انتہا پسندی و بنیاد پرستی کا دین ہے اور یہ کہ مسلمان قتل و خونریزی اور ظلم و سفاکی خوگر ایک وحشی قوم ہے۔

محترمہ ماریہ مزید کہتی ہیں میرے قبول اسلام کی کہانی اس وقت شروع ہوئی جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ترجمہ قرآن پاک کا تنقیدی نگاہ سے مطالعہ شروع کیا تا کہ مجھے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ حق ہے یا باطل۔ لیکن اس وقت میں حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات میں ڈوب گئی کہ جب میں نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ تو نہایت واضح، روشن اور

صاف ستھرا ہے اور اس کے اندر جو خدا کا تصور ہے وہ بھی بے غبار ہے یعنی معبود صرف ایک ہے۔ مطالعہ کے بعد مجھے ایک طرح کی ذہنی آسودگی اور قلبی اطمینان وسکون حاصل ہوا اور جو سوالات میرے حاشیہ ذہن میں گردش کر رہے تھے قرآن مجید میں مجھے ہر ایک کا تسلی بخش جواب مل گیا اس کے بعد میں نے قرآن پاک اور دیگر اسلامی موضوعات کے مطالعہ کو اپنا محبوب مشغلہ بنالیا اور اسلام کو گہرائی سے سمجھنے کے لئے خوب اچھی طرح مطالعہ کیا۔

اسلام نے صنفِ نازک کو جو مقام ومرتبہ دیا اس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا جبکہ امریکہ میں اپنے حقوق کی بازیابی اور برابری کی مطالعے کی تاریخ چند سالوں سے زیادہ نہیں۔

اس کے بعد دوسرا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ مسلم مردوں، عورتوں اور ان کی عائلی وخانگی زندگی کا تجزیہ شروع کیا اور حسن اتفاق سے میری ملاقات بعض دیندار اور شریف مسلم گھرانوں سے ہوگئی۔ ان کے طریقہ زندگی، طرز معاشرت، خانگی ادب، بچوں کی نگہداشت اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت کا برتاؤ دیکھ کر میں مسحور ہو کر رہ گئی میں نے دیکھا میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے سے پیار محبت کا معاملہ کرتے ہیں۔

اسلام میں عورتوں کے ساتھ جو احکام مخصوص ہیں ان میں کون سا حکم ان کو پسند آیا۔ حجاب کیونکہ مجھے مکمل یقین اور اطمینان ہے کہ عورت کا اپنے جسم کو مستور کرنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ مردوں سے کم تر ہے بلکہ اس کے تحفظ احترام واکرام کا خاص حق ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے سب سے زیادہ جو ضروری امر ہے کہ ہم انہیں اسلام کے ہر زاویے سے تعارف کرائیں اور انہیں بتائیں کہ اسلام ایک مکمل ہمہ گیر نظامِ حیات ہے ہمیں چاہیے کہ ہم عملی طور پر اخلاص کے ساتھ قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کریں اور اپنی معاشرت اور خاندانی زندگی کو اسلامی اصولوں پر استوار کریں۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۳۷۶)

محترمہ مریم جمیلہ (امریکہ)

محترمہ مریم جمیلہ نیویارک (امریکہ) کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں قبول اسلام سے قبل ہی وہ عام امریکی یہودی خواتین کی ڈگر سے ہٹ کر پاکیزہ طور واطوار اور باوقار زندگی کی حامل تھیں مسلمان ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں اسلام کی خدمت میں زبردست کوششیں کیں ان کی کئی کتابیں مشہور ہیں جن میں ''اسلام اینڈ ماڈرنزم اور'' اسلام اینڈ تھیوری اینڈ پریکٹس'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بچپن میں موسیقی کے شوق نے انہیں عربی موسیقی کے ریکارڈ اکٹھے کرتیں اور انہیں سن کر ان کو انتہائی سکون ملتا ان ریکارڈ میں سے ایک میں سورہ مریم کی تلاوت بھی تھی۔ اس تلاوت کو سن کر وہ جھوم اٹھتیں نہ وہ عربی گانوں کو سمجھ سکتی تھیں اور نہ ہی قرآن کریم کو۔ لیکن اس کے باوجود وہ ان کو سن کر قلبی سکون محسوس کرتیں۔

اسی شوق نے انہیں قرآن حکیم کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا انہیں جارج سیل کا ترجمہ قرآن ملا انہوں نے اس ترجمہ کو پڑھا لیکن اس کے مسلسل مطالعہ کے باوجود کچھ سمجھ نہ سکیں اس کے بعد انہیں خوش قسمتی سے انہیں محمد مارماڈیوک پکتھال کا ترجمہ قرآن مل گیا اس ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے متعلق ان کے جو تاثرات تھے انہیں وہ خود یوں بیان کرتی ہیں۔

جوں ہی میں نے اس کتاب کو کھولا ایک زبردست انکشاف نے میرا استقبال کیا زبان کا حسن اور بیان کی فصاحت مجھے اپنے ساتھ بہا لے گئی دیباچہ کے پہلے ہی پیرائے میں مترجم نے بہت خوبصورت طریقے سے وضاحت کی ہے کہ یہ قرآنی مفاہم کو جیسے کو عام مسلمان اسے کہتے ہیں انگریزی زبان میں پیش کرنے کی ایک اور کوشش کی ہے اور جو شخص قرآن پر یقین نہیں رکھتا اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کرسکتا میں فوراً سمجھ گئی کہ جارج سیل کا ترجمہ قرآن ناگوار کیوں تھا۔ دراصل جارج سیل اٹھارہویں صدی کا عیسائی عالم اور مبلغ تھا مگر سخت

متعصب اور تنگ نظر۔ اس کے ترجمے کی زبان سے منطبق ہے اور حاشیے بلا ضرورت، سیاق و سباق سے ہٹ کر بیضاوی اور زمخشری کے حوالے دیئے گئے تاکہ عیسوی نقطہ نظر سے انہیں غلط ثابت کیا جا سکے۔

قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد مریم جمیلہ نے کتب احادیث خصوصاً مشکوٰۃ المصابیح کا تفصیلی مطالعہ کیا اس کے مطالعہ سے وہ جس نتیجے پر پہنچیں ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہتی ہیں مشکوٰۃ کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت پر ذرہ برابر شبہ نہ رہا کہ قرآن حکیم وحی الٰہی ہے۔ اس بات نے اس امر کو تقویت دی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کاوش کا نتیجہ نہیں یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ قرآن زندگی کے بارے میں تمام بنیادی سوالات کا ایک ایسا مسکت، ٹھوس اور اطمینان بخش جواب دیتا ہے جس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔

محترمہ مریم جمیلہ نے برسوں کے مطالعہ کے بعد اور اسلام کے عقائد، عبادات اور دیگر تعلیمات کو پوری طرح پڑھ کر اور دیگر ادیان کی تعلیمات سے ان کو موازنہ کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

وہ لوگ جنہوں نے یورپ اور امریکہ میں آنکھ کھولی عیسائیوں اور یہودی خاندانوں میں پروان چڑھے اسلام کے متعلق انہیں بچپن سے یہ تصور دیا گیا کہ دنیا کی ہر برائی اسلام میں موجود ہے۔ اسلام عیسائیت اور یہودیت کی بگڑی ہوئی شکل کے سوا کچھ نہیں اور یہ دین پیروکاروں کو درندوں سے بھی بدتر بنا دیا جاتا ہے ایسے لوگ کیسے مسلمان ہوئے ایک نہیں ہزاروں اور یہ عمل جاری ہے۔ اس دشمن ماحول میں اسلام قبول کرنے والوں میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ عیسائیت اور یہودیت کے کٹر پیروکار بھی ہیں اور ملحد بھی سائنس کی دنیا کی عالمی شہرت یافتہ لوگ بھی ہیں اور علم و حکمت کے شناور بھی۔ سیاستدان بھی ہیں اور دفاعی افواج سے تعلق رکھنے والے بھی۔

ایسے خوش نصیبوں کی تعداد بہت ہے ان کے حالات پر کئی مسلمان مؤلفین نے کتابیں تالیف

کیں ہیں ہم نے ان میں سے چند ایک کے نام اور ان کا مختصر تعارف صرف نمونے کے لئے پیش کیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ انہی لوگوں کا ذکر کیا جائے۔ جنہوں نے اسلامی ادب کے وسیع مطالعہ کے بعد اسلام قبول کیا ہو۔ کیونکہ ہماری بحث ان لوگوں سے ہے۔ جو لوگ مغرب کی سرزمین پر بیٹھ کر اسلام کے مطالعہ کی طرف مائل ہوئے بلکہ ان میں سے اکثر اسلام کے مطالعہ سے پہلے دیگر ادیان مشرق کی کتابوں کا مطالہ کیا تو اس وقت ان لوگوں کا ذہن کچھ اور تھا لیکن اسلام کے مطالعہ کے بعد کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا ہے تو اب وہ ملت اسلامیہ کے جزو لانیفک ہیں۔

اسلام کی دہلیز پر جبین فرمائی کرنے والوں میں صرف اہل مغرب ہی نہیں بلکہ مشرقی اقوام کے مذاہب بھی بدھ مت، ہندومت اور سکھ مذہب کے پیروکاروں نے بھی مسلسل مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مغربی اقوام صدیوں سے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں انہوں نے اپنے بے پناہ وسائل کو اس مکروہ مقصد کے لئے استعمال کیا ہے لیکن ان کی ان مساعی کے باوجود ان کے اپنے ہم مذہب اور ان کی اپنے اقوام کے لوگ دھڑا دھڑ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ قرآن کی ان تعلیمات کو میرے سامنے مزید واضح اور روشن، حدیث اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ نے کیا۔ میں نے دیکھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا ایک ایک پہلو مثالی ہے۔ ایک نوجوان کی حیثیت سے ایک باپ کی حیثیت سے، ایک پڑوسی، ایک تاجر، ایک مبلغ، ایک دوست، ایک سپاہی اور ایک فوجی جرنیل کے اعتبار سے ایک فاتح، ایک منصف، ایک قانون ساز، ایک جج اور ایک حکمران اور سب سے بڑھ کر اللہ کے ایک عاشق صادق کے لحاظ سے وہ خدا کی کتاب کے ہو بہو مثال تھے۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیات کی تفصیل نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے اور سارا وقت اللہ اور اس

کی مخلوق کے لئے وقف رکھتے ان کا اپنی بیویوں سے سلوک نہایت مثالی اور نمونہ تھا، انصاف اور عدل اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ان کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے جائز ضرورت کے تحت ایک غلام کے لئے درخواست کی تو اسے تقویٰ کی تلقین کی اور اپنے کنبے پر دیگر مسلمانوں کی ضرورتوں کو ترجیح دی۔

پیغمبر اسلام نے زندگی کا مقصد عیش پسندی نہیں بلکہ کامیابی قرار دیا۔ چنانچہ آپ کی تعلیم کے مطابق جو شخص آخرت کی کامیابی کے لئے نیک ارادہ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اسے جذباتی سکون کے نتیجے میں خوشی اور مسرت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے جو ہزار مادی عیش پرستی کے بعد بھی نہیں ملتی۔

قرآن اور حدیث کے علاوہ میں نے اسلام پر متعدد دوسرے تراجم پڑھے بلکہ کتاب، الهدایة جو اسلامی فقہ کی تشریح ہے امام غزالی کی احیاء العلوم کے جستہ جستہ حصے، مقدمہ ابن خلدون اور علامہ اقبال کی نظمیں اور محمد اسد کی خودنوشت ''روڈ ٹو مکہ'' مؤخر الذکر نے میرے احساسات کو فیصلہ کن مرحلے تک پہنچانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ آسٹریلیا کے ایک یہودی نے مغربی تہذیب کی کھوکھلی اقدار کو کس قدر ٹھکرایا اور اسلام میں اس کو کس طرح اپنی تشنگی کا سامان ملا۔

مطالعہ اور جستجو کا سلسلہ جاری تھا کہ میری اعصابی حالت خراب ہونی شروع ہو گئی میں صاحب فراش ہو گئی اور مکمل طور پر ناکارہ ہو گئی ہر علاج آزمایا گیا ایک سال تک نفسیاتی اور طبی دونوں طرح کا معالجہ ہوا مگر بے سود، دوسرے سال صرف نفسیاتی علاج پر اکتفا کیا گیا مگر مرض بڑھتا ہی گیا بالآخر مجھے دماغی امراض کے ایک شفاخانے میں داخل کرا دیا گیا جہاں مجھے دو سال سے زیادہ عرصہ قیام کرنا پڑا میری بیماری نے ڈاکٹروں کو بالکل عاجز کر دیا اور ایک مرحلے پر آ کر انہوں نے تشخیص و معائنہ بند کر دیا۔ مختصر یہ کہ میں اس وقت طبی نقطۂ نظر سے لاعلاج ہو

چکی تھی۔ مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد میں معجزانہ طور پر شفایاب ہونے لگی میری شفایابی کو طبی علاج معالجے کا مرہون منت قرار نہیں دیا جا سکتا نہ میری قوت ارادی بہت طاقتور ہو گئی تھی۔ میرا صحت یاب ہونا صرف اور صرف اللہ کے کرم کا نتیجہ تھا اب میں نے اپنے والدین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مجھے ہسپتال سے واپس لے جانے کا بندوبست کریں اور اس کے بعد میں گھر آ گئی تو میں نے تہیہ کر لیا کہ اب اسلام کے اثرات اپنی زندگی پر غالب کروں گی۔ ابتداء میں میں نے اپنے طور پر نیویارک کے اسلامی مرکز میں مسلمانوں سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کی راہیں پیدا کیں اسلامی مرکز کی مسجد میں میں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا اور اس مشاہدے نے میرے اس یقین کو پختہ کر دیا کہ صرف اسلام ہی آسمانی مذہب ہے۔

میں اس حتمی نتیجے تک پہنچ گئی کہ اسلام بہر صورت دین حق ہے اور اسلام ہی دور حاضر کی تہذیب کا مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے کی صلاحیت موجود ہے۔ میں نے جو نئے نظریات اپنائے تھے ان کے اظہار کے لئے مضامین لکھنے شروع کئے یہ مضامین بے شمار ملکوں کے انگریزی جرائد میں شائع ہوئے بہر حال میرے مضامین کی اشاعت نے دنیا کے ہر حصے کے مسلمان راہنماؤں سے مراسلت اور خط و کتابت کی۔ انہی مراسلات میں مولانا مودودی بھی شامل تھے انہوں نے میرے ایک خط کے جواب میں لکھا۔

آپ کی ذہنی پریشانیوں اور صدمات کی سرگذشت میں میرے لئے کوئی غیر متوقع نہیں جس سوسائٹی میں آپ رہ رہی ہیں۔ وہ آپ کو اس عورت کی حیثیت سے کبھی قبول نہیں کر سکتی جو حقیقت آپ کے پیش نظر ہے۔ وہاں تو آپ کی ہر خوبی کو خامی ہی تصور کیا جائے گا۔ اس مکتوب میں مولانا نے فرمایا۔

اگر آپ پاکستان آ جائیں تو یہاں آپ اپنے آپ کو بہت سے ہم خیال لوگوں کے درمیان محسوس کریں گے علاوہ ازیں یہاں لاہور میں بعض صالح نوجوان بھی مل سکتے ہیں۔ جنہیں

آپ دائمی رفیق حیات بنا سکتی ہیں۔ آپ یقیناً کسی مغرب زدہ اعتدال پسند سے شادی کرنا پسند نہیں کریں گی بلکہ آپ کو حقیقی مسرت کسی مسلمان نوجوان کو رفیق حیات بنانے سے ہی حاصل ہو گی میں امید کروں گا کہ آپ اپنے والدین پر یہ واضح کر دیں گی کیونکہ آپ کے لئے امریکہ میں قیام کرنا اب دشوار ہے۔ آپ یہاں پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کر لیں گی۔ اگر آپ اور آپ کے والدین مجھ پر اعتماد کریں تو انشاء اللہ آپ کے اس اعتماد کو کبھی دھچکا نہیں لگے گا۔

میں نے مولانا کو یہ جواب دیا یہ خدا کا کرم ہے کہ آپ میری دستگیری فرما رہے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اب میں تنہا نہیں ہوں میں آپ کی پیشکش قبول کرتی ہوں اور آپ کی شکر گزار ہوں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

میں سمندری جہاز پر بیٹھی۔ جدہ میں میرے مسلمان بھائیوں نے جو حسن سلوک کیا وہ باعث صد مسرت اور اطمینان تھا جب میں کراچی پہنچی تو وہاں مولانا کے معتقدین اور احباب نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا چند روز بعد بذریعہ طیارہ کراچی سے لاہور آ گئی اور مولانا کے گھر قیام کیا مولانا کی بچیاں میری ہم عمر تھیں کچھ عرصہ کے بعد میرا نکاح جماعت اسلامی کے ایک سرگرم اور مخلص رکن محمد یوسف خان کے ساتھ ہو گیا خان صاحب پہلے ہی شادی شدہ تھے اور عیال دار تھے لیکن میں نے اس رشتے کو بخوشی قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں اپنے گھر میں مسرت و سکون کی زندگی گزار رہی ہوں اور آج تک کسی الجھن یا پریشانی کا شکار نہیں ہوئی۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۳۸۹)

ڈاکٹر ثریا کملا (بھارت)

ڈاکٹر ثریا کملا (خاندانی نام ڈاکٹر کملا داس) ناول نگار ہیں۔ ڈاکٹر ثریا کملا جنوبی بھارت کے صوبہ کیرالا کے ایک علاقے پنا پور کلم ضلع تھریسر میں پیدا ہوئیں ڈاکٹر کملا کا تعلق ایک ہندو گھرانے سے ہے ڈاکٹر ثریا بیک وقت افسانہ نویس بھی ہیں اور شاعرہ بھی اور مختلف زبانوں

کی ماہر بھی ہیں۔انہیں بیک وقت کئی ایوارڈ ملے ان غیر معمولی علمی ، ادبی ، تخلیقی، تحقیقی صلاحیتوں کے ساتھ اس مشہور اور معروف خاتون نے ۱۲ دسمبر ۱۹۹۹ کو کیرالہ کے شہر کوچین میں ایک علمی وادبی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے برصغیر کے سیاسی ، مذہبی اور علمی حلقوں میں اس انکشاف سے سنسنی پھیلادی۔ دنیا سن لے کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔اسلام جو محبت اور امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام جو مکمل ضابطہ ءحیات ہے اور میں نے یہ فیصلہ جذباتی یا ہنگامی بنیادوں پر نہیں کیا۔اس کے لئے میں نے ایک عرصے تک نہایت توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ گہرا مطالعہ کیا ہے اور میں آخر کار اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ اسلام عورت کو احساس تحفظ عطا کرتا ہے اور میں اس کی بڑی ضرورت محسوس کرتی ہوں۔اس کا ایک روشن ترین پہلو یہ بھی ہے کہ اب مجھے بے شمار خداؤں کے بجائے ایک اور صرف ایک کی پرستش کرنی ہوگی۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے مسلمانوں کا مقدس ترین مہینہ اور میں خوش ہوں کہ اس مقدس ترین مہینے میں اپنے عقائد میں انقلابی تبدیلیاں لا رہی ہوں اور بقائی ہوش وحواس کے ساتھ اعلان کرتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ماضی میں میرا کوئی عقیدہ نہ تھا بت پرستی سے بددل ہوکر میں نے دہریت اختیار کرلی تھی لیکن اب میں اعلان کرتی ہوں کہ میں خدائے واحد کی پرستار ہوں گی اور بلاامتیاز مذہب وملت اس کے سارے بندوں سے محبت کرتی رہوں گی۔

بعد میں ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں انہوں نے وضاحت کی کہ میں نے کسی دباؤ کے تحت اسلام قبول نہیں کیا یہ میرا آزادانہ فیصلہ ہے اور میں اس پر کسی تنقید کی کوئی پرواہ نہیں کرتی۔

میں نے فوری طور پر گھر سے بتوں اور مورتیوں کو ہٹا دیا ہے اور یوں محسوس کرتی ہوں جیسے مجھے نیا جنم ملا ہے۔ٹائمز آف انڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے ۵ دسمبر ۱۹۹۹ کو ڈاکٹر ثریا کملا نے کہا اسلامی تعلیمات میں برقعے نے مجھے بہت متاثر کیا یعنی وہ لباس جو مسلمان خواتین عموماً پہنتی

ہیں حقیقت یہ کہ برقعہ بڑا ہی زبردست لباس اور غیر معمولی چیز ہے۔ یہ عورت کو مرد کی جمتی ہوئی نظروں سے محفوظ رکھتا ہے اور ایک خاص قسم کا احساس تحفظ فراہم کرتا ہے۔ انہوں نے مزید وضاحت کی کہ آپ کو میری یہ بات بڑی عجیب محسوس ہوگی کہ میں نام نہاد آزادی سے تنگ آگئی ہوں مجھے عورتوں کے ننگے منہ اور آزادانہ چلت پھرت ذرہ بھی پسند نہیں میں چاہتی ہوں کہ کوئی مرد میری طرف گھور کر نہ دیکھے اسی لئے یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ میں گذشتہ چوبیس سال سے وقتاً فوقتاً برقع اوڑھ رہی ہوں۔ شاپنگ کے لئے جاتے ہوئے یا ثقافتی پروگراموں میں شرکت کرتے ہوئے کہ حتیٰ کہ بیرون ملک سفروں میں میں اکثر برقع پہن لیا کرتی تھی اور ایک خاص قسم کے احساس تحفظ سے لطف اندوز ہوتی تھی میں نے دیکھا پردہ دار عورتوں کا احترام کیا جاتا ہے اور انہیں بلاوجہ کوئی بھی پریشان نہیں کرتا۔

ڈاکٹر ثریا نے مزید کہا کہ اسلام نے عورتوں کو مختلف حوالوں سے بہت سی آزادیاں دے رکھی ہیں ان کی مساوات کا وہ اہتمام نہیں کیا جو اسلام نے کیا ہے اسے مردوں کے مساوی حقوق سے نوازا ہے۔ ماں، بہن، بیٹی، بیوی غرض اس کا ہر رشتہ باوقار اور لائق احترام ہے۔ اسے باپ، خاوند اور بیٹوں کی جائیداد میں حصہ دار بنایا گیا ہے۔ گھر میں وہ خاوند کی نائب اور قائم مقام ہے۔ جہاں تک خاوند کی اطاعت کا تعلق ہے یہ گھر کے تمام نظام کو بہتر رکھنے کے لئے ضروری ہے اور میں اسے نہ غلامی سمجھتی ہوں اور نہ آزادی کے تقاضوں کی خلاف ورزی خیال کرتی ہوں۔ غرض اسلام اور صرف اسلام عورت کے وقار مقام و مرتبے کا لحاظ کرتا ہے۔

ڈاکٹر ثریا کملا کو اسلام قبول کرنے کے لئے ستائیس برس تک انتظار کرنا پڑا وہ ستر کی دہائی میں اسلام سے متاثر ہوئیں اور اس حوالے سے اپنے شوہر سے گفتگو کرتی رہیں۔ جنہوں نے جواب میں اعتراض یا مخالفت کا انداز اختیار نہیں کیا بلکہ مشورہ دیا کہ کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے انہیں اسلام کے بارے میں وسیع مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان کے تینوں بیٹوں کا رویہ بھی مثبت رہا

چنانچہ جب ان کی والدہ نے قبول اسلام کا اعلان کیا تو تینوں بیٹے گوچین پہنچ گئے۔ تینوں بیٹوں کا ردعمل یہ تھا ہمیں اپنی والدہ کے فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں۔ وہ ہماری ماں ہیں خواہ وہ ہندو ہوں، عیسائی ہوں یا مسلمان ہم ہر حال میں ان کا ساتھ دیں گے اور ان کے احترام میں کوئی کمی نہیں آنے دیں گے۔ ڈاکٹر ثریا نے انکشاف کیا میرے بیٹوں نے کہہ دیا ہے کہ اگر آپ خوش ہیں تو ہم بھی اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہندوؤں کی طرف سے دھمکیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا محترمہ کے بیٹے ایم ڈی فلاٹیڈ نے بتایا ہم نے اس ضمن میں بے شمار فون سنے ہیں لیکن ثریا جواب میں پرسکون تھیں میں نے سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ وہی ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔ انہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے مبارک بادی کے پیغام وصول ہو رہے ہیں اور وہ انتہائی محبت اور خلوص کے ساتھ گرمجوشی سے انہیں اپنی حمایت کا یقین دلا رہے ہیں اور میری آرزو ہے کہ میں بہت جلد مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر اختیار کروں اور وہاں کی مقدس مٹی کو بوسہ دوں۔

محترمہ سارہ جوزف (انگلینڈ)

محترمہ سارہ جوزف انگلینڈ کی ایک نامور اور مشہور صحافی خاتون ہیں اور مسلم یوتھ میگزین کی ایڈیٹر ہیں۔ قبول اسلام کے بعد ان کے فکر انگیز تاثرات لندن کے مشہور جریدے ''امپیکٹ'' میں شائع ہوئے جہاں محمد حنیف شاہد صاحب نے اپنی کتاب میں شامل کیے ہیں ان کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

یوں تو میں اسلام سے بحیثیت مجموعی بہت متاثر ہوں اور یہی تاثر مجھے اس کے زیر سایہ لے آیا ہے لیکن ایک عورت کی حیثیت سے میں حضرت خدیجہؓ، عائشہ، سمیہ اور نوسیبہ جیسی خواتین کو خراج عقیدت پیش کرتی ہوں۔ جو ایک خداترس معاشرہ تشکیل دینے اور عدل وانصاف پر مبنی ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش باطل کی قوتوں سے

برسر پیکار رہیں۔ اس طرح مدینہ کے مرد اور خواتین نے اللہ کے دین کے فروغ اور استحکام کے لئے باہم مل کر جدوجہد کی۔ میں ایسی ہی برطانوی خاتون کی حیثیت سے اپنے تاثرات قلم بند کر رہی ہوں جو اپنے خاندان یا والدین کے حوالے سے اسلام سے متعارف نہیں ہوئی بلکہ جس کا تعلق دوسری دنیا سے ہے۔ بلکہ موزوں ترین الفاظ میں کہہ سکتے ہیں میرا تعلق ''فرعون'' کے گھر سے ہے۔ جس طرح فرعون کے گھر میں ایک خداشناس خاتون بھی تھی اور ایک بچہ بھی۔ جو بعد میں موسیٰ کے نام سے اللہ کے پیغام کا علمبردار بنا اور جادوگر بھی جنہوں نے فرعون کے عتاب اور عذاب کا مقابلہ کر لیا لیکن حق کو مسترد کرنے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح آپ یورپ کے ایوانوں میں میری طرح بے شمار لوگ ہیں جو عہد حاضر میں فرعونیت کا انکار کر رہے ہیں۔ سختیاں جھیل رہے ہیں لیکن راہ حق پر مستقل مزاجی سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہاں ان گنت افراد ایسے بھی ہیں جن تک اگر حکمت اور سلیقے کے ساتھ اسلام کی دعوت پہنچائی جائے تو وہ اسے قبول کرنے سے دریغ نہیں کریں گے لیکن افسوس کہ حق ان سے چھپایا گیا ہے اور افسوسناک حرکت یورپ کے میڈیا نے نہیں کہ بلکہ خود مسلمانوں نے انجام دی ہیں کاش کہ وہ اس کا احساس کریں۔

چنانچہ تبلیغ دین پر مسلمانوں کا فرض ہے اور قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے اور پیغمبر اسلام نے اس کی غیر معمولی تاکید فرمائی اور حضور نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے ایک سرحد ہے جس کی اسے لازماً حفاظت کرنی چاہیے اور میرے نزدیک دعوت اور تبلیغ یورپ میں رہنے والے ہر مسلمان کے لئے گویا ایک سرحد ہے۔ جس کی حفاظت کرنا اس کے لئے لازم ہے۔ یہ ہمارا بنیادی فریضہ ہے۔ چنانچہ میرے نزدیک جو لوگ اٹھتے بیٹھتے یورپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور اسلام بمقابلہ مغرب کا نعرہ لگاتے ہیں وہ یورپ میں اسلام کی منزل کھوٹی کرتے ہیں۔ وہ بلا امتیاز سارے یورپ کو اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں اور یہ نعرے اہل یورپ کے دلوں میں نفرت اور

بیزاری پیدا کرتے ہیں۔ وہ بجا طور پر جواب دیتے ہیں کہ جب ہم سے برملا نفرت کی جاتی ہے تو ہم اسلام کیوں قبول کریں ان لوگوں کا مذہب کیوں اختیار کریں جو ہم سے بیزار اور متنفر ہیں۔ چنانچہ یقین کیجئے کہ اگر اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے متذکرہ نوعیت کے نعرے سنے ہوتے اس طرح کی تحریروں سے متعارف ہوتی تو کبھی مسلمان نہ ہوتی لیکن الحمدللہ میں نے نسلی مسلمانوں کے کردار کو نہیں دیکھا بلکہ براہ راست قرآن وسنت کا مطالعہ کیا اور اسلام کے اعجاز نے مجھے اپنا فریفتہ بنالیا اور یہ صرف میرا ہی احساس نہیں مجھے بہت سے نومسلموں سے ملنے کا موقع ملا اور ان سب کی یہی رائے ہے کہ ہم مسلمانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کو دیکھکر مسلمان ہوئے ہیں۔ یہ دردناک منظر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار اور عمل سے کتنا مختلف ہے کہ ان گنت آپ کے پاکیزہ اور مثالی کردار سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ (تلخیص ہمیں خدا کیسے ملا ص ۲۱۰)

محترمہ سنا (مصر)

ذیل کا مضمون عربی مجلّہ ''الفیصل'' میں شائع ہوا جسے خالد محمود ترمذی نے اردو میں ترجمہ کیا اور ہفت روزہ ''ایشیا'' لاہور ۲ اپریل ۱۹۹۸ میں شائع ہوا۔ میں مترجم موصوف اور ایشیا کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کرتا ہوں۔

انسان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے راہ ہدایت اور ایمان کی دولت سے نوازے۔ ایمان ایسی لازوال نعمت ہے جس کی ابدی حلاوت اسی کو نصیب ہوتی ہے جسے خدا چاہے اور مجھ سے زیادہ خوش بخت اور سعید اور کون ہوگا جسے اللہ کریم نے صراطِ مستقیم یعنی اسلام اور ایمان کی راہ بتائی اور ضلالت وجہالت کی گمراہی سے جہالت اور دوزخ کی آگ سے نجات دی ان کلمات تشکر کے ساتھ نومسلمہ ''سنا'' کفر و شرک کی ضلالت چھوڑ کر اپنے قبول اسلام کا واقعہ بڑے پرجوش انداز میں بیان کرتی ہیں۔

سنا۔ مصر کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئی ہر عیسائی کی طرح ہر اتوار کو اپنے والدین کے ساتھ گرجا جانا اس کا معمول تھا وہاں پادری کے ہاتھ چومتی اور سب کے ساتھ مل کر یسوع مسیح کی حمد میں ترانے گاتی۔ سنا پادری کے وعظ کو دوسرے بچوں کی طرح دھیان سے سنتی اور پھر جیسے ہی گرجا سے نکلتی اپنی مسلمان سہیلی حنا کے ساتھ کھیلنے کے لئے دوڑ پڑتی۔

سنساء جب ذرا بڑی ہوئی تو سکول میں داخل کرادی گئی جہاں اس کا واسطہ کئی مسلمان لڑکیوں سے پڑا جو پادری کے وعظ سے برعکس اس کے ساتھ بہنوں جیسا سلوک کرتیں اور اسے کبھی یہ احساس نہ ہونے دیتیں کہ وہ ایک غیر مسلم ہے۔ یہاں ان کے محبت ومودت اور انس بھرے سلوک نے اس کی آنکھیں کھول دیں اسی اثنا میں سنا کی عزیز ترین سہیلی حنا کے والد کا تبادلہ قاہرہ میں ہوگیا اور وہ قاہرہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ جس دن حنا نے قاہرہ جانا تھا دونوں سہیلیاں جدائی کے غم میں آپس میں مل کر خوب روئیں پھر اپنی دوستی کی یادگار کے طور پر دونوں نے تحائف کا تبادلہ کیا۔ حنا نے ایک خوبصورت ڈبے میں بڑے سلیقے اور احترام کے ساتھ قرآن پاک کا تحفہ سنا پیش کیا۔ سنا نے اسے عقیدت اور محبت کیساتھ اس انمول تحفے کو بوسہ دیا اور حنا کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ظاہر ہے اسے یہ تحفہ اپنے خاندان کی نظروں سے چھپا کر رکھنا تھا۔

حنا کے قاہرہ چلے جانے کے بعد یہی تحفہ اس کا واحد سہارا تھا جونہی پڑوس کی مسجد سے مسلمانوں کو نماز کی دعوت دینے کے لئے اذان کی آواز گونجتی۔ سنا قرآن نکالتی اور اسے عقیدت سے چومتی اور ساتھ ہی اپنے اردگرد تجسس کی نگاہ ڈالتی کہ گھر کا کوئی فرد اسے ایسا کرنے سے دیکھ تو نہیں رہا۔ یہاں تک کہ سنا کی شادی کنواری مریم کے گرجا کے نگران سے ہوگئی وہ اس قیمتی تحفے کو چھپا کر گھر سدھاری جہاں اسے اس تحفے کو خاوند کی نظروں سے چھپا کر رکھنا تھا۔

پھر سناء کو محرمات کو روکنے والے دفتر میں ملازمت مل گئی جہاں باپردہ مسلمان لڑکیاں ملازم تھیں۔ یہاں سنا کی دوستی کا دائرہ اور وسیع ہو گیا ان مسلمان سہیلیوں اور پڑوسیوں کے دین اور اخلاق و مروت سے متاثر ہو کر سنا اسلام اور مسیحیت کا موازنہ کرنے لگی۔

رفتہ رفتہ اس کے اندر حقیقت اسلام جاننے کا زبردست داعیہ پیدا ہو گیا وہ خاوند کی عدم موجودگی میں ریڈیو اور ٹیلیوژن پر شیخ النجار جیسے مشائخ کی اسلام کی مختلف موضوعات پر تقریریں سنتی۔ مزید برآں شیخ محمد رفعت اور قاری عبدالباسط عبدالصمد کی دل آویز تلاوت سنتی جو اسے بہت اچھی لگتی اور وہ دل ہی دل میں سوچتی یہ دل نشین کلام کسی بشر کا نہیں ہو سکتا۔

ایک روز جب اس کا خاوند گرجا میں تھا سنا نے ڈرتے ڈرتے کانپتے ہاتھوں سے وہ مخفی خزانہ یعنی قرآن مجید نکالا جب اسے کھولا تو اس کی پہلی نظر اس آیت کریمہ پر پڑی بے شک مثال عیسیٰ کی اللہ کے نزدیک آدم کے مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گیا۔
اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور پیشانی عرق آلود تھی اس کے سارے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی وہ خود حیران تھی کہ اس نے بارہا قرآن مجید ریڈیو ٹیلیوژن اور اپنی مسلمان سہیلیوں سے سنا تھا لیکن ایسی حالت اس کی کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس واقعے کے اگلے دن جب وہ دفتر گئی تو کئی سوالات اس کے دل میں ایک عجیب ہل چل مچا رہے تھے۔ اس آیت کریمہ نے اس تصفیے کا فیصلہ کر دیا تھا کہ عیسیٰ ابن اللہ تھے جیسا عیسائی پادریوں کا عقیدہ تھا یا اللہ کے نبی جیسا کہ قرآن کہتا ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے۔

لم یلد و لم یو لد و یکن لہ کفو احد۔ اب سنا پر یہ حقیقت آشکارا ہو چکی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ کلمہ طیبہ پر ایمان لا چکی تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لیکن اپنے دفتر میں بیٹھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کیا اس مرحلے پر وہ اپنے اسلام کا اعلان کر سکتی ہے۔

کئی ہفتے انہی خیالات میں گزر گئے وہ دفتر میں انہی خیالات میں کھوئی ہوئی تھی کہ اس نے قریبی مسجد سے آذان کی آواز سنی اس آذان نے اس کے اندر ایک طوفان برپا کردیا جب موذن نے اشہدان لا الہ الا اللہ کے بعد اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو وہ دفعتاً کھڑی ہوگئی اور بلا جھجک بلند آواز سے گویا ہوئی اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ اس کے کمرے میں موجود اس کی مسلمان سہیلیاں جو اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ سِنا کے منہ سے کلمہ اسلام سن کر بے اختیار اس کی طرف بڑھیں۔ مبارک مرحبا کے نعروں سے کمرہ گونج اٹھا۔ سِنا کے قبول اسلام کی خبر آناً فاناً اس کے گھر تک پہنچی اس نے عدالت میں جا کر باضابطہ طور پر قبول اسلام کا اعلان کر دیا اللہ کریم نے اس کی دعا قبول کی خاوند سے علیحدگی کے بعد اس طرح قبول کی کہ ایک بیوہ خاتون جس کی اپنی چار بیٹیاں تھیں اور اس کا واحد کفیل اس کا جوان بیٹا تھا وہ سِنا کے عزم واستقامت سے بہت متاثر ہوئی اس نے سِنا کے سر پر دست شفقت رکھا اور اپنے بیٹے محمد کا نکاح اس سے کر دیا اور اب وہ ہنسی خوشی اس کی چار بہنوں اور بیوہ ماں کیساتھ پُرمسرت زندگی گزار رہی ہے اور خدا سے ہر لحظہ اسلام پر استقامت کی دعا کرتی رہتی ہے۔

عائشہ کم (جنوبی کوریا)

عائشہ کم کا تعلق جنوبی کوریا کے دارالحکومت سیول سے ہے۔ انہوں نے اپنے خاوند کی معیت میں پچاس سال کی عمر میں ۱۹۰۰ میں اسلام قبول کیا اور اس وقت سے آخری دم تک اپنے ملک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ نہایت مسلسل اور استقامت سے دیتی رہیں چنانچہ ان کی مساعی کے نتیجے میں جنوبی کوریا کی بیسیوں تعلیم یافتہ خواتین (خصوصاً نوجوان طالبات) حلقہ بگوش اسلام ہوئیں جو ان کے بعد اس ملک میں اسلام کی شمع روشن رکھے ہوئے ہے۔

محترمہ عائشہ کے خاوند امام مہدی دون نے بھی ایک سرگرم مبلغ اسلام کی حیثیت سے زندگی گزاری وہ جنوبی کوریا میں مسلمانوں کی انجمن کے صدر بھی تھے۔

۱۹۸۰ میں محترمہ عائشہ کم عمرے کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئیں ان کے ہمراہ جنوبی کوریا کی متعدد نومسلم طالبات بھی تھیں ۔ جدہ میں کوریا کے اسلامک کلچر سینٹر میں سعودی عرب کے ایک صحافی نے ان سے انٹرویو کیا جس میں انہوں نے اپنے قبول اسلام کی سرگذشت بیان کی ۔اس کا ترجمہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

میرا تعلق جنوبی کوریا کے ایک ایسے قبیلے سے ہے جو ایک قدیم چینی مذہب کا متشدد پیروکار ہے۔ میرا قدیم نام ''چاؤیونگ کم'' ہے۔کوریا حالت جنگ میں تھا جب کہ میری شادی ہوئی میں نے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور میرے خاوند نے بھی جاپان کی مختلف یونیورسٹیوں سے کسب فیض کیا تھا۔حسن اتفاق یہ کہ ہم دونوں اپنے آبائی مذہب سے مطمئن نہ تھے اسے خوش بختی کہیئے کہ میرے شوہر نے جاپان کے قیام کے دوران اسلام پر کسی جاپانی مصنف کی کتاب پڑھ رکھی تھی اور وہ انہوں نے اپنے تاثر میں مجھے بھی شامل کرلیا تھا۔

دوسری عالمگیر جنگ کے اثرات نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہم بھی اس سے متاثر ہوئے اور دونوں میاں بیوی چین کی طرف نقل مکانی کر گیے وہاں ایک بار گفتگو کے دوران ایک شخص نے ہمیں اسلام سے متعارف کرانے کی کوشش کی اور ہمیں ایک مسجد میں لے گیا جہاں ہم نے لوگوں کو ایک خاص انداز میں عبادت کرتے دیکھا اور مسجد میں چند افراد سے ہماری باتیں بھی ہوئیں لیکن اس مختصر گفتگو نے کسی نتیجے پر پہنچنے نہ دیا اور غریب الوطنی اور غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے ہم کوئی فیصلہ نہ کر سکے ۔اسی اثناء میں کوریا جاپان کے تسلط سے آزاد ہوگیا اور ہم ۱۹۴۵ میں اپنے وطن واپس آ گئے۔

کوریا واپس آ کر روحانی اعتبار سے میں تو سخت پریشان رہنے لگی روح حقیقت کو جاننے کے لئے بے قرار رہتی لیکن ڈور کا سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔عالمی جنگ کے بعد جاپان کی طرح کوریا پر بھی عیسائی مشیریوں نے یلغار کردی اور لٹریچر کی تقسیم کیلئے جدید ترین طریقے اختیار کررہے

تھے۔تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض المیئے اور حادثے اپنے جلو میں خوشگوار پہلو بھی لے کر آتے ہیں۔۱۹۵۳ء میں کوریا کی خانہ جنگی اس اعتبار سے مبارک ثابت ہوئی کہ اس حوالے سے کوریا اسلام سے متعارف ہوا اور خود ہم دونوں میاں بیوی کو یہ نعمت عظمیٰ میسر آ گئی۔ ہوا یوں کہ جب کوریا میں جنگ بندی ہو گئی اور حد متارکہ جنگ پر یو این او کے دستے متعین ہوئے تو دیگر ملکوں کے علاوہ ان میں ایک دستہ ترک فوجیوں کا بھی تھا۔ دوسرے ملکوں کے فوجی تو اپنی روایت اور مزاج کے حوالے سے فارغ وقتوں میں مقامی لوگوں کیلئے مسئلہ بنے رہتے اور بالخصوص سیز فار لائن کے قریب مقامی خاندانوں کی زندگی اجیرن ہو گئی فوجی جس گھر میں گھس جاتے اور جس عورت کو چاہتے اٹھا لیتے لیکن ترکوں کی فوجیوں کا طرز عمل سب سے جدا تھا وہ اپنے کمانڈر کی امامت میں پانچ وقتہ نماز باجماعت ادا کرتے جسے مقامی لوگ تجسس اور دلچسپی کے ساتھ دیکھتے نیز وہ کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے نہ کسی کی املاک کو ان سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا مقامی لوگ اقوام متحدہ کی فوجیوں کے دو طبقوں کے رویہ میں اس نمایاں فرق کو عرصے تک دیکھتے رہے اور غیر محسوس طریقے سے ترکوں سے متاثر ہوتے رہے حتیٰ کہ کتنے ہی لوگ ان کے کردار اور اسلوب حیات سے اثر پذیر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ جنوبی کوریا میں اسلام انہی ترک فوجیوں کی وساطت سے متعارف ہوا ان میں سے بعض ترک فوجی یو این او کے دستوں سے واپسی کے بعد بھی محض تبلیغی نقطہ نظر سے جنوبی کوریا میں مقیم ہو گئے۔ متذکرہ بالا جنگ کے نتیجے میں ایک بار پھر ہمیں بے گھر ہونا پڑا لیکن اس مرتبہ نقل مکانی کر کے مغربی کوریا کے ایک شہر پاسان میں چلے گئے اور میاں بیوی پر روحانی ناآسودگی غیر معمولی طور پر بڑھ گئی۔ سچی خوشی روٹھ گئی اور حقیقی سکون کہیں پر لگا کر اڑ گیا میرا وجدان بار بار مجھے مائل کرتا کہ دنیا میں صداقت تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور مختلف مذاہب کے نام پر توہمات کا جو گورکھ دھندا ہمارے اردگرد نظر آتا ہے یہ قطعی بے حقیقت ہے میں نے اپنے

شوہر سے کہا کہ ہمیں سچائی اور حقیقت تلاش کے لئے خاص کوشش کرنی چاہیے۔

اور اللہ نے میری روح کی فریاد سن لی اور پھر بوسان میں ہمارا تعارف ایک کورین مسلمان عمر کم سے ہوا۔ عمر کم کچھ ہی عرصہ قبل ترک فوجیوں سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے انہوں نے ہمیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا اور ترغیب دی کہ ہم مسلمان ہو جائیں تو میرے خاوند نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اسلامی حقانیت ہم پر اشکارا ہو چکی ہے۔ پھر اسے قبول کرنے میں کیا امر مانع ہے۔ مگر میرے شوہر کچھ نامعلوم خدشات میں مبتلا تھے کہنے لگے اگر میں نے اسلام قبول کر لیا اور تم اسے اختیار نہ کر سکی تو ہم اکٹھے نہیں رہ سکیں گے۔

میں نے جواب دیا اگر آپ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گی۔ یہ الفاظ میرے دل کی گہرائیوں سے نکلے تھے ان سے میرے شوہر کو ایک نیا ولولہ اور حوصلہ ملا اور وہ اسلام قبول کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ چنانچہ وہ عمر کم کی معیت میں روزانہ بیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ترک فوجیوں سے ملنے جاتے اور کئی ہفتوں کے مذاکرات اور مکالموں کے بعد آخر کار ۱۹۵۵ء کی گرمیوں میں ایک جمعہ کو میرے خاوند نے ترک امام جناب عبدالرحمٰن کی موجودگی میں ایک دوسرے ترک زبیر کوچی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور جمعہ کی نماز وہاں ادا کی۔ میرے شوہر جنہوں نے اسلامی نام مہدی موون کا اختیار کیا اسلام قبول کر کے گھر آئے تو خوشی سے نہال ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کر چکے ہیں تو میں نے انہیں مسکراتے ہوئے مبارکباد دی انہوں نے جواب میں پوچھا کہ اس معاملے میں میرا کیا فیصلہ ہے۔ تو میں نے فوراً کہا کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ گویا ہماری زندگی کا انقلابی دن تھا

جس کے لئے ہماری روح عرصہ سے بے قرار تھی اللہ کا شکر ہے میرے خاوند نے فیصلہ کن مرحلے میں زیادہ محنت کی تھی اور قبول حق کے لئے وہ خاصے عرصے تک ایک لمبا سفر طے کر کے ترک مبلغین کے پاس جاتے رہے۔اس لئے اللہ نے میرے مقابلے میں یہ سعادت ان کو پہلے عطا کر دی۔الحمد للہ میں نے رسول اللہ کی قابل احترام اہلیہ محترمہ کے اسم گرامی پر اپنا نام عائشہ کم رکھا اور اس پر مجھے بڑا ناز ہے۔

جب میں حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو میری دو بیٹیاں تھیں اور یہی میری کل اولاد ہے۔بڑی بیٹی ۲۵ سال کی ہے اور چھوٹی بیس سال کی تھی۔جب انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے والدین نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔بڑی بیٹی کا نام جمیلہ رکھا اور چھوٹی کا نام شکیلہ رکھا گیا اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ ہماری کوشش بارآور ہوئیں اور ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔الحمد للہ علیٰ ذالک

امریکی اور یورپی معاشرے میں عورت کا مقام اور اس کا تصور

یورپ میں خاندان اور خواتین کی حالت زار

پاکستان کی تعلیم یافتہ خواتین عام طور پر امریکہ اور یورپ کو اپنا آئیڈیل سمجھتی ہیں ان کے خیال میں ان ملکوں میں خواتین کو جو حقوق اور آزادی حاصل ہے اور جو سہولتیں میسر ہیں وہ بے مثال ہیں۔ چنانچہ آزادی نسواں کے حوالے سے امریکہ اور یورپ کو جنت خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن ضرب المثل ہے کہ دُور کے ڈھول سہانے۔ آیئے مستند حوالوں سے اسلامی معاشرہ اور یورپی معاشرہ کا ایک تقابلی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

خاندانی زندگی کی تباہی

امریکہ اور یورپ کے اکثر ملکوں میں خاندانی زندگی تباہ و برباد ہو چکی ہے چنانچہ برطانوی معاشرے کا حلیہ بڑی تیزی سے بگڑ رہا ہے۔ برطانیہ میں ۲۰ ہزار افراد سے بات چیت کر کے بی بی سی نے جو جائزہ مرتب کیا ہے اس کے مطابق وہاں ایک تہائی گھرانوں میں روایتی کنبے رہتے ہیں۔ یعنی میاں بیوی اور بچے باقی دو تہائی بغیر شادی اکٹھے رہتے ہیں یا تنہا زندگی گزار رہے ہیں۔ (جنگ لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱)

شادی شدہ گھرانوں میں بھی طلاقوں کی بھرمار ہے اور ان طلاقوں کے حوالے سے حکومت جو اخراجات برداشت کرتی ہے ۳۵۰۰ ملین پاؤنڈ سالانہ ہے۔ ان حالات میں سب سے زیادہ معصوم بچے متاثر ہوتے ہیں جن کی تعداد فی الحال ڈیڑھ لاکھ سالانہ ہے۔ لیکن ایک اندازے کے مطابق اگلے چند برسوں میں تین ملین مرد و زن طلاق کے تجربے سے گذریں گے جس کے نتیجے میں ڈیڑھ ملین یعنی پندرہ لاکھ بچے متاثر ہوں گے۔ (جنگ لاہور ۶ جون ۱۹۹۲)

خاندانی نظام کے تلپٹ ہونے کی وجہ سے برطانیہ میں حرامی بچوں کا مسئلہ گھمبیر ہوتا جا رہا ہے ۔ چنانچہ ۱۹۹۱ میں بیس ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے ایک سرکاری سروے رپورٹ میں بتایا گیا

ہے کہ ۱۹۹۱ میں ایک لاکھ ۵۳ ہزار طلاقیں ہوئیں جبکہ حرامی بچوں کا تناسب ۲۳ فیصد ہے۔ (جنگ لاہور دسمبر ۱۹۹۱، جنگ لاہور ۱۹۹۵)

۷ مئی ۱۹۹۵ کے مطابق برطانیہ میں شادیاں ٹوٹنے کے سانحوں کے باعث ہر سال سرکاری کاروائی پر ۴۴ بلین کی رقم خرچ ہوتی ہے۔ جب اس سے تین گنا رقم مختلف جوڑوں کے نفسیاتی مسائل کے باعث نیشنل ہیلتھ سروس اور کام سے غیر حاضر رہنے کے باعث خرچ ہوتی ہے۔

خیراتی ادارہ ''ون پلس ون'' کے مطابق برطانیہ میں شرح طلاق یورپ بھر میں سب سے زیادہ ہے۔ جہاں ایک ہزار کی آبادی میں جن جوڑوں کی شادی ٹوٹ جاتی ہے جبکہ یورپ میں یہ اوسط ۱۷ ہے۔ گھریلو زندگی کی تباہی کا اور فقدان کی وجہ سے اگرچہ عورتیں بچے بھی شدید متاثر ہوتے ہیں۔ مگر بوڑھوں کی حالت انتہائی ناگفتہ ہے۔ بڑھاپے میں کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا اور وہ ترستے رہتے ہیں کہ کوئی بیٹا یا بیٹی انہیں اپنے گھر کے برآمدے میں ہی بستر جمانے کی اجازت دے دے جہاں وہ اپنے پوتوں اور نواسوں سے دل بہلا لیا کریں مگر وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ ''اولڈ ایج ہومز'' میں کس میرسی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں جہاں ان کا کوئی عزیز ان سے ملنے کو نہیں آتا اور کبھی کبھار کرسمس کے موقعہ پر ہی انہیں اپنے بیٹے یا بیٹی کی شکل دیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔

حیدر آباد دکن کی ایک مسلمان خاتون زہرہ داؤدا اپنے بیٹے کے پاس کینیڈا گئیں اور وہاں ٹورنٹو میں انہوں نے بہت سے لاوارث بوڑھوں سے باتیں کر کے جو تاثرات قلم بند کئے وہ بڑے ہی دردناک ہیں انہیں ایسی بوڑھی عورتوں سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا جن کے خاوند جوانی میں فوت ہو چکے تھے۔ اور انہوں نے اپنے بچوں کو سخت مشکلات کا سامنا کر کے پالا اور پروان چڑھایا تھا۔ مگر اب کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا اور وہ ضعیفی کی حالت میں یک وتنہا زندگی گذار رہی تھیں انہوں نے لکھا کہ بوڑھوں کی آرام گاہیں دراصل اذیت کدے ہیں جہاں یہ

شدید کرب اور ذہنی صدمے کی حالت میں موت کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک)

خاندانی زندگی کی تباہی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جو مولانا مودودی نے اپنے ایک خطاب میں سنایا تھا انہوں نے فرمایا پیرس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملنے اس کے گھر گیا اس نے دیکھا مکان کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی زاروقطار رو رہی ہے۔ وہ شخص خاموشی سے اندر چلا گیا اور جب کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو وہ لڑکی اسی حالت میں بدستور رو رہی تھی اس شخص نے رک کر لڑکی سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ جس شخص سے آپ مل کر آئے ہیں وہ میرا باپ ہے میں اس کے پاس اس مکان کا ایک کمرہ کرائے پر لینے آئی تھی لیکن اس نے مجھے یہ کہہ کر کمرہ کرائے پر دینے سے انکار کر دیا ہے کہ ایک دوسری جگہ سے اسے زیادہ کرایہ مل رہا ہے۔ اس لئے وہ کمرہ مجھے کرائے پر نہیں دے گا۔ لڑکی نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا کہ میں اب کیا کروں اور کہاں جاؤں۔

(ماہنامہ قافلہ حق لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۵)

تنظیم اساتذہ کا ایک رفیق پروفیسر سید بہادر شاہ پولینڈ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اور وہاں کے مشاہدات تنظیم کے ماہانہ مجلّہ ''افکار معلم'' میں لکھتے رہتے ہیں ایک مرتبہ انہوں نے لکھا کہ ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر آیا اور وہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی مگر بیٹی نے انکار کر دیا اور بوڑھے کے اصرار پر اسے ڈنڈے مار مار کر گھر سے نکالا شور سن کر لوگ جمع ہو گئے تو بیٹی نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی تو میرے باپ نے باقاعدہ شرح سود طے کر کے مجھے رقم دی اور اصل زر کے ساتھ سود بھی وصول کیا پھر میں اسے اپنے گھر میں کیوں ٹھہراؤں۔ (افکار معلم فروری ۱۹۹۲ء ص ۶۴)

خاندانی نظام کا یہ حال ہے کہ ایک جائزے کے مطابق ایک امریکی باپ اپنے بچوں کو ۲۴

گھنٹوں میں صرف سات منٹ جب کہ امریکی ماں صرف تیس منٹ وقت دیتی ہے۔

(الرسالہ دہلی جولائی ۱۹۹۱ص ۴۳)

صنعتی وتجارتی نظام کی تیز روی اور روپیہ کمانے کی دوڑ نے خاوندوں اور بیویوں تک فاصلے بڑھا دیئے ہیں اور انہیں ۲۴ گھنٹوں میں بمشکل چند گھنٹے باہمی ملاقات کے لئے میسر آتے ہیں۔ چنانچہ ان دلائل کی بنیاد پر چند سال پہلے برطانوی پارلیمنٹ کے متعدد ارکان نے مطالبہ کیا تھا کہ ہفتے میں تین دن کی چھٹیاں کی جائیں اور یہ خبر چھاپتے ہوئے ایک اخبار نے لکھا کہ تین چھٹیوں کے حامی ارکان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ (جنگ لاہور ۲۴ فروری ۱۹۸۵)

غیر معمولی مادہ پرستی اور افراتفری نے باہمی تعلقات پر جو دراڑیں پیدا کی ہیں اس کا اندازہ ذیل کی خبروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

سان فرانسسکو میں ایک خاتون نے ایک نوجوان سے شادی کی اسے میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم دلائی اور ڈاکٹر بنایا مگر ڈاکٹر بن کر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ بیوی نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ اس نے اپنے سابق خاوند پر جو رقم خرچ کی تھی وہ اسے واپس دلائی جائے۔ (جنگ ۲۷ جنوری ۱۹۸۵)

مغرب میں محبت بھی ایک تجارت بن گئی ہے۔ لندن میں نفسیاتی مسائل حل کرنے والی ایک تنظیم کو ایک عورت کا خط ملا ہے۔ جس کے مطابق وہ ایک وکیل کی محبت میں مبتلا ہے لیکن اس وقت سخت ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا جب وکیل نے اسے پندرہ ہزار پاؤنڈ کا بل پیش کر دیا یہ وکیل اس عورت کا مقدمہ بھگت رہا ہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۸ جولائی ۱۹۹۳)

وطن عزیز کی بے شمار ماڈرن خواتین امریکہ اور یورپ کو اپنی آئیڈیل سمجھتی ہیں لیکن بچوں کے ساتھ ساتھ جس مخلوق پر یورپ نے سب سے زیادہ ظلم کیا ہے وہ عورت ہے مختلف وجوہ کی بناء پر جنسی بھوک نے ایسی غیر معمولی صورت اختیار کر لی ہے کہ کسی بھی عمر میں عورت کی نہ عزت

محفوظ ہے اور نہ کوئی اسے تحفظ حاصل ہے ایک سروے کے مطابق امریکہ کی ساٹھ فیصد لڑکیوں نے بتایا کہ انہیں پہلا جنسی تجربہ باپ یا بھائی سے حاصل ہوا۔ سترہ سال کی نوعمر لڑکی جب عملی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو اسے روزگار کے ساتھ ساتھ بیک وقت کئی کئی مردوں سے تعلقات استوار کرنے پڑتے ہیں مگر تحفظ یا سکون نام کی کوئی چیز اسے حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ جنرل آف امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی ہر چوتھی عورت کو اپنے شوہر یا بوائے فرینڈ سے زدوکوب ہونا پڑتا ہے اور بعض اوقات پٹائی کی شدت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بے چاری بے شمار عورتیں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

چنانچہ امریکہ میں ایسی عورتوں کی تعداد چار کروڑ سے بھی زائد ہے جن کو نہایت بے دردی سے پیٹا گیا۔ (خبریں لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۲)

امریکہ میں خواتین پر ظلم وستم کا یہ عالم ہے کہ ایک امریکی مصنفہ ''این جانز'' کی تحقیق کے مطابق امریکہ میں ہر سال دو ہزار بیویاں شوہروں کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ قتل کی سزا زیادہ سے زیادہ چھ سال قید ہوتی ہے لیکن اگر مسلسل ظلم وستم سے تنگ آ کر کوئی عورت مرد کو قتل کر دے تو عورتیں بے چاری ضمانت نہ ہونے کی وجہ سے سالہا سال تک جیلوں میں پڑی رہتی ہیں۔ (پاکستان ۲۹ جولائی ۱۹۹۱)

اٹلی کے بارے میں ایک ایسی خبر ہے ''گلف نیوز'' نے نیوز ایجنسی اے ایف پی کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وہاں ہر تیسری عورت اپنے شوہر سے اسی طرح پٹتی ہے کہ اسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے ایسی عورتوں کی تعداد کم از کم ساٹھ لاکھ سالانہ ہے۔ (جنگ لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱)

سویڈن، برطانیہ اور جرمنی میں بھی صورت حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ برطانیہ میں عورتوں کی مار پیٹ کے واقعات کا اندازہ ایک انگریز خاتون ایزنی پیزی کی ان کوششوں سے لگایا جا سکتا ہے جو وہ بے سہارا اور خاوندوں کے ظلم وستم کی شکار خواتین کی مدد کے لئے کر رہی ہیں۔

۱۹۷۱ میں ایرن ہنری نے خواتین کی امداد کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اس وقت سے اب تک وہ متعدد پناہ گاہیں قائم کر چکی ہیں وہ جوں ہی نئی پناہ گاہ کھولتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھر جاتی ہے چنانچہ وہ زیادہ سے زیادہ رقوم اور اراضی کی جستجو میں لگی رہتی ہے ایرن ہنری نے اپنے مشاہدات پر مبنی کئی کئی کتابیں لکھی ہیں جن کا عنوان ہے ''آہستہ رو پڑوسی سن لیں گے''۔ ان کتابوں میں عورتوں اور بچوں کے بارے میں بیسوں ہولناک داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ سویڈن میں تیس سال کا عرصہ گزارنے والے ایک دردمند پاکستانی لال دین قریشی نے اس ملک کی خاندانی زندگی کا نقشہ یوں پیش کیا ہے۔

مرکزی دفتر شماریات کے مطابق سویڈن میں اس وقت چھ لاکھ چوراسی ہزار مرد اور آٹھ لاکھ تین ہزار عورتیں تنہائی کی زندگی گزار رہی ہیں صرف سٹاک ہالم میں تیس لاکھ چونتیس ہزار مرد اور عورتیں اکیلے رہ رہے ہیں۔ جبکہ ارد گرد کے دیہات میں ایک لاکھ تیس ہزار عورتیں اور بائیس ہزار مرد اپنے بچوں کے ساتھ تنہائی کی ظلمتوں میں گزارا کر رہے ہیں یعنی کسی کا خاوند نہیں اور کسی کی بیوی نہیں۔

اسی ادارے کی اعداد و شمارے کے مطابق دس میں سے چار شادیاں پہلے سال ہی ختم ہو جاتی ہیں اور بغیر شادی کے میاں بیوی کی طرح رہنے والے جوڑوں کی طلاق کی رفتار شادی شدہ جوڑوں کی طلاق کی رفتار سے ۷۵ فیصد زیادہ ہے۔ (سویڈن کے عشرتکدے ص ۱۳۔۱۴)

لال دین قریشی کی اس کتاب میں سویڈن کی عورت اس قدر مظلوم، دکھی اور بے سہارا نظر آتی ہے کہ جس کی تفصیلات پڑھ کر دل بے اختیار بھر آتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا عنوان یوں ہونا چاہیے تھا۔ سویڈن میں عورت کی زبوں حالی مصنف کی معلومات کے مطابق سویڈن میں ان گنت لڑکیاں شادیوں میں ناکامی، مسلسل پریشانی اور مردوں کی بے وفائی اور تنہائی کی وجہ سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور وہ آٹھ گھنٹے لگاتار ڈیوٹی دیکر دفتروں سے

گھر آتی ہیں تو تنہائی انہیں ڈسنے لگتی ہے اور آخر کار وہ تنگ آ کر شراب اور نشے میں سکون ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہیں۔

مصنف نے سویڈن کے ایک معاشرتی تحقیقاتی ادارے کے اعداد و شمار کے حوالے سے لکھا ہے کہ سویڈن کی خواتین میں سب سے ناگفتہ بہ حالت ان تعلیم یافتہ خواتین کی ہے جو ذمہ دار سرکاری عہدوں پر فائز ہیں۔ دیگر عورتوں کی طرح یہ عام مردوں سے علانیہ تعلقات بھی استوار نہیں کر سکتیں لیکن بے آسرا اور تنہا رہ کر نفسیاتی اور ذہنی مریض بن جاتی ہیں اور بند دروازوں کے پیچھے دو ایک بوتلیں شراب پی ڈالتی ہیں۔ (حوالہ مذکور ص ۱۲)

سویڈن کے مرکزی اعداد و شمار کے مطابق ادارہ شماریات نے ۱۹۸۲ میں جو اعداد و شمار جاری کیے ہیں۔

ان کے مطابق ۸۰ لاکھ کی آبادی میں عورتوں پر شدید تشدد کے ۲۸۲۰۰ واقعات تھانوں میں درج کرائے گئے۔ سویڈن کے ایک ماہر جزئیات "لیف پرسن" کے اندازے کے مطابق ہر سال بیویوں کی پٹائی اڑھائی سے تین ہزار واقعات کی رپورٹ پولیس چوکیوں پر کی جاتی ہے جبکہ اس قسم کے تین ہزار واقعات کہیں درج ہی نہیں ہوتے۔ "لیف پرسن" کا خیال ہے کہ سویڈن میں بیویوں کو زدوکوب کرنے کی ہر سال ڈھائی لاکھ سے زیادہ وارداتیں ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ۴۰ سے ۶۰ عورتیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ تشدد کی اس کثرت کے باوجود چار سو افراد کو سزا ہوتی ہے۔ ان میں سے صرف ۲۰ فیصد مرد جیل جاتے ہیں۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی ۲۰ جولائی ۱۹۸۴)

یورپ میں عورت کی مظلومیت کا یہ عالم ہے کہ ۳۵ برس سے زیادہ عمر کی عورتیں شدید ڈپریشن میں مبتلا ہیں کہ ان کے خاوند اور بوائے فرینڈ ان سے قطع تعلق کر کے نوجوان لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے لگتے ہیں چنانچہ شدید ذہنی صدمات کے نتیجے میں امریکہ میں کم از کم ستر ہزار عورتیں

ہر سال حرکت قلب بند ہو جانے سے یا دماغ کی رگ پھٹ جانے سے یکا یک مر جاتی ہیں۔

بوڑھی عورتوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے وہ ترستی رہتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں یا بیٹیوں کی رفاقت میں زندگی گزاریں اور ان سے منت سماجت کرتی ہیں کہ انہیں گھر کی ڈیوڑھی یا کسی برآمدے میں بستر جمانے کی اجازت دیدیں تاکہ وہ اپنے پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں سے دل بہلا سکیں مگر بے چاریوں کی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ ''اولڈ ایج ہومز'' میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں دم توڑ دیتی ہیں۔

یورپ کے مرد کی خودغرضی دیدنی ہے۔اس ٹھنڈے براعظم میں وہ خود تھری پیس سوٹ پہنتا ہے مگر عورتوں کو منی سکرٹ پہننے پر مجبور کرتا ہے۔

عورتوں کی آزادی، احترام اور مرد وزن کی مساوات کے دعوے دار یورپی اقوام نے عورت کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک روا رکھا ہے اس کی ایک اور دردناک تصویر ''ٹائم میگزین'' کی تفصیلی رپورٹ میں نظر آتی ہے۔جس کے مطابق جرمنی، فرانس، چیکوسلواکیہ، رومانیہ، ہنگری اور برطانیہ کی بڑی بڑی شاہراروں پر فاحشہ عورتیں قطار باندھے کھڑی دکھائی دیتی ہیں۔ برلن اور پراگ کو ملانے والی بارہ کلومیٹر طویل شاہراہ غالباً دنیا کا ارزاں ترین اور طویل ترین جنسی اڈا ہے۔یہاں سے گزرنے والوں کو نہایت سستی عیاشی کے لئے نوخیز اور حسین وجمیل لڑکیاں مل جاتی ہیں۔(نوائے وقت لاہور ۲۶ جون ۱۹۹۳)

یورپ میں عورتوں کے بارے میں مرد جس سنگدلانہ رویے کا مظاہر کرتے ہیں اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانوی جریدے ''شکوائر'' کے ایک حالیہ سروے کے مطابق ۱۸ سے تیس برس کی عمر کی خواتین کی اکثریت نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا کہ شادی کرنا لڑکے کے لئے آئیڈیل خوشی کا باعث ہے۔ان عورتوں کا کہنا ہے کہ مرد فطری طور پر بے وفا اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے شادی کوئی خوشگوار عمل نہیں (خبریں لاہور ۱۸ اگست ۱۹۹۵)

۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ کو سی این این نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں ہر دوسری عورت پر مجرمانہ حملہ ہوتا ہے حالت یہ ہے کہ امریکہ کے بڑے بڑے بارونق شہروں کے پارکوں میں آئے دن صبح کے وقت جوان لڑکیوں کی برہنہ لاشیں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔ (تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا خط مطبوعہ ماہنامہ الرشید لاہور دسمبر ۱۹۹۱)

اسی طرح ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق بیویوں کو دھوکہ دینے میں فرانس کے شوہر دنیا بھر میں سرفہرست ہیں اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں ۸۰ فیصد افراد شادی کے بعد بھی دوسری خواتین کیساتھ تعلقات استوار کر لیتے ہیں۔ (خبریں لاہور ۲۹ مئی ۱۹۹۵)

اور روس میں صنف نازک کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ وزارت داخلہ کی رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے۔ جسکے اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۴ میں پندرہ ہزار عورتوں کو ان کے خاوندوں یا والدین نے قتل کر دیا تھا۔ چودہ ہزار عورتیں بے آبرو ہوئیں انسانی حقوق کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے کہ بے آبرو ہونے والی عورتوں کی اکثریت اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ذکر نہیں کرتیں (خبریں لاہور ۱۱ جولائی ۱۹۹۵)

اور یہ برطانیہ کہ خبر ہے کہ وہاں خواتین فوجی اہلکار اپنے مرد ساتھیوں کی طرف سے جنسی تشدد کا شکار ہیں حال ہی میں ایک ٹریبونل میں زیر سماعت مقدمے کے دوران ایک فوجی خاتون لین گڈال نے عدالت کو بتایا کہ برطانوی فوج میں جنسی امتیاز کا کلچر رائج ہے اسی دوران ایک خاتون لیفٹیننٹ سوسن کیتر ے نے عدالت کو بتایا کہ اس کے ساتھی فوجی اس کے سامنے غیر اخلاقی گفتگو پر مبنی اشارے کرتے ہیں اس کے علاوہ اکثر خواتین جو فوجی ملازمت کرتی ہیں مرد فوجی انہیں ذہنی اذیت سے دوچار کرتے ہیں (خبریں لاہور ۲۰ جولائی ۱۹۹۵)

(بون مغربی جرمنی) وائس آف جرمنی کے مطابق دنیا بھر میں عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم تنخواہ ملتی ہے اور یورپ میں بھی عورتوں کو مرد ساتھیوں کے مقابلے میں کم تنخواہ ملتی ہے۔

عورتوں کی خرید وفروخت کے تحت ہر سال تقریباً تیس ہزار عورتیں جرمنی پہنچتی ہیں جرمنی میں سماجی امداد پر گزارہ کرنے والے افراد میں معمر خواتین کا تناسب ۸۰ فیصد ہے انکو بڑھاپے کی پنشن نہیں ملتی جرمنی میں ہی کام کرنے والی تین چوتھائی عورتوں کی آمدنی اتنی نہیں ہوتی کہ وہ اکیلی گھر کا خرچہ چلا سکیں جرمنی میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کا تناسب بہت ہی کم ہے اور یہاں ہر سال تقریباً چالیس ہزار عورتیں مردوں کے تشدد کے باعث گھروں سے بھاگ کر دارالامانوں میں پناہ لیتی ہیں (خبریں لاہور ۴ ستمبر ۱۹۹۵)

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال سات لاکھ خواتین زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہیں اس طرح ہر ۴۵ سیکنڈ کے بعد ایک خاتون کو بے آبرو کیا جاتا ہے میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر لوئی برسٹو نے رپورٹ کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ جنسی تشدد کا شکار ہونے والی خواتین میں ۶۱ فیصد کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم ہوتی ہے اور ان میں ۷۵ فیصد دوستوں، آشناؤں اور رشتہ داروں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ گھریلو جھگڑے بھی امریکی معاشرت کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال بیس سے چالیس لاکھ عورتوں پر جسمانی تشدد ہوا اور انہیں بری طرح مارا پیٹا گیا اس کے علاوہ ۵۱۳ خواتین کو ان کے آشناؤں نے قتل کیا۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ سال امریکہ میں سترہ لاکھ بچوں کو درندگی کا نشانہ بنایا گیا۔

(جنگ لاہور ۱۲ نومبر ۱۹۹۵)

اور اب آخر میں دیکھیے امریکہ کے مہذب معاشرے میں خواتین کے تحفظ اور عزت افزائی کی تازہ رپورٹ روشن خیالی امریکہ میں خواتین کو کس قدر تحفظ اور احترام حاصل ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کی خبر سے لگائیے۔

امریکی سی آئی اے قحبہ خانہ بن گیا لڑکیاں ملازمتیں چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں۔ فیلڈ ڈیوٹی میں

بھی خواتین کو ان کے فرائض کی انجام دہی سے روکنے کی خاطر بعض مجبوریاں مسلط ہیں اور لارکن نے کہا کہ ایسٹ بلاک کے دارالحکومت میں ان کے پہلے سٹیشن چیف نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کو باہر نہ نکلیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ رات کے وقت فرائض کی بجا آوری ان کی ملازمت کا بنیادی جزو ہوتا ہے لڑکیاں سرکاری ذرائع سے پریشان کرنے والے مردوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو انہیں اکثر و بیشتر سخت ترین ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے علاوہ لڑکیوں کی شکایت پر بالکل کوئی کاروائی نہیں کی جاتی بلکہ ان کا کیریئر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جینی مسز لڑکی کی شکایت پر اس کی ترقی کے دروازے بند کر دیئے گئے اور اس سے کہا گیا کہ آپ کی شکایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نظام سے غداری کر رہی ہیں۔ اسی طرح سی آئی اے کی سابقہ ملازمہ سینڈ لوکاسن نے اپنے باس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے لئے زندگی اجیرن بنادی گئی۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۹۵)

نوٹ: اتنی اخباری اطلاعات اور رپورٹ کے بعد اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ بھی دیکھا

یہ بھی دیکھ

اسلامی معاشرے میں

عورت کا احترام

اور اس کا تحفظ

ارشادِ خداوندی ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النساء ۳۴)

ترجمہ: مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے فضیلت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے بھی کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے کسی چیز کو مہیا کرنے والے اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے والے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو عربی میں قوام کہا جاتا ہے جیسے کہ ہر فوج کا ایک کمانڈر بہادر اور ہر مملکت کا ایک فرمانروا ہونا ضروری ہے جو نظام قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تعمیل کرے اسی طرح گھر کی ریاست کا بھی ایک حاکم اعلیٰ ہونا چاہیے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور اس کی خوشحالی کا ذمہ دار ہو اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ ورنہ گھر کی یہ مختصر مگر اہم ریاست کا سکون و اطمینان برباد ہو کر رہ جائیگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری کس کو سونپی جائے اور اس بارگراں کی اٹھانے کی بہترین صلاحیت کس میں ہے۔

اس کے دو ہی امیدوار ہیں۔

ماں اور باپ۔ قرآن حکیم نے باپ کو اس کی ذمہ داری کا اہل قرار دیا اور ساتھ ہی وجہ بھی بتا دی کہ اس میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک وہبی ہے اور دوسری کسبی۔ انہیں کے باعث وہ گھر کی مملکت کا رئیس نور مقرر کیا گیا ہے۔ پہلی خوبی تو یہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مرد اپنی جسمانی قوت، ذہنی برتری، معاملہ فہمی اور دور اندیشی میں بلاشبہ عورت سے بالاتر ہے۔ اس بات کو قرآن پاک نے یوں اپنے مختصر الفاظ میں بیان فرمایا۔

بما فضل الله بعضهم علىٰ بعض۔ اور مرد کی دوسری خوبی یہ ہے کہ بیوی بچے کے جملہ اخراجات اور ان کے آرام و آسائش، ان کی تعلیم و تربیت ان کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری اس پر عائد ہے۔ اس کا قرآن حکیم نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا۔

و بما انفقو من اموالھم ۔اس لئے اپنی فطری اور کسبی برتری کے باعث مرد ہی اس امر کا مستحق ہے۔ وہ گھر کی ریاست کا امیر ہو کوئی کج فہم یہ نہ سمجھے کہ عورت کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالا جا رہا ہے۔ نہیں ان انتظامی امور کے علاوہ عورت کے اپنے حقوق ہیں جو مرد پر ایسے ہی واجب ہیں جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

ولھن مثل الذی علیھن ۔اور قرب الٰہی کے دروازے دونوں صنفوں کے لئے برابر کشادہ ہیں اس لئے یہاں عورت کی غلامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کا جو مقام اسلام نے معاشرہ میں بخشا ہے۔ اسکی نظیر نہیں ویسے کوئی آنکھیں بند رکھنے پر ہی ادھار کھائے بیٹھا ہو تو چشمہ ء آفتاب را چہ گناہ۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اس سے آگے نیک عورتوں کا ذکر آتا ہے اور ان کی صفات بیان کی گئی ہے اس ارشاد ربانی کی مزید وضاحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

خیر النساء امرأة اذا انظرت الیھا

ترجمہ: بہترین بیوی وہ ہے جسے جب تو دیکھے تو مسرور ہو جائے اسے حکم دے تو وہ تیری اطاعت کرے اور اگر تو کہیں باہر جائے تو وہ تیری غیر حاضری میں اپنی عصمت کی اور اپنے مال کی حفاظت کرے۔ ایک مسلمان خاتون کو جن خوبیوں سے آراستہ ہونا چاہیے اور جن پاکیزہ صفات سے متصف ہونا چاہیے اس کا ذکر کتنے دلنشین کلمات میں کیا گیا ہے بیوی کا اس سے بلند معیار تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خود سوچئے اسلام ایک بیوی سے کیا توقع رکھتا ہے اور اس طرح اس کے مقام کو کتنا بلند کر دیا ہے۔ اور اس مرد سے بھی زیادہ کوئی خوش قسمت نہیں ہو سکتا جس کی رفیقہ ءحیات ان خوبیوں کی مالک ہو۔

لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوا کرتیں اچھی خواتین کے ساتھ ساتھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو تند مزاج، جھگڑالو اور کج سرشت ہوا کرتی ہیں ان کی اصلاح کا طریقہ تعلیم بتلایا جارہا ہے۔عورت کو ازراہ غرور ونفرت خاوند کی اطاعت سے سرتابی کو ''نشوز'' کہتے ہیں۔خوف سے مراد وہم وگمان نہیں بلکہ علم ویقین ہے یعنی تمہیں اگر ان کی نافرمانی کا پورا علم ہو جائے تو پہلے ہی غصہ سے بے قابو ہو کر انتہائی قدم مت اٹھاؤ بلکہ پہلے انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور اگر فہمائش موثر ثابت نہ ہو تو ان سے الگ رات گزارو اور محبت بھری باتیں کرنا چھوڑ دو وہ عورت جس میں شرافت کی حس ابھی زندہ ہے تو وہ اس سرزنش سے اپنی اصلاح کرلے گی اور اگر یہ طریقہ بھی کارگر ثابت نہ ہو تو تم انہیں دو تھپڑ بھی مار سکتے ہو لیکن ایسی مار نہ مارو کہ ہڈی پسلی ٹوٹ جائے جیسے کہ آج کل بعض جاہل اپنی بیویوں کو بھینسوں کی طرح مارتے ہیں اور پیٹتے ہیں اس کی اجازت اسلام نے نہیں دی۔

موجودہ دور میں جو غیر ملکی خواتین حلقہ بگوش اسلام ہوئیں انہیں دو باتوں نے زیادہ متاثر کیا۔(۱) پردہ (حجاب) اور (۲) مال وجان کا تحفظ

اسلام میں پردہ کے متعلق اللہ کریم نے جو ارشاد فرمائے ان کی تفصیل اس طرح ہے ارشاد ہوتا ہے۔قل للمؤمنین یغضو من ابصارھم و یحفظو فروجھم۔ان آیات کریمہ سے حسب ذیل احکام معلوم ہوئے۔ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنی نظریں نیچے رکھیں کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں پر نہ پڑے۔

مرد اور عورتیں اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس حکم کے تحت زنا کاری کے علاوہ اور بھی سارے طریقے ناجائز شہوت زانی اور بدکاری و بدنظری آ گئی۔عاشقانہ افسانے، بے حیائی کے مناظر، تھیٹر اور سینما خیالات اور جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی تصویریں وغیرہ سب اس کے تحت آتی ہیں۔عورتیں اپنا سنگھار خواہ وہ جسم کا ہو یا متعلقات جسم کا کسی اجنبی پر ظاہر نہ

ہونے دیں ان کے تحت ہر وہ چیز آ جاتی ہے۔ جو غیروں کے لئے شوق ورغبت کا باعث ہو۔ مثلاً حسن صورت، خوش خرامی، لباس، خوشبو، پوڈر غازہ وغیرہ کیونکہ اس سے میلانِ طبع پیدا ہوتا ہے اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور یہ شرافت نسوانی کے خلاف ہے۔ چہرے کا کھلا رکھنا اسی میں داخل ہے کہ چہرے کا کھلا ہونا فتنوں کو دعوت دیتا ہے۔

عورتیں اپنی زینت غیر مردوں پر ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں کیونکہ سر اور سینہ دو مقام خاص طور پر زینت کے ہیں۔ ان کے ڈھانپنے کا اور زیادہ اہتمام رکھیں اس سے بہت سے فتنوں کی جڑ کٹ جاتی ہے اور اس زینت میں قدرتی یا مصنوعی ہر وہ چیز داخل ہے جو عورت کی جانب رغبت اور التفات بڑھائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یا ایھا النبی قل لا زواجل و بناتک و نساء المومنین ید نین علیھن من جلا بیبھن ۔

اے محبوب آپ اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہدیں کہ اپنے اوپر چادر یا برقع اوڑھ لیا کریں۔ (الاحزاب ۶۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شریف عورتیں وہ ہیں کہ جب گھر سے کسی ضرورت کے باعث قدم باہر نکالیں تو ان کا سارا جسم کسی چادر یا برقع سے سر سے پاؤں تک چھپا رہنا چاہیے اس قسم کے سارے احکام کا ماحصل یہ ہے کہ عورت اپنی وضع قطع اور لباس سے شریف، عزت دار بی بی معلوم ہو کہ جس عورت کی چال ڈھال سنجیدہ اور شریفانہ ہوتی ہے۔ آوارہ گردوں، لفنگوں اور بدمعاشوں کو بھی اسے چھیڑنے کی جرأت بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ ایسے فیشن پر لعنت کیوں نہ بھیجی جائے جو زمانہ جاہلیت کی طرح عورتوں کو نیم برہنہ اور ننگا کردے۔

حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور کی خدمت میں حاضر تھیں اتنے میں حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور اندر آنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ (ابوداؤد)

وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں کی وضع قطع اختیار کرے اور نہ وہ مرد جو عورتوں کی طرح لباس پہنے (امام احمد)

عورت کسی اجنبی مرد کو نہ چھوئے بلکہ دونوں میں سے کوئی جوان ہو اگرچہ اس بات کا دونوں کو یقین ہو کہ شہوت پیدا نہیں ہوگی۔ (عالمگیری)

بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں چومتی ہیں اور دباتی ہیں اور ان میں اکثر دونوں یا ایک شہوت میں پہنچا ہوا ہوتا ہے ایسا کرنا ناجائز اور دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔

بعض عورتیں بہت باریک کپڑا پہنتی ہیں جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان یا پیٹھ نظر آتی ہے۔ ایسے موقعہ پر کہ مردوں کی نظر پڑے اس قسم کے کپڑے پہننا ناجائز ہیں۔ (عالمگیری)

اللہ۔ اللہ۔ کہاں یہ تاکیدیں اور احتیاطیں اور کہاں یہ تفریح گاہوں، عام راہوں، مخلوط ملے جلسے جلسوں میں عورتوں کی آمدورفت اور بے حجابانہ مٹرگشت کہاں شریعت کی یہ تاکید اور کہاں یورپ کی نقالی۔ شریعت کا یہ حکم ہے کہ عورت ہلکی خوشبو استعمال کرے کہ تیز خوشبو سے خواہ مخواہ غیر مرد اسکی طرف متوجہ ہوں گے اور کہاں یہ بے باکی وخودنمائی کی نمائش کہ آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصے گلے یا پنڈلی کا کھلا رہنا تو گویا کوئی عیب ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا۔ نمائش کا شوق بڑھا تو دوپٹہ شانوں سے ڈھلکا ہوا۔ کریب جالی یا باریک ململ یا نازک وائل یا اور ایسے ہی کپڑوں کا لباس کرتے کرتے جمپر فراک جس سے بدن کی رنگت چمکے اور اسی حالت میں ان کا غیروں میں جانا، اجنبیوں میں پھرنا، غیر مردوں کے ساتھ بازاروں اور عام

گزرگاہوں میں خرید وفروخت کرنا کہاں تو عورتوں کا اپنے محلہ کی مسجد میں، گھر کے دروازے پر، ادائیگی نماز کے لئے دوقدم کے فاصلے پر جانا ممنوع ہے اور یہ کہاں سیر وتماشے کی محفلوں میں مجلسوں میں بڑھتی ہوئی بے حیائیاں اور پروان چڑھتی آوارگیاں کہاں تو حدیث میں غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا کوئی نہ اپنا گزر اپنے مکانوں کی نسبت، عورتوں کو بالا خانوں میں نہ رکھو کہ نامحرموں کی نظریں ان پر یا ان کی نظران پر پڑیں گی اور کہاں سینما تھیٹر پاپ گھر پارکوں، کلبوں پہ عریانیاں

خیالی روشی، روشن خیالی آج کل کی ہے
دلوں سے سلب اس نے کرلیا ہے نور ایمانی

اس سلسلے میں ایک حدیث اور سن لیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں میں دوگروہ ہیں ایک ان میں سے عورتوں کا ہے جو ظاہر میں کپڑے پہنتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہیں یعنی اس قدر باریک اور اس لاپرواہی سے کپڑے پہنتی ہیں کہ ان کا بدن چمکتا ہے اور کہیں سے کھلا ہوتا ہے اور کہیں سے چھپا ہوا ہوتا ہے دوسرے مردوں کی طرف رغبت کرتی ہے بناؤ سنگھار کر کے دوسروں کا دل لبھاتی اور سر سے دوپٹہ اتار دیتی ہیں تاکہ دوسرے مردان کا چہرہ دیکھ سکیں اور مٹک مٹک چلتی ہیں تاکہ دوسروں کو فریضتہ اور اپنی طرف مائل کریں یہ عورتیں ہرگز بہشت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے معلوم ہو جاتی ہے اور دور دور تک پھیلتی ہے۔ (مشکوۃ شریف)

شوہر کے حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

اس آیات کریمہ میں تین باتیں بیان فرمائی گئی ہیں جو خانگی نظام زندگی کے لئے اور بطور اصل کے بیان کی گئی ہیں اور جس کا لحاظ شوہر اور بیوی کو یکساں ضروری ہے مردوں کو بتایا گیا ہے کہ

تمہاری بیویاں تمہاری ہی ہم جنس مخلوق ہیں تمہاری ہی طرح پیدا کی گئی ہیں تمہاری ہی طرح خواہش، جذبات، احساسات ان میں بھی موجود ہیں۔ ان کی پیدائش کا منشا یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے سرمایہ راحت وتسکین ہیں۔ تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں کہ تمہارا دل اس سے لگے جی ان سے بہلے۔ دونوں محبت اور پیار سے رہیں۔ تمہارے اور ان کے تعلقات کی بنیادی وجہ باہمی محبت، اخلاص اور ہمدردی پر ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے ہر انسان کو اپنی رفاقت کے لئے اپنے ایک ہم جنس کی تلاش ہوتی ہے اور یہ خدا کی پیدا کی ہوئی فطرت ہے چنانچہ زن وشوہر کے باہمی اخلاص ومحبت کو خدا نے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ قرآن پاک نے ایک لفظ سکون سے بیوی کی رفاقت کی جس حقیقت کو ظاہر کیا ہے وہ میاں بیوی کے تعلقات کے تمام فلسفے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اس کا خلوت خانہ دنیا کی کشاکشوں، مشکلوں میں امن وسکون کا گہوارہ ہونا چاہیے اور یہاں بیوی کے باہمی تعلقات میں اتنی خوشگواری ہونی چاہیے جس سے عورت کی پیدائش کا منشا پورا ہو۔ یعنی باہمی اخلاص وپیار، مہر ومحبت اور سکون وچین۔ اگر کسی سے یہ دونوں اغراض پورے نہیں ہوتے پھر اس میں دونوں میں کسی ایک کا قصور ہے۔ (الروم ۲۱)

یہ باہمی میل جول کس طرح قائم رہ سکتا ہے اس کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بیوی شوہر کی فرمانبردار اور شوہر بیوی کی دلجوئی کرے۔

میاں بیوی اپنے اپنے حقوق کے اعتبار سے گو برابر ہیں لیکن جس طرح باپ اور بیٹا اپنے اپنے حقوق میں برابر ہیں اور شریعت کا حکم ہے کہ باپ افسر ہو کر رہے اور بیٹا ماتحت ہو کر رہے۔ باپ حکم دے اور بیٹا مانے اسی طرح معاشرے کی انتظامی مشین میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بتایا گیا ہے۔ یعنی مرد عورتوں پر حاکم اور دنیا کے انتظامی معاملات اور خانگی نظام میں عورت مرد کے ماتحت اور اس کی تابع ہے اور یہ اس لئے کہ مرد کو اپنے قوائے

جسمانی اوزدل ودماغ کی برتری حاصل ہے اور دوسرے یہ کہ عورت خرچ میں مرد کے دست نگر رہتی ہے اور مرد عورت کے جائز مصارف کا بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے نیک بیویوں کی علامت یہ ہے کہ وہ شوہر کی غیر حاضری میں اس کی عزت وناموس اور اسکے مال وجائیداد کی نگہداشت کرنے والیاں ہوتی ہیں اور ہمہ اوقات اور اپنے شوہر کی وفاداری کا جذبہ پیدا کر کے انہیں محفوظ کردیا ہے۔ مختصر لفظوں میں عورت کے ذمے یہ تین فرائض ہیں۔

ا۔ اپنی شوہر کی اطاعت گذار اور وفادار ہو۔

۲۔ سلیقہ شعار ہو کہ شوہر کے مال ودولت کو برباد نہ کرے۔

۳۔ عفت مآب ہو کہ اپنی اور اپنے شوہر کی عزت وناموس پر آنچ نہ آنے دے۔ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھی ہوئی لڑکیاں ذرا غور کریں اور اپنے گریبان میں ذرا جھانک کر دیکھیں کہ وہ اس قرآنی معیار پر کہاں تک پوری اترتی ہیں۔

اب اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عورت پر سب لوگوں سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر اس کی ماں کا حق ہے۔ (حاکم)

عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم کو سچا کرے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور ایسے شخص کو مکان میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ (طبرانی)

اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضا مندی کی تلاش میں رہو اس لئے کہ اگر عورت کو معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک یہ اس کے پاس کھانا رہتا یہ کھڑی رہتی۔ (ابونعیم)

تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر جو کچھ اسے کہے وہ مانے جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے اگر شوہر قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم کو پورا کرے۔ (ابن ماجہ)

بیوی کے حقوق

ارشادگرامی ہے
یعنی جس طرح حق مردوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق مردوں پر ہے دنیا کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ بس مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح بیویوں کے حقوق شوہروں پر ہوتے ہی۔ عورت جانور یا جائیداد کی طرح نہیں کہ مال موروثہ کی طرح ان کو مردوں پر تصرف حاصل ہو۔ شوہر بھول نہ جائیں کہ ان کے صرف حقوق ہی حقوق ہیں اور ذمہ داری کچھ بھی نہیں فرائض ان پر بھی اسی طرح عائد ہوتے ہیں جس طرح ان کے ان کی بیویوں پر اس طرح بیویاں بھی اس روشن خیالی میں مبتلا نہ ہوں کہ خدمت کرنا ہمارا کام نہیں۔

لیکن ان حقوق کا معیار وہ نہیں جو ہوائے نفس کے تحت کسی دستور سے لیا جائے اور اس کا نام ضابطہ حقوق نسواں رکھدیا جائے بلکہ ان حقوق کی ساری باتیں اور تفصیلات شریعت مطہرہ کے احکام اور عقل سلیم کے تحت ہونے چاہیں۔

شوہروں کو یہ بات خوب ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ وہ عورتوں کے مالک نہیں اور نہ ہی بیویاں ان کی کنیز ہیں۔ بلحاظ حقوق دنوں ایک سطح پر ہیں۔ ہاں جسمانی ساخت اور دماغی قوت کے باعث مرد کو ایک طرح کی فضیلت حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو مرد اور عورت دونوں کو حکم ہے وہ ایک دوسرے کے لئے مخلص اور وفادار ہوں۔

بلکہ یک جان دو قالب ہوں ایک دوسرے کے پردہ پوش رہیں۔ رازدار رہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنیں ایک دوسرے کی معاشی، معاشرتی کمی میں کمال کا رسیلہ بن کر رہیں۔

سبحان اللہ مردوں کو بیویوں کے معاملہ میں خوش طبع، قانع اور راضی رہنے کا کیسا عمدہ نسخہ حکیم انسانیت نے تجویز فرمایا ہے۔

تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔

انسان کے بہتر، خوش اخلاق اور صالح ہونے کی یہ ایک ایسی پہچان بتادی ہے کہ اس آئینہ میں ہر انسان اپنا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ جو اپنوں کے ساتھ احسان اور انصاف نہیں کرسکتا اس سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں سے اچھا سلوک کرے گا۔ حسن معاملہ اور نیکی گھر سے شروع ہونی چاہیے۔ حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ کا ارشاد گرامی ہے۔

اے لوگو! عورتوں کے بارے میں نیکی اور بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری وصیت کو قبول کرو بے شک عورتوں کا تمہارے اوپر حق ہے۔ تم ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی اختیار کرو۔ (ابن ماجہ)

ایک موقعہ پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کا حق شوہر پر کیا ہے۔ فرمایا جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جیسا خود پہنے اسکو پہنائے۔ اس کے منہ پر تھپڑ نہ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے نہ گھر کے علاوہ سزا کے طور پر اس کو علیحدہ کرے۔

اسلامی خاندان میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ہمدرد ایک دوسرے کا پردہ پوش ہونا چاہیے۔ دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے وہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا ہے اور وہ اس کے لئے اوڑھنا بچھونا۔ جس طرح لباس جسم کے عیبوں اور جسم کے نازک حصوں کو چھپاتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی کا اخلاقی کمال یہ ہے کہ ایک دوسرے کی کمزوری کو چھپائیں اس پر صبر کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو نگاہ میں رکھیں اور بہتر سے بہتر صورت میں اپنے باہمی تعلقات کو ظاہر کریں۔

اچھی بیوی کا تصور اسلام نے یہ پیش کیا ہے کہ مرد دفتر سے یا مزدوری یا کسی کام سے گھر آئے تو بیوی مسکرا کر اس کا خیر مقدم کرے اور اسے تازہ دم کرا کر میٹھی میٹھی باتیں کرے وہ مرد اس وقت اپنے آپ کو چھوٹی سی نگری کا بادشاہ تصور کرتا ہے اور اگر مرد تھکا ہارا گھر آتا ہے۔ تو بیوی صاحبہ منہ بسور کر دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہے تو وہ مرد بے چارہ باہر منہ کیسے نہ مارے مرد

کو بیوی کی جانب سے محبت اور پیار چاہیے اس وقت وہ اپنے سارے دن کی تھکاوٹ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اسی طرح بیوی گھر کی ملکہ ہے اگر اس کے بچے ہیں بچوں کو سکول بھیج کر گھریلو کاموں میں مشغول ہو جاتی ہے۔ بچے سکول سے واپس آتے ہیں تو دروازے پر ان کی منتظر رہتی ہے۔ جب بچے گھر لوٹتے ہیں تو دروازے پر ہی بچوں کو آغوش میں لے کر منہ سر چومتی ہے۔ اس وقت وہ اس چھوٹی سی نگری کی ملکہ نظر آتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس یورپ میں نہ ماں کے پاس بچوں کے لئے پیار کا وقت ملتا ہے نہ انہیں تربیت دینے کا نہ انہیں اپنی چھاتیوں سے دودھ پلانا نصیب ہوتا ہے۔ (آیا) نوکرانیوں کے حوالے اولاد کر دی جاتی ہے وہ بچے بڑے ہو کر ماں باپ کے ساتھ کیا محبت اور ہمدردی کریں گے خاوند کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اولاد کے لئے وقت نکال سکے دو بول میٹھے میٹھے بول کر بچوں کو خوش کر دے ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے یوں اجنبی ہوتے ہیں جیسے راہ چلتے مسافر ہوں دولت اور پیسے کی دوڑ ہے۔ یہ ہے یورپ کی چکا چوند والی زندگی۔ یورپ اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ عرب کے لوگوں سے بھی بدتر زندگی گزار رہا ہے۔ مولانا حالی نے کیسا نقشہ پیش کیا ہے۔

چلن ان کے تھے سب وحشیانہ ہر ایک لوٹ مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل وغارت میں بے باک ایسے درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

اسی تناظر میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یورپی قومیں مذہب سے آزاد ہو کر گویا ہر بند سے آزاد ہو گئی ہیں انہوں نے شرم وحیا کے فطری تقاضوں کو مکمل طور پر دبا دیا اور عیش پرستی کو زندگی کا مقصود اول بنا لیا۔ ظاہر ہے عورت کو اس سلسلہ میں بنیادی آلہء کار کی حیثیت دی گئی۔ اس لئے پوری کوشش کی گئی کہ وہ جسمانی حسن و

دلکشی کی علامت بن جائے اور شمع محفل بن کر ہر شخص کا دل لبھاتی رہے لیکن چونکہ خودغرضی اور بے مروتی مغربیت کا لازمی معیار ہے۔ اس لئے ظلم یہ کیا گیا کہ عورت کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر اسے زیادہ سے زیادہ عریانی وفحاشی کا پیکر بنایا گیا۔ مگر اسی نسبت سے وقار اور تحفظ کے سارے وسائل سے محروم کر دیا گیا۔ بحثیت ماں، بیٹی، بیوی، بہن اس کی کوئی عزت نہ رہی جوانی میں وہ بیک وقت کئی مردوں کی تفریح کا سامان بنتی ہے۔ اپنے روزگار کا انتظام بھی خود کرتی ہے۔ یعنی اپنے جسمانی نسوانی ساخت کے باعث دفتر یا کارخانے میں مردوں کے برابر کام کرتی ہے۔ اس طرح خاندانی نظام درہم برہم ہونے کی وجہ سے وہ اپنی ممتا کو دبا کر بچوں سے بے نیاز رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کا بڑھاپا کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں گزرتا ہے۔

چنانچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ نے یوں تو پوری انسانی دنیا پر ناقابل بیان مظالم توڑے ہیں مگر سب سے زیادہ ظلم واستیصال کی شکار عورت بنی ہے۔ اس کے نتیجے میں عورت کا تو ظاہر ہے کہ تقدس تباہ ہونا ہی تھا مگر اس کا وبال سارے معاشرے پر پڑا آزاد اور مخلوط سوسائٹی کے نتیجے میں حرامی بچوں کی غیر معمولی کثرت، طلاقوں کی بھرمار، ان گنت نفسیاتی مسائل اور بے شمار جنسی بیماریاں، خودکشیاں اور ہمہ نوع خاندانی اور سماجی برتری نے یورپ کو حیوانوں کی سطح سے بھی بہت نیچے گرا دیا ہے اور یہ تہذیب، تاریخ اور انسانیت دونوں کے لئے سرطان سے بھی زیادہ خطرناک بیماری کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

اقبال کے نزدیک عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے وہ مرد کو اس کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک عورت کو چراغ خانہ بن کر رہنا چاہیے چراغ محفل بنے گی تو مرد کی مردانگی پر حرف آئے گا۔

وہ ایسی تعلیم کو سراسر موت قرار دیتے ہیں جس سے اس کا دینی کردار ختم ہو جائے اور کتنے کرب

اور دکھ سے کہتے ہیں اور تہذیب مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے نکال کر زبردستی اس کے بچوں سے دور یا محروم کر کے اسے کارخانوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ اقبال عورتوں کے پردے کے شدت سے حامی تھے۔ چنانچہ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حکومت برطانیہ نے اقبال کو جنوبی افریقہ میں اہم سفارتی عہدے کی پیش کش کی مگر شرط یہ رکھی کہ ان کی بیگم کو مخلوط محفلوں میں جانا پڑے گا۔ اقبال نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور پیش کش ٹھکرا دی۔

اقبال زن و مرد کی ترقی، نشو و نما اور تعلیم و تربیت کیلئے جداگانہ میدان عمل پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر بھی ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی چنانچہ موصوف محترم عورتوں کے لئے ان کی طبعی و فطری ضروریات کے مطابق الگ نظام تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں۔

تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضروریات کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیش نظر مسلمان بچیوں کے لئے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے احتیاط سے تعلیم نسواں سے خارج کر دیئے جائیں۔

تعلیم کا ذکر آیا تو فرمایا مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لئے دینوی تعلیم حاصل کرنا چاہی لیکن نہ تو دنیا حاصل کر سکے اور نہ دین سنبھال سکے یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔

دراصل اقبال کے نزدیک امت مسلمہ کے لئے قابل تقلید نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کریں اور اپنی آغوش میں ایسے بچوں کی پرورش کریں جو بڑے ہو کر شبیر صفت ثابت ہوں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول — مادراں را اسوۂ کامل بتول

اگر بندے ز درویشے پذیری — ہزار امت بمیرد تو نہ میری

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر — کہ در آغوش شبیرے بگیری

یعنی ایک درویش کی نصیحت کو قبول کر لو تو ہزار قومیں ختم ہو جائیں لیکن تم ختم نہیں ہو سکتیں اور درویش کی نصیحت یہ ہے کہ بتول بن کر زمانہ حال کی نظر بد سے اوجھل ہو جاؤ۔ یعنی پردہ اختیار کرو تا کہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو۔

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ایک لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے تو اسکے تحفظ کے لئے مہر مقرر کیا جاتا ہے۔ خدانخواستہ کسی وجہ سے عورت ظلم کا شکار ہو جائے یا خاوند طلاق دیتا ہے تو اسے مہر کی رقم ادا کرنی ہو گی اس لئے یہ ایک رکاوٹ اور تحفظ ہے۔ لیکن یورپ میں یہ بات خواب وخیال ہے۔ خاوند کے مرنے کے بعد اسکے جائیداد کی وارث بنتی ہے اس کے علاوہ اسلام نے عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ موجودہ دور میں ایجنسیاں یا اخبارات رپورٹ دیتے ہیں کہ یورپ میں زیادہ تر خواتین حجاب کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں جو عورت حجاب میں ہوگی لازماً وہ احترام کے قابل ہوگی اوباش قسم کے لوگوں کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ حجاب والی عورت کے ساتھ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کر سکیں۔ یہ ہے تقابلی جائزہ

مغربی اور یورپی یونین میں عورت کا مقام

اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی لیکن آج ہماری قیادت نے روشن خیالی اور بے اعتدالی سے عورت کو اس مقام پر لا کھڑا کیا جس پر بجا طور پر کہنا پڑتا ہے۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

مسلمانوں کے تعلیمی نصاب سے جہاد کا ذکر خارج کر دیا گیا کل امریکہ باس کہے گا کہ جہاد کی

آیات ہی قرآن سے نکال دو تو دریغ نہیں کریں گے۔تبلیغی جماعت والوں نے تبلیغی نصاب سے درود پاک خارج کر دیا اب قرآن پاک کو بھی فالتو کتاب سمجھ کر اس کو طاق نسیاں کر دینے کو تیار ہو جائیں گے۔

صدر ضیاء الحق مرحوم نے اقوام متحدہ کی اور سلامتی کونسل جنرل اسمبلی کے اجلاس میں قرآن پاک کی تلاوت سے اجلاس کی کاروائی شروع ہوئی۔لیکن واہ رے پرویز مشرف ان کی موجودگی میں برطانیہ کا وزیر اعظم آیا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے فیصل مسجد میں آذان بند کر دی گئی۔روشن خیالی زندہ باد

علمائے کرام اسمبلیوں میں بیٹھنے والے زن وزراء اور دنیا کے پجاری بھی خاموش رہے کسی نے بھی احتجاج نہ کیا اسی کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔دین ملافی سبیل اللہ فساد

اگر یہی حالت رہی تو پاکستان یورپ میں تبدیل ہو جائے گا اور یورپ پاکستان بن جائے گا کیونکہ یورپ میں اس وقت غیر مسلموں کی حلقہ بگوش ہونے کی جو رفتار ہے تو وہ وقت دور نہیں کہ سارا یورپ نہیں تو آدھا یورپ حلقہ بگوش اسلام ہوگا لیکن مسلمانوں نے خداداد مملکت کی قدر نہ کی جس کا مطلب تھا۔پاکستان کا مطلب کیا۔لا الہ الا اللہ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سخن ہائے گفتنی

آج اس پرفتن دور میں ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے۔ ذہنی خلفشار میں انسان مبتلا ہے۔ پریشان ہے دنیا پر دہشت طاری کرنے والی قوم آج خود دہشت زدہ ہے۔ دولت اور اقتدار کے نشے نے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ورزیوں نے بلندیوں سے پستیوں کی طرف دھکیل دیا ہے۔ جو ملک اللہ اور اس کے رسول کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا ساٹھ سال گزرنے کے بعد بھی ارباب اقتدار پر وہی جمود طاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکی مخلوق کے ساتھ وعدہ کرنے والے اپنے وعدہ سے منحرف ہو گئے اور احکام الٰہی پس پشت ڈال دیئے گئے۔

یاد رکھیئے جب کوئی قوم اپنے ماضی کے تابناک روایات کو فراموش کر دیتی ہے اور دوسری قوموں کی اندھا دھند تقلید کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیتی ہے تو اس وقت اس قوم کا زوال شروع ہو جاتا ہے جب کوئی قوم اللہ سے ڈرنے کے بجائے مخلوق سے ڈرنے لگتی ہے تو وہ خود احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے ہر وقت خوف اس پر چھایا رہتا ہے کہ کہیں آقایان مغرب ناراض نہ ہو جائیں تو وہ قوم جہاد، بہادری، غیرت اور شجاعت سے محروم ہو جاتی ہے مسلمان کی شان یہ ہے " ولا یخشون احداً الا اللہ۔ مسلمان صرف خدا سے ڈرتا ہے دنیا کی کسی طاقت سے وہ مرعوب نہیں ہوتا۔

آج ملت اسلامیہ دوراہے پر کھڑی ہے ایک طرف مغربی تہذیب اور اس کی ظاہری چمک دمک ہے تو دوسری طرف اسلامی تہذیب، اس کی پاکبازی اور شرم و حیا کی تعلیم ہے۔ مسلمانان پاکستان کے لئے یہ نازک مرحلہ اور لمحہ فکریہ ہے۔ ۱۹۴۷ء میں متحدہ ہندوستان کے مسلمان آگ اور خون کے ایک ہولناک اور خوفناک طوفان سے گزرے اس انقلاب پر ان پر جو گذری وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لاکھوں افراد کی قربانیاں ہزاروں عفت مآب بیٹیاں قربان ہو گئیں ہزاروں جوان اور بچے شہید ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قربانی کے بدلے

ایک رفیع الشان نعمت (پاکستان) سے نوازا۔ افق عالم پر ایک ایسی مملکت کا ظہور ہوا جو محض دین حق کی سربلندی کی خاطر قائم ہوئی تھی اس خطہ پاک کے حصول کے لئے لاتعداد قربانیاں اس لئے دی گئیں۔ یہاں مسلمان اپنی تہذیب، معاشرت اور روایات کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔ احیائے اسلام کے لئے پاکستان مسلمانوں کی آخری امید گاہ ہے ہمارے اردگرد مخالفانہ بجلیاں کوندرہی ہیں وہ اپنی پوری کڑک اور چمک کے ساتھ پاکستان کے مسلمانوں کو خبردار کررہی ہیں کہ اگر ہم نے صراط مستقیم چھوڑ کر اپنے آپ کو مغربی تہذیب کی آغوش میں پھینک دیا تو ہم تنزل اور بربادی کے راستے پر گامزن ہوجائیں گے۔

مسلمان آج اس جذبہ احساس سے محروم ہوگیا ہے جس نے اسے معراج کمال سے روشناس کرایا آج یہی مسلمان اسلام سے نفرت کرنے لگا ہے۔ نظریہ پاکستان کا بھی مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اخلاقی پستی حد سے بڑھ چکی ہے نوجوان طبقہ آوارہ پھر رہا ہے۔ نفرت کا طوفان اٹھ رہا ہے ہمارے ذرائع ابلاغ وہ ثقافت اور نظریات پیش کررہے ہیں کہ جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور مسلمان ہندوؤں اور عیسائیوں کی تہذیب پر فخر کررہا ہے، تخریب کاری ہے ،کسی کی جان محفوظ نہیں، خون ریزی، دن دہاڑے لوٹ مار، ڈاکے، امیر امیر تر ہورہا ہے اور غریب کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ غریبوں کا خون امیر چوس رہا ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہزاروں عفت مآب بیٹیوں کی عزت تار تار ہو رہی ہے۔ مظلوم کشمیری مسلمان پاکستان کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے مجاہد کہاں گئے۔ اللہ کے سپاہی خاموش کیوں ہیں۔ ہمیں ہندو کی غلامی سے کب نجات دلائیں گے۔ لیکن بقول۔ روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا کے مصداق کشمیر جل رہا ہے اور پاکستانی قیادت اقتدار کی مضبوطی کے لئے ہر وقت جوڑ توڑ میں مصروف ہے۔ زبانی بیان بازی سے

کشمیر حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہندو کشمیر کو طشتری میں رکھ کر پاکستان کے حوالے کرے گا اگر کشمیر حاصل کرنا ہے اور کشمیری مسلمانوں کو آزادی دلانی ہے تو ایک ہی ذریعہ ہے۔ جہاد اور صرف جہاد۔ کاش ہمارے ارباب اقتدار کو حجاج جیسا ہی دل اور دماغ مل جائے جس نے ایک خاتون کی آواز پر ہندوستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی وہ غیرت مند مسلمان تھا افسوس کہ قائداعظم کا فرمان کہاں گیا۔ جو انہوں نے ۱۹۴۷ء میں فرمایا تھا۔

خدا کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحریہ عرب میں نہ پھینک دیں ہم شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ پاکستان کے دفاع کے لئے میں تنہا لڑونگا اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کے لئے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت ہتھیار نہ ڈالیں۔ پہاڑوں میں جنگلوں میں میدانوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں۔

لیکن ہمارے آج کے ارباب سیاست فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ ہم قوم کو مہنگائی، ملاوٹ، لوٹ کھسوٹ اور فریب کاریوں سے ایسا بے حال کر کے چھوڑیں گے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی نہ رہ سکے ہم آپس میں جلسوں کے پہاڑوں میں جلوسوں کے جنگلوں میں اخباری بیانات کے میدانوں میں اور فریب کاری اور جھوٹ کے دریاؤں میں اقتدار کی خاطر اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک دشمن ہمیں اور پاکستان کو اٹھا کر بحرہ عرب میں نہیں پھینک دیا۔ بشکریہ ماہنامہ حکایت لاہور شمارہ اگست ۱۹۹۲

موجودہ قیادت کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے۔ سابقہ حکومتیں بنو امیہ، عباسی حکومت مغلیہ خاندان جنہوں نے کئی صدیوں تک حکومت کی جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اختیار کی دین اسلام کو اپنی مرضی کے مطابق (روشن خیالی) ملانے کی کوشش کی تو نہ کسی کی حکومت رہی اور نہ ہی ان کا نام ونشان باقی رہا یہی داستان رقم کرنا چاہتے ہو تو پھر یاد رکھو کہ تمہاری داستان تک نہ

ہو گی داستانوں میں۔

کاش کوئی مردِ دانا ان نازک لمحوں میں ہمیں قرآن کریم کے بتائے ہوئے نظام پر عمل پیرا کر دیتا اور اسلام کا وہی نظام جسے رحمت للعالمین نے عرب کے جہنم زار میں نافذ کر کے اسے رشک فردوس بنا دیا تھا اس کو وہ پاکستان میں نافذ کر کے ہماری کشتی کو بھی ساحل آشنا کر دیتا۔ ہم کب تک در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اپنے نبی پاک کے دامنِ رحمت کو چھوڑ کر اغیار کے سایہ دیوار میں پڑے رہیں گے اس انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیادت اتنی مضبوط اور جاندار اور نور ایمان سے مالا مال ہو کر اس کا ایک نعرہ مغربی اور جابر سلطنتوں اور حکومتوں پر لرزہ طاری کر دے اور قرآن پاک کی اس آیت پر

ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون پر عمل پیرا ہونے کی ہمت رکھتی ہو۔

اللہ تعالیٰ اس مملکت پاکستان کو استحکام بخشے اور اسے اندرونی اور بیرونی خلفشار سے محفوظ مامون فرمائے اور اس مملکت کے راہنماؤں کو اسلامی روایات پر چلنے کی توفیق نصیب ہو تا کہ پاکستان صحیح معنوں میں دنیائے اسلام کے لئے قابل نمونہ جائے پناہ اور اسلام کا قلعہ ثابت ہو۔

آمین!

مصنف کی دیگر کتب

۱۔ چراغ راہ:۔

اسلامی معاشرہ اور معمولات مروجہ پر مختصر مگر جامع مدلل کتاب صفحات ۱۲۶

۲۔ نشان راہ۔

ندائے یارسول اللہ پر عاشقانہ انداز میں مرارج محبت، معیار محبت، معراج محبت، حضور کے روضے کا رنگ جبز اور غلاف کعبہ کا رنگ یا اسکی حکمت اور فلسفہ نیز انگوٹھے چومنے کا ثبوت ندائے یارسول اللہ سوال جواب علمائے دیوبند اور اغثنی یارسول اللہ انمثنی صفحات ۱۷۶

۳۔ ضرب حیدریہ المعروف تاریخ وہابیہ:۔

وہابیوں کا پوسٹ مارٹم عقائد علمائے دیوبند تبلیغی جماعت کی زمیں دوز سرگرمیاں یہاں سپاہ صحابہ لشکر جھنگوی سے مناظرہ اور شکست صفحات ۵۵۲

۴۔ روزہ اور انجکشن۔

علماء فقہا حکما اور ماہر علم الابدان نیز جدید تحقیق سائنسی اور آرمی میڈیکل رپورٹ بذریعہ جی ایچ کیو سے مفسد صوم پر متفقہ فیصلہ (صفحات ۱۴۶)

۵۔ مکافات عمل یعنی سزا اور جزا:۔

عالم نزع اور عذاب قبر کا آنکھوں دیکھا حال ص ۷۲

۶۔ **مصباح النور فی قرۃ العیون والصدور**

حضور کی نورانیت پر مفصل کتاب۔ حضور کا پسینہ مبارک، سایہ مبارک، فضلات مبارکہ پر بحث

۔صفحات ۱۸۵

۷۔ **تاریخ خلافت فی مناقب اہل بیت وشہادت**

صفحات۔ ۴۰۰۔ زیر طبع

۸۔ رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں

صفحات تقریباً ۷۰۰ زیر طبع

۹۔ **احسن البیان فی عظمت قرآن**

مع ترجمہ القرآن صفحات۔ ۱۲۰ زیر طبع

شروع: نظر ثانی ۴ دسمبر ۲۰۰۶ بروز پیر بمطابق ۱۲ ذلقعد الحرام ۱۴۲۷

اختتام: ۲۲ جنوری ۲۰۰۷ بروز پیف بمطابق ۲ محرم الحرام ۱۴۲۸

اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سپاس گذار

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس ضعیف العمری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کتاب لکھنے کی سعادت بخشی۔ یہ ارذل العمر انسان کو عقل و خرد ہوش و حواس حافظہ، قوت بصارت و سماعت سے محروم کر دیتی ہے لیکن بفضل تعالیٰ اس ۹۵ سالہ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اس رب قدیر نے ان تمام عوارضات سے تا حال محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یہ صرف اور صرف نگاہ کرم ہے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان علمائے کرام کا شکر گزار ہوں خصوصاً علامہ سید محمد اسحاق نقوی اور علامہ مفتی عبدالعزیز عباسی صاحب کا جنہوں نے کتاب کو اول سے آخر تک حرف بحرف مطالعہ کیا۔ کچھ تجاویز پیش کیں اور اپنے اپنے تاثرات ''مقدمہ'' اور تعارف و تبصرہ کے طور پر کتاب کو زینت بخشی اور کتاب کی افادیت کو دوبالا کیا ساتھ ہی پروفیسر شبیر حسین نقوی اور پروفیسر قاضی محمد ابراہیم چشتی پرنسپل کالج جناری کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر اپنے تاثرات بطور تقاریظ لکھ کر کتاب کو چار چاند لگائے۔

اس کے علاوہ میں ان احباب اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی کتابت (کمپوزنگ) کے لئے ذمہ داری قبول کرتے ہوئے مالی تعاون سے ممنون احسان کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور ان کے مرحومین کو جاریہ صدقہ کے طور پر ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

سیرت کا عنوان اور محبت رسول کا موضوع اختصار و اجمال نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ شرح وبسط کا تقاضا کرتا ہے اس مبارک ذکر کو زیادہ سے زیادہ طول دینے کے بعد بھی دل کو سیری نہیں ہوتی اور جی یہی چاہتا ہے کہ یہ مقدس داستان دراز سے دراز تر ہوتی چلی جائے زبان وقلم کی بڑی سعادت یہی ہے کہ یہ سیرت نبی کے اعلان واظہار کا ذریعہ قرار پائیں اور سالہا سال کی زمزمہ خوانی اور ہزاروں صفحات کی کتابت کے بعد بھی وجدان وضمیر اس عجز و درماندگی کا اظہار کرتا ہے۔

کسی راقم کی یہ خوش نصیبی کیا کم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے قلم کا فیض جاری رہے۔ انسان فانی ہے لیکن اس کا عمل باقی ہے۔

راقم مرنے کے بعد قبر کے گوشہ میں اسودۂ خاک ہوگا لیکن اس کے ہاتھ کی جنبش نے جو گلفگاریاں کی ہوں گی اس کی بہار انشاء اللہ سدا قائم رہے گی اور جب تک یہ کاغذی سفینے موجود رہیں گے۔ بے شمار مخلوق کو تیرتے ابھرتے چلتے پھرتے ساحل مراد پر لاتے رہیں گے اور جاں نثاران مصطفیٰ کے دل روشن اور منور کرتے رہیں گے۔

وقت کی برق رفتاری انسان اور اس کی زندگی کی بے ثباتی کو عیاں کر رہی ہے لیکن وہ لمحے جو اس کے محبوب کی یاد یا ذکر میں گزرتے ہیں وہ راتیں جو اس کے محبوب کی ثنا وتعریف میں لگتی ہیں وہی حاصل حیات اور سرمایہ زیست اور ذریعہ نجات ہوتی ہیں۔ اور یہی نقش دوام ثابت ہوتی ہیں۔

اوقات ہمہ بود با یار بسر شد — باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

یارب صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بلوح الخط فی قرطاس دھراً — وکاتبہ رمیم فی التراب

مصنف کی دیگر کتب

۱۔	چراغ راہ : اسلامی معاشرہ اور معمولات مروجہ پر مختصر مگر جامع مدلل کتاب	صفحات 126	قیمت -/50 روپے
۲۔	نشان راہ یعنی ندائے یارسول اللہ	صفحات 176	قیمت -/50 روپے
۳۔	ضرب حیدریہ المعروف تاریخ وہابیہ	صفحات 552	قیمت -/200 روپے
۴۔	روزہ اور انجکشن	صفحات 146	قیمت -/50 روپے
۵۔	مکافات عمل یعنی سزا اور جزا	صفحات 72	قیمت -/30 روپے
۶۔	مصباح النور فی قرۃ العیون والصدور	صفحات 185	قیمت -/80 روپے
۷۔	مناقب آلِ بیت رسول وشہادت جگر گوشہ بتول	صفحات 400	قیمت -/250 روپے
۸۔	مصباح النبوت	صفحات 400	زیرِ طبع
۹۔	احسن البیان فی عظمت قرآن مع ترجمہ القرآن	صفحات 102	زیرِ طبع
۱۰۔	اندھیرے سے اجالے تک		زیرِ ترتیب وطبع

ملنے کا پتہ

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی پھگواڑی تحصیل کوہ مری
فون: 051-3276197، 0300-9122326